ایک معصوم انسان کی داستان جسے دنیا جلاد کے نام سے پکارتی تھی
جلاد
ایم اے راحت
آغا شاد

پیش لفظ

آغوشِ مادر میں ہر وجود معصوم ہوتا ہے۔ بے ریا۔ انسان کی ازلی معصومیت کا علمبردار۔ پھر وقت کی ہوائیں اس کے نقوش بدلتی ہیں۔ وہ کہیں منصف، کہیں مبلغ، کہیں محافظ اور کہیں مجرم ہوتا ہے۔

لیکن انسان اپنی ذات میں مجرم نہیں ہے۔ تصویر اگر اُس کے خدوخال نہ بگاڑے تو وہ ہر حال میں ایک شریفانہ زندگی بسر کرے۔

زیرِ نگاہ داستان ایسے ہی وقت کے بگاڑے ہوئے ایک نوجوان کی کہانی ہے۔ جو جلاد نہیں تھا۔ وقت کی ضربوں نے اُس سے اُس کی شخصیت چھین لی۔ اور پھر جب وہ بگڑے ہوئے نقوش کے ساتھ دُنیا کے سامنے نمودار ہوا تو دُنیا کے نقوش بگڑ گئے۔

ایم اے راحت کی ایک کہانی سنسنی خیز تحریر جسے آپ مدتوں فراموش نہ کر سکیں گے۔

والسّلام

آپ کا مخلص

مبین خٹک

چار سال قبل ٹوٹی ہوئی سائیکلوں، پھٹے ہوئے ٹائروں، خشک دودھ کے خالی ڈبوں، موٹر کار کے ناکارہ پرزوں اور رجسٹروں کے دیمک لگے ہوئے گتوں کے درمیان ایک بوسیدہ کتاب ملی تھی جس کے ابتدائی آدھے صفحات غائب تھے، نچلا گتہ موجود تھا اور دیمک نے اس کے صفحات کو ایک خاص ترتیب سے کنگورے دار بنا دیا تھا۔ کتاب انگریزی کی تھی اور اس میں جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے عنوانات موجود تھے۔ جن میں سے ایک یہ تھا۔ "ہندوستان میں ہمارے آخری لمحات۔"

کتاب کے مالک سے اس کی قیمت پوچھی تو اس نے تہمد کی گرہ کھول کر اسے دوبارہ کستے ہوئے کہا۔ "لے جاؤ اس کے کیا پیسے ہوں گے۔ کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو بتاؤ؟"

مجھے نوادرات کے اس عظیم ذخیرے سے کسی اور چیز کی حاجت نہیں تھی لیکن اخلاقاً پرانے اخبارات کا ایک بنڈل دو روپے میں خرید لیا اور آگے جا کر اسے پھینک دیا، کیونکہ اس جاگیر میں مقیم کیڑے مکوڑے میرے ہاتھوں پر رینگنے لگے تھے۔

آدھی کتاب سے مجھے جو کچھ ملا اس نے دل میں حسرت پیدا کر دی کاش اس کے باقی اوراق بھی دستیاب ہو جاتے۔ یہ ایک ایسے شخص کی خود نوشت تھی جو مقبوضہ ہندوستان کے بارے میں دلچسپ تحقیقات کر رہا تھا۔ دلچسپ یوں کہ اس نے ہندوستان کے سیاسی پہلو نہیں چھوئے تھے بلکہ عجیب و غریب لوگوں، روایتوں اور عمارتوں کا تذکرہ کیا تھا۔

اس تحریر میں ڈاکو پربھان سنگھ کا تذکرہ تھا۔ یہ باب خاص طور سے میری توجہ کا مرکز بن گیا۔ لیکن یہ پربھان سنگھ کے خلاف ایک مہم کی داستان تھی اور اس کے کردار کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں تھی۔ ممکن ہے ان صفحات میں ہو جو ضائع ہو چکے تھے۔ طویل عرصے تک میں پرانی کتابوں میں اس کتاب کا دوسرا نسخہ تلاش کرتا رہا لیکن دستیاب نہ ہو سکا۔

کچھ عرصے قبل ایک شام منگھو پیر روڈ کے چوراہے پر میں اپنے ایک دوست کے ساتھ کھڑا باتیں کر رہا تھا کہ ایسٹرن اسٹوڈیوز کی طرف سے دو نئی کاریں برق رفتاری سے آئیں اور بڑا بورڈ کی طرف گھوم گئیں، بس اسٹاپ پر ایک ہی روٹ کی دو بسیں کھڑی تھیں اور دونوں استاد ایک دوسرے سے ہار ماننے کو تیار نہ تھے پیچھے والے استاد نے ان بد فطرت سواریوں کو اتارنے کے لئے بس بیچ سڑک روک دی تھی جو اسی اسٹاپ پر اترنے پر مصر تھیں۔ حالانکہ اگر وہ استاد سے تعاون کرتے ہوئے میل دو میل آگے اتر جاتیں تو کوئی حرج نہیں تھا۔ بہرحال اس بس کی وجہ سے ٹریفک رک گئی تھی اور کاروں والے سپرمینوں کو بھی بریک لگانا پڑے لیکن پیچھے والی کار جو غالباً مزدا تھی بے قابو ہو کر درمیانی فٹ پاتھ سے ٹکرائی اور زور سے اچھل کر الٹ گئی۔ لیکن الٹتے ہوئے بھی اس کا اگلا حصہ دوسری کار سے ٹکرا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے دوسری کار میں خاصا بڑا گڑھا پڑ گیا۔ دونوں بسوں والے ہوا ہو گئے لیکن قرب و جوار میں کھڑے ہوئے لوگ ان کاروں کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ میرا خیال تھا کہ کار کے ڈرائیور کو شدید چوٹیں آئیں ہوں گی لیکن وہ نہ صرف خود برآمد ہوا بلکہ ہاتھ میں ایک ہاکی اسٹک بھی لے کر باہر آیا۔ دوسری کار سے دو نوجوان اترے تو الٹی ہوئی کار کے بپھرے ہوئے نوجوان نے کوئی بات کیے بغیر ہاکی دونوں ہاتھوں میں تولی اور پوری قوت سے ان دونوں نوجوانوں پر جھکا دی۔ تب ہی ایک ہاتھ درمیان سے برآمد ہوا اور ہاکی اسٹک اس کی کلائی پر پڑی، تب میں نے وہ حیرت انگیز منظر دیکھا۔ ہاکی اسٹک دو ٹکڑے ہو گئی تھی لیکن وہ کلائی سلامت تھی۔ اگر یہ اسٹک دونوں میں سے کسی ایک کے سر پر پڑ جاتی تو بلاشبہ ڈھیر ہو جاتا۔ لیکن اس غیبی ہاتھ نے ایک نوجوان کو موت سے اور دوسرے کو پھانسی کے پھندے سے بچا لیا تھا۔ نوجوانوں نے بھی جوابی حملے کی کوشش کی لیکن دو لمبے لمبے بازو، مضبوط شاخوں کی مانند پھیل گئے اور پھر ایک آواز ابھری۔ "پیچھے ہٹو۔ کیا پاگل ہو گئے ہو تم لوگ؟"

"تم ہٹ جاؤ بابا۔" ایک نوجوان غرایا۔

"ایک تھپڑ ماروں گا تو جبڑا ٹوٹ کر دور جا پڑے گا۔ خود تو مرو گے، ماں باپ کو بھی مارو گے، جاؤ اپنے گھروں کو جاؤ۔" شاخوں جیسے بازوؤں نے انہیں دھکیل دیا۔ دونوں نوجوان اپنی کار میں جا بیٹھے اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

دوسری کار بدستور الٹی پڑی تھی تب وہ انوکھی شخصیت آگے بڑھی، کار کے پیچھے بمپر پر دو فولادی پنجے جم گئے اور انہوں نے کار سیدھی کر دی۔ لوگ اچھل پڑے۔ اس ناقابل یقین واقعے پر سب کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے تھے۔ میری نگاہیں اس شخصیت کا جائزہ لے رہی تھیں، عمر کسی طور ستر سال سے کم نہ ہو گی۔ قد چھ فٹ چار انچ کے قریب، رنگ سانولا، پیشانی انتہائی حد تک کشادہ خدوخال پر رعب چھوٹی سی داڑھی تک سفید تھی۔ سفید کرتا اور ٹخنوں سے اونچا تہمد پہنے ہوئے، شیر کی طرح چوڑا سینہ اور مضبوط شاخوں جیسے ہاتھ پاؤں۔ عجیب شخصیت تھی جس نے وہاں موجود تمام افراد کو مسحور کر دیا تھا۔ تباہ شدہ کار اسٹارٹ ہو گئی اور مختلف آوازیں نکالتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ تب اس بزرگ نے سڑک کے کنارے کھڑے ایک بچے کو آواز دی اور تین ساڑھے تین سال کا ایک بچہ اُن کے قریب پہنچ گیا جسے انہوں نے اٹھا کر کندھے پر بٹھا لیا اس وقت ایک اور انکشاف ہوا جس نے میرے ذہن پر تازیانہ لگایا تھا۔ بزرگ کے بازو پر ہندی زبان میں پربھان سنگھ کھدا ہوا تھا۔

میں نے بچپن میں ہندی پڑھی تھی جو مجھے آج بھی یاد ہے بہرحال اس دیمک زدہ ناول کا پربھان سنگھ میرے ذہن سے محو نہیں ہوا تھا اس لئے اس وقت یہ نام بزرگ کے ہاتھ پر کھدا دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔

ضروری نہیں تھا کہ میں انہیں ڈاکو پربھان سنگھ ہی سمجھ لیتا لیکن اُن سے دلچسپی کی کئی وجوہ تھیں ان کی وہ قوت جو اب قصے کہانیوں تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ ان کی شخصیت، بظاہر تو وہ مسلمان تھے لیکن نام ہندی تھا۔

وہ بچے کو کندھے پر اٹھائے آگے بڑھ گئے تو میں نے اپنے دوست سے معذرت کی اور اُن کے تعاقب میں چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد قریب پہنچ کر میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور بولے۔ "ہم سے کوئی کام ہے کیا؟"

"جی ہاں محترم بزرگ! میں ایک کہانی نویس ہوں آپ کی شخصیت مجھے اس قدر پرکشش نظر آئی کہ میں بے چین ہو گیا۔ خاص طور سے آپ کے ہاتھ پر ہندی زبان میں ایک نام کھدا ہوا ہے۔ میں اس پس منظر کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

وہ چونک کر اپنا بازو دیکھنے لگے، پھر اُن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "یہی نام تھا ہمارا، پر اب اللہ کے فضل سے ہم مسلمان ہیں اور ہمارا نام گل محمد ہے۔"

"پہلے آپ کا نام پربھان سنگھ تھا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ بھانو چوہان کے نام سے آج بھی بھرت پور کے لوگ کانپتے ہیں لیکن اب ہم صرف گل محمد ہیں۔ بھانو تو کب کا مر چکا۔"

میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔ جو کچھ سنا تھا اس پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ گمنام مصنف نے اپنی کتاب میں کئی جگہ ڈاکو پربھان سنگھ کو بھانو چوہان لکھا تھا۔ اس حیرت انگیز اتفاق پر خود مجھے بھی ہفتوں یقین نہ آیا اور میں یہی سوچتا رہا کہ یہ کوئی دلچسپ غلط فہمی ہے لیکن اس دوران میں بلاناغہ بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ میں نے ان کا بھرپور اعتماد حاصل کیا اور انہوں نے میرے سامنے اعتراف کیا کہ وہی ایک زمانے میں ڈاکو پربھان سنگھ یا ڈاکو بھانو چوہان کے نام سے مشہور رہے ہیں۔ پھر میں نے چند شرائط کے ساتھ ان کی داستان زندگی لکھنے کی اجازت حاصل کر لی۔ اس سلسلے میں پہلے میں اس انگریز مصنف کی کتاب کے چند اوراق پیش کر رہا ہوں۔

"ریاست بھرت پور موضع اھرالی کی جاگیر چھتروالی کے رہنے والے پربھان سنگھ کی اتنی داستانیں سن چکا تھا کہ بے اختیار اس سے ملاقات کرنے کو دل چاہا۔

"راجپوتانہ اور یوپی کے دور دراز کے علاقوں میں دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ پولیس اور دوسرے انتظامی محکموں کے افراد اتعداد ٹولیاں اس کی تلاش میں جنگلوں اور پہاڑوں میں ماری ماری پھر رہی تھیں جہاں اس کی موجودگی کی بھنک ملتی دیاں انگریز افسروں کی سرکردگی میں اتنی پولیس جمع ہو جاتی جیسے کسی ریاست پر لشکر کشی ہو رہی ہو۔ بعض اوقات بھانو چوہان اُن سے مقابلے پر آ جاتا۔ کئی کئی روز گولیاں چلتیں، دستی بم اور مشن گنوں کا استعمال ہوتا۔ ہندوستانی پولیس کے سپاہی اور انگریز افسران مارے جاتے لیکن پربھان سنگھ صاف نکل جاتا۔

بات صرف جنگلوں اور درختوں ہی کی نہیں تھی وہ ساری بستیاں جہاں کی آبادیاں غریب تھی، اس ڈاکو کی دوست تھیں، ہر دوسرے آدمی پر شبہ ہوتا تھا کہ وہ ڈاکو پربھان سنگھ کا ساتھی ہے۔

میں نے پربھان سنگھ سے اس کی محبت اور عقیدت کا جواز تلاش کیا تو بہت سے دلچسپ انکشاف ہوئے۔ وہ غریبوں کا دوست اور ہمدرد تھا ان دولت مندوں کا دشمن جو غریبوں سے نفرت کرتے تھے۔ اس نے بہت سے ظالم جاگیرداروں اور نوابوں کو موت کے گھاٹ اتار کر مظلوموں کو اُن سے نجات دلائی تھی۔ وہ دولت مندوں سے لوٹی ہوئی دولت سے غریبوں کی مدد کرتا تھا۔ اور اس کے کارکن ہر جگہ ایسے لوگوں کی داد رسی کو موجود رہتے تھے۔

ریاست جے پور میں میرے ایک عزیز بہت بڑے عہدے پر متعین تھے ہندوستان کے حالات ہمیں انگلینڈ میں ہی معلوم ہوتے رہتے تھے اور میرے دل میں ہندوستان دیکھنے اور یہاں کے پراسرار حالات کے بارے میں جاننے کی بڑی خواہش تھی۔ لیکن طویل عرصہ تک میں ہندوستان کا رخ نہیں کر سکا۔ پھر جونہی موقع ملا میں اپنے ان عزیز کے پاس پہنچ گیا۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں کی سیر کی اور اس انوکھی دنیا کے ایسے پہلو دیکھے جو دوسروں کی نگاہوں میں نہیں آئے تھے۔ یا اگر آئے تھے تو اُن کے اندران پر غور کرنے کی صلاحیت نہیں تھی۔

انہیں دنوں میرے کزن کیپٹنووڈ کر نے کرنل ہیرس کا ذکر کیا جو بھرت پور میں مقیم تھے دراصل کرنل ہیرس کی بیٹی ماریا سے ووڈ کر کا معاشقہ چل رہا تھا اور ووڈ کر میری آڑ لے کر وہاں جانا چاہتا تھا۔ جب اس نے مجھے حقیقت بتائی تو میں بھی خوشی سے تیار ہو گیا اور بھرت پور پہنچ گیا۔ کرنل ہیرس قدامت پسند انگریز تھے اور عام لوگوں کی طرح ہندوستانیوں کو تیسرے درجے کی مخلوق سمجھتے تھے۔ اُن کے ہاں ڈاکو پربھان سنگھ کا تذکرہ ضرورت سے زیادہ تھا۔ ہر شخص اس کے بارے میں کچھ کہتا تھا اور کرنل ہیرس اس بات پر سخت چراغ پا تھے کہ انگریز حکومت ان تیسرے درجے کے پسماندہ لوگوں کو تیسرے منٹ میں کیوں گرفتار نہیں کر لیتی۔ پربھان سنگھ ابھی تک کیوں آزاد ہے۔

اور اس گہرے راز کو کوڑی کرنل کا بیٹا پیٹر لایا تھا۔ پیٹر حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی کا شکار تھا۔ یہ شخص خاصا تندرست و توانا اور چہرے سے ذہین معلوم ہوتا تھا۔ برطانیہ میں خفیہ پولیس کے محکمے میں تربیت لے رہا تھا اور پانچ سال کے بعد اپنے والدین سے ملاقات کرنے آیا تھا۔ جلد ہی بے تکلف ہو جانے والوں میں سے تھا چنانچہ ایک نشست میں اس نے میرے سامنے ہی اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"یوں لگتا ہے جیسے حکومت برطانیہ نے تیسرے درجے کی ذہنیت کے ہندوستانیوں کے مقابلے میں تیسرے درجے کے انگریزوں کو ہی ہندوستان بھیجا ہے۔ ہم لوگ دنیا کے ذہین ترین مجرموں پر ریسرچ کرتے ہیں اور خود کو اُن سے برتر بناتے ہیں تاکہ وہ ہمارے شکنجے سے دور نہ رہ سکیں۔ آپ لوگ دنیا کے معمولی اور بے وسائل مجرموں کو نہیں گرفتار کر پاتے۔"

اس بات کا کرنل ہیرس نے برا منایا تھا۔ اس نے کہا۔ "ان تیسرے درجے کے لوگوں میں تمہارا باپ بھی شامل ہے۔ پیٹر، تم خود کو کون سے درجے کا انسان سمجھتے ہو؟"

"پہلے درجے کا ڈیڈی۔" پیٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو اے فرسٹ کلاس انسان۔ تم حکومت برطانیہ کے وفادار رہو۔ پربھان سنگھ کا معاملہ حکومت کا معاملہ ہی ہے۔ جاؤ اور ذرا اس ڈاکو کی گردن پکڑ لاؤ۔" کرنل ہیرس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ضرور ڈیڈی۔ لیکن مجھ سے تحریری درخواست کی جائے میں اس تحریر کو محفوظ رکھوں گا اور میرے ریکارڈ میں شامل ہو گی۔" پیٹر نے کہا۔

"بہتر ہے۔ کرنل ہیرس حکومت برطانیہ کی جانب سے تم سے تحریری درخواست کرے گا۔" کرنل نے کہا اور مذاق مذاق میں باپ نے یہ تحریر بیٹے کو دے دی۔ اس کے ساتھ ہی پیٹر نے تیاریاں شروع کر دیں۔

میں تو ان معاملات میں پوری پوری دلچسپی لے رہا تھا لیکن ووڈ کر تھوڑا سا بد دل تھا۔ اس نے تنہائی میں کہا۔ "اس احمق شخص نے ہم دونوں کو بھی ان مہم جوؤں میں شامل کر لیا ہے جو ڈاکو پربھان سنگھ کی گرفتاری کے لئے جائیں گے۔ ماریا بھی اس احمق شخص سے سخت نالاں ہے۔"

"میرے خیال میں تو یہ مہم خاصی دلچسپ رہے گی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہاری کوئی محبوبہ یہاں موجود نہیں ہے۔" ووڈ کر نے مظلومیت سے کہا۔

"تم اس مہم میں جانے سے انکار کردو۔"

"بزدل سمجھا جاؤں گا۔ اور یہ بات بھی مناسب نہیں ہے کہ محبوبہ کا بھائی مجھے بزدلی کا طعنہ دے۔"

"تو ٹھیک ہے کیپٹن۔ یہ کارنامہ انجام دے کر خود کو محبوبہ کی نگاہوں میں ہیرو بنالو کیا حرج ہے۔"

"ایسا ہی کرنا پڑے گا۔"

"پیٹر اس معاملے میں پوری طرح سنجیدہ ہے۔"

"ہاں۔ وہ اعلیٰ پیمانے پر بھانو چوہان کے بارے میں معلومات اکٹھی کرتا پھر رہا ہے۔" ووڈ کر نے جواب دیا۔

"بہرحال۔ ابھی اسے اس مہم جوئی میں وقت لگے گا۔ اس دوران میں اس کے ساتھ شامل ہو جاتا ہوں۔ یہ معلومات میں بھی اضافہ ہوگا اور تمہیں فرصت مل جائے گی۔ یہی ہوا میں اور پیٹر گہرے دوست بن گئے۔ پیٹر کی معلو کے مطابق ڈاکو برہان سنگھ ان دنوں سیتا گھاٹی کے آس پاس کے جنگلوں میں مقیم تھا۔ سرکاری کھوجی اس کے بارے دن رات معلومات لا رہے تھے اور کرنل ہیرس کی وساطت سے یہ خبریں پیٹر کو مل رہی تھیں۔

اس دوران کئی بار کرنل ہیرس نے میری موجودگی میں بیٹے کو سمجھایا تھا اور کہا تھا کہ بھانو چوہان کا مسئلہ پولیس پر چھوڑ دیا جائے۔ لیکن پیٹر ضدی انسان تھا اور پھر اپنے سامنے کسی کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس کرنل سے کہا تھا۔ "ڈیڈی معاملہ برٹش حکومت کا ہے اور ہر برطانوی شہری خواہ وہ برطانیہ میں ہو یا ہندوستان میں حکو کے مفاد کے لئے کام کرنے کا پابند ہے۔ آپ مجھے ایک کارنامہ انجام دینے سے نہ روکیں۔"

بھانو چوہان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات اکٹھی کرنے کی مہم میں، میں بھی شریک تھا۔ بالآخر پیٹر نے تیاریاں مکمل کرلیں اور اس کے بعد اس مہم کا آغاز ہوگیا۔ پیٹر نے چند ہندوستانیوں کو بھی ساتھ رکھا تھا کئی انگریز ہمار علاوہ تھے۔ سب نے شکاریوں کا بھیس بدلا۔ اور حکومت کا اجازت نامہ بھی ساتھ رکھ لیا۔ تاکہ کوئی الجھن نہ پیش آئے۔

جھیل بدری کے بائیں کنارے سے آگے بڑھنے کے بعد سیتا گھاٹی کے جنگلات کا آغاز ہو جاتا تھا۔ یہاں کا ر کرتے ہوئے ہمیں بہت سی چھوٹی چھوٹی بستیاں ملی تھیں اور درمیان میں چوکیاں بھی نظر آئی تھیں جن میں زبرد تعداد میں سپاہی موجود تھے۔ یہ سارے انتظامات بھانو چوہان کے لئے تھے۔ کئی جگہ انگریز افسروں سے بھانو کے بارے تبادلہ خیال بھی ہوا لیکن پیٹر نے کسی کو یہ بات نہیں بتائی تھی کہ اس کی مہم بھانو کے خلاف ہے وہ بڑی رازداری لے رہا تھا۔

جھیل بدری سے بیس میل ادھر آخری چوکی پر تین ہندوستانی سپاہیوں کی لاشیں آئی تھیں۔ یہ لوگ ڈاکا میں بر سنگھ کے شکار ہوئے تھے جہاں اس نے ٹھاکر جیت چرن کے ہاں ڈاکا ڈالا تھا۔

اندھیرا برق رفتاری سے جھک رہا تھا اور ہم زیادہ آگے نہیں بڑھے تھے کہ گھپ اندھیرے کے سمندر میں ڈ گئے گہری تاریکی میں درختوں کی شاخیں ہمیں آگے بڑھنے سے روک رہی تھیں لیکن کسی نہ کسی طرح ہم انہیں ہٹا ہوئے ان کے درمیان سے گزرتے رہے۔

پیٹر نے اپنے ساتھ آئے ہوئے ایک انگریز افسر سے پوچھا۔ "اس جنگل میں درندے بھی ہوں گے؟"

"نہیں مسٹر پیٹر۔ شیر اور چیتے یا ریچھ وغیرہ یہاں کبھی نظر نہیں آئے ہاں چھوٹے جانور اکثر مل جاتے ہیں لیک انسان پر حملہ آور نہیں ہوتے۔"

"تعجب ہے۔ جنگل کافی گھنا ہے۔"

"ہاں لیکن آبادیوں کے درمیان گھرا ہوا ہے اور زیادہ وسیع نہیں ہے۔ کبھی درندے رہے ہوں گے لیکن جنگ سے خالی کرالیا گیا ہے۔" انگریز افسر نے جواب دیا۔ لیکن اس کے باوجود سکون نہیں ہوا تھا۔ ہر لمحہ کسی خطرناک جا

موجودگی کا احساس ہو رہا تھا۔ پیٹر کے اشارے پر ٹارچیں روشن کرلی گئی تھیں۔ اس سلسلے میں پیٹر نے کہا تھا۔

"فرض کرو ٹارچ کی روشنی دیکھ لی گئی تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہم شکاری لباسوں میں ہیں۔ لوگ ہمیں شکاری ہی سمجھیں گے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ ہم شکار کون سا کریں گے؟"

دفعتاً ایک آواز ابھری۔ یوں لگا جیسے کسی مشین کی کوئی گراری پہلے تیزی سے چلی ہو پھر بتدریج آہستہ ہوگئی ہو۔ سب سے آگے سفر کرنے والے ہندوستانی سپاہی رک گئے اور ان میں سے ایک مقامی زبان میں چیخا۔ فوراً ہی ایک انگریز افسر نے پستول نکال لیا اور ٹارچوں کی روشنی نے بھورے رنگ کے ایک اژدہے کو نمایاں کردیا جس کا خوبصورت اور تقریباً ایک فٹ موٹا بدن سمٹ رہا تھا انگریز افسر نے اندھا دھند کئی فائر کیے اور اژدہے کے سر کے چیتھڑے اڑا دیئے۔ جنگل کی خاموش فضا بیدار ہوگئی، درختوں پر بسیرا کرنے والی چمگادڑیں کوے اور چیلیں ہوا میں چکر کاٹنے لگیں۔ یہ درندے خوفزدہ آوازوں میں چیخ رہے تھے اور ان کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ ان کی مکروہ آوازوں سے ہم آہنگ ہوگئی تھی۔

اژدہے کی لمبائی دس پندرہ منٹ سے کم نہ ہوگی۔ وہ بل کھا کر سیدھا ہوگیا تھا اور ہمیں اسے پھلانگ کر آگے بڑھنا پڑا۔ اس خوفناک واقعے سے خوف کی فضا اور گہری ہوگئی تھی۔

سفر کرتے ہوئے آدھی سے زیادہ رات گزر گئی۔ جنگل اب اتنا گھنا نہیں تھا اور دواؤں میں پانی کی نمی اور کسی قدر سیلن سی بسی ہوئی تھی۔ میں نے ایک ہندوستانی پولیس افسر سے جو ہمارے ساتھ تھا اور انگریزی سے بخوبی واقف تھا اس نمی کا تذکرہ کیا تو اس نے کہا۔

"جی ہاں جناب۔ آگے کچھ فاصلے پر جھیل بھدوئی ہے جو کافی بڑی ہے۔ میرے خیال میں اب وہ زیادہ دور نہیں ہے۔"

"اس علاقے میں جھیلیں کافی ہیں۔" میں نے کہا۔

"جی نہیں۔ بس یہی دو جھیلیں ہیں اطراف میں چٹیل پہاڑیوں کے سلسلے کئی سو میل تک پھیلے ہوئے ہیں۔"

"یہ سب سیتا گھاٹی کا علاقہ ہے؟"

"جی ہاں۔ اصل سیتا گھاٹی بھدوئی کے دوسرے کنارے سے شروع ہوتی ہے۔"

"یہاں ہم نے گرم گرم چائے پی اور ایک گھنٹے تک آرام کرنے کے بعد آگے بڑھ گئے گھومنے پھرنے کے بعد ووڈ کر کی ہمت جواب دے گئی اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"دوستو، میں اس سے آگے نہیں جا سکتا۔ رات آخری پہر میں داخل ہوگئی ہے میری رائے ہے کہ آرام کیا جائے تاکہ کل دن میں ہم مزید سفر کرنے کے قابل ہوں۔ اگر رات بھر سفر جاری رہا تو کل ہم میں سے کوئی اس قابل نہ ہوگا کہ جھیل کے کنارے کنارے سفر کرکے اس کے دوسرے سرے پر پہنچ سکے۔"

"باقی رات کا سفر واقعی بے کار ہے۔" میں نے بھی ووڈ کر کی اس بات کی تائید کی اور سیمابی فطرت کا مالک پیٹر تیار ہوگیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میری تو خواہش تھی کہ ہم طوفانی سفر کرتے ہوئے بالآخر برہان سنگھ کے سر پر جا پہنچیں لیکن اگر دوستوں کی یہی رائے ہے تو ٹھیک ہے۔" اور سب نے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ڈیرے ڈال دیئے۔ ہندوستانی سپاہی ایک جگہ جمع ہوگئے تھے۔ انگریز افسر پیٹر اور ووڈ کر کے ساتھ تھے اور میں نے اس ہندوستانی افسر کی قربت حاصل کرلی تھی جس کا نام ہرنام سنگھ تھا۔ اس افسر سے میں دیر تک برہان سنگھ کے بارے میں گفتگو کرتا رہا اور اس نے مجھے بڑی عجیب و غریب کہانیاں سنائیں۔ لیکن تھکن اس پر بھی غالب تھی اور مجھ سے باتیں کرتے کرتے اس کی آواز بھی ڈوب ڈوب جاتی تھی چنانچہ اس کی حالت پر رحم کرتے ہوئے میں نے اسے سونے کی اجازت دے دی۔ اور آن کی آن میں اس کے حلق سے بھیانک آوازیں نکلنے لگیں۔

میں نے بھی کروٹ لے لی اور اس تکلیف دہ جگہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن نیند بڑی عجیب چیز ہے۔ ذرا سی دیر میں، میں گہری نیند سو گیا اور اس وقت تک سوتا رہا جب تک کسی نے مجھے جھنجوڑ جھنجوڑ کر نہ جگایا مجھے جگانے والا ووڈ کر تھا جس کے چہرے پر بے پناہ ہراس پھیلا ہوا تھا۔

-- میں اٹھ کر بیٹھ گیا ابھی تو نیند کا ایک چوتھائی سفر بھی طے نہیں ہوا تھا کہ اس نے مجھے جگا دیا تھا۔

"کیا بات ہے یار۔ کیا مصیبت نازل ہو گئی؟" میں نے کسی قدر جھلائے ہوئے انداز میں کہا اور ووڈ کر نے ایک طرف اشارہ کر دیا۔ میں نے آنکھیں مل کر اس طرف دیکھا۔ تمام ہندوستانی سپاہی اور دوسرے لوگ ایک درخت کے پاس جمع تھے۔

میں نے اپنے اطراف میں دیکھا۔ سارا سامان اسی طرح پڑا ہوا تھا لیکن ووڈ کر کے علاوہ باقی سب لوگ اسی درخت کے نیچے تھے۔ "کیا ہو گیا۔ کون ہے یہاں؟" میرا ذہن جاگ گیا تھا۔

"اٹھو تو سہی۔ ساری باتیں یہیں پوچھ لو گے۔" ووڈ کر نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور میں سنبھل کر اٹھ گیا۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ مجھے دور سے ہی وہ حیرت ناک منظر نظر آیا اور میں نے اس طرف دوڑ لگا دی۔ درخت کی ایک شاخ سے انسانی لاش الٹی لٹکی جھول رہی تھی۔ اس کی گردن صرف کھال سے لٹکی ہوئی تھی نرخرہ ہڈیوں سمیت کاٹ دیا گیا تھا اور درخت کے نیچے انسانی خون جمع تھا جو یقیناً اس کٹی ہوئی گردن سے بہا تھا لیکن لاش کے بدن کے کپڑے دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ یہ کرنل ہیرس کے بیٹے پیٹر کی لاش تھی۔

"لاش کے بدن پر ایک سیفٹی پن سے لگا ہوا تھا۔" انگریز افسر نے کہا۔

"اوہ۔ پڑھا کسی نے اسے۔ ہرنام سنگھ۔ ہرنام سنگھ اسے پڑھ کیا لکھا ہے اس میں؟" میں نے ہرنام سنگھ کو پکارا اور وہ میرے پاس آ گیا۔

"پڑھ کر سنا چکا ہوں جناب۔ لکھا ہے۔ "معاف کر دیا ہے سسرو تم سب کو یہی بڑبولا سب سے زیادہ بول رہا تھا۔ یہی پکڑنے نکلا ہے نا بھانو چوہان کو۔ بھیج دیا ہم نے سسرے کو نرکھ میں اور تم جا کر اپنوں کو بتا دو کہ پربھان سنگھ تمہارے بس کا نہیں ہے اسی لئے ہم نے تمہیں چھوڑ دیا ہے ورنہ سب کے پیٹ کی انتڑیاں باہر ہوتیں اور چیل کوے انہیں لئے بھاگے بھاگے پھر رہے ہوتے۔

"ہم ہیں تمہارے باپ پربھان سنگھ" ہرنام سنگھ نے بڑی مشکل سے اس پرچے کی تحریر کا ترجمہ کیا تھا لیکن ہم سب ہی اس کا مقصد سمجھ گئے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ سب کو اپنی آنتیں پیٹ کے باہر لٹکتی نظر آ رہی تھیں۔ کسی کے چہرے پر جوش و خروش یا غصہ نہیں تھا۔ بلکہ سب ہی خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔

پیٹر کی موت معمولی سانحہ نہیں تھا۔ درحقیقت وہ اس مہم کا روح رواں تھا اس لئے اس کی موت کے بعد مہم کا جاری رہنا ناممکن تھا۔ لوگ تو اسی بات سے دہشت زدہ تھے کہ وہ سو رہے تھے اور پربھان سنگھ اُن کے سروں پر موجود تھا۔ اگر وہ سب کو قتل کر دیتا تو کون مدافعت کرتا۔ پیٹر کی لاش کو درخت سے اتارا گیا اور پھر اسے کپڑوں میں لپیٹ کر درختوں کی شاخوں کا اسٹریچر سا بنا لیا گیا جس پر لاش کو ڈال کر ہم واپس چل پڑے۔

واپسی کا سفر نہایت تیز رفتاری سے طے ہوا تھا۔ کرنل ہیرس کا خیال آتا تو جیب سی کیفیت ہو جاتی تھی۔ ویسے میرے ذہن میں پربھان سنگھ کے بارے میں بہت سے خیالات آ رہے تھے میں اس بات پر حیران تھا کہ پربھان سنگھ کو ہماری اس مہم کے بارے میں کس قدر صحیح معلومات حاصل تھیں۔ وہ پیٹر کو بھی پہچانتا تھا۔ اور یہ بھی جانتا تھا کہ یہ مہم اسی کے ایماء پر ترتیب دی گئی۔ اپنے خط میں اس نے اسے بڑا بڑبولا لکھا تھا۔ اس لئے یہ بات بھی کہی جا سکتی تھی کہ اسے پیٹر کے

الفاظ بھی معلوم تھے۔

بڑی تعجب خیز بات تھی۔ بہرحال ہم سب خستہ حال ایک بستی میں پہنچے اور وہاں سے گھوڑا گاڑیاں حاصل کر کے بھرت پور پہنچ گئے۔ بستی کے کچھ انگریز نواز لوگ بھی ہمارے ساتھ ہو لئے تھے۔

لاش کرنل ہیرس کے سامنے پہنچی تو وہ غش کھا کر گر پڑا گھر کے تمام لوگوں کا برا حال تھا۔ خود کیپٹن ووڈ کر کی محبوبہ پاگلوں کی طرح بھائی کی مسخ شدہ لاش سے لپٹ گئی تھی۔ کرنل ہیرس الٹی سیدھی باتیں کرتا رہتا تھا۔ وہ اپنی آرام کرسی پر بیٹھا دیوار پر لٹکی پیٹر ہیرس کی تصویر کو گھورتا رہتا تھا۔ کئی مرتبہ میں نے اسے رائفل کا معائنہ کرتے اور اس میں کارتوس بھر کر ہوائی فائر کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

پھر ایک شام میں نے اور ووڈ کر نے ایک منظر دیکھا ہم لوگ گولیوں کی آواز سن کر اس کے کمرے کی طرف دوڑے تھے۔ بڑے سے گتے پر ڈاکو پربھان سنگھ کا نام لکھا تھا اور کرنل نے اس نام کے تمام حرفوں میں پستول کی گولیوں سے سوراخ کر دیئے تھے اور پھر خوفناک انداز میں مسکرانے لگا تھا۔

"بہتر ہے کرنل ہیرس کو کسی ہسپتال میں داخل کر دیا جائے۔" میں نے تجویز پیش کی۔ میری اس تجویز پر دوسرے لوگ تو تیار ہو گئے لیکن کرنل ہیرس خود وہاں جانے کو تیار نہ ہوا۔

"تم لوگ مجھے پاگل سمجھتے ہو۔ یہ خیال ذہن سے نکال دو۔ میں پاگل نہیں ہوں۔ بس میرے سینے میں آگ سلگ رہی تھی۔ جس دن یہ آگ بجھ جائے گی میں پرسکون ہو جاؤں گا۔"

اور کرنل ہیرس نے اس فرض کی ادائیگی میں دیر نہ لگائی۔ ایک رات وہ گھر سے نکل بھاگا۔ وہ اپنی رائفل پستول اور گھوڑا لے گیا تھا۔ رات کے کسی ایسے پہر وہ گھر نکلا تھا کہ دوسرے لوگوں کو پتہ نہیں چل سکا اور صبح ہی یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ غائب ہے۔

گھر میں کہرام مچ گیا۔ اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ کرنل ہیرس کا تعاقب کیا جائے لیکن اس بار ہم کوئی بے وقوفی کرنے کے موڈ میں نہیں تھے۔ چنانچہ بھرت پور کے ڈپٹی کمشنر کو مطلع کیا گیا اور اس نے بنفس نفیس ساتھ چلنے کی پیش کش کر دی۔ آن کی آن میں انتظامات ہوئے اور ہم بھی ساتھ چل پڑے، میری خاص فرمائش پر ہرنام سنگھ کو بھی ساتھ لے لیا گیا تھا۔

راستے کی بستیوں سے کرنل ہیرس کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں اور پتہ چلا کہ کرنل سیتا گھاٹی کے علاقے کی طرف ہی گیا ہے، لیکن انتہائی تیز رفتاری سے سفر کرتے ہوئے بھی ہم کرنل کی گرد کو نہیں پا سکے تھے۔

"دیکھو اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اس بار تو یہاں آنا بہت مہنگا پڑ گیا۔ مجھے خاص طور سے تمہاری فکر ہے۔" کیپٹن ووڈ کر نے کہا۔

"کیوں۔ میری کیوں؟"

"بھئی تم مہمان ہو، اور اس فیلڈ کے آدمی نہیں ہو۔"

"لیکن میں انہیں دلچسپ واقعات کی تلاش میں یہاں آیا ہوں۔ یہ تو میری خوش بختی ہے کہ مجھے یہ ماحول مل گیا۔"

"یہ انگریزوں کی بدبختی ہے۔" ووڈ کر بولا۔

"کیوں؟"

"ہندوستان کے حالات اب بے حد خراب ہو چکے ہیں۔ انگریزی اقتدار کے پاؤں اکھڑ چکے ہیں۔ اور یوں لگتا ہے جیسے کچھ ہو کر رہے گا۔"

"ہاں اس کے آثار تو ملتے ہیں۔" میں نے اعتراف کیا۔

"انگریزوں کو بالآخر ہندوستان چھوڑنا پڑے گا۔ اب اس سلسلے میں اہل اقتدار کے ذہنوں میں کیا ہے یہ بات نہیں

معلوم ہو سکی۔" ووڈ کر نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

ابھی ہم انہیں مخصوص راستوں سے گزر رہے تھے جہاں تک پہلے آ چکے تھے۔ ہرنام سنگھ میرے ساتھ تھا۔ مجھے اس شخص سے خاص دلچسپی یوں تھی کہ وہ ہندوستانی ہونے کے باوجود بڑی اچھی انگریزی بول لیتا تھا۔ راستے میں ہمیں دو جگہ کرنل ہیرس کے نشانات ملے۔ یہ بھی ہرنام سنگھ کی باریک بین نگاہوں کا کارنامہ تھا۔ اس نے ایک آدھے جلے ہوئے سگریٹ کو دیکھ لیا تھا۔ جو کرنل ہیرس کے برانڈ کا تھا اور دوسری جگہ اس نے کافی کا ایک خالی تھرماس بھی پڑا ہوا دیکھا تھا۔

اس کا مطلب تھا کہ کرنل ہیرس خالص دیوانگی کے عالم میں یہاں نہیں آیا تھا بلکہ اس نے باقاعدہ انتظامات کیسے تھے۔ بہرحال ان دونوں چیزوں سے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ہم صحیح رخ پر اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم دوسری جھیل یعنی جھیل بھدوئی کے اس موڑ پر پہنچ گئے جہاں پیٹر کو اغوا کر کے قتل کیا گیا تھا۔

"بس اس کے دوسری طرف سیتا گھاٹی ہے۔" ہرنام سنگھ نے بتایا۔

ڈپٹی کمشنر جو انگریز تھا لیکن اس وقت سادہ لباس میں تھا اور ساتھ آئے ہوئے ڈیڑھ درجن افراد کی رہنمائی کر رہا تھا۔ رک گیا اس نے دوسرے لوگوں سے مشورے کرنے کے لئے قیام کیا تھا۔ لیکن اس مشورے میں اس نے ہندوستانی افسروں وغیرہ کو شامل نہیں کیا تھا۔

"سوال یہ ہے کہ کرنل ہیرس کو اب کہاں تلاش کیا جائے۔"

"ممکن ہے وہ سیتا گھاٹی پہنچ گیا ہو۔"

"اگر وہ سیتا گھاٹی میں اتر گیا ہے تو پھر اس کی زندگی مشکل ہے میں راستے بھر ایک بنیادی غلطی پر غور کرتا آیا ہوں۔" ڈپٹی کمشنر نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"دراصل ہمیں خیال تھا کہ ہم کرنل ہیرس کو راستے میں ہی جالیں گے اس کے تعاقب میں سیتا گھاٹی میں آنا پڑے گا یہ تصور بھی نہیں تھا۔ اس گھاٹی میں ڈاکوؤں سے مقابلہ کرنا آسان کام نہیں ہے۔ اس مقابلے کے لئے ہمیں پوری کمپنی کی ضرورت ہوگی۔"

"اوہ ہمارے ساتھ تو بہت کم افراد ہیں۔" کیپٹن ووڈ کر نے کہا۔

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔ اب آپ لوگ فیصلہ کریں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔" ڈپٹی کمشنر نے کہا۔

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔" کسی کی سمجھ میں کوئی موثر بات نہیں آئی تھی۔ سارے پرجوش جوان سرد پڑ گئے تھے۔ ڈاکوؤں سے اُن کے خاص علاقے میں مقابلے کا تصور ہی بے حد بھیانک تھا۔

"میری رائے ہے اس سلسلے میں ان ہندوستانی افسروں سے بھی رائے لے لی جائے۔" میں نے تجویز پیش کی۔

"تجویز بری نہیں ہے، لیکن موجودہ حالات بڑے پریشان کن ہیں۔ ان کمبخت ہندوستانیوں پر اب ہمیں زیادہ اعتماد نہیں رہ گیا ہے۔ ان میں سے کس کے دل میں کیا ہے یہ کوئی نہیں جانتا۔"

"پھر جیسا آپ مناسب سمجھیں۔" میں نے شانے ہلا دیئے اور ڈپٹی کمشنر دیر تک خاموش رہا۔ پھر اس نے ہرنام سنگھ کو آواز دی۔ اور ہرنام سنگھ ادب سے اس کے پاس پہنچ گیا۔

"مسٹر ہرنام سنگھ۔ سیتا گھاٹی قریب آ گئی ہے۔ ہم یہاں ڈاکوؤں سے مقابلے کی تیاری کر کے نہیں آئے تھے بلکہ صرف کرنل ہیرس کی تلاش میں آئے تھے۔ یوں لگتا ہے جیسے کرنل ہیرس گھاٹی میں اتر گیا ہے اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"مشورہ پسند کریں گے سرکار؟" ہرنام سنگھ نے پوچھا۔

"ہاں کہو؟"

"سفید جھنڈا لہراتے ہوئے سیتا گھاٹی میں اتریں۔ اپنے ہتھیار خالی کر لیں کسی ایک بندوق یا پستول میں کارتوس نہ ہو۔ اور اگر پرہلان سنگھ سے سامنا ہو جائے تو اس سے کرنل ہیرس کے بارے میں گفتگو کر لیں۔"

"اگر اس نے ہمیں دھوکے باز سمجھا تو؟"

"میرا خیال ہے سرکار کہ سفید جھنڈے کو دیکھ کر وہ گولیاں نہیں چلائے گا۔" ہرنام سنگھ نے کہا۔

"تمہیں یقین ہے؟"

"ہاں صرف اس لئے سرکار کہ وہ چوہان ہے۔ بڑی بات والی قوم ہوتی ہے یہ۔" ہرنام سنگھ نے کہا۔

"ڈپٹی کمشنر نے تشویش زدہ انداز میں یہ منظوری دے دی۔ ہتھیار خالی کر لئے گئے۔ حالانکہ اس بات کو دوسرے انگریز افسروں نے پسند نہیں کیا تھا کہ ذرا سی بے ایمانی جہنم کے دروازے کھول دے گی۔"

"دو سفید کپڑوں کے جھنڈے بنائے گئے جنہیں درخت کی پتلی ٹہنیوں میں باندھ لیا گیا تھا اور اس کے بعد تمام لوگ گھوڑوں سے اتر کر ان کی لگامیں پکڑے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔

"مغرب کی جانب شام کی سرخی گہری ہوتی جا رہی تھی اور جنگلی پرندے قطار در قطار اپنے گھونسلوں کی طرف آ رہے تھے فضا میں طوطوں کی ٹیں ٹیں سے ایک شور برپا تھا اور جنگل کے اندر درختوں پر بسیرا کرنے والی چڑیوں کی چوں چوں سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

"پتھریلی اور چٹانی زمین پر ہم آہستگی سے بڑھ رہے تھے تقریباً ایک میل چلنے کے بعد یوں محسوس ہوا جیسے یہ زمین کا آخری کنارہ ہو۔ سامنے زمین کا کٹاؤ صاف نظر آ رہا تھا اور شام کے دھندلکے میں یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ اس کٹاؤ کے بعد کیا ہے۔

"جب ہم کٹاؤ کے کنارے پہنچے تو پتھریلے ڈھلان نظر آئے جن کے بعد ہموار زمین تھی لیکن نصف فرلانگ کے بعد ویسا ہی دوسرا کٹاؤ نظر آ رہا تھا۔ خدا کی پناہ۔ اس سے زیادہ خوفناک علاقہ میں نے ساری زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کٹاؤ کے ڈھلان میں گھوڑے اترنے لگے۔ ڈھلان زیادہ خطرناک نہیں تھی۔ گھوڑے نہایت آہستگی سے قدم جما جما کر اتر رہے تھے، اور ہمارے دل دھڑک رہے تھے۔ بالآخر ہم گہرے ڈھلان عبور کر کے نیچے سطح زمین پر پہنچ گئے، لیکن شام پوری طرح جھک آئی تھی اور اس کے بعد آگے بڑھنے کی ہمت کسی میں نہیں ہو رہی تھی۔

تاہم دوسرا کٹاؤ زیادہ دور نہیں تھا اس لئے اس کی گہرائیوں میں دیکھنے کے تجسس کو کوئی نہ روک سکا اور ہم گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس دوسرے کٹاؤ کے پاس پہنچ گئے، لیکن نیچے جھانکنے سے چکر آ گیا تھا۔ اس کٹاؤ کے بعد ڈھلان نہیں تھے بلکہ ایک سیدھی دیوار سی نیچے انتہائی گہرائیوں میں چلی گئی تھی۔ جس میں لاتعداد نوکدار چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔ ان چٹانوں میں ٹیڑھے میڑھے درخت اُگے ہوئے تھے۔ لمبی لمبی مضبوط چٹاؤں کی بیلیں رسیوں کی طرح لٹکی ہوئی تھیں۔ اگر کوئی باہمت شخص ان گہرائیوں میں اترنے کی کوشش کرتا تو اسے مایوسی نہ ہوتی لیکن گھوڑوں سمیت نیچے اترنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اس دیوار کو عبور کرنے کے بعد پھر ویسا ہی میدان تھا جس میں ہم کھڑے ہوئے تھے، اور اس میدان کا بھی سرا نظر آ رہا تھا۔

"اگر ان لوگوں نے اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو کم از کم میں تو ان کا ساتھ نہیں دے سکوں گا۔" کیپٹن ووڈ کر نے کہا۔

"ہاں کرنل ہیرس کے ساتھ خودکشی نہیں کی جا سکتی۔" میں نے کیپٹن ووڈ کر کی تائید کی۔

"وہ دیوانگی کے عالم میں اگر یہاں سے بھی نیچے اتر گیا ہو تو تعجب کی بات نہیں ہے۔" ووڈ کر پرخیال انداز میں بولا۔

"لیکن اس کے بعد کیا تم اس کی زندگی کی توقع کرتے ہو۔

.... کم از کم اس کے بوڑھے بدن میں اتنی.... نہیں ہیں۔"

"خدا جانے۔" ووڈ کر نے بیزاری کے انداز میں کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"محبوبہ کے باپ اور بھائی کا معاملہ ہے ووڈ کر تمہارے لہجے کی بیزاری کچھ مناسب نہیں لگتی۔"

"میں رومیو جولیٹ کے دور میں نہیں ہوں۔ ہوش و حواس کی دنیا کا انسان ہوں۔ محبوبائیں بار بار مل جاتی ہیں مگر زندگی صرف ایک بار ملتی ہے۔" ووڈ کر نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ ڈپٹی کمشنر ہمارے پاس آ گیا تھا۔

"کیا رائے ہے آپ لوگوں کی؟" اس نے پوچھا۔

"کیا آپ مزید نیچے اترنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں پوچھا۔

"کتنا نیچے اتریں گے مسٹر۔ یہ گھاٹیاں زمین کے سب سے آخری طبق تک گئی ہیں اور اس آخری طبق تک پہنچتے پہنچتے ہم بوڑھے ہو جائیں گے۔" کمشنر نے کہا۔

"کیا واقعی یہ گہرائیاں غیر تصدیق شدہ ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"یقیناً مجھے اس علاقے میں تقریباً پانچ سال گزر چکے ہیں۔ میں نے آجتک کسی ایسے شخص سے ملاقات نہیں کی جو ان گہرائیوں کی تفصیل سے واقف ہو۔" کمشنر نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تب تو یہ گہرائیاں جرائم پیشہ لوگوں کی جنت ہوں گی۔"

"ہاں۔ راجپوتانہ کے لئے یہ علاقے خاصے دردِ سر رہے ہیں خطرناک ڈاکوؤں کے لئے اس سے بہتر پناہ گاہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔"

"رات ہو چکی ہے مسٹر۔ اب آگے کے پروگرام کے بارے میں فیصلہ کر لیا جائے تو بہتر ہے۔" ووڈ کر نے کہا۔

"میری رائے ہے کہ اب اس سے آگے بڑھنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ اگر رات کی تاریکیوں میں ان ڈھلانوں کو عبور کر کے اوپر پہنچنے کی کوشش بہتر ہو تو ٹھیک ہے ورنہ پھر یہاں رک کر صبح ہونے کا انتظار کیا جائے۔"

"اس وقت ہرنام سنگھ نے ہماری گفتگو میں مداخلت کی۔ "گھاٹی میں رکنا موت کو دعوت دینا ہے جناب۔ ہم ڈاکوؤں کی گود میں ہوں گے۔ یہاں سے بھاگنے کا موقع بھی نہیں ملے گا میری رائے ہے جس طرح بھی بن پڑے اوپر چلا جائے اور اس کے بعد دوسرا فیصلہ کیا جائے۔

ہرنام سنگھ کی بات وزن دار تھی۔ میں نے بھی اس کی تائید کر دی' اور گھوڑے چڑھائی کی طرف چھوڑ دیئے گئے چڑھائی بے حد مشکل ثابت ہوئی اگر گھوڑے خود اپنی جان بچانے کے لئے مہارت سے کام نہ لیتے تو تاریکی میں بہت سے گھوڑے سوار سمیت ڈھلان کی گہرائیوں میں واپس جا گرتے۔ بہت خطرناک سفر تھا لیکن بہرحال ہم سب بغیر کسی نقصان کے اوپر آ گئے۔

ہاں' اوپر ایک خوفناک واقعہ ہمارا منتظر تھا۔ جس جگہ سے ہم اوپر پہنچے تھے وہاں سے سو گز کے فاصلے پر مشعلوں کا ایک نیم دائرہ نظر آ رہا تھا اور بلند مشعلوں کے نیچے مخصوص قسم کا لباس پہنے لوگ رائفلیں تانے کھڑے ہوئے تھے ان کا نشانہ ہم لوگ تھے۔

"کمشنر کے حلق سے آواز نکل گئی۔ سب ہی سہم گئے تھے' لیکن میری آنکھوں میں گہری دلچسپی کے آثار ابھر آئے تھے۔ میں نے ہرنام سنگھ کو آواز دی اور وہ میرے قریب آ گیا۔

"ڈاکو؟" میں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں صاحب۔ وہی ہیں۔" ہرنام سنگھ مردہ سے لہجے میں بولا۔ چار رائفل برداروں کے ساتھ ایک شخص آگے بڑھ آیا اور اس نے گرجدار آواز میں کہا۔

"گھوڑوں سے نیچے آ جاؤ لاٹ صاحب کے بچو۔ دو دھماکے کریں گے اور سب واپس گڑھے میں جا پڑو گے۔ نیچے اترو جلدی۔" اور ہرنام سنگھ نے جلدی اس کی بات کا ترجمہ انگریزی میں کر دیا۔ سارے ہندوستانی سپاہی پہلے ہی نیچے اتر گئے تھے۔

ڈپٹی کمشنر اور ہم سب بھی نیچے اتر گئے۔ "ہتھیار نیچے پھینک دو۔" اس نے دوسرا حکم دیا اور سب نے ہتھیار نیچے پھینک دیئے۔

"سفید جھنڈا کیوں لہرایا تھا تم لوگوں نے؟" اس شخص نے پوچھا۔ اور ہرنام سنگھ نے یہ بات انگریزی میں دہرا دی۔

ڈپٹی کمشنر نے جواب دیا اور ہرنام سنگھ جلدی سے آگے بڑھ آیا۔

"اس لئے کہ ان جنگلوں میں ہم کسی کے خلاف جنگ کرنے نہیں نکلے.... ہمارے سارے ہتھیار خالی ہیں تم دیکھ سکتے ہو۔"

اس شخص نے منہ پیچھے کر کے اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا اور چار مشعل بردار آگے بڑھ آئے۔ انہوں نے سارے ہتھیار سمیٹ لئے تھے۔ پھر اس شخص نے پوچھا۔ "ہاں اب بولو کیوں آئے ہو اس علاقے میں؟"

"ہم ایک شخص کی تلاش میں آئے ہیں؟" ہرنام سنگھ نے کہا۔

"اس پاگل بڈھے کی تلاش میں جو اپنے بیٹے کا بدلہ لینے آیا ہے؟"

"ہاں وہ کہاں ہے؟"

"آؤ ملا دیں اس سے تمہیں گھوڑوں کی باگیں پکڑ لاؤ۔" اس نے کہا۔ اور ہرنام سنگھ نے ڈپٹی کمشنر کو تفصیل بتائی۔

"چلو چلو۔ اس وقت ان سے انحراف مناسب نہیں ہے۔ میں نے کمشنر کی آواز میں نمایاں لرزش محسوس کی تھی۔

ایک بار پھر ہم لوگوں کو جنگلوں میں داخل ہونا پڑا اور خاصی دور چلنا پڑا۔ جس جگہ جھیل کا موڑ تھا اس موڑ کے کونے میں ہمیں ایک جگہ مشعلیں نصب نظر آئیں۔ یہ مشعلیں درختوں میں نصب تھیں اور درختوں کے جھنڈ کے درمیان ایک خاصی کشادہ جگہ موجود تھی۔

"گھوڑے جھنڈ کے باہر ہی روک لئے گئے اور ہم سب لوگ جھنڈ سے گزر کر اس چھوٹے سے میدان میں آ گئے جہاں ڈاکو فروکش تھے۔ وہاں ایک درخت کے نیچے۔ کرنل ہیرس رسیوں سے جکڑا کھڑا تھا۔ اس کی قمیض کا کالر خون سے سرخ ہو رہا تھا۔ مشعلوں کی روشنی میں اس کا چہرہ عجیب لگ رہا تھا۔

"تبھی ایک آواز ابھری "بولو۔ بولو بھانو چوہان کی جے۔" اور بے شمار آوازوں سے جنگل لرز اٹھا۔ میں نے ایک لمبے تڑنگے شخص کو دیکھا جس کے سر پر عجیب ساخت کی پگڑی بندھی ہوئی تھی۔ بے حد جسیم اور قوی آدمی تھا۔ راجپوتانہ کے خاص انداز کی لمبی لمبی نوکدار مونچھیں اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی تھیں۔

"کیوں آئے ہیں یہ لوگ؟" اس نے پوچھا۔

"کیا کہہ رہا ہے یہ؟" میں نے ہرنام سنگھ سے پوچھا اور ہرنام سنگھ نے اس کے الفاظ کا ترجمہ کر دیا۔ اس کے بعد ڈپٹی کمشنر کے اشارے پر وہ آگے بڑھ گیا۔

"ہم اس شخص کی تلاش میں آئے تھے؟" "کرنل ہیرس کی تلاش میں یہ بہادر تو ہمیں گرفتار کرنے آیا تھا۔" وہ ہنس کر بولا۔

"اس سے کہو کہ کرنل ہیرس پاگل ہوگیا ہے اور دیوانگی کے عالم میں اس طرف نکل آیا ہے، اگر وہ اس کی واپسی کے لئے تیار ہو تو اس کے بدلے میں اس کی ہر شرط ماننے کے لئے تیار ہیں۔ اگر اس کا کوئی آدمی گرفتار ہو تو ہم اس کی رہائی کی ضمانت دینے کو تیار ہیں۔" ڈپٹی کمشنر نے کہا اور ہرنام سنگھ نے اس کی بات دہرائی اور وہ پھر ہنس پڑا۔ تم سفید لوگ بڑے سئور ہوتے ہو۔ چلو لے جاؤ اسے اور صبح ہونے سے پہلے اس جنگل سے نکل جاؤ میں نے اسے سزا دے دی ہے۔"

ہندوستانی سپاہی کرنل ہیرس کو کھولنے دوڑ پڑے۔ کرنل ہیرس انگریزی میں گالیاں بک رہا تھا۔ سب کو شوٹ کر دینے کی دھمکی دے رہا تھا لیکن اس وقت کون احتیاط برتا سب کی زندگیاں بندوق کی گولیوں کے سامنے تھیں۔

"میری دلی خواہش تھی کہ اس شخص سے کچھ باتیں کروں لیکن کچھ ایسا رعب غالب ہو رہا تھا کہ زبان ہی بند ہوگئی تھی۔ دوسرا معاملہ ایک دوسرے کی زبان سمجھنے کا تھا۔ ہرنام سنگھ خود بھی کانپ رہا تھا اس وقت وہ میری ترجمانی کے قابل نہیں تھا؟"

"چنانچہ ہندوستانی سپاہی اچھلتے کودتے ہیرس کو جکڑے ہوئے آگئے۔ بھانو چوہان نے ہمیں اجازت دے دی تھی۔ اس لئے ہم رکے بغیر یہاں سے نکل آئے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس وقت سب کو اپنی زندگی کی فکر تھی اس لئے سارے اخلاقی اقدار کھو گئے تھے اور ہر شخص وہاں سے نکل بھاگنے کی فکر میں تھا۔

"یوں میں نے ایک انوکھا کردار اپنی یادداشت میں قید کرلیا۔

انگریز مصنف کی یہ تحریر اس بوسیدہ کتاب میں تھی جسے میں نے من و عن پیش کردیا لیکن یہ تو ایک چھوٹی سی بات تھی جس سے بھانو چوہان کی زندگی کا کوئی راز سامنے نہیں آیا۔

"میرے پاس توکل محمد کی زبانی سنے ہوئے سیدھے اور سچے الفاظ میں وہ عظیم کہانی موجود ہے جسے بیان کروں تو سننے والے کھو جائیں۔ یادداشت کے اس خزانے میں رنگ برنگے موتی ہوتے ہیں جن کی چمک دمک ذہن و دل کو خیرہ کرتی ہے۔ ہر موتی کی اپنی کہانی ہے اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کونسا موتی اٹھا کے آپ کے سامنے پیش کیا جائے۔

"اس کہانی کو بیان کرنے کے لئے میں نے ایک علامتی سہارا لیا ہے۔ یوں سمجھئے کہ گل محمد صاحب نے اپنی یادداشت کے سہارے.... جو کہانی ٹکڑوں کی شکل میں مجھے سنائی ہے میں نے وہ ٹکڑے ایک ٹوکری میں ڈال لئے ہیں اور ایک مخصوص وقت تک میں اس ٹوکری سے جو کہانی برآمد ہوگی وہ سناتا رہوں گا اور اس کے بعد اس کی ترتیب ہوگی۔ کرنل ہیرس کی داستان چونکہ اس کتاب سے ایک اقتباس تھی اس لئے میں نے من و عن پیش کردی اور اب کہانی کا پہلا باب پیش خدمت ہے جس سے بھانو چوہان کی زندگی کے ابتدائی حالات کا پتہ چلتا ہے۔

"بات صرف رجواڑوں کی نہیں تھا بھانو کا دائرہ کار بہت وسیع ہوگیا تھا۔ ان دنوں زیادہ لوگ اس کے ساتھ نہیں تھے اور اس نے سیتا گھاٹی یا چنبل گھاٹی میں اپنا کوئی مستقل پڑاؤ نہیں بنایا تھا وہ گھومتا رہتا تھا اور آگرہ دہلی اور اس کے نواح کے دوسرے علاقے اس کے نام سے کانپنے لگے تھے اور اسے ایک خوفناک کردار کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔

"انگریز پولیس اپنے ذہین ترین لوگوں کے ساتھ اس کی تلاش میں سرگرداں رہتی تھی اور بھانو گویا اس پولیس سے واقفیت حاصل کر رہا تھا لیکن انگریزی پولیس اور حکام کی مدد کرنے والے وہ لوگ بھانو کے، انگریزوں سے زیادہ دشمن تھے جو راتوں کی نیند بھانو کے خوف سے کھو چکے تھے اور اپنے آقاؤں کے لئے ہر وقت اپنی خدمات پیش کرنے کو تیار رہتے تھے۔ انہیں آقاؤں کے بل پر انہوں نے اپنے علاقوں میں لوگوں کی زندگی تلخ کر رکھی تھی۔ غریب کسان اور دوسرے کاروباری لوگ انہیں اپنی محنت کا بہت بڑا حصہ دینے پر مجبور تھے، لیکن بھانو نے اس رنگ میں بھنگ ڈال رکھی تھی۔ اس کے بارے میں پتہ نہیں ہوتا تھا کہ کب کہاں آنکلے گا۔ چنانچہ انگریزی نیتا بڑے بڑے بھاشن دیتے تھے اور بھانو کی گرفتاری کے لئے سورما تیار کرتے تھے۔

اس وقت بھانو کے گروہ میں صرف چار آدمی تھے۔ لوری لال، ہیر، دھرم سنگھ کھتری اور ابراہیم لوٹیا چوتھا آدمی خود بھانو چوہان تھا۔ یہ چاروں کس طرح دوست تھے اس کی تفصیل ٹوکری کے کسی دوسرے حصے میں ہے۔ وقت آنے پر وہ بھی معلوم ہو جائے گی۔

"ان دنوں دھرم سنگھ اور لوری لال کہیں کسی کھوج میں گئے ہوئے تھے۔ بھانو اور ابراہیم.... فتح پور کے نواح کی ایک بستی میں تھے۔ ابراہیم کے بارے میں لوگوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ پربھان سنگھ کے خاص آدمیوں میں سے ہے۔ فتح پور سے گزرتے ہوئے ابراہیم نے بھانو سے کہا کہ وہ کچھ وقت بستی پولاسی میں گزارنا چاہتا ہے۔

"بس دو ایک دن یہاں رہ کر آگرہ چلیں گے۔ یہاں میرے رشتے داروں کی چند قبریں ہیں ان پر فاتحہ پڑھوں گا اور پھول وغیرہ ڈالوں گا۔ اب اس طرف آیا ہوں تو فاتحہ پڑھے بغیر یہاں سے گزر جانا اچھا نہیں لگتا۔"

"تیرے کون سے رشتے دار ہیں یہاں ابراہیم۔" بھانو نے پوچھا۔

"مولوی کرم داد اور علی سردار بھائی اٹھارہ سو ستاون کے غدر میں اپنے پورے خاندان کے ساتھ شہید ہوگئے تھے۔ وہ دہلی میں مارے گئے تھے اور انہیں توپ کے منہ پر باندھ کر توپ داغ دی گئی تھی جس سے اُن کے بدن قیمہ ہوگئے تھے۔ تب میرے ماموں جو دہلی میں ہی رہتے تھے اس قیمے کو چادر میں باندھ کر اور گھوڑی پر رکھ کر دہلی سے پولاسی آئے تھے یہاں انہیں دفن کیا گیا۔" ابراہیم نے بتایا۔

"اوہو، ایسے بہادروں کی سمادھی پر تو ہم بھی پھول ڈالیں گے۔ ہمیں بھی لے چل۔" بھانو نے کہا۔ پھر انہوں نے بڑی عقیدت سے پھول جمع کیے اور شہیدوں کے قبرستان چل پڑے۔ یہ قبرستان شہیدوں کے قبرستان کے نام سے ہی مشہور تھا۔

"قبرستان کے کنارے حمیدو گورکن کی جھونپڑی تھی اور یہ شخص ابراہیم کو پہچانتا تھا اسے یہ بات بھی معلوم تھی کہ ابراہیم ڈاکو بھانو چوہان کی منڈلی میں شامل ہوگیا ہے جس وقت یہ دونوں پھول لے کر قبرستان میں داخل ہوئے تو حمیدو نے ابراہیم کو پہچان لیا اور اس کے ساتھ بڑی بڑی مونچھوں والے گھبرو جوان کو دیکھ کر اس نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ وہ بھانو چوہان ہو سکتا ہے۔ پہلے تو وہ ڈرا کہ ممکن ہے یہ لوگ پولاسی کو لوٹنے آئے ہوں۔ اسی بستی میں حمیدو کے خاندان کے دوسرے لوگ بھی تھے جو اچھے خاصے کھاتے پیتے لوگ تھے لیکن پھر اس نے دوسری بات سوچی۔ یہ سسرے ناتے دار اسے کیا دیتے ہیں اس کی تو بس یہی زندگی ہے کہ پولاسی میں کوئی مسلمان مرگیا تو ہفتے دس دن کی روٹیاں چل گئیں ورنہ وہی فاقہ کشی کی زندگی۔ لٹتے ہیں تو سسرے لٹیں میں کیوں نہ فتح پور چلا جاؤں۔

فتح پور میں ٹھاکر باسدیو کے ہاں حمیدو کا باپ بھینسوں کے باڑے میں نوکر تھا دودھ وغیرہ دوہنا اس کا کام تھا اور اس شرط پر اسے نوکری ملی تھی کہ وہ گوشت کھانا قطعی چھوڑ دے گا اور بیچارہ فتو کبھی کبھار جب بستی پولاسی آتا تھا تو بکروں کے بکرے ہضم کر جاتا تھا کیونکہ ٹھاکر کے ہاں گوشت کھانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

"چنانچہ اگر ٹھاکر کو بھانو کی اطلاع مل گئی اور بھانو گرفتار ہوگیا تو انعام ضرور ملے گا۔ ٹھاکر انگریزوں کا خاص پٹھو تھا۔ اس نے انعام کے لالچ میں چھپ کر ان دونوں کا پیچھا کیا اور انہیں قبروں پر پھول چڑھاتے دیکھا پھر اس نے واپسی میں بھی ان دونوں کا پیچھا کیا اور وہ گھر دیکھ آیا جہاں وہ چھپے ہوئے تھے۔ اس کے بعد اس نے واپس آکر ہرچون لال سے گھوڑی مانگی اور اس پر زین کس کر چل پڑا۔ گھوڑی کو برق رفتاری سے بھگاتا ہوا وہ آن کی آن میں فتح پور پہنچ گیا اور پھر سیدھا اپنے باپ کے پاس گیا اسے اس نے پوری تفصیل بتادی تھی۔

"مجھے یقین ہے کہ وہ بھانو چوہان اور ابراہیم ہی ہیں۔" فتو نے مشتبہ انداز میں پوچھا۔

"ابراہیم کو میں اچھی طرح پہچانوں ہوں۔ پر وہ دوسرا بھی بھانو ہی لگے ہے۔ بابا۔ تو جلدی کر۔"

"ہمیں اس سے کیا ملے گا۔ حمیدو۔ اگر انہیں پتہ چل گیا تو دشمنی الگ ہو جائے گی تو سوچ لے۔"

"ارے میں اتی دور سے بلاوجہ ہی تھوڑی آیا ہوں۔ کیا بھانو کی خبر دینے کا کچھ انعام نہیں ملے گا۔"

"یہ تو ٹھاکر کی خوشی پر ہے۔ وہ مہا کنجوس آدمی ہے۔ آج تک تو اس نے کسی کو انعام دیا نہیں.... پر ٹھیک، تو چل یہاں سے تو چل۔" فتو نے کہا اور حمیدو کو لے کر ٹھاکر باسدیو کے پاس پہنچ گیا۔ ٹھاکر صاحب عیش پسند آدمی تھے۔ انگریزوں نے انہیں حلق تک بھر دیا تھا۔ دور دور تک زمینیں پھیلی ہوئی تھیں جو غریبوں کے ایڑی چوٹی تک کے پسینے سے سیراب ہو کر سونا اگلتی تھیں اور یہ دولت ٹھاکر صاحب کی تجوریوں کی زینت بن جاتی تھی۔

"فتو گوالے کو دیکھ انہوں نے حقے کی نے منہ سے الگ کر دی اور پاؤں دبانے والے نوکر کو رکنے کا اشارہ کیا۔ نوکر الگ ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ "کیا بات ہے فتو۔ کیا بھینسوں میں پھر بیماری پھیل رہی ہے۔"

"نہیں سرکار۔ ہم تو ایک دوسرے کام سے آئے ہیں۔" فتو نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

یہ کون ہے تیرے ساتھ؟"

"چھورا ہے ہمارا سرکار۔ پولاسی سے آیا ہے۔" فتو نے جواب دیا۔

"ہوں۔ نوکری دلانی ہوگی اسے۔"

"نہیں مائی باپ۔ یہ تو اپنا دھندہ کرے ہے۔ قبریں کھودے ہے سرکار، پولاسی کے قبرستان میں۔"

"ارے تو پھر کیوں آیا ہے اور اسے کیوں لایا ہے جلدی بول؟" قبریں کھودنے کے ذکر سے ٹھاکر صاحب کو سخت کوفت ہوئی تھی۔ انہوں نے تیوریاں چڑھا لی تھیں۔"

"ہمارا پوت حمیدو ایک بری خبر لایا ہے سرکار۔ یہ کہتا ہے کہ بستی پولاسی میں بھانو چوہان آیا ہے۔" فتو نے کہا اور ٹھاکر صاحب اچھل کر سیدھے ہو بیٹھے۔

"کون؟" کون؟" انہیں اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔

"چوہان ڈکیت۔ اس نے اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے سرکار۔ اور دیکھتے ہی سارا کام چھوڑ بھاگم بھاگ سرکار کو اطلاع دینے چلا آیا ہے۔"

"جی مائی باپ۔" گور کن نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"اس کے ساتھ گروہ ہے پورا؟"

"ہاں ہاں۔ بھانو کے ساتھ ابراہیم کا نام بھی سنا گیا ہے۔ اس کا گروہ بھی کہیں آس پاس ضرور چھپا ہوا ہوگا۔" ٹھاکر صاحب حقہ اور پیروں کا درد بھول گئے تھے۔ اُن کے پرسکون چہرے پر تردد کی لہریں پھیل گئی تھیں۔ وہ پریشانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگے پھر بولے۔ "کہیں وہ اس طرف چل نہ پڑا ہو۔ تو نے اسے کہاں چھوڑا تھا؟"

"وہی بستی کے ایک گھر میں، سرکار۔" حمیدو نے کہا اور اس بارے میں پوری تفصیل بتا دی۔ ویسے اب وہ انعام کی طرف سے ناامید ہو گیا تھا۔ ٹھاکر صاحب کی تو ویسے ہی دال پتلی ہو گئی تھی۔ ان برے حواسوں میں انہیں انعام کا خیال کیسے آ سکتا تھا؟"

"ٹھاکر صاحب سخت پریشان تھے پر انہوں نے پاؤں دبانے والے ملازم سے کسی کو بلانے کے لئے کہا اور ملازم دوڑ گیا۔ بڑے صاحب کا ایک خاص آدمی آیا تو انہوں نے فتح پور کے تھانے دار کملاسین کو بلانے کا حکم دیا انہوں نے کہا تھا کہ گھوڑے سے جاؤ اور کملاسین کو جلدی سے بلا لاؤ۔ وہ شخص بھی چلا گیا۔

"اس کے لئے کیا حکم ہے سرکار۔ اسے واپس بھیج دوں۔ دوسرے کی گھوڑی مانگ کر لایا ہے آپ سے ایسی محبت کرتا ہے ان داتا کہ سارے کام چھوڑ کر آپ کو اطلاع دینے دوڑ آیا۔"

"بٹھا دو اسے ابھی۔ کملاسین آ جائے۔ اس کے بعد چلا جائے گا۔" ٹھاکر صاحب ان فضول باتوں سے متاثر نہیں ہوتے تھے۔

تھانے دار کملاسین، ٹھاکر صاحب کے بلاوے پر فوراً ہی دوڑتا چلا آیا اور ٹھاکر صاحب کے سامنے آ کر ہاتھ جوڑ دے۔ ٹھاکر صاحب نے اسے پوری تفصیل بتا دی۔

"پھر کیا حکم ہے ٹھاکر صاحب؟"

"یہ تو تم سوچو کملاسین۔ اگر بھانو اپنے گروہ کے ساتھ نہیں ہے تو پھر اسے گرفتار کرنے کا اس سے اچھا موقع دوسرا نہیں ملے گا۔ لیکن کملاسین، وہ بے حد چالاک ہے اسے بھنک مل گئی تو بھاگ جائے گا۔"

"اس بار میں اسے بھاگنے نہیں دوں گا۔ ٹھاکر صاحب۔ میرا نام کملاسین ہے اگر بھانو کملاسین کے علاقے میں آ ہی گیا ہے تو پھر اسے مزا چکھنا پڑے گا۔ آپ چنتا نہ کریں میں اسے بہت جلد زندہ یا مردہ لے آؤں گا۔"

"اب تم جاؤ اور دیر نہ کرو۔ اس آدمی کی ضرورت تو نہیں ہے۔" ٹھاکر صاحب نے پوچھا۔

"میں اسے اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ یہ مجھے اس گھر کا پتہ بتائے گا۔ آگیا دیں۔" تھانے دار اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہوشیاری سے کملاسین۔ وہ بہت چالاک ہے۔"

"مجھ سے زیادہ چالاک نہیں ہے مہاراج۔ آپ بالکل چنتا نہ کریں۔" تھانے دار نے کہا اور حمیدو کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

حمیدو کی جان نکل گئی تھی اور فتو کا چہرہ بھی اتر گیا۔ انعام تو بھاڑ میں گیا، جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ اب حمیدو تھانے دار کے ساتھ جائے گا اور بھانو کے ٹھکانے کی نشاندہی کرے گا۔ اگر بھانو، تھانے دار کملاسین کے ہاتھوں مارا گیا تب تو خیریت تھی۔ اور اگر بچ گیا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ حمیدو نے مخبری کی ہے اس کے بعد کیا ہوگا؟ ایسے ہی خیالات حمیدو کے دل میں تھے اور اس کی جان نکلی جا رہی تھی لیکن برا وقت آ چکا تھا۔ لالچ کی سزا فوراً ہی مل گئی تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں سنسنی ہو رہی تھی۔

کملاسین نے تھانے واپس جا کر جلدی جلدی تیاریاں شروع کر دیں۔ بھانو چوہان سے ابھی تک اس کی مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی ہاں اس کے چرچے ضرور تھے اور کملاسین کو یہ بات بھی معلوم تھی کہ انگریز حکومت بھانو سنگھ کی گرفتاری میں بہت دلچسپی رکھتی ہے کملاسین چھوٹے موٹے بہت سے چوروں اور بدمعاشوں کو پکڑ چکا تھا اور اس سلسلے میں کافی شہرت رکھتا تھا اس لئے اس نے سوچا اس بار ایک بڑے ڈاکو کو بھی اسی آسانی سے گرفتار کر لے گا اور ممکن ہے اس کارنامے پر اس کا عہدہ کچھ اور بڑھ جائے۔"

دوسری طرف، ٹھاکر باسدیو ایسا خوفزدہ ہو رہا تھا کہ اس نے اپنے تین خاص آدمیوں کو گھوڑوں پر سوار کر کے آگرہ بھجوا دیا تھا تاکہ وہاں جا کر بھانو سنگھ کی پولاسی میں موجودگی کی اطلاع دیں۔

لالچ تینوں کے دلوں میں تھا۔ حمیدو اس چکر میں آیا تھا کہ اس اطلاع پر اسے ٹھاکر باسدیو سے انعام ملے گا۔ کملاسین بھانو کو گرفتار کر کے چاہتا تھا کہ اس کا عہدہ بڑھے اور اسے انعامات ملیں اور ٹھاکر باسدیو اس لئے بھانو کی گرفتاری کے لئے کوششیں کر رہا تھا کہ سارے علاقے میں اس کی دھاک بیٹھ جائے کہ ٹھاکر نے بھانو جیسے خطرناک آدمی کو گرفتار کرا دیا۔ سب کے سب انہیں جذبات کے زیر اثر کام کر رہے تھے۔ کملاسین نے آٹھ دس سپاہیوں کا دستہ تیار کیا اور حمیدو کو ساتھ لے کر پولاسی بستی کی طرف چل پڑا۔ حمیدو کی جان پر آ بنی تھی لیکن مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق وہ.... تھانے دار کملاسین کی مدد کے لئے آمادہ ہو گیا تھا۔

گھوڑے برق رفتاری سے پولاسی کی طرف دوڑ رہے تھے اور پھر وہ پولاسی میں داخل ہو گئے۔ پولاسی کے باہر ایک دھرم شالہ کے پاس کملاسین رک گیا۔ اس نے جمعدار راج کمنہ کو حمیدو کے ساتھ بھیجا اور اسے ہدایات دیں کہ جاکر معلوم کرے کہ بھانو اپنی جگہ موجود ہے یا نکل گیا۔ حمیدو کو اس نے راج کمنہ کی رہنمائی کے لئے بھیج دیا۔

جس مکان میں حمیدو نے ان دونوں کو داخل ہوتے دیکھا تھا وہاں سے گراموفون بجنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ فلمی گانوں کے ریکارڈ بج رہے تھے۔ جمعدار نے اندازہ لگالیا کہ مکان میں رہنے والے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے پیپل کے درخت سے بندھے دو قد آور گھوڑے بھی دیکھ لئے تھے جن کے سامنے گھاس پڑی ہوئی تھی اس نے فوراً حمیدو کو واپس بھیج دیا کہ جاکر کملاسین کو اطلاع دے دے کہ وہ دونوں موجود ہیں۔

حمیدو کا دل تو چاہ رہا تھا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر بھاگ جائے لیکن بزدل آدمی تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس حرکت پر پولیس اسے نہ چھوڑے گی۔ قبرستان کے کنارے بنے ہوئے مکان میں اس کے بیوی بچے موجود تھے اگر وہ بھاگ گیا تو پولیس اس کے بیوی بچوں کو پکڑ لے گی۔ چنانچہ اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ جو تقدیر میں لکھا ہے اسے پورا کرے اور جاکر کملاسین کو یہ اطلاع دے دے۔

کملاسین نے حمیدو کی بات سنی اور چل پڑا۔ نہایت خاموشی کے ساتھ اس نے سپاہیوں کو بند مکان کے چاروں طرف پھیلا دیا۔ اس نے سپاہیوں کو ہدایت کردی تھی کہ بستی کے لوگوں کو اس طرف نہ آنے دیا جائے۔ بستی والے بے چارے پولیس کو دیکھ کر ویسے ہی خوفزدہ ہو گئے تھے۔

سپاہی کرن دیو ایک بے وقوف سا انسان تھا۔ وہ ہمیشہ خیالوں کی دنیا میں کھویا رہتا تھا۔ اکثر خیالوں میں وہ خطرناک مجرموں سے مقابلہ کرتا اور خطرناک جنگ کے بعد انہیں گرفتار کر لیتا تھا۔ اس کے بعد وہ خود کو حوالدار اور پھر انسپکٹر کے عہدے پر ترقی کرتے دیکھتا اور اس کی گردن فخر سے اکڑ جاتی تھی۔ اس وقت تھانے دار کملاسین نے اس کی ڈیوٹی مکان کے عقب میں لگائی تھی اور وہ بندوق سنبھالے ایک ٹوٹی دیوار کی آڑ میں بیٹھا تھا۔ اس کی نگاہیں مکان کی عقبی دیوار پر جمی ہوئی تھیں۔ چشم تصور میں اس نے دیکھا کہ زبردست گولیاں چل رہی ہیں کملاسین، بھانو ڈاکو کے ہاتھوں زخمی ہو چکا ہے اور بھانو فخر سے بندوق اونچی کیے مسکراتا ہوا عقبی دیوار پر چڑھ رہا ہے پھر وہ کودنے کے لئے تیار ہو رہا ہے کہ کرن دیو مسکراتا ہوا اس کے سامنے آجاتا ہے۔ "بھانو چوہان۔ تم نے کملاسین کو شکست دے دی، لیکن اب تمہارے سامنے کرن دیو ہے۔ اس سے جیتنا تمہارے لئے ممکن نہیں ہے۔ ہا۔" اس نے بندوق کی نال بھانو کے سینے کی طرف کی اور ٹرائیگر دبادیا۔

فائر کی آواز پر وہ اچھل پڑا۔ بے خیالی میں بندوق چل گئی تھی اور فائر کی آواز گونج اٹھی۔

کملاسین جو ابھی اپنے لوگوں کو پوری طرح چوکس بھی نہیں کرپایا تھا اچھل پڑا اور دوسری طرف پر بھان سنگھ اور ابراہیم بھی چونک پڑے۔

ابراہیم جسے فلمی گانے بہت پسند تھے اور جو اس وقت گانوں پر مست ہو رہا تھا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ساؤنڈ بکس ریکارڈ سے ہٹالیا اور حیرت سے بھانو کو دیکھنے لگا۔

سپاہی آس پاس کے لوگوں کو وہاں سے بھگا رہے تھے۔ اردگرد کے سارے گھر خالی ہو چکے تھے۔ بیچارے دیہاتی پہلے ہی پولیس کو دیکھ کر بدحواس ہو رہے تھے۔ اس لئے ایک اشارے پر گھروں سے نکل بھاگے۔

جس گھر میں بھانو چھپا ہوا تھا اس سے سب سے نزدیکی گھر ایک بیوہ شگنی کا تھا۔ شگنی بڑی مست عورت تھی۔ سولہ سال کی عمر میں شادی ہوئی تھی سترہ سال کی عمر میں شوہر کو سانپ نے کاٹ لیا اور وہ مرگیا۔ تب سے اسی گھر میں رہ رہی تھی اور آدھی جوانی خود پر سے گزار دی تھی۔ خوب چنگ منگ سے رہتی تھی۔ جس کی وجہ سے بہت سے لوگ غلط فہمی کا شکار

ہو چکے تھے۔ انہوں نے شگنی کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن شگنی نے انہیں بیچ بازار میں لاکر مارا تھا۔

تھانے دار کملاسین نے پہلے شگنی کا دروازہ ہی کھٹکھٹایا تھا اور شگنی نے دروازہ کھول دیا۔"

"گھر سے نکل کر بھاگ جاؤ ورنہ گولی لگ جائے گی تمہارے۔"

"ارے ارے حوالدار جی۔ گولی کھود لگ جائے گی کون چلا رہا ہے گولیاں؟"

"میں تھانے دار ہوں سمجھیں۔ حوالدار نہیں ہوں۔"

ہو گے۔ شگنی کو کیا؟" وہ لاپرواہی سے بولی۔

"اس سامنے والے گھر میں باجا کون بجا رہا ہے؟"

"بھوت سر کٹے ہوں گے۔ گھر تو خالی پڑا ہے حوالدار جی۔" وہ ہنس کر بولی۔

"ٹھیک سے بتادو اس گھر میں کون رہتا ہے۔" تھانے دار نے کہا۔

"اونچا سنو ہو حوالدار جی۔ ہمیں کا معلوم اندر جاکر دیکھ لو۔ بھوت ہو تو جلدی سے بھاگ آئیو۔" شگنی نے کہا اور ہنسنے لگی تھانے دار کملاسین کو غصہ تو بہت آیا لیکن اس نے برداشت کرلیا۔ اس وقت اس بے باک دیہاتن سے الجھنا مناسب نہیں تھا۔ اس نے حوالدار اور ایک دوسرے ساتھی کو آواز دی، اور پھر اس بند مکان کے دروازے پر پہنچ گیا، پھر اس کے اشارے پر نائک سندریا نے دروازہ پیٹا مگر اندر ریکارڈ بجتا رہا اور کوئی جواب نہ ملا۔

"اوپر چڑھ کر دیوار سے جھانکو۔" کملاسین نے نائک کو حکم دیا۔ وہ دیوار میں رخنے تلاش کرتا ہوا اوپر چڑھا اور جونہی اس کا بدن دیوار پر ابھرا ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اور گردن کے نیچے چھاتی میں سوراخ کرکے گھس گئی۔ فوراً ہی دوسری گولی چلی اور حوالدار ڈھیر ہو گیا۔ یہ دوسری گولی حوالدار کے جبڑے پر لگی تھی اور دانتوں کے پرخچے اڑاتی ہوئی نکل گئی۔

"دونوں کے خون اگلتے ہوئے بدن زمین پر اچھلنے لگے۔ سپاہیوں نے جو یہ خوفناک منظر دیکھا تو اپنے مورچوں سے نکل بھاگے۔ بھانو کے نام سے وہ پہلے بھی خوفزدہ تھے اب یہ منظر دیکھ کر ان کے قدم اکھڑ گئے تھے۔

لیکن کملاسین کی عزت اور آن کا معاملہ تھا۔ سپاہیوں کو تو نہ روک سکا لیکن خود اپنی جگہ جما رہا۔ جمعدار راج کمنہ بھی اس کے ساتھ موجود تھا۔ وہ دونوں تڑپتے ہوئے ساتھیوں کی طرف متوجہ تھے کہ اچانک دروازہ کھلا اور بھانو نے شیر کی طرح جست لگائی اور سامنے والے مکان میں گھس گیا۔ تھانے دار اور جمعدار راج کمنہ منہ کھول کر رہ گئے تھے۔

بھانو نے مکان کا دروازہ اندر سے بند کرلیا اور صحن میں لگی بانس کی سیڑھی سے مکان کی چھت پر پہنچ گیا۔ ابراہیم نے کھلا ہوا دروازہ پھر بند کر دیا تھا۔ چھت سے بھانو نے جمعدار راج کمنہ پر نشانہ لگایا لیکن اس کی تقدیر اچھی تھی کہ گولی اُس کے جوتے کی نوک پر لگی اس سے زیادہ جی داری وہ نہیں دکھا سکتا تھا اس لئے اُس نے بھی بھاگ کر جان بچائی۔

اب صرف کملاسین رہ گیا تھا لیکن اب دشمن دونوں طرف تھا اس لئے اُس نے بھاگ کر ایک مکان کی دیوار کے پیچھے پناہ لے لی اور پستول سے فائرنگ کرنے لگا۔ اب وہ دونوں طرف سے چلنے والی گولیوں کی زد سے محفوظ تھا۔ لیکن خود بھی کوئی موثر کاروائی نہیں کر سکا تھا۔ تبھی اسے ایک گرجدار آواز سنائی دی۔

"ابراہیم؟" ارے او ابراہیم؟"

"کیا بات ہے بھانو مہاراج؟"

"بائیں طرف سرک جا۔ ذرا میں اس تھانے دار کی خبر لے لوں۔"

ابراہیم سے زیادہ بھانو کو اور کون سمجھتا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ بھانو کوئی چال چل رہا ہے چنانچہ اُس نے زور سے چیخ کر کہا۔

"میں بائیں طرف سے دوسرے مکان کا نشانہ لے رہا ہوں بھانو مہاراج۔" "تم خیال رکھنا تھانے دار بچ کر نہ جائے۔" اور پھر دونوں رُک گئے، گولیاں برسنا بند ہو گئیں اور اس خاموشی سے کملاسین کے حوصلے پست ہونے لگے۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ دونوں کی گفتگو سن لی تھی۔ اس خاموشی کا مطلب اُس نے یہ لیا کہ وہ دونوں اس پر صحیح نشانہ لگانے کے لئے پینترے بدل رہے ہیں جب کہ وہ ان کی صحیح سمت سے ناواقف تھا۔ اس خاموشی کو وہ برداشت نہیں کر سکا اور مکان کے عقب سے نکل بھاگا۔ بھانو اور ابراہیم اسی تاک میں اپنی جگہ خاموش کھڑے تھے جونہی کملاسین کھلی جگہ میں آیا دونوں کی گولیاں اس کی پشت پر پڑیں اور سینے کے پار ہو گئیں۔ تھانے دار اچھل کر گرا اور فوراً سرد ہو گیا بھانو مکان کی چھت سے نیچے کود آیا تھا۔ دوسری طرف سے ابراہیم بھی دروازہ کھول کر باہر آگیا تھا۔" بھانو بلند آہنگ قہقہے لگا رہا تھا، دونوں اپنی فتح کی خوشیاں منا رہے تھے۔ پھر بھانو نے کہا۔

"یہ پولاسی والے" سارے بھاگ گئے کیا؟"

"ہاں گاؤں والے گولیوں کی آواز کے سامنے کہاں رکتے۔ آؤ بھانو اس موقع سے فائدہ اٹھائیں ان کے گھروں میں گھس کر قیمتی چیزیں اب قبضے میں کرلیں کوئی روکنے والا نہیں ہے۔"

"نہیں ابراہیم بہت بری بات ہے جو جان کے ڈر سے بھاگے ہوں ان کا مال لوٹنا گناہ ہے اور پھر ان بے چاروں کے پاس ہو گا ہی کیا۔" بھانو نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

ابراہیم بھانو کی بات پر شرمندہ تھا۔ وہ پیپل کے درخت کے نیچے بندھے گھوڑے کھولنے چلا گیا۔ اسی دوران اس گھر کا دروازہ کھلا جس میں شگنی رہتی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر دونوں چونک کر پلٹے تھے۔ ان کی بندوقیں سیدھی ہو گئی تھیں لیکن پھر انھوں نے ایک جوان عورت کو دیکھا جو کمر پر دونوں ہاتھ رکھے تنی کھڑی تھی اُس کے چہرے پر خوف کے آثار نہیں تھے۔

"ہے رہے سرکٹو۔ کھوب گولیاں چلائیں ہیں تم لوگوں نے۔ جمعدار کو مار ڈالا۔ پاپی کھراب آدمی معلوم ہوتا تھا۔" عورت نے کہا۔

بھانو اور ابراہیم نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی اور آگے بڑھ آئے۔ بھانو بڑے غور سے اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے سرد آواز میں پوچھا۔

"تو نے ہمیں سرکٹا کیوں کہا تھا؟"

"لو اکیلے گھر میں باجا بجا رہے تھے اور پھر پاپی پولیس والوں کو پٹ مار ڈالا تو پھر تم لوگ آدمی ہوئے یا سرکٹے؟" اُس نے ہنس کر کہا۔

"تو بڑی جی دار ہے۔ سارا گاؤں بھاگ گیا اور تو اپنے گھر سے نہیں نکلی؟" بھانو نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ارے میں شگنی ہوں۔ پوری بستی جانے ہے مجھے کہ میں کیسی جی دار ہوں۔"

"تو ودھوا ہے شگنی۔ کب مرا تیرا پتی؟" بھانو نے پوچھا۔

"نو سال ہو گئے پورے۔ ہمارے بیاہ کے بعد ایک سال ہی تو جیتا رہا تھا وہ۔" شگنی نے جواب دیا۔

"تو اکیلی رہتی ہے یہاں؟"

"اکیلی ہی بھاری پڑوں ہوں سب پر۔ ویسے سنسار میں اپنا کوئی نا ہے۔"

"ہمیں بھائی بنا لے۔" بھانو بولا۔

"بھائی؟" شگنی نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"ہاں کیا اس قابل نہیں ہیں؟" بھانو نے پوچھا۔

"یہ بات نہیں ہے۔ تم لوگوں نے بات ہی ایسی کر دی ہے اگر بھائی بنے ہو تو آؤ۔ اندر آجاؤ۔ جب سے میرا پتی مرا ہے اس گھر کے اندر کوئی مرد نہیں گھسا، پر بھائیوں اور مردوں میں تو فرق ہوتا ہے بڑا۔ آؤ اندر آجاؤ۔ تھانے دار سے تمہاری کیا دشمنی تھی۔ تھوڑی دیر بیٹھتے۔ باتیں کرتے۔ میں تمہارے لئے کھانا تیار کرتی۔ نو سال ہو گئے کبھی دل سے چولہا نہیں جلایا بس اتنی سی بات تھی۔"

"اگر یہ بات ہے شگنی تو ٹھیک ہے کیا کھلائے گی بول؟"

"آلو کی پوریاں گرم گرم اور چنے کے ساگ کی بھاجی۔" وہ خوش ہو کر بولی۔

"ہم دونوں رات کو آئیں گے شگنی۔ تو آٹا گوندھ کر رکھ لینا۔"

بستی سے کافی دور نکل آنے کے بعد ابراہیم نے کہا "تم اس بستی میں دوبارہ جانے کا وچن دے آئے ہو جہاں تم نے تھانے دار اور تین دوسرے پولیس والوں کو مار دیا ہے۔"

"ہاں دے تو آئے ہیں ابراہیم۔" بھانو بولا۔

"تو کیا واپس جاؤ گے؟"

"جانا پڑے گا بھئی۔ نہیں تو شگنی کہے گی کہ بھانو چوہان سچا آدمی نہیں تھا مگر تم کیوں پریشان ہو؟"

"تھوڑی دیر کے بعد بستی بہت خطرناک ہو جائے گی بستی والے واپس آکر لاشیں دیکھیں گے پھر فتح پور خبر جائے گی اور اُس کے بعد تھانے دار کے قتل کی تفتیش شروع ہو جائے گی ممکن ہے پولاسی کی ناکہ بندی بھی ہو جائے؟"

"نہیں ہو گی ابراہیم۔ عقل سے سوچ۔ کسی نہ کسی نے تمہارے گھوڑے پولاسی سے نکلتے دیکھے ہوں گے۔ اگر پولیس یا ملٹری آبھی گئی تو بے چارے بستی والے اسے یہی بتائیں گے کہ بھانو خون کر کے بھاگ گیا۔ اس وقت وہ ہمیں جنگلوں میں تو ضرور ڈھونڈیں گے پر یہ کوئی نہ سوچے گا کہ واردات کرنے کے بعد بھی ہم بستی میں آلو کی پوریاں اڑا رہے ہیں۔" بھانو ہنس کر بولا۔

"بات تو ٹھیک ہے پر بستی میں داخل کیسے ہو گے؟"

"بس ابھی چلتے ہیں۔ ہم تو یہ دیکھنے آئے ہیں کہ بھاگنے والے پولیس والے کہاں جا چھپے۔ ایسا کرتے ہیں ابراہیم کہ گھوڑے قبرستان کی پوربی دیوار کے ساتھ باندھ دیتے ہیں۔ ادھر جھاڑیوں میں کون آئے گا ٹھیک جگہ ہے۔ پھر رات تک وہیں رہیں گے اور رات کو شگنی کے ہاں جائیں گے۔ وہ عورت ہمیں پسند آئی ہے۔"

"تم ٹھیک سمجھتے ہو تو ٹھیک ہے۔" ابراہیم نے جواب دیا۔

وہ لوگ خاموشی سے قبرستان کی دیوار کے ساتھ کی جھاڑیوں کے جھنڈ میں کھڑے ہو گئے۔

"ایک بات تو سوچی ہی نہیں ابراہیم۔ یہ پولیس کو ہماری خبر کس نے دی؟" دفعتاً بھانو نے کہا۔

"ہاں مخبری ضرور ہوئی ہے پر کیا کہا جا سکتا ہے ممکن ہے کسی نے ہمیں دیکھ لیا ہو۔"

"پتہ چل جائے تو اس سے بھی نمٹ لیا جائے۔" بھانو دانت پیس کر بولا۔

رات کو تقریباً گیارہ بجے وہ قبرستان سے نکل آئے۔ بستی سنسان تھی اس خونی واردات کے بعد بستی کی فضا کچھ اور بھیانک ہو گئی تھی اور لوگ سرِشام ہی گھروں میں جا گھسے تھے۔ آدھی سے زیادہ بستی کے گھروں کے چراغ بجھے ہوئے تھے۔ کہیں کہیں، کتوں کے بھونکنے کی آوازیں اُبھر رہی تھیں۔

دونوں خاموشی سے شگنی کے گھر کے پاس پہنچ گئے۔ یہ جگہ بھی سنسان پڑی ہوئی تھی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا بھانو کواڑ دھکیل کر اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ہی کڑوے تیل کا چراغ جل رہا تھا اور اُس کے نزدیک شگنی بیٹھی ہوئی تھی۔

انہیں دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑی۔ پھر بھاگ کر دروازے کے قریب گئی اور اسے زور سے بند کر دیا۔ پھر پلٹ کر

خاموشی سے اندر گئی اور کوٹھے سے کوئی چیز اٹھالائی، پھر اُس نے اچک کر دونوں ہاتھ اوپر کیے اور کالے ڈورے کا ایک حلقہ بھانو کے گلے میں ڈالا دوسرا ابراہیم کی گردن میں پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے سے لگائے اور بولی۔

"تم دونوں بھی رسوئی میں آجاؤ۔ گرم گرم پوریاں اتارتی جاؤں گی۔ ان میں مزا آجائے گا۔"

"آجا ابراہیم۔" بھانو نے کہا اور دونوں رسوئی کے ایک کونے میں بچھے ہوئے بوریے پر جابیٹھے۔ شگنی نے بڑی چاہ سے پوریوں میں آلو بھر کر تلنا شروع کر دیا اُس نے دو پیالیوں میں سرکہ ڈوبی مرچیں اور وہی بھی رکھ دیا اور دونوں پوریاں کھانے لگے۔"

"لاشیں کس نے اٹھائی تھیں شگنی؟" ابراہیم نے پوچھا۔

"آگرہ سے پولیس کی دو لاریاں بھر کے آئی تھیں۔ ساری بستی میں وہ لوگوں سے پوچھ گچھ کرتے پھرے تھے۔ پھر وہی لاشیں اٹھا کر لے گئے۔"

"تجھ سے بھی پوچھ گچھ کی ہوگی؟"

"ہاں۔ دو تھانے دار بڑے اکڑتے ہوئے آئے تھے پوچھنے لگے گولیاں چلنے سے میں کیوں گھر سے نہیں بھاگی تھی۔ پھر وہ مجھ سے بھانو بھیا کا حلیہ پوچھنے لگے۔ میں نے بھی سسروں کو ایک موٹے بنیے کا حلیہ بتادیا۔"

"کوئی سختی تو نہیں کری انہوں نے تجھ پر؟" بھانو نے ہاتھ روک کر پوچھا۔

"ارے مجھ پر سختی کرتے تو مزا بھی چکھ لیتے۔ میں کسی سے کم تو نہیں ہوں۔" شگنی اکڑ کر بولی۔ پھر کہنے لگی۔

"جانتے ہو بھانو بھیا مخبری کس نے کی تھی؟"

"کیا تو نے معلوم کرلیا؟" ابراہیم نے چونک کر پوچھا۔ بھانو کا ہاتھ پھر رُک گیا تھا۔

"کیوں نہ معلوم کرتی؟ میں نے کھوج لگا ہی لیا۔" شگنی نے جواب دیا۔

"کون تھا وہ؟"

"فتو کا بیٹا حمیدو۔ اسی سسرے نے تم لوگوں کو قبرستان میں دیکھ لیا تھا قبریں کھودنے کا کام کرے ہے وہ مسلمانوں کے قبرستان میں بس تمہیں دیکھ کر دوڑا گیا فتح پور ٹھاکر باسدیو کے پاس۔ مرنے والا تھانے دار وہیں کا تھا۔"

"حمیدو قبرستان میں رہتا ہے؟"

"ہاں۔" شگنی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ابراہیم یہاں سے جاتے ہوئے اس سے بھی حساب چکاتے چلیں گے۔" بھانو نے آہستہ سے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد دونوں کھانے سے فارغ ہوگئے۔

"اب ہمیں اجازت دے بہن اور سن یہ کنیا دان رکھ لے۔ بھائی کی طرف سے بھینٹ ہے۔" بھانو نے رومال میں بندھی ہوئی کوئی چیز شگنی کے ہاتھ میں تھمادی۔

"نہیں بھیا بھگوان کی سوگند۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ مجھے دو بھائی مل گئے مانو سارا سنسار مل گیا۔"

"بری بات ہے بیٹا۔ کنیا دان نہیں ٹھکراتے۔ رکھ لے۔" بھانو نے دوبارہ اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور بولا۔ "ہم چلتے ہیں۔ تو فکر مت کرنا کسی بات کی کوئی تکلیف ہوئی تو ہم تجھ سے دور نہیں۔"

"....اس نے دوبارہ شگنی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور رات کی تاریکی میں دونوں بندوقیں ہاتھ میں پکڑے باہر نکل آئے۔

"ذرا ان درماجی سے تو ملتے چلیں ابراہیم۔ انہیں کچھ سمجھانا ہے شگنی کے بارے میں پھر اُس کے بعد حمیدو سے ملیں گے۔"

"درماجی سے کیا کہنا ہے بھانو؟"

"یہی کہ شگنی ہماری بہن ہے اس کا ذرا خیال رکھیں۔" بھانو نے خطرناک انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے بھانو اس کی ضرورت نہیں ہے شگنی خود بھی جی دار ہے اور عزت سے گزار رہی ہے۔ اگر کوئی وقت آیا تو پھر اچھی طرح سمجھادیں گے.... ابھی سے پولیس کو شگنی کی طرف متوجہ کرنا ٹھیک نہیں ہے۔"

"تو بھی ٹھیک کہتا ہے۔ پر اس حمیدو کو تو نہیں چھوڑیں گے ہم۔ اُس نے خود ہی دشمنی کی ہے تو ٹھیک ہے۔ آجا۔"

اور دونوں اندر کود گئے۔ دوسرے سرے پر گورکن کی جھونپڑی کا چراغ نظر آرہا تھا۔ بھانو اس چراغ کو گھورتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور دونوں جھونپڑی کے پاس پہنچ گئے۔ چراغ کی دھندلی روشنی میں اندر کا منظر نظر آیا دو چھوٹے چھوٹے بچے پلنگ پر پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے۔ نیچے چٹائی بچھی ہوئی تھی جس پر ایک جوان العمر عورت دونوں ہاتھ پھیلائے سر جھکے بیٹھی تھی۔ اس سے چند گز کے فاصلے پر ایک مرد ٹوپی پہنے سجدہ ریز تھا۔

عورت نے چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرے اور پھر بچوں کی طرف دیکھ کر بولی۔ "ارے تم دونوں کیوں اٹھ گئے۔"

"بابا۔ اور تو کیا کررہی ہے ماں؟" ایک بچے نے پوچھا۔

"اللہ سے دعا مانگ رہے ہیں۔ اللہ ہمیں بھانو ڈاکو سے بچالے۔"

"تو صبح کو دعا مانگ لیتی ماں۔ رات میں کیا جرورت تھی؟"

"تم لوگ سو جاؤ۔ جلدی، لیٹ کر آنکھیں بند کرلو۔"

"ہمیں بھی نیند نہیں آرہی۔ ہم بھی تیرے ساتھ دعا مانگیں گے۔" دونوں بچوں نے کہا۔

"تو مانگو۔ جرور مانگو۔ تم معصوم ہو اللہ تمہاری جرور سنے گا۔"

"کیا مانگیں ماں؟" بڑے بچے نے پوچھا۔

"ہو۔ اے اللہ ہمیں اور بابا کو بھانو ڈاکو سے بچا۔"

"بھانو ڈاکو کہاں ہے ماں؟"

"اللہ ہی جانے۔" عورت ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"تو پھر تو کیوں ڈر رہی ہے اس سے؟"

"باتیں بنائے جارہے ہو دعا مانگو۔"

"کا بھانو ہمیں مار ڈالے گا ماں؟"

"ہاں اگر تم نے دعا نہ مانگی تو جرور مار ڈالے گا۔"

"جو اللہ سے دعا نہیں مانگتا اسے بھانو مار ڈالتا ہے؟" بچے نے اسی معصومیت سے پوچھا۔

"نہیں رے۔ یہ سب تمہارے بابا کا کیا دھرا ہے۔" عورت نے کسی قدر جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"بابا نے کیا کرا ہے ماں؟"

"انعام کے لالچ میں دوڑا گیا تھا ٹھاکر باسدیو کے پاس بھانو کو پولیس کے ہاتھوں پکڑوانے گیا تھا۔ لالچی کہیں کا۔ جان کے لالے پڑ گئے۔ بھانو کو جرور معلوم ہوگیا ہوگا کہ کس نے دشمنی کری ہے اب وہ کہاں چھوڑے گا ہمیں۔ دعا مانگو رے۔ تمہارے بابا نے جو کیا ہے اللہ اسے معاف کرے۔"

"بھانو کے بدن کا تناؤ ڈھیلا پڑ گیا۔ اس کا چہرہ لٹک گیا۔ بندوق کی نال نیچے ہوگئی۔ چند ساعت وہ خاموش کھڑا رہا۔ پھر اُس نے ایک اچھی خاصی رقم نکالی اور جھونپڑی کے عقب سے نکل کر دروازے کے سامنے آگیا۔ اُس نے نوٹوں کو مٹی کے ایک ڈھیلے سے دبا کر جھونپڑی کے سامنے رکھ دیا اور ابراہیم کا بازو پکڑ کر بولا۔

"چل ابراہیم جو بھگوان کی مرضی۔"

"کہاں بھانو - حمیدو اندر موجود ہے -" ابراہیم نے کہا۔

"ارے ہاں معلوم ہے - پر اندر اُس کے بیوی بچوں کی دعائیں بھی تو ہیں - غلطی حمیدو نے کری ہے - سب کو
نہیں دینی ہے اور پھر وہ اللہ سے اس کا جیون مانگ رہے ہیں - بھانو سسرے کی کیا مجال ہے کہ ان کے اور ان کے اللہ کے
آ جائے - آجا میرے یار - بڑا قرض ہے اس مالک کا ہم کہاں دے سکتے ہیں جو نکل جائے سو اچھا ہے -" اُس نے ابراہیم
بازو پکڑا اور واپس قبرستان کی دیوار کی طرف چل پڑا جہاں ان کے گھوڑے پوشیدہ تھے -

"بھانو چوہان اور اس کا ساتھی ابراہیم گھوڑے دوڑا رہے تھے - رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر وہ زیادہ دور نکل
جانا چاہتے تھے - شگنی سے جو اطلاع ملی تھی اس کا لب لباب یہ تھا کہ آگرہ پولیس کے افسر جنگلوں میں بھانو کی تلاش میں نکل
گئے ہیں اور یقیناً وہ ان دونوں کی تلاش میں ابھی تک بھٹک رہے ہوں گے - رستوں کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی
کون سا راستہ کہاں نکلتا ہے اور کہاں ختم ہوتا ہے - تاہم وہ رات بھر گھوڑے دوڑاتے رہے خیال یہی تھا کہ اتنی دور نکل
آئیں کہ پولیس کی دسترس سے دور ہو جائیں -

قریب و جوار میں ٹیلے پھیلے ہوئے تھے ان کے درمیان گھاس کے قطعے بھی تھے - بھانو نے راسیں کھینچ لیں اور
ابراہیم نے بھی گھوڑا روک لیا - "بس اب آرام کریں گے -" بھانو بولا اور گھوڑے سے نیچے کود گیا -

"گھوڑوں کو باندھ دیں؟" ابراہیم نے پوچھا -

"ارے نہیں ابراہیم یہ بے چارے بھی تھک گئے ہوں گے چھوڑ دو انہیں کچھ کھا پی لیں گے -"

"اور اگر بھاگ گئے تو؟"

"بھاگ گئے تو بھاگ جانے دے - ان کا بھی حق ہے -"

"کہیں اور سے پکڑ لیں گے -" بھانو نے جواب دیا اور ابراہیم نے دونوں گھوڑوں سے زین اتار لی -

"دونوں بری طرح تھک چکے تھے انہوں نے آرام کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کی اور مطلوبہ جگہ انہیں جلد
ہی مل گئی -

یہ ایک ٹیلہ تھا اور پھر وہ ستانے بیٹھ گئے - ٹیلے کی بلندی پر انہوں نے اپنا ٹھکانا بنایا تھا - یہاں سے دور دور تک
دیکھا جا سکتا تھا، ابھی جھٹپٹا ہی تھا اور روشنی آہستہ آہستہ ابھر رہی تھی، وہ دونوں گھوڑے کی زینیں سرہانے رکھ کر لیٹ
گئے - کافی فاصلے پر کہیں کہیں دھواں نظر آ رہا تھا اس کا مقصد تھا کہ کوئی بستی قریب ہے، لیکن انہیں اس بستی کے بارے
میں کوئی خبر نہیں تھی - چنانچہ انہوں نے اس کی جانب توجہ نہیں دی اور ستانے کے لئے لیٹ گئے -

البتہ سورج کی تیز کرنوں نے انہیں جگا دیا لیکن اس وقت سورج کافی بلندی پر پہنچ گیا تھا ان کے بدن پسینے سے
شرابور ہو رہے تھے - جسموں پر ہوا سے اڑنے والی دھول جم چکی تھی اور ان کے حلیے عجیب ہو گئے تھے - اگر سورج کی
کرنیں انہیں تکلیف کا احساس نہ دلاتیں تو شاید ابھی ان میں سے کوئی نہ جاگتا لیکن بہرصورت وہ اٹھ کر بیٹھ گئے - خاصی
حد تک نیند پوری ہو گئی تھی - ذہن کو کوئی خاص احساس نہیں تھا - ابراہیم نے مسکرا کر بھانو کو دیکھا اور ہنس پڑا -

"اپنا حلیہ دیکھا تم نے؟"

"کیا ہوا ہے حلیے کو -" بھانو مسکرا کر بولا -

"بھوت بنے ہوئے ہو -"

"اور تو اپنے آپ کو بھی تو دیکھ - بس یار نہانے کو دل چاہ رہا ہے - یہاں قریب ہی کوئی تالاب مل جائے تو مزا آ
جائے -" بھانو نے کہا -

"کیوں نہ اس بستی میں چلیں -؟ ابراہیم نے پوچھا اور بھانو چند ساعت کچھ سوچتا رہا پھر اُس نے گردن ہلا دی -

"ٹھیک ہے آؤ -" اور وہ دونوں آگے بڑھ گئے -

"کافی دیر تک چلتے رہنے کے بعد وہ بستی کے نزدیک پہنچ گئے - بستی کا پہلا مکان ایک کھیت کے آخری سرے پر نظر
آیا تھا - چنانچہ وہ دونوں اسی کی جانب بڑھ گئے - بھوک پیاس ستا رہی تھی، انہوں نے اطمینان سے مکان کے دروازے کے
نزدیک پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا اور ایک موٹا سا گنجا شخص دروازے پر آ گیا - اُس نے بھانو اور ابراہیم کو حیرت سے دیکھا ان
کے گلوں میں پڑی ہوئی کارتوسوں کی پیٹیاں اور ہاتھوں میں دبی ہوئی رائفلیں دیکھ کر وہ کسی قدر خوفزدہ سا ہو گیا پھر اُس نے
لرزتے ہوئے لہجے میں کہا -

"جے رام کی جے مہاراج -"

"کیا نام ہے تمہارا؟" ابراہیم نے سوال کیا -

"جگت رام مہاراج - کسان ہوں اپنی زمینیں ہیں، ان پر کام کرتا ہوں -"

"دیکھو جگت رام یہ پولیس کے بہت بڑے افسر ہیں ہم لوگ ایک خاص کام سے نکلے ہیں اور رات بھر پریشان رہے
ہیں - اس لئے اس بستی کی طرف آ گئے ہیں - تھوڑی دیر تمہارے ہاں ٹھہریں گے، پھر یہاں سے آگے بڑھ جائیں گے -"

"جگ جگ مہاراج - ابھی ہم تیاریاں کر دیتے ہیں -" جگت رام نے کہا اور ان لوگوں کو باہر کی بیٹھک میں بٹھا کر
اندر چلا گیا - ذرا سی دیر میں وہ باہر آ گیا اور دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا -

"اشنان کا بندوبست کر دیا ہے مہاراج، آپ ایک ایک کر کے چلے جائیں - میں نے بالٹیوں میں پانی رکھوا دیا ہے -"
ابراہیم نے گردن ہلا دی پھر اُس نے بھانو کی طرف دیکھ کر کہا -

"پہلے آپ اشنان کریں افسر صاحب اُس کے بعد میں نہانے چلا جاؤں گا اس دوران جگت جی ناشتے کا بندوبست

ناشتے کے دوران ابراہیم نے پوچھا "یہ کونسی بستی ہے جگت رام؟"

"سرحد گاؤں کہلاتی ہے مہاراج"

کریں گے -" اور بھانو خاموشی سے اٹھ گیا -

"دوسرے پولیس والے تو اس طرف نہیں آئے - دراصل ہم لوگ بھانو چوہان کی تلاش میں ہیں -"

"بھانو ڈاکو کی تلاش میں؟" جگت لال نے خوفزدہ آواز میں پوچھا -

"ہاں - جانتے ہو اسے؟"

"بڑا نام ہے اس کا - بھگوان کی دیا سے اس بستی میں کبھی نہیں آیا -"

"اور پولیس والے -"

"وہ بھی اس طرف نہیں آئے - پھر آپ لوگ ادھر کیسے نکل آئے مہاراج؟" کیا بھانو اس طرف آیا ہے؟"

"ہاں ادھر اس کی موجودگی کی اطلاع ملی ہے -" ابراہیم نے جواب دیا اور جگت رام کو اپنے گھوڑوں کی تلاش میں
بھیج دیا -

"جگت لال نے دروازہ کھول کر جھانکا اور ابراہیم کے اشارے پر اندر آ گیا -

"گھوڑے تو ناہیں ملے سرکار - ہم نے دور دور تک کھوج لیا -"

"اوہ - شاید بھاگ گئے ہوں گے - ہمارے اور ساتھی پولیس والے تو نہیں ملے تمہیں -"

"ناہیں سرکار - یہ گونی بستی سے چاچا رام پرساد آئے ہیں وہ کہہ رہے تھے کہ گونی میں بہت سے پولیس والے
ٹھہرے ہوئے ہیں -"

"بھانو ڈاکو کی تلاش ہو رہی ہے؟"

"یہ تو ناہیں معلوم مہاراج -"

"ٹھیک ہے جگت لال جی - ہم اب چلتے ہیں تم ہمیں گونی بستی کا پتہ بتا دو ہم ان سے جا ملیں گے -"

"بستی سے سیدھے چلے جائیں مائی باپ۔ آگے کنہیا کی دھرم شالہ ملے گی بس اسی کی سیدھ میں چلتے ہوئی گونی پہنچ جائیں گے۔ ڈھائی کوس ہے گونی یہاں سے۔"

"جگت لال بے چارہ ہمیں پولیس والوں کے پاس پہنچانا چاہتا تھا۔" بھانو بھی ہنسنے لگا تھا۔

"اب دوسری طرف نکل چلو۔ کہیں پولیس ادھر نہ چل پڑے اور انہوں نے رخ بدل کر سفر شروع کر دیا۔ بندوقیں ہاتھ میں لئے وہ کھیتوں کی مینڈیر کے ساتھ ساتھ چلتے رہے پھر انہیں ایک نہر ملی جس کے ساتھ ساتھ ایک خوبصورت باغ پھیلا ہوا تھا۔

شفق کی سرخیاں زمین پر اترنے لگیں اور اندھیرا تیزی سے پھیلنے لگا۔ بھوک پھر چمکنے لگی تھی۔ تھوڑے سے اور آگے بڑھے تو ایک چرواہا بکریوں کے ریوڑ ہانک کر باہر لے جاتا نظر آیا دونوں نے اسے روک لیا۔

"ہمیں بھوک لگ رہی ہے کیا تم ہمیں بکریوں کا تھوڑا سا دودھ دے سکتے ہو۔" ابراہیم نے پوچھا۔

"جرور مائی باپ۔ ہمارے پاس گڑ روٹیاں اور پیاز بھی ہے۔" چرواہے نے کہا اور بھانو نے دس روپے کا ایک نوٹ دے دیا۔ چرواہے نے گڑوی میں دودھ بھر دے دیا۔ پیاز اور گڑ سے روٹی کھا کر انہوں نے دودھ پیا اور پیٹ بھر کر وہاں سے بھی چل پڑے۔

"بھانو کو اس بات کا اچھی طرح خیال تھا کہ پولاسی کا ہنگامہ معمولی نہیں رہے گا' آگرہ پولیس اور اُس کے بعد شاید دہلی سے بھی پولیس کو کچھ احکامات ملیں گے اور اس کی تلاش شدید ہو جائے گی۔ ابراہیم سے اُس نے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔

دوسرے دونوں ساتھی جس کام کے لئے گئے ہوئے تھے اس میں ابھی کافی وقت لگنا تھا اور بانو کو ان کی زیادہ فکر نہیں تھی۔

تاروں کی چھاؤں میں وہ کافی آگے بڑھ آئے اور پھر انہوں نے ایک جگہ قیام کا فیصلہ کر لیا۔ نہری علاقہ ختم ہو چکا تھا اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کوئی بستی پڑتی تھی' سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ ان بستیوں سے ناواقف تھے' ان علاقوں میں بھانو کا آنا بہت کم ہوا تھا۔ وہ تو صرف اس خیال سے چل پڑا تھا کہ جب اس کے دونوں ساتھی اس کی پلاننگ پر عمل کر کے واپس آئیں گے تو اسے زیادہ لمبا سفر نہیں کرنا پڑے گا۔ ان دونوں ساتھیوں سے ملاقات کے لئے ایک مخصوص مقام کا تعین کر لیا گیا تھا اور بھانو تراسی بستی میں اسی لئے رُک گیا تھا کہ اُس کے ان دونوں ساتھیوں کا کام پورا ہو جائے اُس کے بعد وہ ان سے مل لے گا لیکن درمیان میں یہ حالات پیش آ گئے۔

حالات گو کسی بھی طور بھانو کے لئے پریشان کن نہیں تھے جس مشن کا وہ انتخاب کر چکا تھا اُس کے لئے تو اسے بڑے بڑے خطرناک مراحل سے گزرنا تھا' یہ تو کوئی بات ہی نہیں تھی۔ ایمونیشن کا خاصا ذخیرہ ان کے پاس تھا۔ بھانو نے اپنے لباس میں کارتوسوں کے پیکٹ چھپائے ہوئے تھے جو اُس نے انگریز پولیس سے ہی حاصل کیے تھے۔ اس لئے اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی۔ اتنے ہی کارتوس ابراہیم کے پاس بھی تھے اور دونوں اپنی تمام چیزوں سے زیادہ ان کی حفاظت کرتے تھے۔

رات کو وہ پھر آرام کرنے لیٹ گئے کیونکہ دوسرے دن پھر انہیں سفر کرنا تھا جس جگہ وہ لیٹے تھے' وہاں ایک کھلیان تھا اور وہاں دور دور تک کوئی انسانی وجود نہیں تھا۔ ساری رات آرام سے سونے کے بعد جب دوسری صبح وہ جاگے تو یہ دیکھ کر وہ ششدر رہ گئے کہ ان کے قریب و جوار میں بہت سی عورتیں کام کر رہی ہیں۔ یہ عورتیں اناج چھان رہی تھیں اور ان کے مرد بھی ان سے کچھ فاصلے پر اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے' لیکن وہ اتنی دور تھے کہ بھانو اور ابراہیم کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔

"چند ساعت وہ دونوں اسی طرح پڑے رہے پھر ابراہیم نے کہا:۔

"یہ تو بڑی مشکل ہو گئی بھانو۔ ان عورتوں کے درمیان سے خاموشی سے نکل جانا ممکن نہیں ہے۔ یہ ضرور ہمیں دیکھ لیں گی۔ تم دیکھو نا وہ ہمارے چاروں طرف بکھری ہوئی ہیں۔"

"ہاں یہ تو تم ٹھیک کہتے ہو ابراہیم۔ دیکھا جائے گا۔ فکر کس بات کی ہے۔" بھانو نے بندوق سنبھالی اور کھلیانوں کے درمیان سے اٹھ کر اپنا لباس جھاڑنے لگا جس پر تنکے لگ گئے تھے۔ ابراہیم نے بھی اس کی تقلید کی اور اُس کے بعد وہ آگے بڑھ گئے۔

"چند عورتیں ان کے بالکل ہی قریب کام کر رہی تھیں۔ انہوں نے ان دونوں کو دیکھا اور آنکھیں پھاڑ کر رہ گئیں۔ ذرا سی دیر میں وہ اپنا کام چھوڑ چھاڑ کر اٹھ کھڑی ہوئیں تھیں اور پھر انہوں نے منہ پر ہاتھ رکھ کر کچھ عجیب سی آوازیں نکالیں اور چند ساعت کے بعد ان کے گرد بہت سی عورتیں جمع ہو گئیں۔

بھانو گہری نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ چلتے چلتے رُک گیا.... تب اس نے ابراہیم سے کہا:

"بات کچھ خراب ہو گئی ہے ابراہیم۔ یہ عورتیں کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور کریں گی۔ آؤ ان سے بات کرتے ہیں۔" بھانو نے کہا اور وہ دونوں ان عورتوں کے نزدیک پہنچ گئے جو انہیں اپنے قریب آتے دیکھ کر سمٹ گئی تھیں' ان کی خوبصورت آنکھوں میں خوف و دہشت کے آثار منجمد ہو گئے تھے۔ تب بھانو نے پیار بھرے لہجے میں ان سے کہا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بہنو۔ ہم شکاری ہیں شکار کرنے کے لئے نکلے تھے' رات ہوئی تو آ کر تمہارے کھلیان میں سو گئے پر ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے' تم اپنا کام کرتی رہو' لیکن عورتیں شاید کام کرنے کو تیار نہیں تھیں' وہ ایک دوسری کو خوف زدہ نگاہوں سے دیکھتی رہیں اور ان کی نگاہیں بھانو اور اس کی بندوق پر جمی رہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ آہستہ آہستہ کھسکنے لگیں' بھانو نے انہیں روکنے کی بہت کوشش کی لیکن ان میں سے کوئی نہیں رکی تھی۔ تب بھانو عجیب سے انداز میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس کی نگاہیں دور دور تک بھٹک رہی تھیں شاید وہ خطرے کی بو سونگھ رہا تھا۔ پھر وہ ابراہیم کی طرف پلٹا اور گردن کھجاتے ہوئے بولا۔

"یار یہ تو ٹھیک نہیں ہوا۔ یہ ضرور اپنی بستی میں جا کر ہمارے بارے میں کچھ کہیں گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں ڈاکو یا لٹیرا سمجھتی ہوں۔ اب بستی میں ہماری خبر ہو جائے گی اس لئے ہمیں چاہئے کہ جلدی سے یہاں سے نکل چلیں۔"

"ٹھیک ہے۔" ابراہیم نے گردن ہلا دی۔ اور دونوں آگے بڑھ گئے۔

عورتوں کا خوف بے جا نہیں تھا' چند روز پہلے بستی میں جن دو پولیس والوں کا قتل ہوا تھا اُس کے بعد دہلی سے خصوصی احکامات آئے تھے اور اعلان کر دیا گیا کہ جب تک بھانو کو زندہ یا مردہ نہ لایا جائے اس وقت تک یوپی محکمہ پولیس کی تنخواہ بند چنانچہ آگرہ سے علی گڑھ اور قرب و جوار کی دوسری جگہوں سے پولیس افسران بھانو کی گرفتاری کا بیڑا اٹھا کر چل پڑے تھے اور قرب و جوار کے سارے علاقوں کی خاک چھان رہے تھے۔

پولیس نے بار بار یہ اعلان دہرایا تھا اور لوگوں کو اس بات کا احساس دلایا تھا کہ بھانو انسانیت کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے اس لئے بچے بچے کو چوکنا رہنا چاہئے۔ پولیس کا یہ اعلان پہنچ چکا تھا۔ ایسے وقت میں ان عورتوں کی اس اطلاع نے گاؤں میں ہنگامہ کر دیا ان عورتوں نے ان دو خطرناک آدمیوں کی اطلاع دی تھی جنہیں انہوں نے کھلیانوں سے نکلتے دیکھا تھا۔

"گاؤں کی پولیس حرکت میں آ گئی۔ اس نے اطراف کی تمام چوکیوں کو بھی اس سے آگاہ کر دیا۔ ہاترس' آگرہ' کندولی اور فتح پور کے پولیس اسٹیشنوں سے بے شمار سپاہی مسلح ہو کر بھانو کو زندہ یا مردہ پکڑنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے لیکن بھانو اپنی جگہ ہوشیار تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ عورتیں ضرور کوئی نہ کوئی گل کھلائیں گی۔ اس لئے وہ ابراہیم کو لے

کر بالکل مختلف سمت نکل گیا۔ اسے خطرہ تھا کہ پولیس چاروں طرف سے اس کی طرف بڑھے گی۔ پیدل ہونے کی وجہ سے زیادہ لمبا سفر طے نہیں کر سکتے تھے۔ اسی لئے اُس نے ایک پہاڑی کا انتخاب کیا اور دن کا ایک بڑا حصہ وہیں کاٹا۔ جب شام کے سائے گہرے ہونے لگے تب اُس نے وہاں سے چل نکلنے کا فیصلہ کیا۔

"ابھی آدھی پہاڑی بھی نہ اترنے پائے تھے کہ دور سے چند سپاہی آتے دکھائی دیئے اور بھانو سمجھ گیا کہ پولیس کے سپاہی آن پہنچے۔ اُس نے ابراہیم کا شانہ دباتے ہوئے سامنے اشارہ کیا۔ ابراہیم بھی چوکنا نظر آ رہا تھا۔

"ہاں پولیس ہی ہے۔" اُس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ڈر تو نہیں رہے ابراہیم۔" بھانو نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں بھانو۔ ڈرنا کیسا پولیس سے تو اب واسطہ پڑتا ہی رہے گا اس سمے تک جب تک جیون ہے۔ جب ہم نے ان راستوں کا انتخاب کر ہی لیا ہے تو پھر ڈرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ کبھی ریل تو کبھی جیل۔"

"آؤ پہاڑی پر چلتے ہیں، اب نیچے اترنا خطرناک ہے۔" یہ کہہ کر بھانو واپس پہاڑی پر چڑھنے لگا لیکن سپاہی بھی دوربین آنکھوں سے لگائے چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کی نگاہیں شاید بھانو پر پڑ چکی تھیں کیونکہ دوسرے لمحے چاروں طرف سے سیٹیاں بجنی شروع ہو گئیں اور پھر ان سیٹیوں کا جواب دیا جانے لگا۔ پولیس کے دستے بندوقیں تھام تھام کر منظم ہو گئے اور پھر منظم ہونے کے بعد ایک دستے نے پہاڑی کا رخ کیا۔ لیکن پہاڑی سے کچھ دور آ کر رُک گیا۔

پولیس کا پلان یہ تھا کہ چاروں طرف سے پہاڑی کا محاصرہ کر لیا جائے تاکہ مجرم بھاگ نہ سکیں اور اُس کے بعد دلجمعی سے ان کا مقابلہ کیا جائے۔

"پولیس آن ہی پہنچی ابراہیم۔"

"ہاں بھانو۔"

"اب یوں کریں گے جب تک بالکل اندھیرا نہ ہو جائے گولیاں چلاتے رہیں گے اور ان کا مقابلہ کریں گے پھر جونہی موقع ملا یہاں سے چپت ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے بھانو۔" ابراہیم نے گردن ہلا دی پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "کس طرف سے نکلو گے بھانو۔"

"رات ہو جائے دیکھا جائے گا۔ جدھر سے بھی موقع ملے نکل چلیں گے اور ہاں پریشان ہونے کی جرورت نہیں ہے۔"

"نہیں بھانو۔ میں پریشان نہیں ہوں۔" ابراہیم نے کہا اور بھانو سر ہلانے لگا۔

اس بات چیت کے بعد وہ دونوں الگ ہو گئے۔ پہاڑی کی چوٹی پر ایک نے مشرق کی طرف اور دوسرے نے مغرب کی طرف مورچہ سنبھال لیا۔

نیچے پولیس کی گاڑیاں برابر آ رہی تھیں اور سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ دونوں بخوبی سپاہیوں کا جائزہ لے رہے تھے جو آپس میں باتیں کر رہے تھے اور پہاڑی کی طرف اشارہ بھی کر رہے تھے۔

پھر دس پندرہ آدمیوں کا ایک دستہ پہاڑی کی جانب بڑھا اور تیزی سے فاصلہ طے کرنے لگا۔ بھانو نے اس دستے کو پہاڑ کی جانب آتے دیکھا تو ایک بڑے پتھر کی آڑ لی۔ اُس کے ہاتھ میں تھری ناٹ تھری کی بندوق تھی جس میں کارتوس بھرے ہوئے تھے۔

پولیس والے فاصلہ طے کرتے رہے اور جب وہ بھانو کی رینج پر آئے تو بھانو نے فوراً دو تین فائر کیے۔ گولیوں کی آواز سنتے ہی تمام پولیس حرکت میں آ گئی۔ اور اس پہاڑی ٹیلے پر چاروں طرف سے گولیاں برسنے لگیں۔ پہاڑی کے گوشے گوشے میں چھپے ہوئے سپاہیوں کے ہاتھ باہر کو نکلتے اور تڑ تڑ گولیاں برسا کر اندر ہو جاتے یوں لگ رہا تھا جیسے گولیوں

کا طوفان آیا ہوا ہے اور پہاڑی آگ اگل رہی ہے۔

"سارا ماحول ویران ہو رہا تھا۔ پہاڑی آگ اگل رہی تھی، ماحول تھرا رہا تھا۔ کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ بھانو اور ابراہیم اپنی اپنی جگہ ڈٹے ہوئے تھے۔ ہر دو منٹ کے بعد کوئی نہ کوئی سپاہی ان کی گولی کھا کر لڑھکتا ہوا نظر آتا۔ پہاڑی پر جا بجا خون بہنے لگا تھا، جگہ جگہ خون کی دھاریں دکھائی دے رہی تھیں۔ سپاہیوں کی لاشیں جگہ جگہ پتھروں پر پڑی ہوئی تھیں۔

یوپی پولیس نے ابھی تک صرف بھانو کا نام سنا تھا جب کہ رجواڑوں کی پولیس تو کئی بار بھانو سے نبرد آزما ہو چکی تھی، لیکن اترپردیش کی پولیس کو پہلا موقع ملا تھا کہ وہ بھانو کے مقابل آئی تھی۔ بھانو کے بارے میں جو قصے انہوں نے سنے ہوئے تھے وہ سچے ثابت ہو رہے تھے اور ان کی نگاہوں کے سامنے آ رہے تھے۔

اگر پولیس والے ہوش و حواس سے کام لیتے تو انہیں یہ اندازہ ہو جاتا کہ گولیاں ایک ہی بندوق سے نکل رہی ہیں اور دونوں حصوں میں گولیاں چلانے والے ایک سے زیادہ نہیں ہیں، کیونکہ ایک وقت میں ایک ہی فائر ہوتا ہے۔

اگر پولیس والے حکمت عملی سے کام لیتے تو وہ بآسانی اس بات کو سمجھ سکتے تھے لیکن یہ چھوٹی سی بات ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ صرف دو یا تین افراد یہ طوفان اٹھا رہے ہیں جس نے اتنی بھاری پولیس جمعیت کو چپت کر دیا ہے۔

جب انہوں نے دیکھا کہ یوں کام نہیں چلے گا تو بالکل پیچھے ہٹ گئے اور انہوں نے مشین گنیں آگے بڑھا دیں جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے۔

"مشین گنوں کی خوفناک آوازوں نے پہاڑی کو بھوننا شروع کر دیا، یوں محسوس ہونے لگا جیسے کچھ دیر میں پہاڑی شق ہو جائے گی اور بڑے بڑے پتھر نیچے لڑھکنے لگیں گے۔

مشین گن کی آواز پہاڑیوں میں چاروں طرف پھیل رہی تھی اور کانوں کے پردے پھٹے جا رہے تھے۔ سپاہی وحشیانہ انداز میں پہاڑی پر چڑھنے کی کوشش کرتے لیکن ان کی ہر کوشش رائیگاں جا رہی تھی۔

"بھانو اور ابراہیم کے پاس بھی کارتوسوں کا خاصا بڑا ذخیرہ تھا۔ اُس کے علاوہ وہ انتہائی احتیاط سے نشانہ لگا رہے تھے۔ بھانو کی تیز آنکھیں نیچے موجود سپاہیوں کا جائزہ لے رہی تھیں جو چٹانوں اور پتھروں کی آڑ میں چھپے ہوئے تھے لیکن ان کی نقل و حرکت صاف محسوس ہوتی تھی۔

بھانو کے لئے یہ ایک تاریخی اور یادگار مقابلہ تھا اور اس کا فیصلہ دو ہی صورتوں میں ممکن تھا۔ کسی ایک کی موت۔

حالانکہ پولیس والوں کی تعداد کم نہیں تھی، اور ان سب کی موت کے بارے میں سوچنا حماقت کی بات تھی، لیکن بانو کا حوصلہ بہت بڑھا ہوا تھا جب کہ پولیس والوں کے حوصلے بے انتہا پست تھے۔

بھانو حتی الامکان ان پر نگاہیں جمائے اپنا کام کر رہا تھا لیکن کسی نہ کسی طرح دو تین پولیس والے پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ گئے اور بھانو سے تھوڑے فاصلے پر ٹھہر گئے۔

بھانو اپنے پیچھے پہنچ جانے والے پولیس کے سپاہیوں سے بے خبر تھا اور پولیس کے سپاہی بھی جانتے تھے کہ بھانو کس طرف یا کس سمت کھڑا ہے۔

پولیس والے ایک پتھر کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔ جب ان لوگوں نے خود کو محفوظ کر لیا ایک پولیس والے نے بلند آواز میں کہا۔

"بھانو چوہان [illegible] انسان ہے، اپنے گروہ سے کہہ ہتھیار پھینک دے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تیرے لئے معافی نامہ صل کر لیا جائے گا۔ اپنی ضد سے باز آ جاؤ۔ پولیس کو ہلاک مت کرو اور اپنی جان کو ہلاکت میں مت ڈالو۔"

"معافی، سسرے کہیں کے، معافی دیں گے۔" اس نے آہستہ سے کہا اور رائفل میں کارتوس لگانے لگا۔

"آگرہ کا ڈی۔ ایس۔ پی موہن لال اور فتح پور کے انسپکٹر سکسینا ایک ہی جگہ جمع تھے اور صورت حال کا جائزہ لے

رہے تھے حالانکہ پولیس والوں کی نفری بہت زیادہ تھی اور پہاڑ پر صرف دو آدمی تھے۔ سپاہیوں کے دل میں خوف و ہراس تھا اور وہ اسی وجہ سے پست انداز میں ان کا مقابلہ کر رہے تھے۔

گولیاں چلاتے چلاتے بھانو اور ابراہیم کی انگلیاں دکھنے لگی تھیں۔ ابراہیم اب بہت نڈر ہو گیا تھا اور گولیوں کے درمیان اُس کے قہقہے گونج رہے تھے۔ "آؤ رے اترپردیش کے سورماؤ۔ بھانو شیر کے سامنے آنے سے پہلے دودھ بھی بخشوالیا ہے ماؤں سے یا نہیں۔ جہنم میں جاؤ گے تو کلکلاتے ہی رہو گے۔ ارے کہاں کہاں کے سورما جمع ہوئے ہیں دیکھو تو سہی بھانو چوہان اسے یہ لو۔ اے یہ لو۔" گولیاں چلتیں اور ابراہیم کے حلق سے قہقہے آزاد ہوتے وہ بہت موڈ میں تھا اور بھانو اس کی بکواس پر بار بار مسکرا دیتا تھا۔

اس نے ایک پولیس افسر کو دیکھا جو گولیوں کی بوچھاڑ میں جگہیں بدل بدل کر چھپتا ہوا اوپر آ رہا تھا کبھی وہ ایک چٹان کی آڑ میں ہو جاتا کبھی دوسری چٹان کی آڑ میں لیکن بھانو اُس کے قریب آنے کا انتظار کرتا رہا اور پھر جونہی وہ اس کی رینج پر آیا اُس نے گولی چلا دی۔ افسر کی دلدوز چیخ ابھری اور وہ گہرائیوں میں لڑھکتا چلا گیا۔ لیکن اُس کے فوراً بعد ہی سیٹیاں دوبارہ بجنے لگی تھیں۔

پولیس والوں نے ان سیٹیوں کی آوزیں سن کر اپنی جگہیں چھوڑ دیں اور نیچے کھسکنے لگیں لیکن یہ واپسی بھی ان کے لئے موت کی واپسی ثابت ہوئی ان میں سے کئی کھلی جگہ آتے ہی موت کا نشانہ بن گئے۔ بھانو کے سچے نشانے کے وہ لوگ دل سے قائل ہو گئے۔ اس کی کوئی گولی بیکار نہیں جاتی تھی۔

سیٹیوں کا مطلب یہ تھا کہ ایڈوانس کرنے والی ساری پولیس نیچے آ جائے اور پولیس والے اس حکم کو غنیمت سمجھ کر نیچے اتر آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سب پہاڑی کے دامن میں جمع ہو گئے۔

دوسری طرف ابراہیم ابھی تک اپنے نشانوں کو تاک رہا تھا۔ بھانو کو اب اس کی پروا نہیں تھی۔ ابراہیم پر اسے پورا بھروسہ تھا وہ معاہدے کے مطابق خود اپنی جان بچا لے گا اور اس سے آ ملے گا۔ پولیس کی طرف سے گولیاں چلنا بند ہو گئی تھیں۔ اس لئے اُس نے فائرنگ بند کر دی۔ اُس کے علاوہ اب کارتوس بھی بہت کم رہ گئے تھے اس لئے بھی وہ احتیاط کرنا چاہتا تھا۔

اندھیرا اب اچھی طرح پھیل گیا تھا۔ بھانو نے دور سے گیس کے ہنڈولے آتے ہوئے دیکھے پولیس کے لئے شاید اور مدد آ گئی تھی۔ اب پہاری سے نیچے اترنے کا مسئلہ تھا۔ اسے معلوم تھا کہ پولیس کی گاڑیاں اور جوان پہاڑی کے چاروں طرف بکھرے ہوئے ہیں اور ان کے بیچ سے نکل جانا آسان نہ ہو گا۔ دوسری طرف پولیس والوں نے سرچ لائٹ کا بندوبست بھی کر رکھا تھا۔ لمبے لمبے بانس گاڑ کر سرچ لائٹوں کو ان پر نصب کیا جا رہا تھا اور ان کا رخ ایسا رکھا گیا تھا کہ وہ پہاڑیوں کے ہر حصے کو روشن کر دیں۔

ایک لمحے کے لئے بھانو نے سوچا کہ ایسے خطرناک موقع پر اپنے یار کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہئے۔ ہرچند کہ بھانو کو ابراہیم کی چالاکی اور مستعدی کا یقین تھا لیکن یہاں سے واپسی کے وقت اس کا دل تنہا جانے کو نہ چاہا۔ اُس نے لیٹے لیٹے کھکسنا شروع کر دیا اور پھر اُس نے منہ سے ایک مخصوص آواز نکالی۔ پہاڑی جانور کی آواز کا جواب بھی دوسری طرف سے فوراً مل گیا۔ بھانو نے اشاروں کی زبان میں ابراہیم کو اپنے پاس بلایا اور ابراہیم پتھروں کی آڑ میں ہوتا ہوا اُس کے پاس پہنچ گیا۔

"کیسی رہی ابراہیم؟"

"خدا کی قسم مزا آ گیا بھانو۔ کتنے مارے؟" ابراہیم نے چہکتے ہوئے کہا۔

"اب کوئی گنتی تو کی نہیں ہم نے پر بہت مرے ہیں۔ جیتے رہنے والے جیون بھر اس مقابلے کو یاد رکھیں گے۔"

"اب کیا ارادہ ہے بھانو۔ دن میں ان سے مقابلہ کرو گے۔"

"گولیاں بہت کم رہ گئی ہیں یار۔ اور اب زیادہ بہادری بھی اچھی نہیں ہے۔ نکل چلیں یہاں سے ان سے تو آئندہ بھی ملاقات ہو گی۔"

"ہوں۔ نکلنا آسان تو نہیں ہو گا۔ وہ چاروں طرف موجود ہیں۔"

"کوئی ترکیب کرتے ہیں۔" بھانو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اس کی نگاہیں چٹانوں کے پاس لگی ہوئی جھاڑیوں پر پڑیں اور اس کی آنکھوں میں چمک سی آ گئی۔ اس نے اندرونی لباس میں چاقو تلاش کیا اور ایک لمبا سا شکاری چاقو نکال لیا پھر وہ رینگتا ہوا ایک جھاڑی کی طرف بڑھا اور اُس کے قریب زمین پر لیٹ گیا۔ چند ساعت کے بعد اس کی قلقاری ابھری۔

"بن گیا کام ابراہیم۔" اور ابراہیم خود بھی اُس کے پاس پہنچ گیا اس کی سمجھ میں بھانو کی خوشی نہیں آئی تھی لیکن بھانو نے انتظار کیے بغیر جھاڑی کی جڑ میں ہاتھ ڈال دیا اور چاقو کی مدد سے جھاڑی کی جڑ کاٹ رہا تھا اور پھر اس نے وزنی جھاڑی اپنی جگہ سے کھسکالی۔ جھاڑیاں اس قسم کی تھیں کہ ان کی ایک موٹی جڑ تھی لیکن اوپر سے وہ خوب گھنی اور پھیلی ہوئی تھیں پھر اُس نے تھوڑی دور ہٹ کر دوسری جھاڑی کاٹی۔ اسی وقت جنریٹر چلنے کی آواز سنائی دی۔ پولیس سرچ لائٹیں روشن کرنے کے انتظامات کر رہی تھی جنریٹر کی گھوں گھوں پہاڑیوں میں گونج اُٹھی۔

"رائفل لوڈ ہے ابرہیم؟" بھانو نے پوچھا۔

"بالکل۔ ابھی تو میرے پاس بیس کارتوس موجود ہیں۔" ابراہیم نے جواب دیا۔

"تو لے یہ جھاڑی سنبھال لے، اور مجھ سے تھوڑی دور ہٹ جا۔ ہم یہ جھاڑیاں سر پر پھیلائے نیچے اتریں گے۔ ان چٹانوں میں جگہ جگہ ایسی جھاڑیاں موجود ہیں، پولیس والوں کو یہ یاد نہ ہو گا کہ جھاڑیاں کہاں کہاں ہیں وہ ہمیں جھاڑیاں ہی سمجھتے رہیں گے مگر ہوشیاری سے اترنا انہیں پتہ نہ لگیں گے۔" بھانو نے کہا اور ابراہیم نے ہنستے ہوئے گردن ہلا دی۔ وہ بھانو کی بات اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔

جھاڑیاں سنبھال کر وہ دونوں ایک دوسرے سے دور ہٹ گئے اور پھر انہوں نے نیچے اترنے کے لئے راستے منتخب کر لئے۔ بھانو ایک ہاتھ میں رائفل سنبھالے اور دوسرے ہاتھ میں مضبوطی سے جھاڑی پکڑے پہاڑی سے اترنے لگا۔ ابھی وہ چند گز ہی نیچے اترا تھا کہ سفید دودھیا روشنی پہاڑی کے اوپری حصے پر پڑی اور بھانو ساکت ہو گیا۔ وہ پوری طرح جھاڑی کی آڑ میں تھا۔ روشنی نے اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا اور بھانو تیار تھا۔ لیکن پھر سرچ لائٹ گھوم گئی۔ پولیس والوں کے پاس روشنی کا انتظام ناکافی تھا اس لئے انہوں نے سرلائٹوں کو اس طرح فٹ کیا تھا کہ وہ گھوم سکیں۔ وہ ایک ہی وزنی جنریٹر حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے جس میں لمبے لمبے تار منسلک کر کے تمام سرچ لائٹوں سے رابطہ قائم کر دیا گیا تھا۔ اس بات سے ان کا مقصد یہ تھا کہ بھانو اور اُس کے گروہ کے دوسرے افراد رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر پہاڑیوں سے فرار ہونے کی کوشش نہ کر سکیں۔ دوسرا دن پورا پڑا ہوا تھا اگر ڈاکو فرار ہونے میں کامیاب نہ ہو سکے تو دن کی روشنی میں پولیس کی بھاری تعداد کے ذریعے حملہ کر کے بالآخر انہیں پکڑ ہی لیا جائے گا۔

جونہی سرچ لائٹ کی تیز روشنی بھانو پر سے ہٹی وہ جھاڑی سنبھالے پھر نیچے اترنے لگا تھا اور اس بار اسے کافی موقع مل گیا۔ وہ بہت نیچے اتر آیا تو دوبارہ اسے روشنی کا شکار ہونا پڑا لیکن ترکیب تیار تھی وہ پھر جھاڑی لئے ساکت ہو گیا چونکہ یہاں جگہ جگہ جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں اس لئے پولیس کی تیز نگاہیں اس جھاڑی پر نہ جم سکیں۔

راستے میں جگہ جگہ سپاہیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں ایک جگہ بھانو جو رکا تو اس کے پیروں کے نیچے ایک لاش آ گئی۔ یہ ایک پولیس افسر تکارام کی لاش تھی۔ گولی نے اس کا بھیجہ پھاڑ دیا تھا اور وہ اس طرح اوندھ گیا تھا کہ سر سے بہا ہوا خون اس کی وردی نہیں خراب کر سکتا تھا۔

بھانو کو ایک ترکیب سوجھی اور وہ وہیں رُک گیا۔ جھاڑی ایک طرف رکھی اور پولیس افسر کی وردی اتارنے لگا۔ چند ساعت کے بعد وہ اس کی کوشش میں کامیاب ہو گیا اور ایک چٹان کی آڑ میں جا کر اس نے اپنے کپڑے اتار کر پولیس افسر کی

وردی پہن لی جو اُس کے بدن پر فٹ آ گئی تھی۔ اپنے کپڑے اُس نے تہ کر کے گٹھری سی بنالی اور اسے بغل میں دبا کر پھرا انداز میں نیچے اترنے لگا۔

پہاڑی کے دامن میں وہ اس جگہ اترا جہاں پولیس والوں کی تعداد کم تھی اس کی تیز آنکھوں نے دوسری متحرک جھاڑی دیکھ لی تھی جو اُس کے اترتے ہی چند قدم آگے بڑھ گئی تھی۔

یہ ترکیب اس قدر کامیاب ثابت ہوئی کہ وہ نیچے بھی پولیس والوں کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گئے کافی دیر تک تو وہ ان کے بالکل قریب چھپے رہے تھے پولیس والے ان سے چند گز کے فاصلے سے گزرتے رہے تھے اور انہوں نے غور نہ کیا کہ ابھی جہاں مسطح زمین تھی وہاں دو جھاڑیاں آن کی آن میں کیسے اُگ آئیں۔ یہاں تک کہ وہ پولیس والوں کے عقب میں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

جب وہ وہاں سے کافی دور نکل آئے تو انہوں نے جھاڑیاں پھینک دیں اور بندوقیں سنبھال کر سرپٹ دوڑ پڑے۔ نہایت کامیابی سے وہ سینکڑوں پولیس والوں کو جل دے کر نکل آئے تھے اور پھر انہوں نے پولیس والوں سے زیادہ سے زیادہ دور نکل جانا مناسب سمجھا اور ناک کی سیدھ میں آگے بڑھتے رہے۔ روشنی میں ابراہیم بھانو کے بدن پر پولیس کی وردی دیکھ کر بہت حیران ہوا لیکن بھانو نے اسے اس وردی کی کہانی سنادی۔

پہاڑی سے کئی میل نکل آنے کے بعد وہ سانس لینے کے لئے رُک گئے۔ انہوں نے پولیس سے ایک یادگار مقابلہ کیا تھا اور امید تھی کہ بھانو راجستھان کے بعد یوپی میں بھی زلزلہ بن جائے گا۔

کئی بار انہیں پولیس کی گاڑیاں نظر آئی تھیں جو اسی پہاڑی کی جانب جا رہی تھیں جہاں بھی اطلاع پہنچی تھی وہاں سے پولیس دوسری پولیس کی مدد کے لئے چل پڑتی تھی۔ ایک بار نہیں پولیس کئی بار ان کے قریب سے گزری تھی اس وقت ان دونوں کو ایک نالے میں چھپنا پڑا۔ بہرحال وہ پولیس کے نرغے سے دور نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ کون سے علاقے میں ہیں اور کس طرف جا رہے ہیں۔

صبح تک وہ چلتے رہے اور جب دن کی روشنی پھیلی تو ایک باغ میں پناہ حاصل کی جہاں آم شہتوت اور دوسرے پھلوں کے درخت لگے ہوئے تھے حالانکہ ابراہیم کے خیال کے مطابق یہ بھی خطرناک جگہ تھی کیونکہ باغ کے رکھوالے باغ کی حفاظت کے لئے ضرور موجود ہوں گے، لیکن بھانو کی طبیعت میں ایک خاص بات تھی جو اس کی داستان میں جگہ جگہ نظر آتی ہے وہ اپنے تحفظ کے لئے آخری کوشش کر لینے میں عار نہ محسوس کرتا تھا لیکن اگر کبھی اپنی حفاظت کے لئے دل نہ چاہتا تو خود کو نہایت لاپروائی سے کسی غیر محفوظ مقام پر چھوڑ دیتا تھا اور بالکل بے فکر ہو جاتا تھا۔

ڈاکو پربھان سنگھ چوہان اور اُس کے ساتھ ابراہیم نے باغ میں کافی وقت گزارا۔ اسی باغ کے پھلوں سے انہوں نے پیٹ بھی بھرا تھا۔ یہاں جتنا وقت گزارا سکون سے گزارا۔

صبح کو وہ بستی کی طرف چل پڑے۔ یہ ایک چھوٹا سا گاؤں شیکر پور تھا جس میں داخل ہوتے ہی انہیں بسوں کا اڈہ نظر آیا۔ ایک بس کھنڈولی جانے کے لئے تیار کھڑی تھی۔ بھانو اس میں سوار ہو گیا اور بس کنڈیکٹر نے دوسرے مسافروں کو ہٹا کر اس کے لئے جگہ بنائی۔ اول تو بھانو کی طویل قامت شخصیت ہی لوگوں پر سحر طاری کرنے کے لئے کافی تھی دوسرے وہ پولیس افسر کی وردی میں تھا اس لئے کھنڈولی تک کے سفر میں بس کے مسافر خوفزدہ بیٹھے رہے۔ کنڈیکٹر اور ڈرائیور نے افسر صاحب سے کئی بار ان کی کسی ضرورت کے بارے میں پوچھا تھا اور ابراہیم دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔

بالآخر وہ کھنڈولی پہنچ گئے۔ شہر سے باہر انہوں نے ایک چھوٹی سی دھرم شالہ میں قیام کیا۔ پہلے دونوں نے دھرم شالہ کے صحن میں بنے ہوئے کنویں سے پانی کھینچ کر بدن کو خوب دھویا پھر بھانو نے ابراہیم سے کہا کہ وہ کھنڈولی کے حالات معلوم کر کے آئے اور ابراہیم نے گردن ہلادی۔

اسلحہ اُس نے بھانو کے پاس محفوظ کرا دیا اور خود شہر روانہ ہو گیا۔ بھانو نے اسے خصوصی ہدایات دے دی تھیں۔
ابراہیم قصبہ میں آیا چھوٹے چھوٹے تین بازار تھے۔ بھری پری جگہ تھی لوگ خوش نظر آرہے تھے۔ بازار میں اسے کتابوں کی ایک دکان نظر آئی.... دور سے ہی ایک اخبار کی سرخی میں بھانو کا نام نظر آیا تو ابراہیم اس کی طرف کھنچا چلا گیا۔ اُس نے پیسے دے کر اخبار خرید لیا اور ایک طرف ہٹ کر سرخی پڑھنے لگا۔

"بھانو چوہان اور پولیس کے درمیان خوفناک مقابلہ۔

ڈاکو صرف دو تھے اور پولیس کے افراد ایک ہزار سے زیادہ لیکن ڈاکو چالیس پولیس والوں کو ہلاک کر کے صاف نکل گئے راجستھان کا زلزلہ اب آگرہ اور اُس کے نواح میں گردش کر رہا ہے۔ پولیس کی طرف سے لوگوں کو ہوشیار رہنے کی ہدایت۔"

ابراہیم نے اخبار کی یہ خبر پڑھ لی اور اخبار محفوظ کر کے لباس میں چھپا لیا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی پھر وہ پلٹا ہی تھا کہ پیچھے سے کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ابراہیم۔" اور وہ سانپ کی طرح پلٹا تھا اور ہاتھ رکھنے والا اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

یہ موری لال اہیر تھا اور ابراہیم کی خصلت سے اچھی طرح واقف تھا اور جانتا تھا کہ اگر وہ ابراہیم کے قریب کھڑا رہا تو وہ خالی ہاتھوں بھی اسے شدید نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ابراہیم نے اس کی صورت دیکھی اور بے اختیار مسکرا پڑا۔ اُس کے چہرے پر حیرت آمیز مسرت پھیل گئی تھی۔

"ارے موری لال تم یہاں۔"

"ہاں۔ تم کیا سمجھتے تھے ابراہیم، ہم تم لوگوں کی طرف سے اس قدر غافل تھے، بھانو کے نشانات تلاش کر رہے تھے وہ آج کے اخبار نے تو بالکل ہی اس کا ثبوت دے دیا تھا کہ تم کھنڈولی کے آس پاس موجود ہو۔ بھلا بھانو کے اور تمہارے بارے میں ہم سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔" موری لال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دھرم سنگھ کہاں ہے؟"

"آؤ کسی کام سے آئے تھے کیا؟" موری لال نے اس کی بات کا جواب دیئے بغیر کہا۔

"ہاں آیا تو کام ہی سے تھا۔" ابراہیم مسکرا کر بولا۔

"مہاراج کمار کہاں ہیں؟" موری لال بھانو کو مہاراج کمار ہی کہتا تھا۔

"محفوظ ہیں لیکن تم نے یہاں کھنڈولی میں کوئی ٹھکانہ بنایا ہوا ہے کیا۔"

"ہاں یار ایک شاندار آدمی سے ملاقات ہو گئی ہے۔ پرکھ لیا ہے ہم نے اسے اور اس کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں.... موری لال نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کون ہے وہ۔" ابراہیم نے پوچھا۔

"رگھبیرا۔ تم نے ڈاکو کالو خان کا نام سنا تھا۔"

"کالو خان، ہاں مشہور ڈاکو تھا اور پھر شاید پولیس نے اسے دھوکے سے مار دیا تھا کسی طوائف کے ہاں زہر دے کر۔"

"بالکل بالکل۔ اس کی بات کر رہا ہوں۔ رگھبیرا اسی کا ساتھی تھا، کالو خان کی موت کے بعد وہ بھاگ آیا اور اُس کے بیوی بچوں کو پولیس نے پکڑ لیا تھا۔ رگھبیرا نے اُس کے بعد ادھر کا رخ نہیں کیا اور اب وہ کھنڈولی میں رہتا ہے، اور کبھی کبھی چھوٹے موٹے ڈاکے بھی مار لیا کرتا ہے۔"

"اور اس کی بیوی بچے۔" ابراہیم نے پوچھا۔

"بس بیوی بچوں کی اُس نے کبھی کوئی خبر نہیں لی۔"

"عجیب آدمی ہے۔"

"ہاں عجیب ہی سمجھو، لیکن ہے کام کا آدمی، یہاں بڑی عزت بنا رکھی ہے اس نے اور آرام سے رہتا ہے۔ ایک دکان کھولے ہوئے ہے لیکن کوئی کہہ سکتا کہ وہ راتوں کو کوئی خطرناک ڈاکو بھی ہوتا ہو گا۔" موری لال نے کہا۔

"واہ چالاک آدمی ہے۔" ابراہیم نے ہنستے ہوئے کہا۔ "لیکن تمہیں کیسے مل گیا؟"

"بس بہت عرصے پہلے ایک بار اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس وقت ہم بھانو کے ساتھ نہ تھے لیکن میں اُس کے بارے میں جانتا تھا اور اب وہ میرے بارے میں جانتا ہے۔" موری لال نے کہا۔

"وہ بار بار بھانو مہاراج کو پوچھتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ وہ بھانو کے گروہ میں شامل ہو جائے۔" موری لال نے کہا پھر بولا۔ آؤ اُس کے پاس چلتے ہیں۔ تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہو جائے گا۔"

ابراہیم نے گردن ہلادی اور دونوں بازار سے چل کر محلوں میں آگئے پھر کئی گلیوں سے گزرتے ہوئے بالآخر ایک مکان کے سامنے رُک گئے۔ موری لال نے دروازہ کھٹکھٹایا اور رگھبیرا چند نے کواڑ کھول دیئے۔ کسی قدر بھاری بدن کا چاق وچوبند آدمی تھا۔ اُس نے تعجب کی نگاہوں سے موری لال کے ساتھ ابراہیم کو دیکھا اور پیچھے ہٹ گیا۔

"ابراہیم لوٹیہ۔" موری لال نے کہا اور رگھبیرا اچھل پڑا پھر اُس نے آگے بڑھ کے ابراہیم کے دونوں ہاتھ چوم لئے۔

"میرے بھاگ مہاراج۔ آپ یہاں پدھارے آپ کے یہاں تک پہنچنے کی خبر اخبار کے بذریعہ مل گئی تھی۔"

رگھبیرا نے بڑی عزت سے ابراہیم کو اندر بٹھایا یہاں دھرم سنگھ بھی موجود تھا وہ بھی ابراہیم سے مل کر بہت خوش ہوا۔

"بھانو مہاراج نے اس علاقے میں اپنی آمد کا پورا پورا اعلان کر دیا ہے لیکن کیا یہ سچ ہے کہ پہاڑی کے گرد اتنی ہی پولیس تھی جتنی تعداد اخبار میں بتائی گئی ہے، پھر تم لوگ وہاں سے نکلنے میں کیسے کامیاب ہو گئے۔" دھرم سنگھ نے واقعات پوچھتے ہوئے کہا اور ابراہیم اسے گھورنے لگا۔

"دھیرج رکھو، دھیرج رکھو دھرم سنگھ۔" اُس نے دھرم سنگھ کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "رگھبیرا سے بھی تو بات کرنے دو۔"

"ارے رگھبیرا۔ وہ تو یاروں کا یار ہے۔ تین دن سے مجرے کرا رہا ہے ہمارے اعزاز میں خوب عیش ہو رہے ہیں مگر ہمیں یہ نہ معلوم تھا کہ تم دونوں اس طرح ہنگامے کرتے پھر رہے ہو، ورنہ ہم یہ عیش نہ کرتے۔"

"تمہیں تو عیش ہی کے لئے بھیجا گیا تھا۔" ابراہیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ رگھبیرا عزت و احترام سے ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ چند ساعت کے بعد وہ بولا۔

"میری بڑی خواہش ہے مہاراج کہ بھانو مہاراج کے درشن کروں کیا میری یہ خواہش پوری ہو سکتی ہے؟"

"کیوں نہیں رگھبیرا۔ بھانو مہاراج تم سے ضرور ملیں گے۔"

"تو پھر انہیں یہاں لے آیا جائے۔ بھگوان کی سوگند بڑے دن سے ان کے بارے میں سوچتا چلا آیا ہوں۔ اس وقت بھانو مہاراج کی ٹکر کا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ انگریزی پولیس کو مزا ہی آکر رہ گیا ہے۔" رگھبیرا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

پھر ابراہیم رگھبیرا اُس کے حالات پوچھتا رہا اور رگھبیرا نے کھنڈولی میں اپنی حیثیت کے بارے میں بتایا۔ اُس نے بتایا کہ اُس نے ایک دکان کھول رکھی ہے اور دکان چل بھی رہی ہے لیکن اصلی کام وہی ہے اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خون منہ کو لگ جائے مہاراج تو پھر چھوٹتا نہیں ہے۔ بے چارہ کالو خان مر گیا مگر ہم لوگوں کو یہ چسکا لگا گیا۔"

"تم نے اپنے بیوی بچوں کی خبر نہیں لی رگھبیرا۔"

"ہاں نہیں۔ دو بچے تھے، ماتا پتا جی نے پال پوس کر بڑے کر دیئے ہوں گے اور بیوی سسری تو کبھی من کو نہ لگی، اس لئے میں نے بھی چِنتا نہیں کی۔" رگھبیرا نے جواب دیا اور ابراہیم آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگا پھر رگھبیرا اُس کے لئے کھانے پینے کی چیزیں لینے چلا گیا۔ تب ابراہیم نے دھرم سنگھ اور موری لال سے کہا۔

"تم لوگ اس شخص سے بہت بے تکلف ہو گئے ہو کہیں کوئی خطرہ نہ بن جائے ہمارے لئے یہ شخص۔ پولیس کو مخبری بھی کر سکتا ہے ہمیں کسی مصیبت میں بھی پھنسا سکتا ہے۔"

"نہیں ابراہیم ہم نے پرکھ لیا ہے، رگھبیرا بہت اچھا آدمی ہے اور موری لال تو اسے بچپن ہی سے جانتا ہے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب ہم لوگ ڈاکو نہیں تھے۔ موری لال کو اس پر مکمل اعتماد ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔ ہم ایسے آدمی پر شبہ نہیں کر سکتے جو قابل اعتماد ہو۔ بھانو مہاراج کھنڈولی سے تھوڑے فاصلے پر ایک دھرم شالہ میں موجود ہیں اور انہوں نے مجھے کھنڈولی کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا ہے مگر تم لوگ یہاں تک کیسے آ گئے؟"

"بس اپنا کام کرتے ہوئے یہیں تک پہنچے تھے کہ راستے میں رگھبیرا مل گیا۔ ہمیں تم لوگوں کی یہاں موجودگی کی اطلاع بھی مل گئی تھی پولاسی کا قصہ بھی اخبار میں چھپا تھا تو ہم نے سوچا کہ ممکن ہے جلد ہی تم لوگوں سے ملاقات ہو جائے، بلکہ موری لال اور میں تو ایک پروگرام بھی بنا رہے تھے۔"

"کیا؟" ابراہیم نے پوچھا۔

"یہی کہ تمہیں تلاش کرنے نکل پڑیں اور اگر تمہیں مدد کی ضرورت ہو تو کریں۔"

"ہوں۔" "تو پھر اگر یہ بات ہے تو بھانو مہاراج کو اطلاع دی جائے۔" ابراہیم نے کہا۔

"ہاں یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے، یہ آدمی ٹھیک ٹھاک ہے۔" دھرم سنگھ نے کہا اور ابراہیم نے گردن ہلا دی۔

رگھبیرا تھوڑی دیر کے بعد آ گیا تھا۔ وہ ابراہیم کی خاطر مدارت کے لئے بہت سی چیزیں لایا تھا۔ تھوڑی بہت ابراہیم نے کھائیں اور اُس کے بعد وہ اٹھ گیا۔ اُس نے موری لال کو اپنے ساتھ لے لیا تھا پھر وہ وہاں سے رگھبیرا کی اجازت لے کر چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ کھنڈولی کے آخری حصے سے نکل کر دھرم شالہ کے پاس پہنچ گیا۔

بھانو چوہان اسی کا منتظر تھا۔ موری لال نے بھانو کے سینے سے چمٹ کر معانقہ کیا اور اسے بدھائی دینے لگا۔ بھانو مسکراتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ "تو یہاں کیسے آ گیا موری لال۔ اُس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔" موری لال سے مل کر اسے بھی خوشی ہوئی تھی جس کا اظہار اُس کے چہرے سے ہو رہا تھا۔

"تین چار دن سے میں اور دھرم سنگھ یہاں موجود ہیں۔ ابراہیم بازار میں نظر آ گئے۔ ان علاقوں میں تو خوب دھوم ہو رہی ہے تمہاری۔"

"ارے بس دیا ہے بھگوان کی۔ یہ کھنڈولی کیسی جگہ ہے اور تم لوگ ٹھہرے کس جگہ ہو؟" جواب میں موری لال نے رگھبیر کے بارے میں بتایا اور یہ بھی کہا کہ دھرم سنگھ وہاں موجود ہے پھر اُس نے راستے میں کہا کہ رگھبیرا خود یہاں آتا مگر میں جان بوجھ کر اسے یہاں نہیں لایا۔"

"تھوڑی دیر کے بعد وہ دوبارہ رگھبیرا کے گھر میں داخل ہو رہے تھے۔ رگھبیرا نے بھانو کے پاؤں چھوئے تھے۔" بھانو کے چوڑے چکلے بدن کو بھی اُس نے تحسین کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"پولیس کی یہ وردی آپ پر چھوٹی پڑ رہی ہے مہاراج۔ کیوں نہ سسرے ماکھی سے دوسری وردی سلوا دوں؟"

"ماکھی کون ہے؟"

"درزی ہے۔ پر یقیناً اپنا چیلا بھی ہے۔ دو تین لونڈے ایسے موجود ہیں یہاں جو کبھی کبھی آس پاس کی بستیوں میں

کھیل کھیلتے آئے ہیں ہمارے ساتھ۔ اپنا دھندا بھی چالو کر رکھا ہے تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔"

"تب ٹھیک ہے۔ اس سے کہو کہ ہم لوگوں کے لئے وردیاں تیار کر دے دوسرے نشانات بھی مل ہی جائیں گے۔" بھانو نے کہا۔

"رات ہی کو بلوالوں گا مہاراج اور کیا سیوا کروں؟ کوئی سیوا بتائیں مجھے من چاہ رہا ہے مہاراج، سارا سنسار آپ کے چرنوں میں لا ڈالوں۔"

"تیری محبت ہی بہت ہے۔ ہم آرام کریں گے یہاں اور پھر آگے بڑھ جائیں گے۔" بھانو بولا۔

"مجرا سنیں گے مہاراج۔ دور دور سے گانے والیاں بلوالوں گا۔"

"اعلان کرے گا ہمارے آنے کا۔ نہیں، ہمیں گانے وانے کی ضرورت نہیں۔" بھانو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"رات کو جب رگھبیرا سونے چلا گیا تو چاروں سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ موری لال اور دھرم سنگھ نے اپنی معلومات دہرائیں۔ کھنڈولی کے صرافہ بازار کی ایک دکان خاص طور سے ان کی توجہ کا مرکز بنی۔ یہ پنڈت چندولال کی دکان تھی اور بھانو نے اس کی منظوری دے دی۔ فیصلہ کیا گیا کہ دوسرے دن اس بازار کو دیکھ لیا جائے۔ اس کے بعد ہی آخری فیصلہ ہو گا۔

"ایک اور بات ہے بھانو جی۔ یہ رگھبیرا ہمارے ساتھ شامل ہونا چاہتا ہے۔ ممکن ہے کل آپ سے خود کہے۔"

"ہوں۔" بھانو کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "اگر دوسری بار بات کرے تو اس سے کہنا کہ تھوڑے دنوں تک وہ ہمارے لئے کھوجی کا کام کرے جو اس سے کہیں وہ کرتا رہے اُس کے بعد دیکھا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" موری لال نے کہا اور دوسرے دن موری لال نے یہی بات رگھبیرا سے کہہ دی۔ رگھبیرا خوشی سے تیار ہو گیا۔

دوپہر کو وہ بازار کی سیر کرنے نکل گئے۔ ابراہیم اور بھانو ساتھ تھے اور موری لال اور دھرم سنگھ الگ چل رہے تھے۔

بازار دیکھنے کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ ڈاکا ڈالنے کا مرحلہ بہت کٹھن ہے۔ صرافہ بازار کئی چھوٹے چھوٹے بازاروں کے درمیان واقع تھا۔ دن کے وقت یہاں اتنی بھیڑ ہوتی تھی کہ چلنا خاصا محال ہوتا تھا۔ یہ خاصی مشکل بات تھی مگر بھانو ان دنوں اپنی تربیت کر رہا تھا، پولیس کے نرغے سے نکل آنے کی مشق تو اسے خاصی ہو گئی تھی، لیکن اس قسم کے گنجان بازاروں میں ڈاکا ڈالنے کا ابھی اسے کوئی خاص تجربہ نہیں تھا چنانچہ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ صرافہ بازار میں ڈاکا ڈالا جائے، وہ ہر قسم کے خوف و خطرے کو خود سے دور کر دینا چاہتا تھا۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ یہ بھانو کی سوچ تھی اور جب اُس نے اپنی سوچ کا ذکر ابراہیم سے کیا تو ابراہیم تشویش سے ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

"دیکھ لو بھانو جی۔ یہاں سے نکل جانے کا مسئلہ خاصا مشکل ہو گا ایسا نہ ہو کہ پھنس جائیں۔"

"ارے مشکل ہی تو ہو گا، مشکل نہ ہو گا تو مزا کیسے آئے گا؟" بھانو نے حسب معمول خوشگوار موڈ میں کہا اور ابراہیم نے گردن ہلا دی۔ وہ کسی بھی طور خود کو کمزور ثابت نہیں کرنا چاہتا تھا۔

چاروں دوست واپس آ گئے اور بھانو کی ہدایت پر رگھبیرا کو بھی اس خیال سے مطلع کر دیا گیا۔

"رگھبیرا نے سنا تو اس کی آنکھیں حیرت و دلچسپی سے پھیل گئیں وہ دوڑا دوڑا بھانو کے پاس پہنچ گیا۔

"کیا یہ سچ ہے بھانو مہاراج۔"

"کیا رگھبیرا؟"

"یہی کہ۔ یہی۔ کہ آپ چندولال صراف کی دکان پر؟"

"ہاں ٹھیک ہے، تیرا کیا خیال ہے؟"

"مہاراج چندولال بڑا بدمعاش ہے۔ اتنا بدمعاش کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے، بڑا ساہوکار ہے۔ بیاج پر کسانوں اا
غریبوں کو روپیہ دیتا ہے.... اور وہ ان کا اس طرح خون چوستا ہے کہ پھر وہ کہیں کے نہیں رہتے۔ بہت سے گھرانے اس ک
وجہ سے تباہ ہوگئے ہیں۔ مجبوروں اور لاچاروں کے جو زیور اُس کے پاس گروی رکھے جاتے ہیں وہ انہیں سود سمیت
ہتھیانے میں ماہر ہے۔ اُس نے کسانوں کی مجبوریوں اور مزدوروں کی ضرورتوں سے فائدہ اٹھا کر لاکھوں روپے کی دولت ج
کرلی ہے اور اب وہ شہر کا سب سے بڑا سیٹھ ہے۔"

"ہوں یہی تو خوشی کی بات ہے، ایسے ہی آدمیوں کو تو لوٹنے میں مزا آتا ہے۔ ابراہیم بس ٹھیک ہے، پروگرام طے
کرلو اور رگھبیرا بھی ہمارے ساتھ برابر کا حصے دار ہوگا۔" بھانو نے کہا اور رگھبیرا حیرت و خوشی سے اچھل پڑا۔

"میں تیار ہوں مہاراج۔"

"کس بات پر رگھبیرا؟" بھانو نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں بھی آپ کے ساتھ۔"

"نا رگھبیرا۔ یہاں ہمیں تیری ضرورت ہے۔ آگرہ، سعد آباد، متھرا اور علی گڑھ میں تو ہمارے کھوجی کی حیثیت

کام کرے گا۔ جب بھی ضرورت ہوئی تیرے پاس آجایا کریں گے۔"

"جو آگیا بھانو مہاراج۔"

"وہ درزی کہاں مرگیا؟"

"دوپہر کو آجائے گا بھانو مہاراج۔"

"اس سے کہو کہ کل تک مجھے اور ابراہیم کو وردی دے دے۔"

"ٹھیک ہے مہاراج۔ میں ابھی اس کے پاس چلا جاؤں گا۔" رگھبیرا نے کہا اور اس سے رخصت لے کر چلا گیا۔
دوپہر کو درزی اس کا اور ابراہیم کا ناپ لے کر چلا گیا اور دوسرے دن دوپہر کو اُس نے وردیاں دے دیں۔ بھانو نے اسی شام
تک تیاریاں مکمل کرلی تھیں۔

رگھبیرا نے اس سلسلے میں رہنمائی کی تھی۔ اُس نے ایسی جگہ کا انتخاب کرلیا جہاں موری لال اور دھرم سنگھ بندوقیں
لے کر چھپ گئے اور بھانو خود پولیس کی وردی میں ملبوس ہو کر ابراہیم کے ساتھ صرافہ بازار کی طرف بڑھ گیا۔

سارے بازار پر رونق تھے۔ دکانیں جگمگا رہی تھیں۔ ہوٹلوں میں ریڈیو اور گراموفون کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔
غرض یہ کہ پورا ماحول جگمگا رہا تھا اور اس ماحول میں بھانو اور ابراہیم خاکی وردی پہنے بڑی سان سے سینہ تان کر چل رہے
تھے۔ ان کے شانوں سے بندوقیں لٹکی ہوئی تھیں۔ لوگ انہیں پولیس افسر سمجھ کر سلام کر رہے تھے اور وہ بڑی شان سے
گردن کے اشارے سے جواب دیتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔

"بالآخر انہوں نے کھنڈولی کا چوک پار کرلیا۔ پھر کپڑا بازار سے ہوتے ہوئے صرافہ بازار میں داخل ہوئے۔ صرافہ
بازار میں بھی ایک بڑا چوک تھا۔ چوک کے بالکل سامنے چندولال صراف کی دکان تھی۔ چندولال اس وقت بھی اپنی دکان
میں گدی پر نیم دراز تھا۔ چھ سات گاہک بیٹھے تھے اور وہ نجانے کیا باتیں کر رہا تھا۔ ابراہیم نے پاس جاتے ہی ریوالور سے
تین چار ہوائی فائر کیے اور بھانو اچھل کر چندولال کی دکان میں داخل ہوگیا۔

بھانو نے بندوق کی نال چندولال کے سینے پر رکھ دی۔ پورے بازار میں گولیوں کی آواز نے تہلکہ مچا دیا تھا جس کا
جدھر منہ آتا تھا ادھر نکل گیا۔ چندولال کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہوگیا تھا اور چندولال کے سامنے بیٹھے ہوئے گاہکوں پر سکتہ
ساطاری تھا تب بھانو نے گرج کر کہا۔

"تم سب لوگ دکان کے اوپر والے حصے میں چلے جاؤ ورنہ ہم سب کو یہیں ڈھیر کردیں گے۔"

"گاہک بے تحاشا دکان کے اوپری حصے کی طرف جانے والی سیڑھیوں کی طرف بھاگے تھے۔ چندولال نے بھی اپنے
موٹے اور بھدے بدن کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن بھانو نے بندوق کی نال زور سے اس کی کھوپڑی پر ماری۔

"کہاں جاتا ہے اے، بدمعاش، پاپی بہت لوٹتا رہا ہے تو کھنڈولی کے لوگوں کو۔ پاپی ہتھیارے، نکال تجوری کی چابیاں
جن میں غریبوں کا خون بھرا ہوا ہے، نکال دے اپنی تجوری کی چابی۔"

بھانو نے بندوق چندولال کی پیشانی پر رکھ دی اور چندولال نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اپنی دھوتی کی لانگ سے
چابیاں نکال کر بھانو کے سامنے رکھ دیں۔

باہر ابراہیم لوگوں کی طرف بندوق تانے کھڑا ہوا تھا۔ لوگوں کا خاصا ہجوم ہوگیا تھا اور وہ سب حیرت اور خوف کی
نگاہوں سے ابراہیم کو دیکھ رہے تھے۔

بھانو نے جلدی جلدی سونے کے زیور، ڈلے، کرنسی نوٹ تجوری میں سے نکالے، زیور، ڈلوں اور نوٹوں کو بھی
تھیلوں میں بھرلیا۔

لوگوں کے ہجوم کو زیادہ ہوتے دیکھ کر ابراہیم نے پھر دو تین ہوائی فائر کئے اور لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی اور چند

لمحوں کے اندر اندر پورا بازار سنسان اور ویران ہو چکا تھا۔
بھانو اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو اُس نے مسکراتی نگاہوں سے چندولال کو دیکھا۔
چندولال بری طرح کانپ رہا تھا۔ اس کا پورا بدن لرز رہا تھا۔ لیکن بولنے کی سکت اس میں بالکل نہیں تھی
نے اطمینان سے بندوق کی نال دبادی اور چندولال کے دونوں ہاتھ پھیل گئے اس کی آنکھیں خوف ودہشت سے
گئیں۔ خون اگلتے سینے پر اُس نے اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور پھر ایک جانب کو لڑھک گیا۔ بھانو وکان سے نکل آیا۔ ا
بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ دونوں اطمینان سے چھوٹی چھوٹی گلیوں سے گزرنے لگے۔ انہیں کوئی خوف یا خطرہ نہیں ہو
اسی اطمینان کے ساتھ وہ چوک کے نزدیک پہنچ گئے۔ یہاں کی رونق میں بھی کمی ہو گئی تھی۔ صرافہ بازار چوک سے
ہوئے لوگوں نے بس اتنا بتایا تھا کہ گولی چل رہی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ پولیس گولیاں چلا رہی ہے اس
بات لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی یہاں موجود لوگ ایک دوسرے سے صورت حال پوچھ رہے تھے۔
بھانو کو نہ جانے کیا سوجھی کہ اُس نے تھیلے میں ہاتھ ڈال کر بہت سے کرنسی نوٹ نکالے اور فضا میں اچھال
اُس نے سونے کے بہت سے زیورات بھی لوگوں کی طرف پھینک دیئے اور گرجدار آواز میں بولا۔
لوٹ لو جس کے جو ہاتھ آئے لوٹ لو یہ تمہارا مال ہے جو آج تک سیٹھ چندولال کی تجوری میں بند تھا۔
لوٹو۔" اُس نے دوبارہ کرنسی نوٹ فضا میں اچھالے۔ اس کے ساتھ ہی موری لال اور دھرم سنگھ نے جواب تک دو
صرف محافظوں کا کردار ادا کر رہے تھے آگے بڑھ کر دو تین ہوائی فائر کیئے اور زور سے چیخے۔
"بولو۔ بولو بھانو چوہان کی جے۔ بولو بھانو چوہان کی جے۔"
لوگ نوٹوں اور زیورات پر ٹوٹ پڑے تھے اور ان لوگوں کو آسانی سے نکل جانے کا موقع مل گیا۔ وہ گلیاں
ہوتے ہوئے بالآخر رگھبیرا کے مکان میں پہنچ گئے جہاں رگھبیرا ان کے فرار کا بندوبست کر چکا تھا۔ اُس نے دھڑکتے دل
ان کا استقبال کیا۔ بھانو اور ابراہیم نے پولیس کی وردیاں اتار کر دوسرے کپڑے پہنے اور پھر بھانو نے رگھبیرا کو
دولت دی اور رگھبیرا کو شادی مرگ ہونے لگا۔
اتنا بڑا ڈاکا تو میں نے جیون میں کبھی نہیں ڈالا سرکار۔ اس سے تو میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔"
بس اب ہم یہاں سے چلیں گے رگھبیرا۔ تیرے ذمے ایک کام اور ہے۔ بستی پولاسی میں ہماری ایک بہن
شگنی نام ہے اس کا۔ بیوہ ہے اور اسے بستی کے سب لوگ جانتے ہیں۔ اس کی خبر لیتے رہنا اور اگر اس کے ساتھ
برا سلوک ہو تو بھون کر رکھ دینا اس پر ظلم کرنے والوں کو سمجھ گیا۔"
چلو۔" بھانو نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور سب بندوقیں اور کارتوس چھپائے وہاں سے نکل آئے۔ اندھیرا
پھیل گیا تھا لیکن محلوں گلیوں اور بازاروں میں لوگ جگہ جگہ جمع تھے اور چہ میگوئیاں کر رہے تھے چندولال کے یہاں
کی خبر پھیل چکی تھی۔
سعد آباد میں بھانو نے حسب عادت شہر سے دور ایک ٹوٹے کھنڈر میں قیام کیا اور موری لال کو قصبے کے
معلوم کرنے کے لئے بھیج دیا۔ موری لال نے واپس آ کر اطلاع دی کہ اخباروں کی خبریں بہت گرم ہیں۔ وہ کئی اخ
لایا تھا جن کی خبریں اُس نے پڑھ کر سنائیں۔
بھانو کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے۔ اس کی آنکھیں خلاؤں میں گھور رہی تھیں اور اس کے ہونٹ آہستہ
ہل رہے تھے۔ "اس کی آنکھیں خون اگلنے لگی تھیں وہ آنکھیں۔ ماضی کے بھیانک سائے ان آنکھوں میں تیر ر
اس ماضی کے سائے جب بھانو ڈاکو ایک معصوم دیہاتی تھا۔ ایک سیدھا سادا کسان تھا جو اپنے قوی ہیکل بدن کے
زمین کی آبیاری کرتا تھا اور زمین خوش ہو کر اس کے لئے فصلیں اگل دیتی تھی۔

☆

اس کا جواب ارباب اقتدار کے پاس موجود تھا۔ لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر کون دیکھتا ہے۔ ہاں جب برائی کا پودا
ہے پروان چڑھتا ہے تو ان کی راتوں کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد وہ ایک دوسرے پر الزام لگاتے ہیں کہ
پودے کی بیخ کنی کیوں نہیں کی گئی؟"

تقریباً پندرہ سو افراد اور کوئی نو سو مکانات پر مشتمل بستی چھتروالی کے جاگیردار بدری ناتھ کے بارے میں کون
جانتا تھا کہ اس کے پُرکھے کولہو چلاتے آئے ہیں اور اس کے بدن میں آج تک سرسوں کی بو بسی ہوئی ہے۔ انگریزی

پہن لینے اور برطانوی ٹوپ چڑھا لینے سے ذات تو نہیں بدل جاتی.... سو بدری ناتھ کی ذات بھی نہیں بدلی تھی۔ ابھی تو اس
کی کئی نسلوں میں تیل کی بو بسی رہے گی اور ابھی تو اس کی کئی نسلوں میں تیلی پیدا ہوتے رہیں گے۔

بدری ناتھ کی صاحب بہادری کی داستانیں سینہ در سینہ چلی آ رہی تھیں.... اس کے باپ رمبھو تیلی نے غدر کے
زمانے میں اپنی قوم سے ہندوستان کے ان جیالوں سے غداری کی تھی جو ہندوستان کی آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے۔

ایسے چند لوگ جو زخموں سے چور تھے اور پناہ لینے کے لئے چھتروالی میں رک گئے یہ وہ لوگ تھے جن کے نام ہی
سے انگریزوں کے چھکے چھوٹ جاتے تھے۔ رمبھو تیلی نے یوں کیا کہ کیمپ جا کر اپنی کارگزاری انگریز بہادر کو سنا دی۔

انگریزوں نے ان کی جائے پناہ گھیر لی۔ زخموں سے چور جیالوں نے انگریزی فوج کے مقابلے کے لئے ہتھیار تلاش کیے لیکن
ہتھیار ہوتے تو ملتے انگریز ان پر ٹوٹ پڑے۔ ان نہتوں نے گرفتار ہونا گوارا نہ کیا اور اسی حالت میں ان سے بھڑ گئے اور
جام شہادت نوش کیا۔ اس کارگزاری کے صلے میں رمبھو تیلی کو آس پاس کا علاقہ انعام کے طور پر مل گیا اور وہ جاگیردار بن
گیا۔ گردھاری سنگھ چوہان کو گرفتار کر کے پھانسی دے دی گئی کیونکہ اسی نے ان لوگوں کو اپنے گھر میں پناہ دی تھی۔

گردھاری سنگھ کے بیٹے تیجا سنگھ کی عمر اس وقت سات سال تھی چھوٹی عمر کا لڑکا انتقام تو نہ لے سکا لیکن اس کے دل
میں جاگیردار کے خلاف نفرت ضرور بیٹھ گئی اور یہ نفرت اس کے دل میں پروان چڑھتی رہی۔ وقت انتہائی تیز رفتاری سے
گزرتا رہا اور تیجا سنگھ نوجوانی کی حد سے نکل گیا تھا۔ اس وقت وہ اڑتیس چالیس سال کے پیٹے میں تھے اور دو بچوں کا باپ
تھا۔ تیرہ سالہ کانتی اور سترہ سالہ پربھان سنگھ اس کی ذمے داری تھی۔ رمبھو مر چکا تھا اور اب اس کا بیٹا بدری ناتھ پر وہیہ
جاگیردار تھا۔ یہ بھی بال بچوں والا تھا اس کی پرورش جاگیردارانہ ماحول میں ہوئی تھی لہٰذا اس کے رنگ ڈھنگ ہی کچھ اور
تھے۔

تیجا سنگھ چوہان باپ کی موت کو نہیں بھولا تھا۔ وہ فطری طور پر امن پسند تھا اور پھر بیوی اور بچوں کی وجہ سے وہ کچھ
دبا دبا سا رہتا تھا۔ لہٰذا اُس نے یہی کوشش کی کہ وہ کبھی بدری ناتھ کے سامنے نہ پڑے۔

یہ اتفاق تھا کہ بدری ناتھ کا گھوڑا اس کے کھیت کے قریب زخمی ہو گیا۔ اتفاق سے اس وقت کوئی مصاحب ساتھ
نہیں تھا۔ اس کھیت پر تیجا سنگھ نے آنکھ جمائی تھی۔ گنے بڑے ہو چکے تھے اور اس وقت.... دونوں باپ بیٹے کھیت میں کام کر
رہے تھے۔ لنگڑے گھوڑے کی باگ.... پکڑے پکڑے اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور تھوڑے فاصلے پر اسے تیجا سنگھ کام کرتا ہوا
نظر آیا۔ اُس نے دونوں ہاتھ منہ کے سامنے کر کے زور سے آواز لگائی۔ "اوئے۔ ادھر آ! " تیجا سنگھ نے چونک کر آواز کی
جانب دیکھا۔ ایک لمحے وہ کچھ سوچتا رہا اور پھر اس کی طرف بڑھ گیا۔

بدری ناتھ کا خیال تھا کہ اس کی جاگیر کا کسان اسے دیکھتے ہی اس کے قدموں میں گر پڑے گا اور پھر اس کا سامان سر
پر رکھ کر گھوڑے کی باگ پکڑ کر اس کے ساتھ چل پڑے گا۔ لیکن یہ کسان اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے
محسوس کیا کہ ان نگاہوں میں نفرت کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

بدری ناتھ تلملا گیا۔ اُس نے ایک لمحے کے لئے پہلو بدلا اور بولا۔ "مجھے پہچانتا ہے؟" کسان خاموش کھڑا رہا۔ "میں
کہتا ہوں مجھے جانتا ہے؟"

"جانتا ہوں بدری ناتھ۔" آواز ابھری۔

"تو کون ہے؟"

"تیجا سنگھ چوہان۔" تیجا سنگھ کے سینے میں دبی ہوئی چنگاریاں ہوا پکڑ رہی تھیں۔

"گردھاری سنگھ کا بیٹا؟"

"ہاں۔"

"وہ گردھاری سنگھ جسے انگریزوں نے کتے کی موت مار دیا تھا؟"

"کتے کی موت نہیں۔ شیر کی موت کہو بدری۔ شیر کی موت۔ کتے تو وہ تھے جو اس کی جان کے پیچھے لگ گئے تھے۔"

"اس کا مطلب ہے تو مہاراج رمھوناتھ پروہیہ کو کتا کہہ رہا ہے۔ سور گباشی کا اتمان کر رہا ہے؟" بدری ناتھ نے

"رمھوناتھ پروہیہ؟" تیجا سنگھ نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا یہ تم لوگ پروہیوں کو بدنام کرنے پر کیوں تل گئے ہو۔ بستی کے بوڑھوں سے پوچھا ہے کبھی کہ تم کون ہو؟"

"اپنے قد سے بڑی باتیں کر رہا ہے تیجا۔ ہمارے مرتبے کو بھول رہا ہے۔"

"نہیں کرنا چاہتا بدری ناتھ۔ اسی لئے آج تک تمہارے سامنے آنے سے کترا تا رہا ہوں۔ جاؤ مجھے کام کرنے دو۔"

"تو اس بدتمیزی کی سزا جانتا ہے؟" بدری ناتھ دھاڑا۔

"بھاگ میں جو لکھا ہوتا ہے سامنے آتا ہے۔ آج تک میں اس بستی میں رہتے ہوئے تیرے سامنے نہیں آیا۔ آج تو خود ہی آگیا ہے تو۔ تو میں مجبور ہوں۔" تیجا سنگھ نے کہا۔

"میرے گھوڑے کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔"

"بندوق ہے تیرے پاس گولی مار دے اسے۔" تیجا سنگھ نے کہا اور واپس اپنے کھیت پر چلا گیا۔

"بدری ناتھ اپنی جگہ کھڑا دانت پیستا رہا۔ تب بدری ناتھ نے گھوڑا وہیں چھوڑا اور خود بندوق ہاتھ میں سنبھالے واپس آگیا۔ اس کے تن بدن میں آگ لگ رہی تھی۔ تیجا سنگھ چوہان کے بارے میں اُس نے کئی لوگوں سے سنا تھا کہ وہ ان کے خاندان کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں کرتا رہتا ہے۔ لیکن اسے چھیڑنے کی اس میں جرات پیدا نہ ہوئی۔ چالاک آدمی تھا۔ بلاوجہ کی دشمنیاں مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس وقت تو وہ اس معاملے کو طرح دے گیا لیکن اندر ہی اندر وہ سلگتا رہا اور کسی خاص موقع کے انتظار میں صبر کا گھونٹ پی کر بیٹھ رہا اور پھر کچھ دن بعد ہی ایک موقع اسے ہاتھ آگیا۔ علاقے کا تھانیدار کسی تفتیش کے سلسلے میں گاؤں آیا اور اس کے ہاں قیام پذیر ہوا تو اُس نے ان سے دل کی بات کہہ دی۔ داروغہ جی تو اس کے یار تھے ہی، انہوں نے بدری ناتھ سے کہا کہ اپنے آدمیوں کو بھیج کر تیجا سنگھ کو بلوا لو اور اس کی خوب جوتے کاری کروا دو سالا ٹھیک ہو جائے گا۔

بدری ناتھ نے تھانیدار کی ہمت افزائی پر اپنے چار ہرکارے اسی وقت تیجا سنگھ کے پاس بھیجے اس وقت وہ چوپال میں بیٹھا حقہ پی رہا تھا، شام کے وقت یہاں خاصا مجمع ہو جاتا تھا، بدری ناتھ جاگیردار کے آدمیوں کو دیکھ کر سب خاموش ہو گئے ان میں سے ایک نے تیجا سنگھ کا بازو پکڑ کر کہا "جاگیردار بدری ناتھ نے تجھے بلایا ہے!"

"بدری ناتھ پروہیہ نہیں کہو گے کرائے کے ٹٹوؤں۔" تیجا سنگھ نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا اور پھر چوپال کی طرف رخ کر کے بولا۔ "تیلیوں کا خاندان پروہیہ کیسے بنا ہے بھائیو! ذرا یہ بات تم لوگ مجھے سمجھا دو۔" اس کے لہجے میں حقارت تھی۔

چوپال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے چہرے فق ہو گئے، لیکن تیجا سنگھ قطعی خوفزدہ نہیں تھا جبکہ چوپال میں خوف و دہشت کی لہر دوڑ گئی تیجا سنگھ بڑی ثابت قدمی سے چل پڑا اور اس محل میں پہنچ گیا، جہاں کبھی کولہو لگا ہوا تھا۔

"جے رام جی کی مہاراج۔" بھانو نے کو ایک آواز نے چونکا دیا پیچھے ہی موری لال اور دھرم سنگھ کھڑے ہوئے تھے، بھانو نے چونک کر اسے دیکھا۔

"یہ کون ہے؟" بھانو خیالات سے چونک پڑا۔

"ہاترس سے آیا ہے، خبر لایا ہے۔"

"کیا بات ہے؟"

"ہاترس میں ملٹری اور پولیس کے بہت سے افراد جمع ہوئے ہیں کھوجی چاروں طرف دوڑا دیئے گئے ہیں اور ہماری کھوج ہو رہی ہے، سنا یہ ہے کہ وہ لوگ سعد آباد کی طرف آنے والے ہیں۔"

"ہوں۔" بھانو سنبھل گیا، وہ ماضی کے دھندلکوں سے نکل آیا تھا اور اس کی دھندلائی ہوئی آنکھوں میں حال کی روشنی پیدا ہو گئی تھی۔

"ابراہیم کہاں ہے؟" اُس نے پوچھا اور دھرم سنگھ دوڑ کر ابراہیم کو بلا لایا۔ "ہاترس سے خبر آئی ہے ابراہیم کھوجی سعد آباد کی جانب چل دیئے ہیں، ہماری تلاش میں وہ یہاں آتشبازی چلانا چاہتے ہیں مگر ہمارے پاس کارتوس ختم ہو گئے ہیں۔ بولو کیا کریں۔"

"جلیسر چلتے ہیں۔ مانک پور کے تھانے سے تھوڑے سے کارتوس ادھار حاصل کریں گا۔" ابراہیم نے کہا اور بھانو نے اس تجویز کو پسند کیا۔ وہ چاروں کھنڈرات سے نکل آئے۔ سام کا جھٹپٹا ہو چکا تھا۔ نیب ندی کے کنارے، اڈے پر یکے والے سواریوں کے انتظار میں کھڑے تھے۔ کسی نے اس وقت جلیسر جانے پر رضامندی ظاہر نہ کی۔"

"کیا کریں سرکار۔ راستے میں ڈاکو لوٹ لیتے ہیں۔ صبح کو لے چلیں گے جلیسر، رات یہیں گزار لیں۔" ایک یکے والے نے کہا۔

"منہ مانگے پیسے لے لینا اور پھر ہمارے پاس بندوقیں ہیں تم ڈاکوؤں کی فکر مت کرو۔" ابراہیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ بندوقیں دیکھ کر یکے والا تیار ہو گیا اور چاروں یکے میں سوار ہو کر چل پڑے یکے والا ان لوگوں سے باتیں کرنے لگا۔

"آپ لوگ زمیندار ہیں بابو جی؟"

"ہاں۔" دھرم سنگھ نے جواب دیا۔

"بندوقیں دیکھ کر میں نے سوچا۔ بندوقیں صرف تین لوگوں کے پاس ہوتی ہیں زمینداروں کے پاس، پولیس والوے کے پاس پھر ڈاکوؤں کے پاس۔"

"اگر ہم ڈاکو ہوئے تو؟" موری لال نے ازراہ مذاق کیا۔

"تو بھی کیا فرق پڑتا ہے بابو جی۔ زیادہ سے زیادہ میرا یکہ گھوڑا لوٹ لو گے۔ تین روپے کمائے ہیں صبح سے ان سے ڈاکوؤں کا کیا بنے گا ہاں مجھے گولی مت مارنا کیونکہ اگلی بیساکھ میری شادی ہونے والی ہے۔" یکے والے نے ہنس کر کہا۔ وہ بھی ان کی بات کو مذاق سمجھا تھا۔

"مانک پور تھانے کے پاس تھوڑی دیر کے لئے رکنا ہے۔" ابراہیم نے کہا اور یکے والے نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد دور سے چراغ جلتے نظر آئے اور اس کے بعد یکہ تھانے کے پاس جا کر رک گیا۔ چاروں نیچے اتر آئے تھے اور پھر وہ تھانے کی عمارت میں گھس گئے۔ صحن میں تھانیدار جی ایک درخت کے نیچے آٹھ سپاہیوں کے ساتھ بیٹھے حقہ گڑگڑا رہے تھے نزدیک ہی گراموفون رکھا ہوا تھا جس پر ریکارڈ لگا ہوا تھا لیکن ابھی اسے بجایا نہیں جا رہا تھا۔

"ان چاروں کو دیکھ کر تھانیدار صاحب نے حقے کے نے منہ سے نکال دی اور سنبھل کر بیٹھ گئے۔ سپاہی بھی چوکس ہو گئے تھے۔ وہ بھی انہیں کوئی جاگیردار یا زمیندار سمجھ رہے تھے۔

"آیئے چوہدری جی، آیئے۔" تھانے دار چارپائی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کیا ہو رہا ہے تھانے دار جی؟" بھانو چارپائی پر بیٹھ گیا۔ اُس نے حقے کے دو تین کش لئے اور مسکرا کر بولا۔ "تمباکو تو بہت اچھا ہے۔"

"خمیرہ ہے اصلی چوہدری جی اور کیا سیوا کریں آپ کی؟" تھانیدار نے بغور انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"تھانے میں کتنے سپاہی ہیں تھانے دار جی؟" بھانو نے حقے کا دوسرا کش لیتے ہوئے اطمینان سے کہا۔

"بس جی- یہی سب ہیں چوہدری جی- کیا ضرورت پڑ گئی؟"

"تھوڑے سے کارتوسوں کی ضرورت پڑ گئی ہے تھانیدار جی- بارہ بور کے کتنے ہوں گے تھانے میں؟"

"بہت ہیں مگر کارتوس ہم کیسے دے سکتے ہیں چوہدری جی- یہ تو سرکاری ہیں-" تھانیدار نے کہا۔

"یہ بھی سرکاری حکم ہے تھانیدار جی-" ابراہیم نے آگے بڑھ کر بندوق کی نال تھانیدار جی کے سینے پر رکھ دی۔

"ارے- ارے- یہ کیا یہ کیا؟"

"دیر لگائی تو ہمارے پاس اتنے کارتوس تو موجود ہیں کہ آپ لوگوں کو ٹھکانے لگا سکیں-" ابراہیم بولا- موری لال اور دھرم سنگھ پیچھے ہٹ کر سپاہیوں پر بندوقیں تان کر کھڑے ہو گئے تھے۔ تھانیدار جی بدحواس ہو گئے اور انہوں نے اس بدحواسی میں کمر میں لگا ہوا پستول نکالنے کی کوشش کی لیکن ایسی کوششیں معاف نہیں کی جا سکتی تھیں- دوسرے لمحے ابراہیم کی بندوق کا گھوڑا دب گیا اور گولی چونکہ بالکل سینے پر نال رکھ کر چلائی گئی تھی- اس لئے پسلیوں کا پنجر توڑ کر کمر پھاڑتی ہوئی نکل گئی۔

"تھانیدار جی کی آواز بھی نہیں نکلی تھی- سپاہی ان کے حکم پر سینے کے بل لیٹ گئے- وہ کانپ رہے تھے- خوف کی وجہ سے وہ مختلف آوازیں نکال رہے تھے۔ موری لال نے ایک سپاہی کو کالر سے پکڑ کر کھڑا کیا تو وہ دہشت سے چیخ پڑا اور زندگی کی بھیک مانگنے لگا- بہرحال اسی نے کارتوسوں کے ذخیرے کا پتہ بتایا تھا اور اس طرح یہ سب کارتوس کی پیٹیاں دونوں کندھوں پر ڈال کر اور سپاہیوں کو ایک کمرے میں بند کر کے چل پڑے- تھانے دار.... کی لاش درخت کے نیچے پڑی نوحہ کناں تھی۔

ہاں یکے والے نے ضرور پوچھا تھا- "اندر ٹھائیں کی آواز ہوئی تھی بابو جی- کیا گولی چلی تھی؟"

"ہاں تھانے دار جی اپنی گھوڑی کو بندوق چلانا سکھا رہے تھے-" ابراہیم نے کہا اور یکے والے نے مطمئن ہو کر گردن ہلا دی- جیسے بات اس کی سمجھ میں آ گئی ہو- یکہ پھر تیزی سے چل پڑا' اور تھوڑی دیر کے بعد وہ جلیسر پہنچ گئے-

"یہاں ایک بہت بڑی درگاہ ہے- سید ابراہیم شاہ صاحب کی- وہاں فاتحہ خوانی کروں گا میں - بلکہ رات وہیں گزاریں گے کیا خیال ہے؟" ابراہیم نے کہا۔

"ضرور- ایسی باتوں کے لئے پوچھا نہیں جاتا-" بھانو نے جواب دیا اور چاروں وہاں پہنچ گئے- رات کے وقت درگاہ سنسان تھی- یکے والے نے پھولوں کی واحد دکان سے انہیں پھول لا کر دیئے جو ابھی تک تر و تازہ تھے-

"میں بھی مزار پر پھول چڑھاؤں گا ابراہیم- تھوڑے سے پھول مجھے بھی دے دو-" بھانو نے کہا اور پھر وہ بڑی عقیدت سے ننگے پاؤں پھول چڑھانے درگار میں داخل ہو گیا- اُس نے مزار کی مٹی ماتھے سے لگائی اور الٹے پاؤں درگاہ سے واپس آ گیا- باہر موری لال اور دھرم سنگھ اس کی بندوق اور پیٹیاں سنبھالے کھڑے تھے- تب یکے والے نے کہا:

"میں گھوڑا کھول دوں بابو جی' صبح کو کہیں اور جانا ہے-"

"کیوں تم اپنے گھر نہیں جاؤ گے؟"

"میرا گھر یہاں کہاں بابو جی' میں تو سعد آباد میں رہتا ہوں-" یکے والے نے کہا۔

"بھانو نے جیب میں ہاتھ ڈال کر نوٹوں کا ایک پورا مٹھ بھر لیا اور انہیں یکجا کرتے ہوئے یکے والے کی طرف بڑھا دیا- یکے والا نوٹ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا-

"یہ- یہ- یہ کیا جی-" اُس نے سراسیمگی کے عالم میں پوچھا؟"

"اس میں سے کچھ تو تمہارا بھاڑا ہے' اور باقی تم نے ایک بات کہی تھی یاد ہے تمہیں-" بھانو نے مسکرا کر پوچھا-

"ک- کونسی بات ہے جی؟"

"تم نے کہا تھا کہ کہیں راستے میں تمہیں گولی نہ ماردی جائے کیونکہ اگلے مہینے تمہاری شادی ہونے والی ہے-"

"ہاں جی جھوٹ نہیں بولا تھا-" یکے والا گھگھیائے ہوئے انداز میں بولا-

"بس تو ہماری طرف سے یہ رقم تمہاری شادی کے لئے ہے' رکھ لو جیب میں اور ٹھاٹھ سے شادی کرو-" بھانو نے قہقہہ لگا کر کہا- یکے والے کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنی بڑی رقم جو شاید اُس نے اپنی پوری زندگی میں کبھی نہیں دیکھی تھی پھر اُس نے جھینپے ہوئے انداز میں ہاتھ پیچھے ہٹا لئے- "لے لو- تم سے مذاق نہیں کیا جا رہا-" بھانو نے کہا اور اس بار اُس نے نوٹ بھانو کے ہاتھ سے لے لئے تھے- اس نے متشکر نگاہوں سے اپنے محسن کو دیکھا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا-

"اس دوران ابراہیم فاتحہ پڑھ کر باہر نکل آیا تھا- اُس نے واپس آنے کے بعد بھانو کو دیکھا اور چاروں دوست درگاہ کے احاطے سے نکل آئے-

"اب کیا ارادہ ہے' کیا خیال ہے' جلیسر میں کوئی کام کی جگہ تلاش کریں-" دھرم سنگھ نے کہا-

"نہیں دھرم سنگھ' جلیسر میں کوئی لوٹ مار نہیں ہو گی-" بھانو بھاری لہجے میں بولا- اور وہ سب ایک جانب چل پڑے اپنی نئی منزل کی طرف-

"تیجا سنگھ بدری ناتھ کے محل میں پہنچا- چاروں کارندے اس کے پیچھے کھڑے تھے- بدری ناتھ نے حقارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ اس کا استقبال کیا تھا-

"یہ ہے تیجا سنگھ چوہان-" اُس نے داروغہ جی کو اشارہ کر کے کہا اور داروغہ جی اپنی بڑی بڑی مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر اسے دیکھنے لگے-

"تیجا سنگھ چوہان ہوں سرکار' ہل چلاتا ہوں اور اپنے بیٹے کے لئے روزی پیدا کرتا ہوں-"

"زمینیں کس کی ہیں-"

"بھگوان کی ہیں' یہ دوسری بات ہے کہ منش ان کو اپنی جاگیر سمجھ لے-"

"کمیونسٹ بدمعاش-" داروغہ جی غرائے-

"سچی بات کہنے والا کوئی بھی ہو داروغہ جی' سچا ہی ہوتا ہے اسے جو نام بھی دو تمہاری مرضی ہے-"

"تو نے بدری ناتھ جی کا اپمان کیا ہے؟"

"میں نے اس کو تیلی کہا تھا- اس میں اپمان کی کیا بات ہے؟" تیجا سنگھ.... بے خوفی سے بولا-

"تیلی؟" داروغہ جی حیرت سے بولے-

"ہاں داروغہ جی- جہاں تم بیٹھے ہو' ناں اس کا باپ رمبھو تیلی کولہو چلاتا تھا- یقین نہ آئے تو جھک کر زمین سونگھ لو اور اگر زمین نہ سونگھو تو بدری ناتھ کا بدھن سونگھ لو- تیل کی بو.... ابھی تک اس کے بدن میں بسی ہوئی ہے-" تیجا سنگھ نے کہا اور داروغہ جی حیرت سے اس بے خوف اور نڈر شخص کو دیکھنے لگے- نہ جانے کیوں ان کے دل پر ایک عجیب سا رعب بیٹھ گیا- اسے عام آدمی نہیں لگا تھا- پھر بھی وہ کڑک کر بولا-

"زبان سنبھالو اپنی- بدری ناتھ جاگیردار ہیں-"

"اس سے کب انکار ہے داروغہ جی- لیکن ہم انسان ہیں ہماری بھی اتنی ہی عزت ہے جتنی ان کی- نہ یہ ہمیں چھیڑیں اور نہ ہم انہیں-"

"بدری ناتھ کی بری حالت تھی- اتنی بے عزتی اس کی کبھی نہیں ہوئی تھی- اسے داروغہ جی پر بھی غصہ آ رہا تھا کہ

وہ تیجا سنگھ کے ساتھ اتنی نرمی برت رہے تھے۔

"جاؤ۔ آئندہ ایسی کوئی شکایت میرے کانوں تک نہ آئے۔" داروغہ جی نے کہا اور تیجا سنگھ گردن جھکا کر باہر آیا۔ بستی والے کسی ایسے کے منتظر تھے لیکن تیجا سنگھ ہنستا ہوا واپس آیا تو وہ سب حیران رہ گئے۔ "کیا ہوا تمہیں؟" بلایا تھا داروغہ جی نے؟" اور تیجا سنگھ نے ساری تفصیل بتادی جو ایک دوسرے کو منتقل ہوتے ہوتے پوری آبادی میں گئی۔ لوگ تیجا سنگھ پر کسی بڑی آفت کی پیشن گوئی کرنے لگے۔ اگر جوتے پڑ جاتے۔ بے عزتی کر دی جاتی۔ معافی منگ جاتی تو بات ختم ہو جاتی، لیکن یہ خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ تھی۔

"طوفان بدری ناتھ کی حویلی میں جنم لے رہا تھا۔ بدری ناتھ داروغہ جی پر برس رہا تھا۔" یہ آپ نے کیا کیا جی۔ کیا ایسے بدمعاشوں کو اس طرح چھوڑ دینا ٹھیک ہے؟"

"سمجھا کرو بدری جی۔ سمجھا کرو۔ کون ہے یہ تیجا سنگھ؟" داروغہ جی نے پوچھا۔

"اس کے باپ کو انگریز سرکار کے دشمنوں کو پناہ دینے پر پھانسی دی گئی اور اسے حکومت کا باغی قرار دیا گیا تھا۔

"یہ تم نے بہت کام کی بات بتائی اب تم فکر نہ کرو بدری ناتھ ذرا میرے قریب آؤ۔" وہ تھوڑی دیر تک اس کے کان میں کچھ کہتا رہا اور بدری ناتھ کا چہرہ شدت جذبات سے چمکنے لگا۔

"دلیری اور بہادری کیساتھ عقل کا استعمال بھی ضروری ہے۔ خالی دلیری موت کے منہ میں لے جاتی ہے، بہادری کے ساتھ اگر عقل بھی ہو، تب بات بنتی ہے، چنانچہ انہوں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ ہاترس میں کچھ کام کر کے چند روز کریں گے اور کسی ایسی جگہ کا انتخاب کریں گے جہاں سکون سے باقی وقت گزر سکے۔ اس خیال کے تحت وہ آگے رہے اور یہ سفر رات بھر جاری رہا۔ جب صبح کا آخری ستارہ بھی ڈوب گیا تو وہ اپنی منزل کے نزدیک پہنچ گئے تھے۔

"دور سے چھوٹے سے شہر کے آثار نظر آ رہے تھے۔ شہر سے دور انہوں نے ایک جگہ منتخب کی اور وہاں ڈال دیا۔

"اب کھانے پینے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔" بھانو بولا۔

"یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے، میں بستی چلا جاتا ہوں اور کھانے پینے کا انتظام کر کے واپس آجاتا ہوں۔ اس میں وہاں کے حالات کا جائزہ بھی لے لوں گا۔"

"بھانو نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ ابراہیم وہاں سے چل پڑا اور بھانو اور اس کے ساتھی کرنے بیٹھ گئے۔

"تقریباً تین گھنٹے بعد ابراہیم کی واپسی ہوئی تھی اور اپنے ساتھ کھانے پینے کا کافی سامان لایا تھا۔

"پولیس اور ملٹری کی تین گاڑیاں یہاں سے روانہ ہو چکی ہیں۔" اُس نے آکر اطلاع دی۔

"خوب۔ خوب اس کا مقصد ہے کہ اب ہمارے لئے کام کرنے کا خاصا موقع موجود ہے۔"

کھانے کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ دوپہر ساڑھے بارہ یا ایک بجے کے قریب شہر میں داخل ہوا جائے اور کسی منا جگہ سے اپنا کام شروع کیا جائے۔ ابھی ڈاکا مارنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ان کے پاس ابھی کافی دولت موجود تھی جو ان کام آسکتی تھی لیکن بھانو اپنے نام کو زیادہ سے زیادہ خوفناک بنا دینا چاہتا تھا۔ ابھی تو اُس نے اپنے انتقام کی ابتدا کی ابھی تو اس کا نام صرف رجواڑوں میں زلزلہ بنا تھا وہ پورے ہندوستان میں اپنے نام کا ڈنکا بجتے دیکھنا چاہتا تھا۔

☆

"ہاترس کے بڑے بازار میں اس وقت خوب رونق تھی جب چار بندوق بردار جوانوں نے اس بازار میں قد
رکھا۔ یہاں انہوں نے کپڑے کے ایک بہت بڑے تاجر کو تاکا اور اس کی دکان میں داخل ہو گئے۔
"بولو۔ بولو بھانو مہاراج کی جے۔" موری لال نے نعرہ لگایا اور بازار میں بھگدڑ مچ گئی۔ دکان کا مالک رسیک لال ہکا
بکا رہ گیا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔
"کتنا کمایا ہے رسیک لال کالے دھندے سے نکال دو ورنہ پران بھی نکل جائیں گے۔" بھانو نے کہا۔
"رسیک ل نے خاموشی سے تجوری کھول دی۔ تھوک بیوپاری تھا۔ اس وقت بھی تجوری میں ہزاروں روپے

بھرے ہوئے تھے۔ جو ابراہیم نے ایک تھیلے میں بھر لیے اور پھر یہ لوگ دوسری دکان میں داخل ہو گئے۔ بڑے بازار کی
بڑی دکانیں انہوں نے لوٹیں۔ نوٹوں کے تھیلے لے کر وہ باہر آئے۔ لوگ ان کے خوف سے ادھر ادھر دبکے بیٹھے تھے
ی وہ چوک میں پہنچے انہوں نے نوٹ نکالے اور ہوا میں اچھال دیئے۔ نوٹ ہوا کے دوش پر ادھر ادھر بکھر گئے۔
"لوٹو دوستو! آج تک یہ سسرے تمہیں لوٹتے رہے تھے آج تم انہیں لوٹو۔" بھانو چیخ کر بولا اور سہمے ہوئے لوگ
ں پر ٹوٹ پڑے۔ اسی وقت بنواری لال کے کوٹھے سے گولی چلائی گئی جو بجلی کے ایک کھمبے میں لگی تھی۔ ابراہیم کی
موں میں خون اتر آیا۔ وہ دوڑتا ہوا بنواری لال کے گھر میں گھس گیا۔ یہ شخص کانگریسی تھا اور میونسپلٹی کے الیکشن میں
ہی میں کامیاب ہوا تھا۔
جونہی ابراہیم کوٹھے پر پہنچا اُس نے ابراہیم پر اندھا دھند فائرنگ شروع کردی، لیکن ابراہیم تو ایسی فائرنگ کا عادی
اُس نے اپنے آپ کو بچا بچا کر بنواری لال کی ساری گولیاں ضائع کرا دیں اور اس کے بعد اسے پکڑ کر کوٹھے کی منڈیر پر
آیا۔ بنواری لال کو اب محسوس ہو رہا تھا کہ اُس نے دلیری کا مظاہرہ کرکے سخت غلطی کی ہے، وہ تھر تھر کانپ رہا تھا، خالی
ل اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ ابراہیم نے زوردار آواز لگائی۔
"یہ ہے وہ بہادر اور دلیر جس نے ہم پر گولی چلائی تھی۔" یہ کہہ کر اُس نے بندوق کا رخ بنواری لال کی طرف
کے فائر کر دیا اور ایک ہی فائر میں بنواری لال اچھل کر نیچے آگرا تھا۔ اس کی لاش اب بازار میں پڑی تھی اور ایک بار پھر
نت اور سنسنی پھیل گئی لیکن اس دوران ان لوگوں نے اپنا کام پورا کرالیا تھا۔ اب بھانو کا بازار میں رکنا مناسب نہیں
آس پاس اور ہاترس کے تھانے کی پولیس کی بڑی تعداد بھانو کو گرفتار کرنے کے لئے روانہ ہو چکی تھی۔ جو باقی رہ گئے
ان کے آنے سے پہلے ہی وہ بازار سے نکل جانا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے تھیلے اٹھائے اور وہاں سے واپس پلٹ
ے۔

———○———

"انتقام کی آگ تو بدری ناتھ کے دل میں بھی سلگ رہی تھی، داروغہ جی چلے گئے تھے لیکن وہ جل رہا تھا، بستی
گزرتا تو اسے یوں لگتا جیسے لوگ اسے دیکھ کر ہنس رہے ہوں، یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہو چکی تھی کہ تیجا سنگھ نے
روغہ جی کے سامنے بدری ناتھ کو کیا کہا تھا اس بدری ناتھ کو جو اپنی ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ اس کے پروردہ حاشیہ
ار غنڈوں نے اسے پیش کش کی تھی۔
"آپ کہیں سرکار تو اس کے کھیتوں میں آگ لگا دی جائے۔"
"پھر اس کی بیٹی کو اٹھا لائیں؟"
"اس کے لڑکے کو ہلاک کردیں؟"
"اسے گولی ماردیں؟"
"سب کچھ ہو سکتا ہے سسرو۔ مگر داروغہ جی کہہ گئے ہیں کہ ایسا کوئی کام نہ کیا جائے۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں
لار کروں۔" بدری ناتھ نے کہا اب ہم ان کے کسی اقدام کا انتظار کریں گے اور اپنی طرف سے کوئی قدم نہیں اٹھائیں

"پڑوس کی ایک بستی میں ڈاکا پڑا۔ راجستھان کے پرپیچ اور خطرناک علاقوں میں ایسی وارداتیں اکثر ہوتی رہتی
ں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ڈاکا ایک بڑے آدمی کے ہاں پڑا تھا۔ اور ڈاکوؤں نے گولیاں چلا کر تین دیہاتیوں کو ہلاک

کر دیا تھا۔ داروغہ کنہیا لال جی تفتیش کرنے نکلے اور کھوج لگاتے لگاتے سیدھے چھتروالی پہنچ گئے۔ انہوں نے بدری کے گھر کا رخ بھی نہیں کیا تھا بلکہ سیدھے تیجا سنگھ کے گھر پہنچ گئے۔ پولیس نے تیجا سنگھ کے مکان کو چاروں طرف سے لیا۔ اس وقت تیجا سنگھ اور اس کا بیٹا پربھان سنگھ کھیتوں میں کام کر رہے تھے، گھر میں اس کی پتنی گل وتی اور بیٹی کانتی تھیں۔

"داروغہ جی اس کھوجی اور گواہ کے ساتھ گھر کے اندر داخل ہو گئے، جنہیں اس ڈاکے کی وارادات میں ڈا کے خلاف عینی شاہد بنا کر لایا تھا۔ گھر میں تلاشی کے دوران ایک بندوق برآمد ہو گئی جو کسی بھی طور تیجا سنگھ کی نہیں بندوق برآمد ہوتے ہی تہلکہ مچ گیا۔ گاؤں والوں نے بھی یہ بندوق دیکھی اور داروغہ جی باہر نکل آئے۔ انہوں نے کیا کہ تیجا سنگھ نے برابر والے گاؤں میں ڈاکا ڈالا ہے اُس نے اور اس کے ساتھیوں نے تین آدمیوں کو ہلاک کر دیا پولیس پارٹی سیدھی کھیتوں کی طرف دوڑی۔ چھتروالی کے لوگ ساتھ تھے اور ان کے سامنے ہی تیجا سنگھ کو گرفتار کر لیا تیجا سنگھ اپنی گرفتاری پر ہکا بکا رہ گیا اور جب اُس نے سنا کہ اس پر ڈاکے کا الزام ہے تو وہ اور بھی پریشان ہو گیا۔

"میرے خلاف یہ بات کس نے بتائی ہے داروغہ جی؟" اُس نے پوچھا۔

"عینی شاہدوں نے انہوں نے جنہوں نے موقع وارادات پر تمہیں ڈاکوؤں کے ساتھ مل کر لوٹ مار کرتے ہے، تم اس رائفل سے گولیاں چلا رہے تھے۔" داروغہ جی نے جواب دیا۔

"مگر یہ بندوق میری نہیں ہے۔"

"سارے پکڑے جانے والے لوگ یہی کہتے ہیں۔" داروغہ جی نے جواب دیا اور تیجا سنگھ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر اسے پولیس ویگن میں بٹھا دیا گیا۔

پربھان سنگھ پریشانی کے عالم میں یہ ساری کاردائی دیکھتا رہا تھا وہ جوان تھا، اس کی رگوں میں گرم خون تھا لیکن حد معصوم تھا۔ سیدھا سادا محنت کش، اس کا بدن انتہائی قوی ہیکل اور طاقتور تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں اس کا بدن دیکھنے قابل تھا اور بستی کے بیشتر نوجوان اسے رشک کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

اپنے باپ کی گرفتاری پر.... وہ دل مسوس کر رہ گیا اور دوڑا دوڑا ماں کے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے ماں کو بتایا کہ گرفتار ہو چکا ہے ماں اپنا سینہ پیٹ کر رہ گئی۔ اس کے دل میں رہ رہ کے یہ خیال آ رہا تھا کہ یہ سارا کیا دھرا بدری ہے۔ گھر میں کہرام مچا ہوا تھا۔ تیجا سنگھ کی بیوی اور بیٹی روتے روتے بے حال ہو گئی تھیں۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر سنگھ کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے، لیکن اُس نے منہ پھیر کر آنسو پونچھ ڈالے۔

"پولیس نے دکھاوے کے لئے گاؤں کے چند نوجوانوں کو بھی گرفتار کیا اور پھر کچھ دن بعد انہیں چھوڑ دیا کیس کر کے عدالت میں پیش کیا گیا۔ گواہیاں ہوئیں۔ پولیس کے اپنے گواہوں نے تیجا سنگھ کے خلاف گواہی دی۔ ادھر سے کاردائی نہ ہوئی۔ سوائے اس کے کہ پربھان سنگھ نے ادھر ادھر سے قرض وغیرہ کر کے ایک معمولی سا وکیل کیا تھا پولیس کی مضبوط گواہی کے سامنے اس کی ایک نہ چلی۔ آخر وہ دن آ ہی گیا جب عدالت نے تیجا سنگھ چوہان کو تین افراد قتل کے الزام میں پھانسی کی سزا سنا دی.... تیجا سنگھ کے گھر والوں میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ کیس آگے بڑھاتے اسے وقت معینہ پر پھانسی دے دی گئی جب لاش گاؤں لائی گئی تو پورے گاؤں میں کہرام مچ گیا کوئی آنکھ ایسی نہ تھی اشکبار نہ ہو۔ اس کے بیوی بچوں کا برا حال تھا۔ بیوی اور بیٹی کو بار بار غش آ رہے تھے۔ شام کے جھٹپٹے میں سوگواروں اس کی ارتھی کو آگ کے سپرد کر دیا۔

باپ کے پھانسی پانے کے ابتدا میں تو پربھان بالکل ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا لیکن آہستہ آہستہ وہ پرسکون ہو گیا وہ اپنے کھیتوں پر پابندی سے جانے لگا اب وہ کھیتوں پر جان توڑ محنت کر رہا تھا کہ معاشی طور پر گھر والوں کو باپ کی

وس نہ ہو سکے لیکن اب وہ بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ اسے اب کام سے کام رہ گیا تھا۔

رات اس کی ماں نے کوٹھے میں مٹی کے تیل کی بو محسوس کی تو اندر پہنچ گئی۔ چراغ کی روشنی میں پربھو بندوق کی مٹی کے تیل سے صاف کر رہا تھا۔ گل وتی حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"کیا کر رہا ہے پربھو؟"

"بندوق صاف کر رہا ہوں ماں۔"

"کیوں؟"

"زنگ لگ گیا ہے اس میں۔" پربھان سنگھ نے کہا اور گل وتی نے آگے بڑھ کر بندوق اس کے ہاتھ سے لے لی۔

"اگر یہ تیرے دادا جی کی نشانی نہ ہوتی تو میں اسے کسی اندھے کنویں میں پھینک دیتی۔" گل وتی غصے سے بولی۔

"کیوں ماں جی؟" اُس نے بھولے پن سے پوچھا۔

"کیا یہ بندوق لے کر تو ڈاکو بنے گا۔ ڈاکے ڈالے گا۔ خون کرے گا لوگوں کے؟" گل وتی بولی۔

"ڈاکو۔؟" پربھان سنگھ گہری آواز میں بولا اور پھر دیر تک خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "ماں کیا پتا جی نے سچ مچ ڈاکا ڈالا تھا؟"

"ہرگز نہیں۔ بھگوان کی سوگند وہ کبھی ایسا نہیں کر سکتے تھے۔" گل وتی تڑپ کر بولی۔

"تو پھر انہیں ڈاکا زنی اور قتل کے الزام میں موت کی سزا کیوں ملی؟" پربھان سنگھ سرد اور سپاٹ آواز میں بولا۔

"یہ سب۔ یہ سب۔ بدری ناتھ تیلی کا کیا ہوا ہے، بھگوان اس کا ستیاناس کرے۔"

"ماں سارے کام بھگوان پر کیوں چھوڑ دیتی ہو۔ اسے اتنے بڑے سنسار میں کتنے کام ہوتے ہوں گے خود بھی کچھ کرنا چاہئے۔" پربھان سنگھ بولا۔

"کیا مطلب ہے تیرا؟"

" اگر تو اجازت دے ماں تو بھگوان کا تھوڑا سا ہاتھ میں بھی بٹا دوں، بدری ناتھ کو سزا دینے کے لئے کیا ضروری ہے کہ بھگوان ہمارے لئے کچھ کرے۔ ہمارے خود بھی تو ہاتھ پاؤں ہیں ماں۔" پربھان بڑے پرسکون انداز میں یہ ساری باتیں کہہ رہا تھا اور گل وتی کا سینہ دھونکنی بن گیا تھا پھر لرزتے ہوئی لہجے میں بولی۔

"تو۔ تو۔ کیا تو بدری ناتھ کو قتل کرے گا؟"

"نہیں ماں۔ میں اسے قتل نہیں کروں گا، میں تو بس پتا جی کا بدلہ.... لوں گا، اس کی تو مجھے آ گیا تو دے، تو مجھے جانے دے ماں۔" پربھان سنگھ بولا اور گل وتی تڑپ اٹھی۔

"نہیں پربھان نہیں پربھو، میرے بیٹے، میرے لال تو نہیں سمجھتا بھگوان کی سوگند تو نہیں سمجھتا۔" گل وتی نے زار و قطار روتے ہوئے کہا اُس نے آگے بڑھ کر پربھو کو لپٹا لیا تھا۔

"رو کیوں رہی ہے، تجھے بھگوان کی سوگند نہ رو ماں جو رو رو کر اپنے آنسو بہا دیتے ہیں ان کے سینے میں آگ نہیں اور اگر آگ بجھ جائے ماں تو پھر شریر میں کیا رہ جاتا ہے، کچھ رہنے دے ماں، کچھ تو اپنے سینے میں رہنے دے۔"

"اتنی بڑی بات مت کر میرے بیٹے۔ کس نے سکھا دیں یہ باتیں تجھے کس نے سکھا دیں۔" گل وتی بری طرح رو رہی تھی۔

"یہ باتیں۔" پربھان سنگھ اب بھی پوری طرح پرسکون تھا۔

".... یہ باتیں مجھے اس زمین نے سکھائی ہیں ماں جس کے سینے سے ہمارے لئے کونپلیں اگتی ہیں تو وشواش کر میری بات پر، تو بھروسہ کر اپنے بیٹے پر ماں کہ آج بھی اس زمین سے پتا جی کے پسینے کی خوشبو اٹھتی ہے یہ خوشبو مجھ سے بہت کچھ

کہتی ہے ماں میں کب تک اس خوشبو کی آواز کو نظرانداز کروں مجھے بتا مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"کان بند کرلے پربھو- ناک بند کرلے، سونگھنا چھوڑ دے، اندھا بہرہ بن جا- میں نہیں چاہتی کہ ایک دن ا تیرا بدن بھی پھانسی کے تختے پر لٹکا ہو-"

"یہ تو ہوگا ماں- یہ تو ہمارے خاندان کی ریت بن گئی ہے- کب تک روکے گی تو- روکتی رہ- یہ تو ہوتا ہے، اور کوٹھے سے باہر نکل گیا- گل وتی کلیجہ پکڑے اسے دیکھتی رہ گئی تھی-

دوسری صبح وہ کاندھے پر ہل رکھے کھیتوں کی طرف جا رہا تھا- راستے میں گلابو کا کنواں پڑتا تھا- بستی کی بالیاں اس کنویں سے پانی بھرتی تھیں اور پتلی سی کمر پر تانبے کے کلسے رکھے لچکتی ہزار فتنے جگاتی رواں دواں نظر آ لیکن ابھی پربھو کے سینے میں عورت نہیں جاگی تھی- کسی نے اسے متاثر نہیں کیا تھا- وہاں اس وقت اسے بندیا سنائی دی تو وہ رک گیا-

"اے او پربھو- ذرا ادھر تو آ-" اور وہ بندیا کی طرف بڑھ گیا- کنویں پر اس وقت دو لڑکیاں تھیں، ایک دوسری گیتو- گیتو کمر پر کلسا رکھے کھڑی تھی اور بندیا کا بھاری کلسا نیچے رکھا ہوا تھا-

"کیا ہوا بندیا؟" پربھان پلٹ کر بولا-

"لے ہو تا کیا- نخرا آوے ہے- مٹکا اٹھوا دے ذرا-"

"نانا- بندیا- اس سے مٹکا نہ اٹھوا- کمر لچک جائے گی بے چارے کی- دیکھو نا کیا دھان پان تو ہے- با مقدمے میں مارا گیا اور اس کو ذرا بھی خیال نہ ہوا چھی چھی- ایسی بھی کیا بزدلی-" گیتو نے کہا-

"ارے ہاں رے پربھو تو بستی کا سب سے گبرو جوان ہے پر تیرا خون کیسا ہے رے- تو بھی سب کی طرح ڈرے ہے؟"

"مٹکا اٹھوانا ہے یا باتیں بنائے جاؤ گی؟" پربھان غصے سے بولا-

"پتہ نہیں کس نے کا نام پربھو رکھ دیا ہے- اس کا نام تو پربھو کے بجائے بدھو ہونا چاہئے تھا-" گیتو بولی-

"میں جا رہا ہوں بندیا-"

"جا جا- میں نے بلاوجہ ہی تجھے بلالیا جو اپنے باپ کا بدلہ بھی نہ لے سکے اس کے ہاتھ لگانے سے پانی بھی ک جائے گا-" بندیا جل کر بولی-

———— ○ ————

"بھگوان کی سوگند بڑی سندر ہے تو- کیا نام ہے تیرا؟"

"رجنی- گھنگرو چھنکے-

"بڑا اچھا ناچتی ہے کب سے ناچتی ہے؟"

"جب سے یہ دنیا وجود میں آئی ہے-" اُس نے جواب دیا-

"کیا مطلب؟"

"عورت ہوں نا- عورت ہمیشہ مرد کے سامنے ناچتی رہی ہے-"

"نرتکی کہہ نرتکی- عورت تو ماں بھی ہوتی ہے، بہن بھی اور بیٹی بھی- عورت کا اپمان کیوں کرتی ہے؟"

"بہت باتیں بنانی آتی ہیں تجھے- حالانکہ چھوٹی عمر ہے-" بھانو نے بھاری پلکیں اٹھاتے ہوئے کہا-

طوائف تو پیدا ہوتے ہی سب کچھ سیکھ جاتی ہے-"

"کوئی اور گانا سنا چل-" بھانو نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور وہ اٹھ گئی- سازندوں نے بیڑیاں بجھا کر جلدی سے ساز سنبھال لیے اور ان کے قریب بیٹھی ہوئی لڑکیوں نے گانا شروع کردیا- گھنگروؤں کی جھنکار بلند ہوئی اور پھر اعضا کی شاعری وجود میں آگئی-

"بشن سنگھ نے بھانو کے اعزاز میں یہ محفل سجائی تھی- یہ لوگ علی گڑھ میں تھے اور بشن سنگھ وہاں کا ایک بہت بڑا سماجی کارکن تھا- بڑی عزت بڑا وقار تھا اس کا- لوگوں کی نگاہوں میں اس کی بڑی قدر تھی-

"موری لال سے اس کی پرانی جان پہچان تھی چنانچہ ہاترس کے ڈاکے کے بعد وہ علی گڑھ چلے آئے تھے- ہاترس کا ڈاکا بھی تاریخی نوعیت رکھتا ہے- پولیس سعد آباد میں کھنڈر کو گھیرے میں لے رہی تھی اور بھانو جلیسر میں تھا- پھر پولیس مانک پور کے تھانے دار کے قتل کی تفتیش کرتے ہوئے جلیسر آئی تھی اور بھانو نے ہاترس کے بازار کو لوٹ لیا تھا-

ان واقعات کو اخباروں نے خوب اچھالا یہی وجہ تھی کہ پورے صوبے کی پولیس حرکت میں آگئی تھی، لیکن ان کا کوئی سراغ نہ ملا- وہ تو علی گڑھ میں آرام کی بنسی بجا رہے تھے- علی گڑھ میں موری لال نے اپنے اس شناسا کے ہاں ٹھہرنے کی تجویز پیش کی تو بھانو نے مسکراتے ہوئے پوچھا-

"اس کی مالی حیثیت کیا ہے؟"

"کافی دولت مند انسان ہے کیوں؟"

"دس ہزار کی رقم اسے متاثر تو نہیں کرے گی جو میری گرفتاری پر رکھی گئی ہے؟"

"نہیں- بشن سنگھ بڑے بھروسے کا آدمی ہے-"

"تمہیں اطمینان ہے تو ٹھیک ہے-" بھانو نے کہا اور وہ بشن سنگھ کے گھر آگئے- بشن سنگھ واقعی جی دار آدمی تھا- اُس نے بھانو چوہان کو دیکھتے ہی اسے گلے لگا لیا تھا-

"دل چاہتا ہے تمہیں راجہ بھانو کہوں؟" وہ ہنس کر بولا-

"کیوں بشن سنگھ؟"

"اس لئے کہ تم نے اتر پردیش کی حکومت کو ہلا کر رکھ دیا ہے-"

"تمہیں تو اس کا افسوس ہوگا بشن سنگھ کیونکہ تم انگریز سرکار کے حامی ہو-" موری لال نے کہا-

"تم بھی یہی کہہ رہے ہو موری لال- میری نگاہوں میں تم عام لوگوں سے الگ ہو- اگر میرے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو جنگ آزادی کے ان نیتاؤں سے پوچھو جو انگریزوں کو ہندوستان سے بھگانے کی آخری کاروائی کر رہے ہیں-"

"کیا کہیں گے وہ تمہارے بارے میں-"

"وہی کہ بشن سنگھ علی گڑھ میں ان کا سیدھا ہاتھ ہے-"

"مگر انگریز سرکار کے حق میں تمہارے بھاشن؟" موری لال نے حیرت سے کہا اور بشن سنگھ مسکرانے لگا-

"یہی تو بشن سنگھ کا کمال ہے- بھاشن انگریزوں کے حق میں اور عمل دیس سیوک اور دیش کو آزاد کرانے والی پارٹی کے لئے- اس طرح کام کرنے سے میں ابھی تک محفوظ ہوں اور میں نے ایک مضبوط پوزیشن حاصل کرلی ہے- تمہیں شاید یقین نہ آئے میرے حامیوں کی تعداد بے حد و حساب ہے-" بشن سنگھ نے کہا-

"کیسے حامیوں کی؟"

"وہ جو مجھ پر یقین رکھتے ہیں اور آنکھیں بند کرکے وہ کام کرتے ہیں جو میری زبان سے نکلے- میرے پاس ہر قسم کے ضرورت مند آتے ہیں اور میں انہیں خالی ہاتھ نہیں جانے دیتا- تم یہ تو جانتے ہی ہو کہ انگریزوں کے قدم اکھڑ چکے ہیں- انہیں قدم جمانے کے لئے مجھ جیسے لوگوں کی ضرورت ہے- اب ان کا واحد مقصد یہ ہے کہ وہ عوام کو ہر طریقہ سے

مطمئن کریں۔ اس سلسلے میں وہ بے دریغ پیسہ خرچ کر رہے ہیں جو پیسہ ادھر سے آ رہا ہے، میں اپنا کمیشن کاٹ کر منڈوں میں تقسیم کر دیتا ہوں اس طرح ان کی جے جے بھی ہو جاتی ہے اور میرا مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے۔

"ہاں مگر میں تمہاری طرح بہادر نہیں ہوں۔" بشن سنگھ نے بھی ہنس کر کہا اور پھر وہ ان کی خاطر مدارت میں لگ گیا۔ اُس نے عمدہ قسم کی شراب منگائی اور اس کے ساتھ ہی رات کو مجرا کرایا جس میں بہترین رقاصائیں اور گانے والیاں بلائیں۔

"بھانو نے بھی شراب پی اور مست ہو گیا۔ شراب و شباب کی یہ پہلی محفل تھی اس کی زندگی میں اور اسے یہ بے حد پسند آیا تھا۔ رقاصہ کے گھنگروؤں کی جھنکار اور شراب کا سرور ہم آہنگ ہو کر زندگی کے نئے دروازے کھول رہا تھا۔ یہ ناچنے والی اسے بہت پسند آئی تھی اور اُس نے اس کی تعریف کر دی تھی۔

"چھنابہت کرو۔" وہ آہستہ سے بولا اور رقاصہ کو اشارہ کیا وہ مسکراتی ہوئی بھانو کے ساتھ چل پڑی اور بشن سنگھ نے نوٹوں کی ایک گڈی بائی جی کے ہاتھ میں تھما دی۔ بائی جی خوش ہو گئی تھیں۔

"کوئی بہت بڑی سرکار ہے؟"

"اتنی بڑی کہ تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔" بشن سنگھ نے کہا اور بائی جی مرعوب ہو گئیں۔

موری لال اور دھرم سنگھ نے خوب شراب پی تھی اور اوندھے ہو گئے تھے۔ صرف ابراہیم تھا جو گہری سوچ میں ڈوبا نظر آ رہا تھا۔ شراب کو وہ حرام سمجھتا تھا اس لئے اُس نے اسے چھوا بھی نہیں تھا لیکن بھانو کی طرف سے وہ تشویش میں پڑ گیا ہو گیا۔ پہاڑوں اور تپتی چٹانوں کا یہ باسی جواب تک خود بھی پتھر کی طرح خشک اور بے آب و گیاہ تھا۔ آج زندگی کی نئی راہ سے واقف ہوا تھا۔

ایک ڈاکو اور.... معاشرے کے مجرم کے لئے کوئی برائی، برائی نہیں رہتی لیکن اپنی بقا کے لئے احتیاط بھی بے حد ضروری ہے۔ شراب احساس چھین لیتی ہے اور عورت عقل۔ اگر ان دونوں چیزوں کا ساتھ چھوٹ جائے تو پھر تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں رہتا۔

اتر پردیش کی پولیس اور انگریز سرکار ہر قیمت پر بھانو کی گرفتاری چاہتی تھی۔ اس کے لئے بڑے بڑے منصوبے بن رہے تھے۔ اس حالت میں تو بھانو کو بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت تھی۔ اگر وہ ان چکروں میں پڑ گیا تو زیادہ دن آزاد نہیں رہ سکے گا۔ بڑے بڑے دلیر عورت کے پھیر میں پڑ کر مچھروں کی طرح مارے گئے تھے اور پھر ابھی تو بھانو کی ابتدا ہوئی تھی۔

فیصلہ ہوا کہ بھانو کو اس بھنور میں نہ پھنسنے دے گا اگر وہ اس پھیر میں پڑا تو وہ سختی سے اسے روکے گا۔ بھانو ابراہیم کے سوا کسی کی نہیں مانتا تھا۔ ایک ابراہیم ہی تو تھا جو اسے فیصلہ بدلنے پر مجبور کر سکتا تھا اور اس کی بھی ایک وجہ تھی۔ بچپن کے گہرے دوست تھے اور اس دوستی نے انہیں ڈاکو کی حیثیت سے بھی یکجا کر دیا تھا۔

———— ○ ————

اس نے کبھی کسی لڑکی کو ایک مرد کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا لیکن بندیا اس وقت عجیب سی لگی۔ چڑ چڑ.... باتیں کرنے والی بندیا۔ اس کی باتیں زہر میں بجھی ہوئی تھیں۔ ان باتوں نے اس کے دل میں پھر آگ لگا دی تھی۔ وہ پیچ و تاب کھاتا ہوا اپنے کھیتوں کی طرف چل دیا۔ ماں کا حکم اس کے پاؤں کی زنجیریں بن گیا ورنہ بدری ناتھ اس کے سامنے کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا۔

"شام کو اُس نے ماں سے بات کی۔" "تو کیسی ماں ہے مجھے پتا جی کا بدلہ لینے سے روک رہی ہے۔ کیا بدری کا سینہ میرے سینے سے چوڑا ہے۔ وہ تو سر اہل کو اٹھا بھی نہیں سکتا۔ ماں کیا میں اپنا ہاتھی جیسا بدن لے کر لوگوں کے طعنے سنتا رہوں۔ کیا بستی کی لڑکیاں پنگھٹ پر ہمیشہ مجھ پر ہنستی رہیں گی۔ جواب دے ماں میرا جسم کس کام کا ہے۔"

کل وتی اس کی یہ باتیں سن کر پریشان ہو گئی۔ وہ زمانہ دیکھے ہوئے تھی اور جانتی تھی کہ بدری کے ساتھ شیطانی قوتیں موجود ہیں اسے علم تھا کہ نیچ ذات جب ابھرتی ہے تو گندگی کے سمندر سمیٹے ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ پربھان سنگھ سے دل کی ساری باتیں کہنے پر تل گئی۔ اُس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بدری ناتھ۔" رمبھو تیلی کا بیٹا ہے اور رمبھو تیلی نے ان لوگوں کو سولی پر چڑھوایا تھا جو سچائی کے راستے پر تھے۔ پھر رمبھو تیلی رمبھو ناتھ پروہیہ بن گیا۔ لوگوں نے اس کے آگے سر جھکا دیا کیونکہ اس کے پاس طاقت تھی۔ تیرے پتا جی بھی وہی دکھائی تھی لہٰذا جیون کھو بیٹھے۔ بدی کے کھیل لمبے ہوتے ہیں بیٹے۔ لیکن ایک دن ایسا ضرور آتا ہے کہ وہ خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ تو اس دن کا انتظار کر۔"

"بہادر بہن ماں بہادر بن۔ تو یہ کیوں نہیں کہتی کہ وہ دن آ چکا ہے۔ تو یہ کیوں نہیں کہتی پربھو، لے یہ بندوق اور برائی ختم کر دے۔ بدی کو مٹا دے۔"

"اس لئے پربھو کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ بدی کو کمزور ہونے دے وہ خود بخود مر جائے گی۔"

"وہ میرے پتا کا قاتل ہے۔ اُس نے میرے دادا کو مروایا ہے اور میں اسے چھوڑ دوں۔ ایک نہ ایک دن میرے ہاتھ بھی ایسا ہی ہو گا ماں۔"

"میرے کہنے پر چلتا رہا تو ایسا کبھی نہ ہو گا اور پربھو اگر تو نے میری بات نہ مانی تو، تو بھی پھانسی پر لٹک جائے گا۔ تیری ماں اور تیری بہن اس سنسار میں اکیلی رہ جائیں گی بدری یا کوئی اور اگر تیری بہن کو اٹھا لے جائے تو کیا وہ دنیا میں منہ دکھانے کے قابل رہے گی۔ پھر میری لاش بھی کسی کنویں میں ملے گی۔ اگر تو نہ رہا تو کیا ہو گا؟ بے سہارا لوگوں کے ساتھ اس دنیا میں یہی کچھ ہوتا ہے۔ پربھو! تو ہمارا سائبان ہے۔ یہ بھی تو نے کبھی سوچا ہے۔"

"پربھو کا قوی ہیکل بدن لرز کر رہ گیا۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اُس نے رندھی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "پھر میں کیا کروں ماں۔ کیسے جیوں۔ لوگوں کے طعنے سن کر۔ پتا جی کی آواز سے کان بند کر کے۔ بے غیرتوں کی طرح۔"

"ہاں۔ ماں کی لاج اور بہن کی آبرو کے لئے تجھے یہ سب کرنا ہو گا پربھو۔ میں تجھے ماں کی لاج اور بہن کی سوگند دے کر کہتی ہوں کہ اپنے من سے یہ خیال نکال دے۔ تجھے ہم دونوں کی سوگند ہے پربھو کہ اس وقت تک بندوق مت اٹھانا جب تک سمے نہ آ جائے۔ سمے آنے پر میں بندوق خود تیرے حوالے کر دوں گی اور جب میں بندوق تیرے ہاتھ میں دوں تو تو ان قسموں سے آزاد ہو گا۔"

پربھان نے شکست خوردہ نگاہوں سے ماں کو دیکھا۔ وہ ماں کی دی ہوئی قسموں کو نہیں توڑ سکتا تھا۔ اس کے بعد وہ بے حس ہو گیا۔ اب وہ صرف کھیتوں پر کام کرنے کی مشین تھی۔ اب وہ صرف ایک کسان تھا۔ بدری ناتھ من مانی کر رہا تھا۔ سال چھ مہینے میں کسی نہ کسی غریب کی شامت آ جاتی تھی۔ جوتے لگتے تھے عزت لٹتی تھی اور پھر خاموشی چھا جاتی تھی۔

"بدری ناتھ کی دوستی ایک انگریز کرنل کے بیٹے سائمن سے ہو گئی۔ سائمن شیر کے شکار کا شوقین تھا اور اس علاقے میں شیروں کی بہتات تھی۔

"بدری ناتھ کو کرنل کے اس بیٹے کی وجہ سے بڑے فائدے ہوئے تھے وہ اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا خواہاں

"تو پھر آج رات۔" سائن مسکرایا۔

"ضرور سرکار مگر کونسی؟"

"اس کا فیصلہ تم خود کرو گے۔ ہر لڑکی لڑکی ہوتی ہے۔" سائن نے کہا اور پنگھٹ سے لوٹتے ہوئے ایک
اچانک غائب ہو گئی۔ وہ پنڈت ہرچرن کی بیٹی تھی۔ بے چارے پنڈت جی ساری رات بستی کے مکانوں کے
کھٹکھٹاتے پھرے تھے۔ وہ ہر دروازے پر دستک دیتے رہے۔ چھتروالی کے لوگ اتنے بے ضمیر بھی نہیں تھے کہ پنڈت
اکیلا چھوڑ دیتے۔ کنویں میں اتر کر دیکھ لیا گیا تھا کہ کہیں پاؤں پھسل جانے سے وہ کنوئیں میں تو نہیں گر پڑی۔
جوان لاٹھیاں اور کلہاڑے لئے جنگلوں میں گھومتے پھرے تھے لیکن ساری رات بیت گئی اور کوئی پتہ نہیں چلا۔
ٹولی جنگل میں گئی اور اسے بندیا کی لاش مل گئی۔ اس کے سینے میں ٹھیک دل کے مقام پر ایک گہرا زخم تھا۔ خنجر
پورے گاؤں میں کہرام مچ گیا۔ پنڈت جی، بدری ناتھ کے دروازے پر پہنچے اور اسے اس حادثے کی اطلاع دی۔

"دشمنی ہوگی کسی سے تمہاری۔" بدری ناتھ جی نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جیون میں کسی کو تو نہ کہی جاگیردار صاحب۔ میری کس سے دشمنی ہوگی۔

"تو اب یہ کام بھی میرا ہو گیا کہ قتل کا سراغ لگاتا پھروں۔ بیٹی کے چال چلن کے بارے میں معلوم کرو۔ ممکن
اس کے کسی عاشق کا کام ہو۔" بدری ناتھ نے بے رحمی سے کہا۔

"رام۔ رام رام۔" دل گرفتہ پنڈت جی اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکے اور روتے دھوتے چلے آئے۔ ان کے
کے بعد بدری ناتھ نے سکون کی سانس لی تھی اور پھر اس نے اپنے نزدیک کھڑے ہوئے اگھوری سے کہا تھا۔

"بھگوان کا شکر ہے بلا ٹل گئی۔ میری تو حالت خراب تھی۔ یہ سائن بھی بالکل بے وقوف ہے۔ پہاڑوں کی
یورپ کی لڑکی سمجھ رہا ہے۔ ارے اسے بھی دارو پلا دیتا اور پھر شیشے میں اتار لیتا۔ جان دے دی اس نے پر اس کے
گئی اور بگڑ رہا ہے مجھ پر۔"

"اغوا ہونے والی دوسری لڑکی گیتو تھی۔

...... اسے بھی پنگھٹ سے اغوا کیا گیا تھا۔ گیتو کا باپ نہیں تھا۔ بس ماں تھی اور چھوٹے بہن بھائی۔ بوڑھی ماں
سے کچھ نہ کہہ سکی کیونکہ گیتو من چلی مشہور تھی۔ کئی چھوکرے اس کے لئے آپس میں بیر رکھتے تھے اور یہ بات بستی
کو معلوم تھی۔

لیکن صبح کو جب لڑکیاں پنگھٹ پر پانی بھرنے گئیں تو گیتو کو وہاں موجود پایا۔ وہ کنویں کی منڈیر پر بیٹھی ہوئی
اس نے کسی کو کنویں کے قریب نہ آنے دیا۔ وہ ایک ہی رٹ لگائے ہوئے تھی کہ بستی کے سارے لوگوں کو اکٹھا
یہاں لے آؤ۔ جاؤ۔ گیتو نے پتھر اٹھا لیا اور پھر اس نے پتھر کھینچ بھی مارا جو بسنتی کے لگا تھا۔ لڑکیاں بھاگ کھڑی ہوئیں
تھوڑی دیر کے بعد بستی کے بہت سے لوگ کنویں کے گرد جمع ہو گئے۔ وہ گیتو سے شرارت کی وجہ پوچھ رہے تھے۔

"سب سے جیالے بہت سے جوان آ گئے یہاں۔ دیکھو کیا ہے۔" اس نے ہاتھ اونچا کیا۔

"کیا ہے یہ گیتو؟"

"بندیا کا بندا ہے۔ یہ بھی اسی جگہ سے ملا ہے جہاں گیتو قتل ہوئی تھی۔ بندیا اور گیتو کا قاتل ایک ہی ہے
جاگیردار بدری ناتھ۔"

"یہ گیتو پاگل کیسے ہو گئی؟" لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔

"جنم کے اندھو۔ دیکھو۔ یہ دیکھو۔ غور سے دیکھتے تو یہ نشان تمہیں بندیا کے بدن پر بھی مل جاتے۔

"بزرگوں نے آنکھیں بند کر لیں۔

"ارے پکڑو اسے یہ پاگل ہو گئی ہے۔"

"تمہاری بیٹیاں بھی پاگل ہونے والی ہیں۔ یہ نشان اس انگریز کے لگائے ہوئے ہیں جو بدری ناتھ کے ہاں ٹھہرا ہوا
ہے۔ بدری ناتھ کے آدمیوں نے مجھے اٹھا لیا تھا۔ وہاں میرا منہ کھول کر میرے حلق میں دارو انڈیلی گئی اور میری عزت لوٹ
لی گئی ہاں میں اب دیشیا ہوں۔ اب میں اس پوتر دھرتی پر ایک داغ ہوں۔ میرے گورے بدن کو دیکھو۔ ارے دیکھو شرما
کیوں رہے ہو۔ جب انگریز نے عزت لوٹ لی تو اب باقی کیا رہ گیا ہے۔ بچا سکتے ہو تو اپنی عزت بچا لو۔ ورنہ بھگوان کی
سوگند۔ کل تمہاری بیٹیوں کے ساتھ بھی یہی ہونے والا ہے۔ میں بس تمہارے انتظار میں بیٹھی تھی ورنہ۔ ورنہ میرا وقت تو
کبھی کا ختم ہو چکا۔!" یہ کہتے ہوئے اس نے کنویں میں چھلانگ لگا دی اور غل مچ گیا۔ لوگ کنویں کی طرف دوڑ پڑے۔ کئی
آدمیوں نے نیچے اتر کر گیتو کو نکالا لیکن وہ مر چکی تھی۔ اس کی مٹھی میں بندیا کا جھمکا اب بھی دبا ہوا تھ۔ پنچایت بیٹھ گئی۔
بزرگ سر جوڑ کر بیٹھ گئے کچھ اب بھی گیتو کو پاگل سمجھ رہے تھے۔ کچھ اس کی باتوں کو حقیقت کہہ رہے تھے۔

دوسری طرف بدری ناتھ بھی صورت حال سے واقف ہو گیا تھا۔ اس کے آدمی بھی گاؤں کے دوسرے لوگوں میں
شامل ہو کر معلومات حاصل کر رہے تھے۔ اور پل پل کی خبریں اسے پہنچا رہے تھے۔ جب اس نے گیتو کے پاگل پن کے
بارے میں سنا تو اسے قدرے سکون ہوا۔

"یہ انگریز کا بچہ کچھ کرا کے رہے گا۔ اب میں اسے کیسے سمجھاؤں کہ یہ چھوٹا سا گاؤں ہے اور ایسی چھوٹی آبادیوں
میں ایسے کھیل چھپے نہیں رہتے۔"

"کچھ لوگ آپ کے پاس آ رہے ہیں بدری ناتھ۔" اس کے کارندے نے اطلاع دی۔

"اوہ۔ اچھا ٹھیک ہے پھر بھی تم لوگ خیال رکھنا۔" بدری ناتھ نے کہا اور پھر ان لوگوں سے ملاقات کے لئے تیار ہو
گیا۔

"ظلم ہوا ہے مائی باپ۔ آپ کے چرنوں میں رہ کر ہمارے ساتھ یہ انیائے ہو۔ دہائی ہے بدری جی۔"

بدری ناتھ نے عادت کے خلاف نرم روی سے یہ بپتا سنی اور ان کی بات پر۔ پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "تم
لوگوں نے اس پاگل لڑکی کی بات پر یقین کیسے کر لیا۔ سائن نہایت شریف نوجوان ہے۔ میرے گھر میں بھی لڑکیاں بالیاں ہیں
اگر وہ غلط انسان ہوتا تو میں اسے اپنے ہاں کیسے رکھتا۔ نہ جانے بے چاری گیتو کا دماغ کیسے الٹ گیا۔ تم لوگ چنتا مت کرو،
میں تمہارا رکھوالا ہوں۔ میں آج ہی کنہیا لال داروغہ کے پاس خبر بھیجتا ہوں اسے بلا لیتا ہوں۔ وہ آ کر تحقیقات کرے گا اور
میں تمہیں وچن دیتا ہوں کہ اگر کوئی شخص مجرم پایا گیا تو اسے ایسی سزا ملے گی کہ لوگ ہمیشہ یاد رکھیں گے" جاگیردار صاحب

"کیا مطلب؟"

"علی گڑھ میں کتنا وقت گزارو گے؟"

"کوئی خاص بات تو نہیں ہے ابراہیم، بس کچھ آرام کرنے کو من چاہا تھا۔ یہ بشن سنگھ اچھا آدمی ہے۔ اس کی محبت
نے مجبور کر دیا کہ یہاں کچھ دیر قیام کر لیا جائے، سو اس لئے اب تک رہ رہے ہیں۔"

"میں یہ نہیں کہتا کہ بشن سنگھ برا آدمی ہے لیکن بھانو جس رستے پر تم چل پڑے ہو وہ بہت برا راستہ ہے۔"

"میں کون سے راستے پر چل پڑا ہوں۔ ابراہیم۔" بھانو نے نرم روی سے پوچھا۔

کا اتنا کہہ دینا ہی کافی تھا۔ معصوم اور مجبور لوگ گردنیں جھکا کر چلے گئے۔

———— ○ ————

ابراہیم بھی سخت پریشان تھا- وہ بھانو کا جگری دوست تھا- وہ جانتا تھا کہ چھتر والی کے سیدھے سادے جوان نے اب تک کی زندگی میں صرف اناج کی سنہری بالیوں سے عشق کیا ہے- حسین دوشیزاؤں کے سنہرے سراپا اس کی نگاہ میں نہیں آئے تھے لیکن بشن سنگھ نے اسے یہ راستہ بھی دکھا دیا اور ایسے راستے ایک ڈاکو کو تباہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ کام بڑے بڑے پولیس افسر اور سی- آئی-ڈی والے نہیں کرپاتے وہ ایک خوبصورت عورت بہ آسانی کر دیتی ہے-

بھانو سیماب صفت کا بے حد ذہین اور سمجھ دار نوجوان تھا اور کسی ایک جگہ رکنا اس کی سرشت کے خلا تھا لیکن لا گڑھ بشن سنگھ کے مکان پر قیام کیے ہوئے اسے پورے بارہ دن ہو گئے تھے- ان بارہ راتوں میں ہر رات طوائف رجنی بشن سنگھ کے گھر آتی رہی تھی-

بشن سنگھ بھانو پر دل کھول کر پیسہ خرچ کر رہا تھا- اس کی خواہش تھی کہ بھانو طویل عرصے اس کے ہاں قیام کرے لیکن ابراہیم کو اس پر اعتماد نہ تھا- یہ شخص حد سے زیادہ چالاک تھا اور اپنی مطلب براری کے لئے اپنے باپ کو بھی دغا دے سکتا تھا-

ابراہیم مسلسل غور و فکر میں غلطاں رہا اور آخر وہ ایک فیصلے پر پہنچ کر بھانو کے کمرے کی طرف چل پڑا- رجنی ابھی تک نہیں آئی تھی وہ کمرے میں داخل ہوا اور سنجیدہ سی شکل بنا کر اس کے پاس بیٹھ گیا-

"کیا بات ہے ابراہیم، کیا سوچ رہے ہو؟" بھانو نے پوچھا-

"میں پریشان ہوں بھانو-"

"کیوں ابراہیم، کیا پریشانی ہے تجھے- اپنی پریشانی مجھے نہیں بتائے گا-"

"اس کا تعلق تم ہی سے ہے بھانو-"

"تو پھر کوئی ایسی بات اپنے من میں چھپائے کیوں بیٹھے ہو؟"

"صرف اس خوف سے کہ کہیں تم ابراہیم کی نیت پر شک نہ کرنے لگو-"

"کبھی نہیں ابراہیم کبھی نہیں، بھگوان کی سوگند، اس سارے سنسار میں تم سے زیادہ اعتبار کسی پر نہیں کرتا- اگر تم بھانو کو چوہان کا بیٹا سمجھتے ہو تو اس بات پر یقین کرلو-" بھانو نے متاثر کن لہجے میں کہا اور ابراہیم کی آنکھیں جھک گئیں-

"تب پھر بھانو مجھے اس بات کا جواب دو کہ یہاں کب تک رہو گے؟"

"رجنی طوائف کب تک یہاں آتی رہے گی اور تم کب تک اس کے ساتھ **گلچھرے** اڑاتے رہو گے؟" ابراہیم نے تلخ لہجے میں پوچھا اور بھانو ہنسنے لگا-

"رقابت محسوس ہو رہی ہے ابراہیم-" اس نے کہا اور ہنس پڑا-

"یہ بات نہیں ہے بھانو- تمہیں جتنا میں جانتا ہوں کوئی اور نہیں جانتا- تم بہادر اور دلیر ہونے کے باوجود ایک سادہ دل دیہاتی ہو- تم دنیا کے جھمیلوں کو صحیح طور پر نہیں سمجھتے ہو اور تیریا چلتر سے تم واقف ہی نہیں ہو-" ابراہیم نے کہا۔

بھانو نے اس کی اس بات پر ایک زوردار قہقہہ لگایا-

"تمہاری کیفیت بالکل میری ماں کی طرح ہے، سچ ابراہیم تمہیں دیکھ کر مجھے اپنی ماتا جی یاد آجاتی ہیں-"

"مذاق مت کرو بھانو- میں سچ کہہ رہا ہوں- طوائف عورت نہیں ہوتی، وہ عورت کے نام پر ایک دھبہ ہے- اس کے بارے میں کوئی اچھی رائے قائم کرنا بے حد مشکل ہے-" ابراہیم نے برا سا منہ بنا کر کہا-

"رجنی ایسی نہیں ہے-" بھانو نے کہا-

"سب طوائفیں یکساں ہوتی ہیں- کیا رجنی تم سے عشق کرنے لگی ہے؟"

"خیر یہ بات تو نہیں ہے، لیکن وہ مجھے پسند کرنے لگی ہے-" بھانو نے کہا-

"اس کی وجہ ہے بھانو-"

"کیا؟"

"بشن سنگھ اس کا منہ پیسوں سے بھر رہا ہے-"

"کیا مطلب؟"

"کیوں تمہارا کیا خیال ہے، کیا وہ تمہاری محبت میں یہاں آتی ہے-"

"یقین کرو مجھے نہیں معلوم، بشن سنگھ اسے کیا دیتا ہے-" بھانو نے کہا-

"یہ بات معلوم کر سکتے ہو-" ابراہیم نے کہا اور بھانو کسی سوچ میں ڈوب گیا- پھر اس نے کہا-

"اگر یہ بات ہے ابراہیم تو بری بات ہے، بشن سنگھ پر ہمیں اس قدر بوجھ نہیں ڈالنا چاہئے لیکن رجنی بھی مجھ سے بڑی محبت سے پیش آتی ہے اور ابراہیم تم سے کیا چھپانا- رجنی میرے جیون کی پہلی عورت ہے- میں نے اس عورت کو تلاش کیا ہے اور تم سے یہ بات کہنے میں میں جھجک محسوس نہیں کرتا کہ عورت مجھے بے حد پسند آئی ہے-"

"میں نے کہا نا بھانو اسے عورت نہیں طوائف کہو- طوائف کبھی کسی سے وفا نہیں کرتی- اس کا مطمع نظر صرف پیسہ ہے، طوائف تمہیں ہر شہر میں اور ہر جگہ ملے گی جو تمہیں ہر چیز دے گی، پر دل نہ دے گی، سب تم سے اسی پیار اسی محبت سے پیش آئیں گی، لیکن اس صورت میں جب تمہاری جیب بھاری ہو اور اگر تمہاری جیب میں روپیہ نہیں ہے تو وہ تمہیں دھتکار دے گی-"

"یار تو نے میرا دماغ خراب کر دیا ہے ابراہیم- رجنی کے بارے میں تو میں نے بڑے اچھے انداز میں سوچا تھا- میرا خیال تھا یہ عورت اس سنسار کی پہلی عورت ہے جس نے مجھے محبت سے گلے لگایا ہے-"

"چاہو تو آزمائش کرلو بھانو-" ابراہیم بولا-

"وہ کیسے؟" بھانو نے دلچسپی سے پوچھا-

"خطرات سامنے آجائیں گے، ورنہ ہم ایک کھیل کھیلتے وہ یہ کہ تم رجنی کو بتا دیتے کہ تم بھانو ڈاکو ہو، اس سے کہتے کہ تمہیں اپنے گھر پناہ دے یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم رجنی سے کہتے کہ وہ تمہارے ساتھ بھاگ چلے- اس کے بعد تم اس سے شادی کرلو گے- آزمائش کے طور پر تم میری کسی ترکیب پر عمل کر سکتے ہو-"

"ہوں، دوسری ترکیب اچھی ہے- میرا خیال ہے پہلی.... ترکیب پر عمل کرنا خطرناک ہو سکتا ہے-" بھانو نے کہا-

"تو پھر تم آج ہی رجنی سے بات کرلو-"

"کرلوں گا ابراہیم، حالانکہ مجھے تم پر بھروسا ہے، لیکن میں ایک وعدہ تجھ سے کرتا ہوں اگر اس تجربے میں تیری بات صحیح ثابت ہوئی تو پھر آئندہ عورت کے چکر میں نہیں پڑوں گا- پھر وہ دونوں ادھر ادھر کی آئی ہوئی خبروں پر تبصرہ کرنے لگے- تھوڑی دیر بعد ابراہیم وہاں اپنے کمرے میں آگیا-

"دوسری صبح ہی فیصلہ ہو گیا- رجنی حسب معمول منہ اندھیرے ہی چلی گئی تھی البتہ بھانو- **جھینپی جھینپی** مسکراہٹ کے ساتھ ابراہیم کے پاس آیا اور بولا-

"ہاں ابراہیم اب بتا کیا پروگرام ہے-"

"کیا مطلب؟"

"چلیں گے یار۔ تیری بات سچ ثابت ہوئی۔" بھانو اپنے ماتھے سے پسینہ پونچھتا ہوا بولا۔

"اوہو۔ خدا کا شکر ہے۔" ابراہیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا بات ہوئی تھی اس سے؟"

"بس یار نہ پوچھ تو اچھا ہے میں نے اس سے بڑی چالاکی سے بات کی تھی۔ یہ نہیں بتایا کہ میں کون ہوں؟" ہاں میں نے یہ کہا کہ میں ایک معمولی آدمی ہوں اور بشن سنگھ کی وجہ سے مجھے تمہارے علاوہ بہت سی چیزیں میسر آئی ہیں۔ ویسے میرا کوئی خاص کاروبار نہیں ہے بس ایک دکان ہے چھوٹی سی اور اس سے تھوڑی بہت آمدنی ہو جاتی ہے۔ پھر میں نے یہ بھی کہا میں تجھ سے محبت کرنے لگا ہوں اور تجھ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تو میرے ساتھ چلے گی، تب یار وہ کھل گئی۔"

"کیا کہا اس نے؟"

"کہنے لگی وہ تو تیار ہے، لیکن اس کی ماں نہیں مانے گی، اگر میں اسے پچاس ہزار روپے دے دوں تو شاید اس کی ماں مان جائے لیکن شاید وہ اس پر بھی تیار نہ ہو کہ میں تمہارے ساتھ چلی جاؤں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ تم مجھے یہاں رہنے دو۔ کاروبار کرتے رہو اور جب دل چاہے میرے کوٹھے پر آ جایا کرو۔ دل تو یہ چاہا کہ ابراہیم کہ سالی کی گردن مروڑ دوں۔ پھر بشن سنگھ کا خیال آ گیا۔ ویسے بڑا اچھا تجربہ ہوا ابراہیم۔" اس کے ساتھ ہی اس نے قہقہہ لگایا۔ ابراہیم بھی اس کے ساتھ ہنسنے لگا تھا۔ دوپہر کے کھانے پر بھانو نے بشن سنگھ سے کہا کہ اب وہ یہاں سے جانا چاہتا ہے اور بشن سنگھ چونک پڑا۔

"اتنی جلدی کیوں بھانو مہاراج ایسا کونسا کام یاد آ گیا؟"

"بس یار آگے بڑھیں گے اتنے دن تمہارے ساتھ گزار دیئے ہمارے پاس اتنا وقت کہاں ہے کہ عیش کرتے رہیں۔" بھانو نے کہا۔

"ہوں۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا بھانو مہاراج، لیکن ایک بات میرے دل میں ہے۔" بشن سنگھ نے کہا۔

"کیا؟" بھانو نے اسے تیکھی نگاہوں سے دیکھا۔

"ایک کام ہے یار۔ تم تو جانتے ہی ہو کہ میں حکومت کی نگاہوں میں ایک خاص مقام رکھتا ہوں۔ ان حالات میں کئی دشمن پیدا ہو گئے ہیں میرے، قتل و غارت گری سے میں بچتا رہا ہوں حالانکہ میرے پاس آدمی موجود ہیں اگر میں چاہوں تو یہ کام خود بھی کر سکتا ہوں، لیکن میں نہیں چاہتا کہ میرے اس کردار پر کوئی آنچ آئے جو میں نے انگریزوں کی نگاہوں میں بنا رکھا ہے۔ ایک آدمی ہے مولوی اجمل خان، بڑا چالاک بڑا معتبر بنتا ہے۔ ہمیشہ پیٹھ پر وار کرتا آیا ہے۔ میں اس سے تنگ آ گیا ہوں۔ مجبوراً تمہیں تکلیف دے رہا ہوں۔"

"مارنا ہے سسرے کو۔" بھانو نے پوچھا۔

"ہاں۔ میری خواہش ہے تم میرا یہ کام کر دو۔"

"ٹھیک ہے آج رات تمہارا یہ کام ہو جائے گا، مگر رات کو ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے بھانو، اگر میرے لائق کوئی اور خدمت ہو تو مجھے بتاؤ۔ ہاں تمہاری روانگی کے لئے میں کیا انتظامات کروں۔" بشن سنگھ نے پوچھا۔

"ہم لوگ آتے ہیں اور ایسے ہی چلے جاتے ہیں بشن سنگھ۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "انتظامات کی تم کوئی فکر نہ کرو۔ بس چلے جائیں گے یہاں سے۔" بھانو نے کہا اور اس شام بھانو، موری لال اور دھرم سنگھ کے ساتھ بیٹھ کر آئندہ کے پروگرام طے کرتا رہا۔ رجنی اب اس کے ذہن سے نکل گئی تھی دوپہر کو ہی اس نے بشن سنگھ کو منع کر دیا تھا کہ اب رجنی کو بلانے کی ضرورت نہیں، بشن سنگھ حیران ضرور ہوا تھا لیکن اس نے اس سلسلے میں کوئی سوال نہیں کیا اور یہ کہا کہ اگر بھانو چاہے، تو کوئی دوسری طوائف بلائی جا سکتی ہے۔

"مولوی اجمل خان کا پتہ معلوم کر کے بھانو اور ابراہیم رات کو چل پڑے۔ دھرم سنگھ اور مولوی لال بشن سنگھ کے گھر رہ گئے۔ ظاہر ہے یہ کوئی بڑا کام نہیں تھا، مولوی صاحب کی رہائش گاہ لال دگی میں تھی۔ رات کے پونے دو بجے ہوں

جب بھانو اور ابراہیم دیوار پھاند کے مکان کے احاطے میں داخل ہوئے۔ سارے مکان میں سناٹے کا مہاراج تھا۔ ...ے میں مولوی صاحب مصلے بچھائے نماز پڑھ رہے تھے۔

"ابراہیم یہ دیکھ کر چونک پڑا۔ بھانو بھی خاموشی سے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ انہیں اس طرح عبادت میں مشغول ...کر دونوں کے قدم رک گئے۔ بھانو نے کہا۔

"ابراہیم عبادت گزار آدمی برے نہیں ہوتے اور پھر یار یہ تو بڑا مسئلہ بن گیا۔ ہم ایسے میں انہیں کیسے گولی مار سکتے ...ا؟"

"فیصلہ کر لو بھانو۔" ابراہیم نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ ان دونوں کے قدموں کی چاپ مولوی صاحب نے محسوس ...لی تھی۔ چنانچہ چند ساعت کے بعد انہوں نے سلام پھیرا اور ان کی طرف دیکھنے لگے۔ بھانو اور ابراہیم نے بندوقیں ...بھال رکھی تھیں لیکن مولوی صاحب کے چہرے پر تردد کے آثار پیدا نہ ہوئے۔ انہوں نے نہایت نرم نگاہوں سے انہیں ...کھا اور بولے۔

"آؤ بھائی کیسے آنا ہوا؟"

"مولوی اجمل خان تم ہی ہو؟" بھانو بولا۔

"ہاں خادم ہی کو اجمل خان کہتے ہیں۔"

"بشن سنگھ سے تمہاری کیا دشمنی ہے؟"

"وہی جو ایک کافر اور مسلمان کے درمیان ہو سکتی ہے۔" مولوی صاحب نے بے خوفی سے کہا۔

"گویا تم صرف اس لئے اس کے دشمن ہو کہ اس کا تعلق تمہارے دھرم سے نہیں ہے۔" بھانو نے پوچھا۔

"نہیں، اگر ایسی دشمنی ہوتی تو علی گڑھ میں لاکھوں ہندو اور مسلمان ہیں، وہ سب دھرم کے نام پر آپس میں لڑ لڑ کر ...مر چکے ہوتے۔"

"تو پھر دشمنی کی کیا وجہ ہے؟"

"بس کوئی خاص نہیں۔ بشن سنگھ دوغلا آدمی ہے، وہ ایک جانب انگریز حکومت کو بے وقوف بنا رہا ہے اور دوسری ...جانب ان تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کو جو انگریزی اقتدار سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں، میں نے چند تقریبوں میں اس کی ...ی بات کی مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ مرد مجاہد جو کام بھی کرتا ہے نمایاں ہو کر کرتا ہے تاکہ اس کے بارے میں شکوک و ...بہات نمایاں نہ رہیں، اگر بشن سنگھ ایک مخلص آدمی ہوتا تو کاسگنج میں مجمع عام پر گولی نہ چلنے دیتا، جہاں اس کے ...ہزاروں بے گناہ دھرم بھائیوں کا قتل عام ہوا کیونکہ جس انگریز افسر نے حریت پسندوں کو باغی قرار دے کر ان پر گولیاں ...چلائی تھیں وہ بشن سنگھ کا گہرا دوست تھا اور قسم کھاتا ہوں، اس رب جلیل کی، جس کی بارگاہ میں، میں اس وقت سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے بشن سنگھ کو اپنی آنکھوں سے نہتے مجمعے پر گولیاں برساتے دیکھا تھا۔ اس نے انگریز افسر کے ساتھ مل کر ...پنے پستول سے اپنے ہم وطنوں پر گولیاں چلائی تھیں۔ وہ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ انگریزوں کے مفاد کا سب سے بڑا حامی ...اور سب سے بڑا نگران ہے۔ میں اس کی ساری باتیں مان لیتا۔ میں یہ یقین کر لیتا کہ وہ مصلحت پسند ہے اور انگریزوں کے ...ساتھ مل کر ان سینے میں اتر کر حریت پسندوں کی مدد کرنا چاہتا ہے لیکن ایک ایسا شخص جو کسی کے عمل سے متفق ہو اس پر ...گولیوں کی بوچھاڑ نہیں کرتا۔ میں نے یہ بات صرف ایک بار مجمع عام میں کہہ دی تھی اس دن سے بشن سنگھ میری جان کا ...دشمن بن گیا ہے، اور بھائی میں تو کسی سے بھی نہیں ڈرتا۔ تم مجھے نہ تو بندوق سے ڈرا سکتے ہو اور نہ ہی کسی اور ہتھیار ...سے۔ یہ اوچھے ہتھکنڈے کیا حیثیت رکھتے ہیں، میرا رب جب تک کچھ نہ چاہے گا اس وقت تک بشن سنگھ کی کوئی سازش ...کامیاب نہ ہو سکے گی۔ موت آج بھی آنی ہے اور کل بھی آئے گی تو پھر اس سے کیا ڈرنا ہاں تمہارا جو دل چاہے کرو۔ میں ...تمہیں اس سے منع نہیں کروں گا۔" مولوی صاحب نے جواب دیا اور بھانو چند ساعت کے لئے خاموش ہو گیا۔

"کیا آپ صحیح کہہ رہے ہیں مولوی صاحب؟" بھانو نے پوچھا۔

"تم جو کچھ بھی ہو بھائی میں تم سے قطعاً خائف نہیں ہوں۔ وہی میرا رکھوالا..... اور پالن ہار ہے۔ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے اور تم خواہ کسی بھی نیت سے یہاں آئے ہو اگر اس کی رضا شامل نہ ہو تو میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔" مولوی صاحب کے لہجے میں کچھ ایسا عزم کچھ ایسا اعتماد تھا کہ بھانو کے ہاتھ میں بندوق لرز گئی۔ وہ چند ساعت سوچتا رہا۔

"تم جھوٹ نہیں بول سکتے مولوی صاحب۔ ٹھیک کہتے ہو۔ بالکل ٹھیک کہتے ہو، بشن سنگھ نے ہمیں تمہارے قتل کے لئے بھیجا تھا لیکن وہ اپنی چال میں کامیاب نہیں ہوا۔ تمہارے خدا اور میرے بھگوان کا شکر ہے کہ تم جاگتے ہوئے اور وقت پر میری آنکھیں کھل گئیں، میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔" بھانو نے کہا اور ابراہیم کے شانے پر تھپکی دے کر اس دیوار کی جانب بڑھ گیا جدھر سے کود کر اندر آیا تھا۔

"تھوڑی دیر کے بعد وہ بشن سنگھ کی رہائش گاہ میں داخل ہو گئے موری لال اور دھرم سنگھ، بشن سنگھ کے ساتھ بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔

"آؤ بھانو مہاراج۔ ہو گیا کام؟" بشن سنگھ نے گڈی ایک طرف ڈالتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں بشن سنگھ کام تو ہو گیا لیکن کچھ اور پریشانی بھی پیدا ہو گئی۔"

"مولوی صاحب کے قتل کا شبہ تمہارے اوپر تو نہیں جائے گا۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ گر ضرورت پیش آئی تو بھانو کا نام لیا جا سکتا ہے۔" بشن سنگھ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ایک بات بتاؤ بشن سنگھ۔ کیا تمہاری لاگ ان لوگوں سے ہے جو دیش کی آزادی کے لئے کام کر رہے ہیں؟"

"بہت زبردست۔ میں ان لوگوں کو امداد دیتا ہوں لیکن چھپ کر ابھی میں سب کے سامنے کھل کر نہیں آ سکتا۔"

"کیا تم کاسگنج کے کسی جلسے میں انگریزوں کے ساتھ مل کر گولی چلا چکے ہو؟"

"یہ بات تمہیں کس نے بتائی؟" بشن سنگھ چونک کر بولا۔

"پہلے میری بات کا جواب دو۔" بھانو کو اس کا یہ سوال پسند نہیں آیا تھا۔

"ہاں چلائی تھی لیکن اس کی وجہ بھی وہی تھی۔ میں انگریزوں کا اعتماد بحال رکھنا چاہتا ہوں۔"

"اچھی ترکیب ہے۔ دو چار آدمی بھی مرے ہوں گے تمہاری گولیوں سے۔"

"ظاہر ہے جب گولیاں چلتی ہیں تو کوئی نہ کوئی مرتا ہی ہے۔ اس بات کو تم سے زیادہ کون جانتا ہوگا بھانو مہاراج؟"

"مگر تم کیسے دیش سیوک ہو بشن سنگھ۔ ان پر گولیاں چلاتے ہو جو دیش کی آزادی کے لئے گھروں سے نکل آئے ہیں۔ سب سے بڑا آدمی تو اس کے من میں چھپا ہوتا ہے اور وہ بڑا آدمی کسی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنا کا خون نہیں بہاتا۔ تم نے کون..... سے دل سے ان پر گولیاں چلائی تھیں؟"

"بھانو مہاراج، بڑا مقصد حاصل کرنے کے لئے چھوٹی چھوٹی قربانیاں تو دینی ہی پڑتی ہیں اور پھر وہ جلسہ مولوی احمد خاں کی صدارت میں تھا اسے ناکام بھی بنانا تھا ورنہ مولوی کی اچھی خاصی ساکھ بن جاتی۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ میرے ساتھ شامل ہو جائیں، نہیں مانے اس کی سزا تو ملنی ہی چاہئے تھی انہیں۔"

"ذاتی دشمنی کے لئے اتنے انسان مار دیئے۔ وہ تو بے گناہ تھے۔"

"بے گناہ ہی ہوتے ہیں بھانو سنگھ۔ گنہگار تو پہلے ہی بھاگ جاتے ہیں ابھی میں صرف اپنی پوزیشن بنا رہا ہوں۔ دیش سیوک کسی جال میں پھنستے ہیں تو میں ان کی مدد کرتا ہوں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کے بدلے میں انہیں بھی کچھ دینا پڑتا ہے یہی کیفیت انگریزوں کی ہے۔"

"تو تم نے بھانو کو اپنا مہرہ بنایا تھا۔ بہرحال بشن سنگھ مولوی صاحب سے میری بات ہو گئی تھی۔ وہ جاگ کر عبادت

کر رہے تھے جب میری ان سے بات ہوئی تو میں نے ان سے اتفاق کیا اور انہیں قتل نہیں کیا۔"

"نہیں کیا؟" بشن سنگھ اچھل پڑا۔

"ہاں۔ ہمارے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں۔"

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا بھانو مہاراج" بشن سنگھ بولا۔

"جیسا بھی کیا اچھا کیا اور سنو۔ مولوی صاحب کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔ تمہیں یہ بات اپنے ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اب وہ میری پناہ میں ہیں۔"

"اچھا۔ اچھا ٹھیک ہے بھانو مہاراج۔ ناراض نہ ہو میں تم سے بڑی عقیدت رکھتا ہوں۔ تم نے جو کیا ٹھیک کیا۔"

"ہمیں اجازت دو بشن سنگھ۔ تمہارا شکریہ۔ بڑی خاطر کری ہے تم نے کبھی مشکل میں پھنسے تو ہمیں موجود پاؤ گے۔"

"ابھی جا رہے ہو بھانو مہاراج۔ کوئی خطرناک بات ہے کیا۔" بشن سنگھ نے پوچھا۔

"کوئی خطرناک بات نہیں ہے بشن سنگھ۔ ہمیں تم پر مزید بوجھ نہیں ڈالنا چاہئے۔"

"اس وقت نہیں جانے دوں گا بھانو مہاراج۔ جیون بھر دکھ رہے گا کہ تم روٹھ گئے۔ کل دن میں چلے جانا۔ مجھے کچھ سیوا کرنی ہے۔" بشن سنگھ نے اتنی خوشامد کی کہ بھانو رک گیا۔ لیکن بشن سنگھ کی طرف سے اس کے دل میں بال آ گیا تھا۔

رات کو بہت دیر تک وہ ابراہیم سے اس کے بارے میں گفتگو کرتا رہا تھا اور پھر دونوں سو گئے۔ گولی چلنے کی آواز سے وہ جاگے تھے۔ انہوں نے اپنی بندوقیں سنبھالیں اور باہر آ گئے۔ باہر آ کر بھی انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ بندوق کس نے چلائی گھر کے اندر بھی لوگ جاگ گئے تھے۔

"بھانو نے ابراہیم سے کہا کہ وہ چھت پر چڑھ کر باہر کا جائزہ لے کہیں پولیس تو نہیں آ گئی ہے۔ اس اثناء میں موری لال ایک کمرے سے برآمد ہوا اس کے شانے سے بندوق لٹک رہی تھی۔ "ابراہیم کوئی چنتا نہ کریں پولیس نہیں آئی ہے۔ گولی میں نے چلائی ہے۔ آؤ یہاں سے نکل چلیں۔ بشن سنگھ نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ اس نے ایک آدمی پولیس کو اطلاع کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ مجھے آج ہی اس پر شبہ ہوا تھا اور میں نے اس کی نگرانی شروع کر دی تھی۔ میں نے اسے غداری کی سزا دے دی ہے۔"

"موری لال بے حد شرمندہ نظر آ رہا تھا کیونکہ بشن سنگھ سے اس کی دوستی تھی۔ بھانو نے اسے تسلی دی کہ ایسے واقعات تو پیش آتے ہی رہتے ہیں اسے شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

"مشرق میں تاریکی کی چادر کا ایک کونہ ہی لپٹا تھا کہ وہ لوگ بشن سنگھ کے گھر سے نکل آئے اور تاریک گلیوں میں چلتے ہوئے شہر سے باہر جانے والے راستے پر چل پڑے۔

"گاؤں کا پنگھٹ ویران ہو گیا تھا۔ صبح و شام آنے والی کنواریوں نے اب وہاں آنا چھوڑ دیا تھا۔ رنگ برنگے دپٹوں کی بہار ختم ہو چکی تھی اور کھنکتے قہقہوں کی جگہ بوڑھی عورتوں کی سرگوشیوں نے لے لی تھی۔ لوگوں نے اپنی نوان بیٹیوں کو اپنے رشتے داروں کے ہاں پہنچا دیا تھا۔ گل وتی بھی اب پانی بھرنے خود ہی جاتی تھی۔ لیکن وہ اپنی لڑکی کو دسری لڑکیوں کے ساتھ دوپہر کو پربھو کا کھانا بھیجنے سے نہ روک سکی۔

"اس دوپہر بھی کانتی سر پر گڑ پیاز اور روٹی ایک گٹھری میں باندھے پربھو کے پاس جا رہی تھی کہ اس نے اگھوری ال کو دیکھا۔ جو بیندو کے کھیت سے نکلا تھا۔ اگھوری لال، تیجا سنگھ کا دوست تھا اور اس کی زندگی میں اکثر اس کے گھر بھی آتا رہتا تھا۔ اسے دیکھ کر کانتی نے کہا۔ "رام رام چاچا جی۔" اور اگھوری لال اسے گھورنے لگا پھر جلدی سے بولا۔

"تو کانتی ہے نا؟"

"لو چاچا بھول بھی گئے۔ کانتی ہنس کر بولی۔

"ہاڑ پہاڑ ہو گئی تو تو۔ تھوڑے دن پہلے تو کانتی چھوٹی تھی۔"

"چاچا کی باتیں۔ اب بڑی نہ ہوں گی تو کیا چھوٹی ہی رہوں گی؟"

"کہاں جا رہی ہے تو؟"

"بھیا کو روٹی دینے۔"

"میری بکری نے کھیت میں بچے دیے ہیں۔ ذرا دیکھ تو کیسے پیارے بچے ہیں۔ سسر کھیت میں گھس آئی تھی اب تیر تین بچوں کو اٹھا کر گھر لے جانا پڑے گا۔"

"بچے دیے ہیں۔ کیسے رنگ کے ہیں چاچا جی۔ کہاں ہیں؟" کانتی نے شوق سے پوچھا۔

"وہ ادھر کھیت میں آ دیکھ۔" اگھوری لال بولا۔ اور کانتی بچوں کو دیکھنے کے شوق میں پورے پکے کھیت میں گھر آئی۔ اناج کی بالیں اس کے قد سے اونچی تھیں وہ ان بالوں میں چھپ گئی لیکن الھڑ جوانی ہر خطرے سے بے نیاز تھی۔ ا اگھوری لال کے ساتھ آگے بڑھ آئی اور اسی وقت کئی آدمی اس پر ٹوٹ پڑے ان میں سے ایک نے کوئی بدبو دار رومال اس کی ناک پر رکھ دیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کا منہ بھینچ لیا۔ چند ساعت کے بعد کانتی بے ہوش ہو گئی۔

"جلدی کرو۔ دن کا وقت ہے۔ لوگ کھیتوں میں موجود ہیں۔" اگھوری لال نے کہا۔" اور تین آدمی کانتی کو اٹھائے پورن والے باغ کی طرف بڑھنے لگے جس کی مینڈھ کے ساتھ بھوسہ بھری گاڑی کھڑی تھی یہ باغ بیندو کے کھیت سے ملا ہوا تھا۔ ذرا سی دیر میں وہ گاڑی کے پاس پہنچ گئے اور کانتی کو بھوسے میں چھپا دیا گیا۔ ان میں سے ایک آدمی نے بیلوں کو سنبھال لیا اور باقی دو اگھوری لال کے ساتھ بھوسے پر بیٹھ گئے اور گاڑی چل پڑی۔

دوسری طرف پربھو کھیت پر کام کر رہا تھا۔ سخت دھوپ اور گرمی سے اس کا سارا بدن پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ دھوپ اور گرمی کی تو اسے کوئی پروا نہیں ہوتی تھی لیکن وہ بھوک کا بہت کچا تھا۔ دوپہر ہوتے ہی اس کے پیٹ میں چوہے دوڑنے لگتے تھے اور روٹی میں دیر اس سے ذرا بھی برداشت نہیں ہوتی تھی۔ اس وقت بھی وہ سخت غصے میں تھا۔ آج تو دیر کر دی۔ کانتی اور ماں نے۔ دوپہر ڈھل رہی ہے مگر روٹی ہی نہیں آئی۔ بھوک اسے سخت پریشان کر رہی تھی۔ کام نہیں ہو رہا تھا۔ بار بار وہ مینڈھ پر آ کر منہ اٹھا اٹھا کر کانتی کو تلاش کرنے لگتا تھا۔ لیکن کسی کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔

"آج تو یوں لگتا ہے جیسے روٹی آئے گی ہی نہیں! اس نے سوچا اور کام میں لگ گیا لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد اسے گل وتی کی آواز سنائی دی۔ "پربھو ارے او پربھو۔" ماں کی آواز سن کر وہ کھیت سے نکل آیا۔

"تو آئی ہے ماں آج اور وہ بھی خالی ہاتھ۔"

"کانتی واپس چلی گئی پربھو؟"

"واپس چلی گئی۔ وہ آئی کب تھی؟"

"نہیں آئی؟" گل وتی کا کلیجہ دہل گیا۔ ایک لمحے کے لئے وہ چکرا کر رہ گئی تھی۔"

"کیوں کیا بات ہے ماں؟"

"ایں کچھ نہیں رے۔ بس بگڑ گئی تھی آج مجھ سے۔ کہنے لگی میں نہیں جا رہی کھیت تو خود چلی جا۔ بس جا کر بیٹھ گئی ہو گی بسنتی کے گھر۔ ابھی جا کر خبر لیتی ہوں۔" گل وتی یہ کہہ کر واپس پلٹ پڑی۔

"اور میری خبر کون لے گا ماں۔ بھوک کے مارے مرا جا رہا ہوں۔" پربھو نے دہائی دی۔

"ابھی جا کر کسی کے ہاتھ روٹی بھجواتی ہوں تو اپنا کام کر۔" ماں کی آواز میں لاکھوں وسوسے پوشیدہ تھے۔ وہ پربھو کو شک نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ اس لئے جلدی سے واپس چل پڑی کانتی ایسی تو نہ تھی کہاں رک گئی۔ بھائی کو روٹی بھی نہیں پہنچائی۔ کہاں گئی آخر۔ اس کا دماغ بری طرح چکرا رہا تھا۔ سب سے پہلے وہ گھر آئی تھی۔ رسوئی میں جو کچھ تھا باندھ کر ایک لڑکے کے ہاتھ کھیت پر بھجوا دیا اور پھر خود پوروا کے ہاں پہنچ گئی۔ پوروا کانتی کے ساتھ پچھلے کھیت تک جا تی جہاں اس کا شوہر کام کرتا تھا۔

"کانتی نہیں گئی تھی تیرے ساتھ پوروا؟"

"کہاں چاچی؟" پوروا نے پوچھا۔

"کھیت روٹی لے کر۔"

"گئی تو تھی چاچی۔ کیوں؟"

"پہنچی نہیں پربھو کے پاس۔ واپس گھر بھی نہیں آئی کہاں چھوڑا تھا تو نے اسے؟" گل وتی نے ڈوبتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"بس اپنے کھیت کے پاس۔ وہ آگے چلی گئی تھی"

"اچھا یہاں کسی سے معلوم کرتی ہوں۔ نہ جانے کہاں چلی گئی۔" گل وتی سوچ سوچ کر پاگل ہوئی جا رہی تھی۔ رہ رہ کر اس کے دل میں ایک ہی خیال آتا تھا۔ صرف ایک ہی خیال۔ اور یہ خیال اس کے بدن کی جان نکالے دے رہا تھا۔

"پوروا کے ساتھ وہ اس کے کھیت تک آئی تھی۔ اس کے بعد بیندو کا کھیت تھا جس کی فصل پک گئی تھی۔ کوئی نظر نہ آیا تو وہ کھیت میں گھس گئی۔ کوئی غیبی قوت اس کی مدد کر رہی تھی۔ کوئی جذبہ اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ وہ کھیت میں گھستی چلی گئی اور اسے لمبی لمبی بالیں کچھ کچلی کچلی سی نظر آئیں یوں لگ اسے جیسے کوئی بے احتیاطی سے ان کے درمیان گزرا ہو۔

پھر اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اس نے وہ کپڑا دیکھ لیا تھا جس میں کانتی روٹی باندھ کر لائی تھی۔ کپڑے میں روٹی موجود تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح چلانے لگی۔

"کانتی۔ اری او رکانتی کہاں چلی گئی تو۔ کانتی؟" وہ زور سے چیخی اور بہت دور سے بیندو نے اس کی آواز سن لی۔ وہ اسی طرف دوڑا چلا آیا۔

"چاچی گل وتی۔ کیا بات ہے کیا ہوا؟"

"بیندو۔ بیندو تو دوپہر کو کہاں تھا۔ تو نے کانتی کو تو نہیں دیکھا؟" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"نہیں چاچی۔ میں تو کھیت پر ہی تھا۔ کانتی یہاں آئی تھی کیا؟"

"یہ دیکھ۔ یہ دیکھ بیندو۔ یہ تیرے کھیت میں پڑی ملی ہے۔ روٹی بندھی ہے اس میں پربھو کی۔"

"میرے کھیت میں" بیندو حیران رہ گیا۔ اس کی نگاہیں ادھر ادھر بھٹکنے لگیں۔ "میں تو کھیت پر ہی تھا چاچی۔" وہ آہستہ سے بولا اور ایک دم چونک پڑا۔ اس کی نگاہوں نے اناج کی کچھ اور کچلی ہوئی بالیاں دیکھ لی تھیں۔ وہ تیزی سے اس طرف بڑھ گیا۔ "کچھ ہوا ہے چاچی۔ کچھ ضرور ہوا ہے یہ ادھر۔" وہ آگے بڑھا تو گل وتی مصیبت کی ماری بھی اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ بیندو کچلی ہوئی بالیوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا ہوا پورن باغ کے قریب پہنچ گیا۔ یہاں بیل گاڑی کے پہیوں کے نشانات صاف نظر آ رہے تھے۔

"دفعتاً بیندو کے حلق سے ایک آواز نکلی۔ "کچھ ضرور ہوا ہے چاچی۔ میں نے اگھوری لال کو دو تین آدمیوں کے ساتھ بھوسہ گاڑی میں اس طرف آتے ہوئے دیکھا تھا۔ ضرور کوئی خاص بات تھی۔ میں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا چاچی اور تجھے معلوم ہے کہ اگھوری لال نے بدری ناتھ کے ہاتھوں اپنا دھرم ایمان بیچ رکھا ہے۔"

"اگھوری لال۔" وہ بڑبڑائی۔ گل وتی کی سمجھ میں سب کچھ آ گیا۔ اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا "ٹھیک ہے بیندو۔ ٹھیک ہے بس تیری مہربانی میں چلتی ہوں۔"

"کہاں چاچی۔ میں بھی چلوں تیرے ساتھ؟" بیندو نے پوچھا۔

"نہیں رے بیندو۔ میں خود سارے کام کر لوں گی۔" وہ واپس مڑ گئی لیکن پھر کچھ سوچ کر رکی۔ "بیندو میرے

سل تجھے بھگوان کی سوگند - اپنی زبان بند رکھیو کسی سے اس بارے میں کچھ مت کہیو - پربھو سے بھی نہیں۔"

"پر چاچی - تو اکیلی کیا کرے گی تو کہے تو میں پربھو کو بتا آؤں - دوسرے کسی کو نہیں بتاؤں گا۔"

"نارے نا بیندو - بھگوان کے لئے اسے کچھ مت بتائیو تم لوگ ابھی جوان ہو - بھگوان تمہیں جیتا رکھے - بھگوان تمہاری رکھشا کرے۔"

"پربھو بھی کیا کرے گا ماتا - بڑا ہی بے غیرت ہے وہ تو سب کچھ ہوا پر اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی - بیندر افسردہ لہجے میں کہا اور گل وتی مڑتے مڑتے دوبارہ رک گئی۔

"نا بیندو نا - بھگوان کے لئے ایسی بات پھر مت کہیو - نہ جانے کیا ہو چکا ہوتا - نہ جانے کیا ہو گیا ہوتا - اس بدنصیب کے ہاتھ تو میں نے کاٹ رکھے ہیں - میں نے اسے بہت بڑی سوگند دے کر روک رکھا ہے ورنہ ورنہ نہ جانے کیا ہو گیا ہوتا۔" گل وتی نے کہا اور پھر وہ دوڑتی چلی گئی۔

"وہ سیدھی گھر آئی - اس کی کیفیت پاگلوں کی سی ہو رہی تھی - گھر آ کر اس نے پرانا صندوق کھولا - اس میں پرانی طرز کی توڑے دار بندوق رکھی ہوئی تھی - ایک پوٹلی میں سلی ہوئی بارود بھری تھی - گولیاں بھی موجود تھیں چنانچہ اس نے نال میں بارود بھری اور سلاخ سے ٹھونک کر اس میں گولیاں ڈالیں پھر اسے ایک چادر میں لپیٹ لیا - اسے کندھے پر رکھا اور دکھانے کے لئے اس میں ایک پوٹلی پھنسالی - پھر وہ گھر سے نکل آئی - گل وتی کا رخ بدری ناتھ کی حویلی کی طرف تھا۔ اس کے دروازے کے آس پاس کوئی موجود نہیں تھا - وہ اندر گھس گئی - پچھلے حصے سے بھینسوں کے گلے میں پڑی ہوئی گھنٹیوں کی آوازیں ابھر رہی تھیں - وہ حویلی کے مخصوص حصے میں داخل ہوئی اور لوگوں کی نگاہوں سے چھپتی ہوئی آگے بڑھتی رہی - یہاں تک کہ وہ حویلی کے بالکل اندرونی حصے میں پہنچ گئی - تین نوجوان لڑکیاں اور دو عورتیں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں اسے دیکھ کر وہ چونک پڑیں - "ارے تم کون ہو اور یہاں کیسے آ گئیں؟" بدری کی بیٹی روپ کلی بولی۔

"سوغات لائی ہوں تمہارے لئے، یہ دیکھو۔" گل وتی نے پوٹلی نیچے اتاری اور پھر چادر ہٹا کر بندوق نکالی - اس نے بندوق عورتوں پر تان لی تھی اور تنی ہوئی بندوق دیکھ کر وہ سب چیخیں مارنے لگیں۔

"اگر کسی نے بھاگنے یا شور مچانے کی کوشش کی تو بھگوان کی سوگند ٹھنڈا کر دوں گی - کسی پر رحم نہیں کروں گی۔ لڑکی تو اپنی جگہ سے اٹھ جا۔" اس نے روپ کلی کو اشارہ کیا اور لرزتی کانپتی روپ کلی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

"سنو بہنو، پاپی بدر ناتھ میری بیٹی کانتی کو اٹھا لایا ہے اگر اس کی عزت لوٹ لی گئی تو پھر تمہارا خون بہے گا - لڑکی تو اپنے پتا سے کہہ کہ کانتی کی ماں اسے لینے آئی ہے - کانتی کو جلدی سے میرے پاس لے آ ورنہ میں زیادہ صبر نہیں کر سکوں گی۔"

"گل وتی کے لہجے میں ایسی غراہٹ تھی کہ وہ سب کانپ کر رہ گئیں۔

اور نہ جانے کس طرح روپ کلی دوڑتی ہوئی بدری ناتھ کے پاس پہنچی تھی - اس نے خوف سے کانپتے بدری ناتھ کو تفصیل بتائی اور پوری کہانی سن کر خود بدری ناتھ کا بدن ٹھنڈا پڑ گیا۔

"وہ - وہ اندر پہنچی کیسے؟" وہ بولا۔

"بھگوان جانے بابا - جلدی چلو - ماتا جی کو بچاؤ - اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا ہے - وہ ضرور کچھ کر ڈالے گی۔"

"آتا ہوں - آتا ہوں تو چل - اسے روک - کہہ دے بابا ابھی کانتی کو لے کر آ رہے ہیں - جا جلدی سے جا۔"

روپ کلی دوڑتی چلی گئی۔

بدری ناتھ کے حواس گم ہوئے جا رہے تھے - سارے کھیل اپنی جگہ - لیکن عزت و ناموس کے اس کھیل سے اسے شدید خطرہ تھا - وہ اب تک دل ہی دل میں ڈرتا رہا تھا کہ کوئی آفت نہ آ جائے۔

اور آفت آ گئی تھی - کانتی ابھی تک اس کی تحویل میں تھی - پنگھٹ کے پاس چوکسی ہو گئی تھی - لڑکیاں بالیاں اول تو پنگھٹ کی طرف آ ہی نہیں رہی تھیں آتی بھی تھیں تو دن کی روشنی میں - دوسری طرف سائن سخت پریشان کر رہا تھا اس سے جان چھڑانا مشکل تھی - انگریز کی دشمنی بھی مول نہیں لی جا سکتی تھی - سانپ کے حلق میں چھچھوندر.... پھنس گئی تھا - نگلی جاتی تھی نہ اگلی جاتی اور پھر سائن کی خوشنودی حاصل کرنے سے تقدیر کے دروازے کھلتے تھے - اس لئے اس نے یہ خطر مول لیا اور اگھوری لال کو دوسری ہدایات دے کر روانہ کیا تھا جس کے نتیجے میں کانتی یہاں آئی تھی - وہ حویلی کے ایک بالکل اندرونی کمرے میں قید تھی اور سائن نے صرف ایک نگاہ اسے دیکھا تھا اور پسند کیا تھا اور پھر وہ ایک اور حسین رات کا انتظار کرنے لگا تھا - عورت تو رات کی سیاہیوں میں ہی مکمل ہوتی ہے جب آنکھوں کے اندر شراب کا سرور جاگ رہا ہو۔

بدری ناتھ کی عجیب کیفیت تھی، ایک دل تو یہ چاہ رہا تھا کہ حویلی سے نکل کر بھاگ جائے اور اس خطرے سے اپنی جان بچائے لیکن پورا گھر ہی موت کی لپیٹ میں تھا - پتنی اور بیٹیاں سب کی سب بندوق کے نشانے پر تھیں، ان لوگوں کا جیون بچانا بھی بے حد ضروری تھا، اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کیا کرے، دوسری طرف سائن تھا جس کی ناراضگی سے وہ ڈرتا تھا، لیکن گھر والوں کی زندگی اس خوف پر غالب آ گئی - وہ دوڑا دوڑا اس طرف گیا جہاں کانتی کمرے میں بند تھی، اور اس کے دو آدمی اس کمرے کا پہرہ دے رہے تھے - لیکن دروازہ کھلا ہوا تھا۔

وہ بوکھلا گیا، اس کے آدمی بدستور پہرہ دے رہے تھے - تب اس نے بمشکل تمام پوچھا۔

"دروازہ - دروازہ کیسے کھل گیا۔" بدری ناتھ نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"گورے صاحب اندر گئے ہیں۔"

"کب، کتنی دیر ہوئی۔" بدری ناتھ دہشت زدہ لہجے میں بولا۔

"ابھی ابھی - ابھی آئے تھے باہر سے" اس کے آدمی نے بتایا اور بدری ناتھ کمرے میں گھس گیا۔

"دہشت زدہ کانتی ایک کونے میں سمٹی ہوئی تھی اور سائن اس سے تھوڑے فاصلے پر میز کا سہارا لئے کھڑا اسے بھوکی نگاہوں سے گھور رہا تھا - بدری ناتھ کو دیکھ کر کانتی سہمے ہوئے انداز میں چیخی۔

"چاچا جی، بدری چاچا، مجھے بچاؤ بدری چاچا - یہ لوگ - یہ لوگ۔" سائن کھلکھلا کر ہنس پڑا تھا - اور بدری ناتھ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا پھر اس نے کھسیائے ہوئے انداز میں کہا۔

"سائن صاحب، سائن صاحب، حالات ایک دم بگڑ گئے ہیں - میں اس لڑکی کو لیئے جا رہا ہوں۔"

"کیا مطلب؟ کہاں؟" سائن نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

"وہ - وہ - اس کی ماں - اس کی ماں اسے لینے آ گئی ہے - اسے پتہ چل گیا ہے سائن صاحب اور آپ یقین کریں شدید خطرہ ہے اگر بات بگڑ گئی تو جان بچانا مشکل ہو جائے گی۔"

"اوہ بدری ناتھ، آخر ہو نا تیلی، تمہارے خون میں تیل کی آمیزش آخر کہاں جائے گی - ڈرپوک انسان میں تمہیں ہر طرح کے تحفظ کی ضمانت دے چکا ہوں، پھر تم کیوں خوف سے مرے جا رہے ہو، مجال ہے کسی کی جو ہمارے سامنے آنے کی ہمت کرے۔" کرنل کے بیٹے نے کہا اور بدری ناتھ ہاتھ جوڑنے لگا۔

"نہیں سائن صاحب نہیں سائن صاحب، آپ نہیں سمجھتے، آپ نہیں سمجھتے، کانتی آ میرے ساتھ - آ تیری ماں تجھے لینے آئی ہے۔" بدری ناتھ نے کانتی سے کہا۔

"بدری ناتھ۔" سائن دھاڑا۔

"میں اس سے آپ کی بات نہیں مان سکوں گا سائمن صاحب ہمیشہ آپ کی بات مانتا آیا ہوں اس وقت میری
مان لیجئے۔ میری لاج رکھ لیجئے۔" بدری ناتھ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"تم فضول لوگ، بے کار آدمی، اگر مجھے پتہ ہوتا تو میں رات کا انتظار نہ کرتا۔"

"سائمن صاحب میرا وعدہ ہے میں وچن دیتا ہوں کہ آپ کے لئے کوئی دوسرا بندوبست کردوں گا۔ آپ نہ
جانتے، صورتحال بہت بگڑ چکی ہے۔ اس کی ماں نے میری پتنی اور بیٹیوں پر بندوق تان رکھی ہے۔ وہ ماری جائیں گی
صاحب اور اس کے بعد میرا جیون بے کار ہوگا۔ میرے لئے میری دوستی کے لئے۔"

"اوہ بے وقوف آدمی، جہنم میں جاؤ" سائمن غصیلے انداز میں بولا اور باہر نکل آیا۔

"آ میرے ساتھ آ۔" بدری ناتھ نے سکون کی سانس لیتے ہوئے کانتی سے کہا "آ جلدی آ" اور کانتی وحشی ہرنی کی
طرح دوڑ پڑی۔ بدری ناتھ نے اس کا بازو پکڑ لیا تھا اور پھر وہ اسے لے کر اس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں گل وتی اب
تک اس کی پتنی اور بیٹیوں پر بندوق تانے کھڑی ہوئی تھی اور اس کے تیور بے حد خطرناک نظر آ رہے تھے۔

کانتی دوڑ کر ماں سے لپٹ گئی لیکن بدری ناتھ نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ کرنل کا بیٹا سائمن بھی اس کے پیچھے پیچھے
چلا آیا تھا۔

"بدری ناتھ آخر وہی ہوا نا جس کا بستی والوں کو شبہ تھا۔" گل وتی نے خونخوار لہجے میں کہا اور اب تجھے اعتراف
کرنا پڑے گا کہ بندیا اور گیتو بھی تیرے ہی ہاتھوں موت کے گھاٹ اتری تھیں۔"

"تو۔ تو فضول باتیں مت کر۔ جا بھاگ جا یہاں سے۔ جا تیری کانتی تیرے پاس پہنچ چکی ہے، جا ورنہ خطرے میں پڑ
جائے گی۔" بدری ناتھ نے جھنجلا کر کہا۔

"خطرہ بدری ناتھ سب سے بڑا خطرہ تو اس بستی کے لئے تو ہے۔ میں نے اپنی بیٹی کو بچالیا ہے مگر گیتو اور بندیا
میری بیٹیاں تھیں۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی پاپی.... تو نے۔ تو نے گاؤں کی عزت کو کھلونا بنا رکھا ہے۔ آج جب
بندوق نکل ہی آئی ہے تو پھر اسے خاموش نہیں رہنا چاہئے، میں بوڑھی عورت ہوں بدری ناتھ لیکن اس سے
ڈرتی ہوں، جب میرا بیٹا پربھو بندوق لے کر نکلے گا اور تباہی مچادے گا۔ میں جانتی ہوں پربھو شیروں کا شیر ہے، وہ تیاگی کا
بیٹا ہے، وہ معمولی باپ کا بیٹا اور معمولی دادا کا پوتا نہیں ہے، یہ دونوں تیرے اور تیرے باپ کے ہاتھوں موت سے ہمکنار
ہوئے ہیں چنانچہ جب بھی کبھی پربھو نے میری دی ہوئی سوگند توڑ دی تو اس بستی میں بھونچال آ جائے گا۔ میں اس
کو روکنا چاہتی ہوں بدری ناتھ اور اس کے لئے یہی بہتر ہے کہ میں اس بستی کو تیرے ناپاک وجود سے نجات دلادوں"
گل وتی نے بندوق کا رخ بدری ناتھ کی طرف کر دیا۔

لیکن اسی وقت ایک فائر ہوا اور گولی گل وتی کی پشت میں پیوست ہو گئی۔ گل وتی نے ہلکی سی چیخ کے ساتھ پلٹ کر
دیکھا، سائمن اپنے ہاتھ میں پستول لئے ہوئے اسے گھور رہا تھا اور اس کی پستول کی نال دھواں اگل رہی تھی۔

"کمینے، کتے، گورے سور۔" گل وتی نے بندوق کی لبلبی پر ہاتھ رکھا لیکن سائمن نے دوسرا فائر کر دیا۔ اس بار
نشانہ کانتی بنی کانتی کے سینے سے خون کا فوارہ ابل پڑا اور وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر ہائے رام کہہ کر زمین پر بیٹھ گئی۔

گل وتی نے زخمی ہونے کے باوجود فائر کرنے کی کوشش کی لیکن پرانی توڑے دار بندوق زنگ خوردہ تھی، چنانچہ فائر
نہ ہو سکا۔ سائمن نے مزید دو فائر کیے اور گل وتی کے بدن میں دو سوراخ اور ہو گئے۔

لیکن اسی وقت قدموں کی چاپ ابھری، کوئی دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ بدری ناتھ اور سائمن کی نگاہیں اس طرف اٹھ
گئیں انہوں نے خوف و دہشت کے عالم میں پربھو کو دیکھا اور ایک قوی ہیکل اور شیر جیسے جبڑے کلے کا نوجوان جس کی
بڑی آنکھوں میں خون جھلک رہا تھا۔

—— ○ ——

راتوں رات بھانو اور اس کے تینوں ساتھی شہر سے بہت دور نکل آئے تھے۔ ان راستوں کے بارے میں انہیں صحیح اندازہ نہیں تھا بس سڑک کے کنارے چلتے رہے تھے، اور کبھی جب دور سے کسی گاڑی کے گزرنے کی آواز سنائی دیتی تو سڑک سے نیچے اتر کر کھیتوں یا جنگلوں میں ہو لیتے تھے۔ اس سفر کے دوران انہوں نے پولیس کی بہت سی گاڑیاں ادھر سے ادھر آتے جاتے دیکھیں تھیں۔ پولیس نہایت تندہی سے ناکہ بندی کر رہی تھی، شہر میں آنے پر انہوں نے دیکھا کہ پولیس کی گاڑیوں نے بعض کاروں کی تلاشی لی کیونکہ پولیس کو ہر شخص پر بھانو اور اس کے ساتھیوں کا دھوکا ہو جاتا تھا۔

بھانو نے یہ حالات دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور یہی طے کیا کہ کسی بھی شہر کا رخ کرنے کی بجائے گھنے جنگلوں میں وقت گزارا جائے۔

گھنے جنگلوں کی تلاش ان علاقوں میں مشکل نہیں تھی، چنانچہ انہوں نے سڑک چھوڑ دی اور کھیتوں میں چلتے ہوئے بالآخر جنگل میں داخل ہو گئے۔ کہیں کہیں قدیم عمارتوں کے کھنڈرات بھی نظر آئے لیکن ان میں کوئی بھی قیام لئے مناسب نظر نہ آیا۔ وہ آگے اور آگے بڑھتے گئے آخر وہ ایک بہت ہی گھنے جنگل میں پہنچ گئے۔

انگریز بہت پریشان تھا وہ ہر قیمت پر اس فتنے کو ختم کرنا چاہتا تھا لیکن مصیبت پولیس افسران کی آئی ہوئی تھی۔ روز ان پر جھاڑ پڑتی تھی تمام طریقے آزمانے کے بعد انگریزوں نے اطراف کے وحشی قبائلیوں کی خدمات بھی حاصل کرلیں۔

یہ قبائل عام طور پر خانہ بدوش تھے۔ اور انہیں ہابوڑے کہا جاتا تھا، اکثر یہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے رہتے تھے، عام طور پر گروہوں کی شکل میں چلتے تھے۔ دن میں یہ لوگ شہروں میں جا کر مٹی کے کھلونے بیچتے لیکن

رات کو چوری چکاری میں معروف رہتے ہتھیاروں میں تیز کلہاڑے ان کے پاس ہوتے تھے لیکن ایک وصف خصو
کے پاس تھا...... وہ چاقو بازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اور اکثر دیسی ہتھیار بھی استعمال کرتے تھے لیکن اب یو پی کی ا
نے ان لوگوں کو جدید ہتھیار دے دیئے تھے اور بڑے بڑے انعامات کا بھی لالچ دیا تھا۔ انہیں بھانو کا افسانوی حلیہ ذہن
دیا گیا تھا اور حکم دیا گیا تھا کہ جنگلوں اور کھیتوں میں پھیل جائیں اور بھانو کو تلاش کریں۔

دس ہزار کا انعام تو حکومت کی طرف سے تھا ہی لیکن اس کے علاوہ بھی ان سے بہت سے انعامات کا وعدہ کیا گیا
چنانچہ بابوڑوں کے گروہ ان اطراف کے جنگلوں میں پھیل گئے اور انہوں نے جگہ جگہ ڈیرے ڈال رکھے تھے۔

بھانو اور اس کے ساتھی جس جنگل میں داخل ہوئے تھے اتفاق سے اس میں بھی بابوڑوں کا ایک گروہ ایک ٹیلے
قریب ہی فروکش تھا۔ لیکن بھانو اور اس کے ساتھی ان بابوڑوں کی موجودگی سے بے خبر تھے۔ انہوں نے بھی قیام کے
بابوڑوں سے قریب ہی...... ایک جگہ منتخب کرلی۔ رات کے کھانے کے لئے پھلوں اور دوسری چیزوں کا انتظام تھا۔ ا
نے پیٹ بھرے اور بندوقیں گود میں رکھ کر لیٹ گئے۔ دھرم سنگھ نے سگریٹ سلگائی۔ وہ سگریٹ پینے کا عادی تھا جب
بھانو کبھی کبھی سگریٹ پی لیتا تھا۔

"مجھے بھی دو۔" بھانو نے موڈ میں آکر سگریٹ مانگ لی اور دھرم سنگھ نے جلدی سے سگریٹ پیش کردی پھر
باتوں میں مشغول ہوگئے۔ ابھی یہ لوگ باتیں ہی کر رہے تھے کہ موری لال نے جھپٹ کر دھرم سنگھ کے منہ سے س
نکال لی اور سرگوشی کے انداز میں بولا۔

"سگریٹ بجھا دو بھانو۔"

"بھانو نے جلدی سے سگریٹ نکال کر زمین سے رگڑ دی تھی۔

"کیا بات ہے؟" وہ بندوق اٹھا کر بولا۔

"وہ دیکھو۔ آگ جل رہی ہے۔" موری لال نے ایک سمت اشارہ کیا۔ یہ بھانو کی عقبی سمت تھی۔ بھانو نے پل
دیکھا تو اسے الاؤ جلتا نظر آیا۔ وہ سب چونکے ہوگئے۔

"ممکن ہے پولیس ہو۔" موری لال بولا۔

"ہاں امکانات تو ہیں۔ ہو سکتا ہے کوئی دستہ ہماری تلاش میں اس طرف نکل آیا ہو۔"

تھوڑی دیر تک وہ مشورہ کرتے رہے پھر بھانو نے کہا۔

"آؤ۔ انہیں قریب سے دیکھیں اور اگر پولیس ہے تو اس سے دو دو ہاتھ کرلیں۔"

"تم لوگ یہاں رکو۔ میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرکے آتا ہوں۔ ابراہیم نے پیشکش کی اور بندو
کر کھڑا ہوگیا۔ بھانو نے مداخلت نہیں کی تھی۔ ابراہیم دبے پاؤں درختوں کی آڑ لیتا ہوں الاؤ کے قریب پہنچ گیا جو
دور سے نظر آیا تھا۔ یہاں اس نے خانہ بدوش بابوڑوں کو دیکھا اور بغور ان کا جائزہ لیتا رہا۔

بابوڑوں کی تعداد ستراسی سے کم نہیں تھی لیکن اسے چند ایسی چیزیں نظر آئیں جنہوں نے ابراہیم کو سوچنے
کر دیا تھا۔ کافی دیر تک وہ یہاں رکا اور پھر واپس اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا۔

"پولیس ہی ہے۔" بھانو نے پوچھا۔

"نہیں خانہ بدوش بابوڑے ہیں۔" ابراہیم نے جواب دیا۔

"دھت تیرے کی۔ لا دھرم سنگھ سگریٹ دے۔ سگریٹ کا مزا بھی خراب ہوگیا۔" بھانو نے کہا اور ابراہیم
سنگھ کو روک دیا۔

"نہیں بھانو۔ ان کی یہاں موجودگی مشکوک ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو ابراہیم۔"

"عموماً خانہ بدوش آبادیوں کے قریب ڈیرے ڈالتے ہیں اور وہیں سے مانگتے کھاتے ہیں یا چوری چکاری کرتے
ہیں۔ جنگلوں میں ان کے ڈیرے ڈالنے کا کیا جواز ہے۔"

"ممکن ہے یہاں سے گزرتے ہوئے رات ہوگئی ہو۔" بھانو بولا۔

"دوسری بات یہ کہ ان لوگوں کے ساتھ عورتیں اور بچے نہیں ہیں جبکہ ان کے کنبے ہمیشہ ان کے ساتھ ہوتے
ہیں۔ یہ لوگ اکیلے کبھی نہیں ہوتے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟" ابراہیم نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے ابراہیم؟" بھانو نے پوچھا۔

"کوئی ٹھوس بات نہیں کہہ سکتا۔"

"پھر کیا کیا جائے؟"

"کچھ نہیں۔ صبح انہیں دیکھیں گے۔ رات کو ذرا احتیاط رکھی جائے۔" ابراہیم نے کہا اور بھانو نے اس کی تجویز مان
لی صبح کو یہ لوگ جلدی جاگ گئے تھے۔ دن کی روشنی میں بابوڑوں کا ڈیرا صاف نظر آرہا تھا۔ گو فاصلہ زیادہ تھا لیکن وہ ان کی
نقل و حرکت صاف دیکھ سکتے تھے۔ ابراہیم نے ایک بار پھر بھانو کا شانہ دبایا۔

"کچھ دیکھا؟"

"ہاں۔" ان کے ساتھ عورتیں اور بچے نہیں ہیں۔"

"کچھ اور دیکھو بھانو۔"

"کیا؟"

"ان میں سے بیشتر کے شانوں سے بندوقیں لٹک رہی ہیں۔ یہ بندوقیں نئی اور زیادہ بور کی ہیں۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے ابراہیم۔ تیری آنکھیں اور دماغ بہت تیز ہے۔" بھانو نے تعریفی انداز میں کہا۔

"یہ ان کے پاس کہاں سے آئیں؟"

"معلوم کریں؟"

"ہاں آؤ۔" اس ٹولی کا پیچھا کرتے ہیں جو اس طرف جا رہی ہے۔" ابراہیم نے کہا۔ چار بابوڑے بائیں سمت جا رہے
تھے۔ یہ لوگ چالاکی سے ان کے پیچھے چل پڑے اور ان کے ڈیرے سے کافی دور پہنچ کر انہیں جالیا۔

بابوڑے انہیں دیکھ کر رک گئے تھے "کون ہو تم اور یہ بندوقیں لئے کیوں پھر رہے ہو۔" بھانو نے گرج کر پوچھا۔
اس کی گرجدار آواز نے بابوڑوں کو سہما دیا تھا۔

"خانہ بدوش ہیں مائی باپ اور۔"

"بندوقیں کہاں سے آئیں تمہارے پاس؟" بھانو نے پوچھا اور ابراہیم نے آگے بڑھ کر کہا۔

"کوتوال صاحب ہیں۔ سادہ لباس میں بھانو ڈاکو کی تلاش میں نکلے ہیں جو کچھ پوچھ رہے ہیں اس کا صحیح جواب دو۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ان سسروں کو گرفتار کرلو اور پولیس اسٹیشن لے چلو سب کچھ بتا دیں گے۔"

"بابوڑے بزدل نہیں تھے لیکن پولیس افسر کا نام سن کر وہ ڈر گئے اور ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوگئے۔ "نہیں سرکار ہم
بھی سرکار کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ بندوقیں بھی سرکار نے ہمیں دی ہیں۔ ہم بھی تو بھانو کو مارنے کے لئے ہی جنگلوں میں
نکلے ہیں۔ بہت بڑا انعام ملے گا ہمیں۔"

"بھانو کو مارنے نکلے ہو اور یہاں آرام کر رہے ہو۔ کیوں؟" بھانو نے پوچھا۔

"آرام نہیں کر رہے سرکار۔ ہم نے سنا ہے بھانو اسی جنگل میں چھپا ہوا ہے۔ ہم تو آپ کے جاسوس ہیں سرکار۔"

آپ چنتا نہ کریں ہم اسے مار کر ہی دم لیں گے۔"

"بکواس مت کرو۔" ان بندوقوں کے ذریعے لوٹ مار کرتے ہو۔ اپنے ساتھیوں سے کہو کہ ہتھیار جمع کرادیں۔ چل
ان کی بندوقیں چھین لو۔ ہابو ڑوں نے خود ہی اپنی بندوقیں اتار کر پھینک دی تھیں۔

سارے ہابو ڑوں کو وہیں بٹھالیا گیا اور ایک کو باقی لوگوں کے پاس بھیج دیا تھا۔ اس دوران بھانو اور اس کے ساتھیوں
نے کسی خطرناک صورت حال سے نمٹنے کے لئے پوزیشن سنبھال لی تھی۔

ہابو ڑوں کا پورا گروہ اس طرف چل پڑا۔ ان کا سردار سب سے آگے تھا۔ پولیس افسر کا سن کر وہ سب چل پڑے
تھے۔ جونہی وہ ان کے قریب آیا اس نے بھانو کو پہچان لیا اور دوسرے لمحے وہ پلٹ کر بھاگا اور چیخا۔

"ارے یہ تو بھانو ڈاکو ہے۔ پولیس افسر نہیں ہے۔" سردار تو شاید کوئی بہتر پوزیشن کے لئے بھاگا تھا لیکن اس کے
گروہ کے لوگ کچھ اور ہی سمجھے۔ انہوں نے سوچا کہ جب ان کا سردار ہی جی چھوڑ گیا ہے تو پھر وہ اکیلے کیسے لڑیں گے۔ یہ
سوچتے ہی وہ بھی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔

"ممکن ہے آگے جا کر یہ لوگ سنبھل جائیں اور پھر پلٹ پڑیں، اگر ایسا ہوا تو یہ مسلح ہابو ڑے ان کے لئے بہت
خطرناک ثابت ہوں گے۔ اس خیال کے تحت بھانو نے بندوق سیدھی کرکے ان پر فائرنگ شروع کردی۔ اس کے ساتھ ہی
باقی تینوں بندوقیں بھی گولیاں اگلنے لگیں۔ ہابو ڑوں کے گروہ میں سے بہت کم ایسے تھے جو جان بچا کر بھاگ سکے تھے۔ بھانو
اور اس کے ساتھیوں نے پینتالیس لاشیں تلاش کی تھیں۔ انہوں نے ہابو ڑوں کے ہتھیار جمع کرکے ان کی گٹھڑی بنالی۔ بے
شمار کارتوس بھی ہاتھ آئے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے ڈیرے سے خوراک کا بہت بڑا ذخیرہ ملا جس میں سے انہوں نے کچھ
ذخیرہ ساتھ لے لیا۔ بندوقوں کے وزنی گٹھڑوں کو لے کر وہ وہاں سے چل پڑے اور کوئی ایک فرلانگ چل کر چاروں نے مل
کر یہ ذخیرہ زمین میں دفن کردیا اور وہاں ایسی نشانیاں بنادیں کہ اگر کبھی اس ذخیرے کی ضرورت پیش آئے تو اسے تلاش
کرنے میں دقت نہ ہو۔

اس مہم سے فارغ ہو کر انہوں نے یہ علاقہ چھوڑ دیا اور برق رفتاری سے جنگلوں جنگلوں آگے بڑھنے لگے۔ انہیں
یقین تھا کہ جان بچا کر بھاگنے والے ہابو ڑے پولیس کو ضرور اطلاع دیں گے اور پولیس انتہائی برق رفتاری سے یہاں پہنچے گی
لہٰذا وہ تیزی سے آگے بڑھتے رہے۔

دوسری طرف یوپی پولیس کی جان پر بن آئی تھی۔ ہابو ڑوں کے قتل عام کی داستانیں اخبارات میں چھپ چکی
تھیں۔ اور یوپی پولیس کے خلاف سخت اشتعال پھیل گیا تھا۔ کچھ سیاسی تبدیلیاں بھی رونما ہوئی تھیں۔ کانگریسی نیتاؤں نے
ایک نیا پانسہ پھینکا تھا۔ انہوں نے بھانو کی سرگرمیوں میں حکومت کی مدد بھی شامل کردی تھی۔ انہوں نے بیانات دیے تھے
کہ آخر بھانو پولیس کی گرفت میں کیوں نہیں آتا۔ صرف اس لئے کہ پولیس اسے گرفتار کرنے میں دیانت دار نہیں ہے؟
ان بیانات کے بعد عوام میں اور بے چینی پھیل گئی اور خواص کے پیروں تلے سے زمین کھسکنا شروع ہوگئی۔

اب بھانو کی وارداتوں میں تیزی آگئی تھی۔ پولیس کو ایک جگہ سے اطلاع ملتی ہے کہ بھانو نے فلاں جگہ ڈاکا ڈالا
پولیس تیز رفتاری سے اس مقام کی ناکہ بندی کرتی تو انہیں اطلاع ملتی کہ اس جگہ سے دس کوس آگے ایک اور ڈاکا پڑا
ہے۔ پولیس گھن چکر بنی ایک جگہ سے دوسری جگہ دوڑتی پھر رہی تھی لیکن وہ اس کی خاک پا تک نہیں پا سکے۔ حکومت
پریشان ہوگئی۔ بھانو نے تمام پولیس افسروں کو بے دست و پا کردیا تھا۔ حکومت یوپی نے آخر پریشان ہو کر ممبئی گورنمنٹ
سے اس سلسلے میں امداد طلب کی۔ ممبئی گورنمنٹ نے اپنا ایک تجربے کار پولیس افسر نامزد کردیا۔ اس کی خدمات حکومت
یوپی کے سپرد کردی گئیں۔ اس افسر کا نام کانتی لال تھا۔ پورے صوبے میں اس کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی جس حلقے میں اس کا
تقرر ہوتا تھا۔ ڈاکو چور، لٹیرے، رہزن سب وہ حلقہ چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جاتے تھے اور جرائم کی تعداد برائے نام رہ

جاتی۔ کانتی لال ایک قد آور کسرتی بدن کا پولیس افسر تھا۔ وہ اپنی مستعدی اور حاضر دماغی اور صحیح منصوبہ بندی کی وجہ سے
اپنی ملازمت کے دوران پورے صوبے میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔ کانتی لال بہت خاموشی سے لکھنؤ پہنچا۔ بڑے
افسران نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ سب سے پہلے اس نے تمام فائلیں طلب کیں اور طریقۂ واردات کا گہری نظر سے
مطالعہ کیا پھر اس نے ان پولیس افسروں سے بات چیت کی جو اس تفتیش پر تعینات کیے گئے تھے پھر اس نے اپنے ماتحت، چند
نوجوانوں پولیس افسروں کا انتخاب کیا اور اس علاقے کی طرف نکل گیا جہاں بھانو کی موجودگی کا امکان تھا۔

———— ○ ————

گل وتی چلی گئی تھی لیکن بیندو کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ اس کے کانوں میں گل وتی کی آواز گونج رہی
تھی۔ میں سب کچھ خود ہی کرلوں گی۔ تم جوان ہو، بھگوان تمہیں جیتا رکھے۔

"ایسی جوانی کس کام کی جو کسی کی عزت نہ بچا سکے۔ بیندو نے سوچا اور پھر اسے گل وتی کے الفاظ یاد آگئے۔ "پربھو
کے ہاتھ میں نے خود کاٹ دیے ہیں وہ بے غیرت نہیں ہے۔" اگر پربھو بے غیرت نہیں ہے تو پھر یہ بڑی خراب بات ہوگی
کہ اسے کچھ معلوم نہ ہو اگر گل وتی اور کانتی کو کچھ ہو گیا... تو اس میں وہ خود بھی قصوروار ہوگا۔ ماں تو ممتا کی آگ میں
اسے قسم دے گئی ہے مگر پربھو اسے کبھی معاف نہیں کرے گا۔

دیر تک وہ پریشان کھڑا سوچتا رہا پھر جھنجلا کر بولا "چاچی گل وتی تو مجھے کیسی سوگند دے گئی ہے۔ اب میں کیا کروں؟
کافی دیر کے بعد وہ فیصلہ کرکے اٹھ گیا۔ اس نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا۔

"بھگوان مجھے شما کرنا۔ میں تمہاری سوگند توڑ رہا ہوں۔ پربھو کو بتانا ضروری ہے اور پھر یہ گاؤں کی عزت کا سوال
ہے۔" وہ اپنے کھیت سے نکل کر پربھو کے کھیت کی طرف چل پڑا۔

کئی آوازوں کے بعد پربھو اس کے پاس آیا۔ "کیا ہے رے بیندو۔ کیوں حلق پھاڑ رہا ہے؟"

"پربھو۔ ایک بات کہنی ہے تجھ سے۔"

"کہہ سوچ کیا رہا ہے۔"

"وہ پربھو دراصل۔ دراصل کانتی تیرے لئے روٹی لے کر آئی تھی، تیری روٹی میرے کھیت میں پڑی ملی اور کانتی
غائب تھی، کوئی کھیت سے.... کانتی کو پکڑ کر لے گیا۔ میں نے پربھو، اگھوری لال کو دیکھا تھا جو ایک بھوسہ بھری گاڑی میں
پھولن کے باغ کے پاس سے گزر رہا تھا، مجھے تو شبہ ہے کہ کانتی کو اگھوری لال پکڑ کر لے گیا ہے۔

"کیا؟" پربھو کے حلق سے ایک غراہٹ نکلی۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

"ہاں پربھو۔ میں نے چاچی سے کہا تھا کہ میں جا کر پربھو کو بتا دوں، پھر اس نے مجھے بھگوان کی سوگند دے دی اس

نے کہا کہ وہ خود ہی نمٹ لے گی۔ پربھو جوان ہے کوئی ایسی ویسی حرکت کر بیٹھا تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔" بیند
پوری بات سنے بنا ہی وہ اپنے گھر کی طرف پوری رفتار سے دوڑ پڑا۔ لمحوں میں وہ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچ گیا تھا۔
گھر میں گھستا چلا گیا۔ گھر خالی پڑا تھا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور پھر کوٹھے میں گھس گیا۔ ٹین کا صندوق کھلا پڑا تھا۔
بندوق غائب تھی۔ پربھو آہستہ آہستہ کانپنے لگا۔

"ماں تو نے اپنی جوان اولاد کو بہت بڑی گالی دی ہے ماں کسی ماں نے اپنے بیٹے کو یہ گالی نہ دی ہوگی۔" درد بھرے لہجے میں بولا اور پھر آہستہ آہستہ گھر کے دروازے سے باہر نکل آیا۔ اس کا رخ بدری ناتھ کی حویلی کی طرف تھا۔ بھی اتفاق تھا کہ پربھو نے حویلی میں داخل ہونے کے لئے پچھلا راستہ اختیار کیا۔ وہ اس وقت عقبی صحن سے گزر رہا تھا۔ وقت فائر کیے جا رہے تھے۔ فائروں کی آواز سن کر اس کا بدن ایک لمحے کے لئے کانپ گیا تھا۔ ابھی وہ چند قدم آگے گیا تھا اس نے سوچا۔

ممکن ہے ماں نے بدری ناتھ کو ٹھنڈا کر دیا ہو، یہ تصور لے کر وہ اس جگہ پہنچا تھا جہاں یہ خونی ڈرامہ ہو رہا تھا۔ کی آنکھوں میں خون ہی خون تھا لیکن جب وہ اس جگہ پہنچا تو اس نے ایک اور منظر دیکھا۔

"کانتی کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی اس کا بدن مردہ نظر آ رہا تھا اور اس کے نزدیک ہی ماں بھی شاید آخ سانس لے رہی تھی۔

"قریب ہی سائن اور اس کے نزدیک بدری ناتھ موجود تھا اور بدری ناتھ کے گھر والے بھی خوف و دہشت سمٹے ہوئے کھڑے تھے، پربھو کو دیکھ کر وہ سب ساکت رہ گئے تھے۔ ایک لمحے کے لئے تو پربھو کا دماغ بالکل تاریک ہو اس نے ماں اور بہن کے سینے سے بہتے ہوئے خون کو دیکھا اور ان کے مردہ ہوتے ہوئے جسموں پر ایک نگاہ ڈالی اور پھر کی نگاہیں بدری ناتھ اور سائن کی طرف اٹھ گئیں، وہ ساکت نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھتا رہا اور پھر آہستہ آہستہ کے نزدیک پہنچ گیا۔

"ماں۔" وہ ماں کے نزدیک پہنچ کر دو زانوں ہو گیا۔ "ماں کیا ہو گیا تھا تجھے۔ کانتی کو کس نے مارا ہے ماں۔ کیا تو اور یہ تیرے سینے؟ اوہ ماں۔ ماں کیا میں اسی دن کے لئے تجھ سے نہ کہتا تھا۔" اس کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب گئیں ماں نے آنکھیں کھول دیں۔

"آ گیا پربھو۔ تو آ گیا۔" وہ بمشکل تمام لرزتی ہوئی آواز میں بولی اور پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا اس کے ہاتھوں میں زنگ خوردہ بندوق دبی ہوئی تھی۔

"لے پربھو۔ اسے سنبھال۔ اسے سنبھال۔" اس نے اکھڑتی ہوئی سانس کے ساتھ کہا اور پربھو نے زنگ بندوق ہاتھ میں لے لی۔

"سنبھال لوں ماں۔ سنبھال لوں۔ سوگند تو نے توڑ دی اپنی؟"

"ہاں۔ ہاں۔" ماں کے حلق سے ہچکی کے انداز میں یہ آواز نکلی۔ "لیکن اسے استعمال اس وقت کرنا جب ہمار جل چکی ہو۔ میں تجھے اپنے خون کی سوگند دیتی ہوں۔" یہ کہتے ہوئے اس کی ماں نے دم توڑ دیا اور وہ پھٹی پھٹی نظروں ماں اور بہن کو دیکھتا رہا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور بدری ناتھ کی طرف دیکھ کر کہا۔ "بدری ناتھ جی، کھیل ختم ہو گیا۔"

"پربھو۔ پربھو تم۔" بدری ناتھ کے منہ سے اتنا ہی نکلا کہ کرنل کا بیٹا سائن کڑی نگاہوں سے پربھو کو دیکھ ابھی شاید اس کے پستول میں گولیاں بھی باقی تھیں، اس لئے اسے اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔ پربھو چند قدم آگے بڑھ ماں کی سوگند یاد کر کے وہیں رک گیا پھر اس نے جھک کر ماں اور بہن کی پیشانی چومی اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کریا کرم کون کرے گا بدری ناتھ جی، کیا میں یہ لاشیں لے جاؤں۔"

"پربھو۔ پربھو۔ پربھو مجھے تم سے باتیں کرنی ہیں پربھو، تم رک جاؤ۔" بدری ناتھ نے کہا اور پربھو گردن ہلا

"ماں کو کس نے قتل کیا ہے بدری ناتھ جی۔" پربھو کی آواز اب بھی سرد تھی۔

"میں بتا دوں گا۔ بتا دوں گا۔" بدری ناتھ کے حواس ساتھ دیے جا رہے تھے۔ پربھو نے بندوق ایک دیوار کے ساتھ لگا دی۔ سائن واپسی کے لئے مڑ گیا تھا۔

"پربھو ابھی اپنے گھر پہنچا ہی تھا کہ بدری ناتھ کے آدمی دونوں لاشیں چادروں میں لپیٹے اس کے دروازے پر پہنچ گئے اور انہیں صحن میں رکھی چارپائیوں پر رکھ کر الٹے پیروں واپس چلے گئے۔ لاشیں اترتی دیکھ کر قرب و جوار کے لوگ جمع ہو گئے۔ اور جب انہیں پتہ چلا کہ خون میں ڈوبی ہوئی لاشیں گل وتی اور کانتی کی ہیں تو کہرام مچ گیا۔ بدری ناتھ کے آدمی تو لاشیں چھوڑ کر چلے گئے لیکن لوگوں میں جوش و خروش بڑھتا جا رہا تھا۔

"کس نے مارا انہیں۔ کیسے مر گئیں یہ پربھو؟" لوگوں نے پوچھا لیکن پربھو خاموش تھا۔

"پوری بستی کا کاروبار بند ہو گیا لوگ جوق در جوق جمع ہونے لگے سب کی زبان پر ایک ہی سوال تھا۔ ان دونوں کو کس نے قتل کیا لیکن جواب صرف پربھو کے پاس تھا اور پربھو خاموش تھا اور یوں لگتا تھا جیسے اس کی قوت گویائی سلب ہو گئی ہو۔

"تو جواب کیوں نہیں دیتا پربھو۔ اور تو نے اپنے پتا کی یہ بندوق کیوں نکالی ہے؟"

"ارے ہتھیار سے کہیں تو نے ہی تو ان دونوں کو قتل نہیں کیا؟" لیکن پربھو اس بات پر بھی خاموش رہا۔ لوگوں میں حسب معمول بدری ناتھ کے آدمی شامل ہو گئے تھے اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ایک ایک آدمی جا کر انہیں صورتحال کی اطلاع دے رہا تھا۔

"جب انہیں اندازہ ہو گا کہ پربھو کی خاموشی سے صورتحال بدل گئی ہے تو وہ خود بھی اس طرف چل پڑے اور لوگوں کے درمیان پہنچ گئے۔ "مجھے اس واقعے سے گہرا صدمہ ہوا ہے اب تم لوگ تفتیش کرنے کے بجائے کریا کرم کا بندوبست کرو۔ ان کی مٹی خراب کرنا اچھی بات نہیں ہے۔"

"پربھو نے خود ان دونوں کی ہتیا کی ہے۔"

"اس کا پتہ بعد میں چل جائے گا۔ میں نے داروغہ کنہیا لال کو بلانے کے لئے آدمی بھیج دیا ہے۔ وہ آ کر سب کچھ معلوم کر لیں گے۔" بدری ناتھ جی نے کہا۔

لوگوں نے کریا کرم کا بندوبست کیا اور رات کو دونوں ارتھیاں پھونک دی گئیں پربھو بھی ساتھ تھا لیکن وہ اب بھی خاموش تھا۔ اس نے ایک آنسو بھی نہیں بہایا تھا۔ بس اس کی آنکھوں میں بھی ایک چتا سی جلتی محسوس ہوتی تھی۔

"رات کو جب اس واقعے پر غور کرنے کے لئے چوپال جمی، تو اس میں پربھو موجود نہیں تھا۔ اس نے گھر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا۔

"پربھو کی خاموشی کیا کہتی ہے؟"

"وہ اتنا خاموش کیوں ہے؟"

"اس نے ایک آنسو بھی نہیں بہایا۔ کیا وجہ ہے اس کی؟"

"ایک ہی وجہ سمجھ میں آوے ہے چوہدری جی۔" ہریا بولا۔

"کیا؟"

"کوئی ایسی ویسی بات ہوئی ہے۔"

"کیسی بات رے؟"

"یوں لگے ہے چوہدری جی جیسے کانتی آوارہ ہو گئی ہو اور اس کی ماں نے اس کی آوارگی چھپائی ہو جب اسے
اس بات کا تو پربھو نے جوش میں آکر ان دونوں کو گولی ماردی۔" ہریا بولا، لیکن اسی وقت بیندو کا الٹا ہاتھ اس کے منہ
اور ہریا ایک طرف لڑھک گیا۔

"بیندو آپے سے باہر ہو گیا تھا۔ اس نے دیوانگی کے عالم میں ہریا کو اٹھایا اور اسے دیوار سے ٹکرا دیا۔ "بول پھر
گا ایسی بات۔ بول جواب دے ورنہ میں تیرا خون کردوں گا۔" وہ بولا۔

"لوگ ہریا کو بچانے دوڑ پڑے تھے۔ ہریا بری طرح چیخ رہا تھا۔ بڑی مشکل سے بیندو سے ہریا کو بچالیا گیا۔ چو
تمے چوہدری جی اپنی تجربہ کار نگاہوں سے بیندو کا جائزہ لے رہے تھے پھر انہوں نے کہا۔

"تجھے مرنے والوں پر الزام نہیں لگانا چاہئے تھا ہریا۔ کیا تجھے ایسی کوئی بات معلوم ہے؟"

"نہیں چوہدری جی۔ میں نے تو بس۔ میں نے تو بس اپنا خیال بتایا تھا اگر ایسی بات نہیں ہے تو پربھو سے پوچھو
چپ کیوں ہے۔ کیوں نہیں بتاتا کہ اس نے ان دونوں کو کیوں قتل کیا ہے؟" ہریا نے خون تھوکتے ہوئے کہا۔

"ایسی باتیں زبان سے نہیں نکالتے ہریا۔ آئندہ خیال رکھنا اور بیندو تو اتنے غصے میں کیوں آگیا؟"

"چوہدری جی۔" گل وتی تیجا سنگھ کی عزت تھی۔ وہ پربھو کی ہی نہیں بستی کے دوسرے لڑکوں کی بھی ماتا سمان
اور پھر۔ اور پھر چوہدری جی اصلیت میں جانتا ہوں مجھے اصلیت معلوم ہے۔ ماں بیٹی بھگوان کی سوگند گنگا جل کی طرح
تھیں۔ ان کے ساتھ انیائے ہوا ہے۔"

"کیسا انیائے ہے؟"

"کیا بتاؤں چوہدری جی۔ جب سسرے پربھو نے ہی زبان بند کرلی ہے تو میں کیا بتاؤں؟" بیندو نے ہاتھ ملتے ہو
کہا۔

"بتا بیندو۔ اصلی بات کیا ہے؟" بتا یہ بستی کی دوسری بہو بیٹیوں کے لئے ضروری ہے۔" چوہدری نے کہا۔

"نہیں چوہدری جی جو بات پربھو نے نہیں بتائی وہ میں نہیں بتا سکتا۔ پوچھنا ہے تو اسی سے پوچھو۔ نہ جانے اس
سب کچھ کیوں چھپایا ہے۔ میں اس سے بات کرے بغیر کچھ نہیں بتاؤں گا۔" بیندو نے کہا اور چوپال سے چلا آیا۔ سب
چہرے پریشانی سے سکڑ گئے تھے۔ لیکن اسی رات اچانک بستی میں شور مچ گیا۔ پربھو کے کھیت جل رہے تھے۔ کھیتوں
بڑی خوفناک آگ لگی تھی۔ پوری بستی آگ بجھانے دوڑ پڑی۔ لوگوں کو اپنے اپنے کھیتوں کی فکر پڑی ہوئی تھی۔
پھیل گئی تو دوسرے کھیت بھی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے۔

"بدری ناتھ نے بھی اپنے سارے آدمی آگ بجھانے کے لئے بھیج دیئے تھے اور خود بھی وہاں چلا آیا تھا۔ پر
کوئی پتہ نہیں تھا۔ "آگ کیسے لگی؟" پربھو کہاں ہے؟" ارے دیکھ وہ خود بھی تو کھیتوں کے بیچ جل کر نہیں مرگیا۔ اس
گھر میں بھی تو دیکھو۔"

"پربھو اپنے گھر میں موجود نہیں تھا۔ عام خیال یہ تھا کہ شاید اس نے کھیتوں میں خود ہی آگ لگائی اور جل کر م
آگ بجھی تو اس کی لاش نہیں ملی۔ اسی صبح بھساور بستی سے دکان کا مال خرید کر آتے ہوئے کندن لال نے بتایا کہ اس
پربھو کو کٹھاری کے بنگلے کے پاس دیکھا ہے۔ وہ کندھے پر گٹھری لٹکائے پرانی بندوق لیے کہیں جا رہا تھا۔ تب لوگوں کو
کہ پربھو بستی سے بھاگ گیا۔ اس کے بعد ہریا کی کہی ہوئی بات جڑ پکڑنے لگی۔ ضرور کوئی ایسی ویسی ہی بات تھی جو
پربھو نے اپنی ماں اور بہن کو قتل کردیا اور پھر بستی سے منہ چھپا کر بھاگ گیا۔

"اس شام بدری ناتھ جی نے بستی کے.... بڑوں کو اپنی حویلی میں طلب کرلیا۔ ان میں چوہدری جی بھی شامل
"بستی کے سب سے زیادہ افسوسناک واقعے پر گفتگو کرنے کے لئے میں نے آپ لوگوں کو بلایا ہے۔"

"جی جاگیردار صاحب۔"

"گل وتی اور اس کی بیٹی کانتی کے قتل کی وجہ آپ لوگوں کو معلوم ہو گئی؟"

"نہیں بدری جی۔ ہمیں کون بتائے گا۔"

"اوہ۔ میرا فرض ہے کہ میں آپ کو حقیقت سے آگاہ کروں۔ دس بارہ دن پہلے کی بات ہے کہ پربھو میرے پاس آیا
اور اس نے ایک عجیب بات کہی تھی۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ اس کی بہن بدچلن ہو گئی ہے، اور شاید حاملہ ہو گئی ہے۔
بھو نے کہا کہ اس نے اپنی ماں سے یہ بات پوچھی تھی تو پربھو کی ماں نے اسے ڈانٹ دیا۔ اس بات پر پربھو ماں سے ناراض
گیا اور دونوں میں خوب تو تو میں میں ہوئی۔ پربھو نے گھر کا کھانا بھی چھوڑ دیا تھا۔

"دوسری بار پربھو میرے پاس آیا اور اس نے ایک اور واقعہ سنایا۔ اس نے کہا کہ پچھلی رات اس کی آنکھ کھلی تو
نے کسی کو کانتی کے پاس سے اٹھتے ہوئے دیکھا۔ اٹھنے والا دروازہ سے باہر نکل گیا اور دروازہ بند کرنے والی اس کی ماں
۔ اس وقت بھی پربھو کی ماں سے خوب لڑائی ہوئی، اور پربھو گھر سے نکل گیا۔ وہ سخت غصے میں تھا اور کہہ رہا تھا کہ اگر
دونوں ماں بیٹیوں نے اپنا چلن نہ بدلا تو وہ انہیں قتل کردے گا۔ میں نے اسے سختی سے منع کیا کہ وہ قانون اپنے ہاتھ میں
لے میں ان دونوں کو بلا کر سمجھاؤں گا اور وہ منحوس واقعہ میرے گھر میں ہی پیش آیا۔ میں نے گل وتی اور کانتی کو بلایا اور
سے بات کی۔ گل وتی مشتعل ہو گئی۔ اس نے کہا کہ پربھو انہیں بدنام کرنے پر تلا ہوا ہے ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے،
ن اسی وقت پربھو آگیا۔ اس کے ہاتھ میں بندوق تھی۔

"گل وتی نے اس وقت بھی اسے برا بھلا کہا۔ کانتی بھی اس کے ساتھ شریک تھی اور اس سے قبل کہ میں اسے
وکتا پربھو نے گولیاں چلا کر دونوں کو ختم کردیا۔ یہ ہے بھائیو اس قتل کی کہانی۔ اب مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔ ایک انگریز بھی
رے گھر مہمان ہے بات کو چھپا بھی نہیں سکتا اور اگر کھولتا ہوں تو گھر کی عزت جاتی ہے۔"

لوگ اس کہانی کو سن کر ساکت رہ گئے تھے۔ بدری ناتھ نے جو کچھ بتایا تھا اس سے ساری باتوں کے ثبوت ملتے تھے
لوئی تردید نہیں کرسکتا تھا۔ بہرحال بدری ناتھ خود بولے۔ "میں دیکھوں گا کہ گاؤں کی عزت بچانے کے لئے میں کیا کرسکتا
ہوں۔ تم لوگ آرام کرو۔"

اور لوگ وہاں سے چلے آئے۔ باتیں کہیں چھپ سکتی ہیں۔ ہر گھر میں داستان پہنچ گئی۔ ہریا لوگوں کے سامنے سینہ
پھلائے پھلائے پھر رہا تھا۔ "اب پوچھو اس سسرے بیندو سے۔ ہم نے کہا تو.... مارنے لگا ہمیں۔ چوہدری جی حرجانہ لیں
گے ہم بھی۔ "ہاں۔" وہ کہہ رہا تھا لیکن اس وقت جب چوپال لگی ہوئی تھی۔ بیندو ایک لاٹھی میں گٹھڑی لٹکائے چوپال پر آ
گیا۔ اس کے ہاتھ میں بھگوت گیتا دبی ہوئی تھی۔ سب لوگوں نے اسے تعجب سے دیکھا۔

"کہاں جارہے ہو بیندو؟" کہاں کی تیاریاں ہیں؟"

"ہاں چوہدری جی۔ چھتروالی سے دل اٹھ گیا۔ بستی چھوڑ کر جارہا ہوں۔"

"کیوں۔ کہاں جارہے ہو؟"

"بس جہاں بھاگ لے جائیں۔" وہ اداسی سے بولا۔

"اور تمہارے کھیت۔"

"کرم چاچا کو دے دیے ہیں۔ ان کا قرضہ تھا ہمارے اوپر۔ سو اتار دیا۔ سو روپے لے لیے ہیں ان سے اور انگوٹھا لگا
دیا ہے۔"

"مگر بیندو۔ تم کیوں جارہے ہو؟"

"بڑا انیائے ہونے لگا ہے اس گاؤں میں اب جیتے تو جیتے مردوں کو بھی لوگ نہیں چھوڑتے ہیں۔ دیکھو چوہدری جی۔
یہ گیتا ہے ہمارے ہاتھ میں۔ ہم پڑھے ہوئے نہیں ہیں.... پر یہ ہمارا دھرم ہے۔ اسے ہاتھ میں لے کر ہم سوگند کھاتے ہیں

کہ بدری ناتھ جی نے جو کچھ کہا ہے جھوٹ کہا ہے۔ بات یوں تھی کہ کانتی روٹی دینے جا رہی تھی پر بھو کو۔ پھر کیا ہوا ہم نے اپنی آنکھوں سے نا دیکھا مگر پھر چاچی گل وتی چیختی ہوئی ہمارے کھیت میں آئی۔ اس نے روتے ہوئے کانتی کے بارے میں پوچھا۔ ہم نے کہا ہمیں خبر نہیں تو اس نے روٹی کے برتن دکھائے ہمیں اور بولی کہ یہ ہمارے کھیت میں پڑے ملے ہیں ہمارے کھیت کی بالیں بھی کچلی ہوئی تھیں جو پورن کے باغ تک گئی تھیں وہاں بیل گاڑی کے نشان بھی تھے جب ہمیں یاد آیا کہ ہم نے اس سے اگھوری لال اور بدری جی کے دوسرے کچھ آدمیوں کو بھوسہ گاڑی لئے ہوئے یہاں کھڑے دیکھا تھا۔ چاچی گل وتی ہمیں سوگند دے کر آ گئی کہ ہم پر بھو کو کچھ نہ بتائیں پر ہم نے اسے بتا دیا۔ اور پر بھو کھیت چھوڑ کر آ گیا۔ اس کے بعد آپ کو معلوم ہے کہ دونوں لاشیں زمینداجی کی حویلی سے آئی تھیں۔ بھائیو ہم نے جو کچھ کہا وہ گیتا پر ہاتھ رکھ کر کہا ہے جھوٹ بولے ہوں گے سو ہم جانیں اور بھگوان جانے۔ تم لوگ اپنے من سے یہ بات نکال دو کہ دونوں گئی تھیں۔ یہ ہو بھی نہیں سکتا کہیں چوہان خون بھی خراب ہوا ہے۔ جے رام جی کی۔" بیندو واپس پلٹ پڑا۔ سب کی سانس اوپر کی اوپر نیچے کی نیچے رہ گئی تھی۔

O

پر بھو نے ابراہیم کے گھر کے دروازے پر دستک دی۔ ابراہیم جو کہ گاؤں کے زمیندار کے ہاں نوکر ہو گیا تھا۔ دونوں کی بچپن کی دوستی تھی اور اکثر ان کی ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ ابراہیم کے والدین بچپن میں ہی مر چکے تھے۔ والدین کی موت کے بعد اس کے چچا نے اس کی پرورش کی تھی۔ چچا کے مرنے کے بعد ان کا گھر ابراہیم کو مل گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے زمیندار کے ہاں نوکری کر لی تھی۔

"بچپن ہی سے وہ سنجیدہ مزاج اور زیرک تھا۔ کچھ نمایاں خصوصیات کی وجہ سے زمیندار کے ہاں اس کی عزت تھی۔ وہ بہترین تیراک، گھڑ سوار اور شکاری تھا۔ اس کی نشانہ بازی کی دور دور تک دھوم تھی۔ بڑے بڑے سورما اس کے سامنے آنے سے کتراتے تھے اور اس کا نام سن کر خاموش ہو جاتے تھے۔ پچھلی بار ان کی ملاقات ایک سال پہلے ہوئی تھی جب ابراہیم کام سے چھتروالی آیا تھا۔

"ابراہیم نے دروازہ کھولا اور پر بھو کو دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑا۔ دوسرے لمحے وہ اس کے گلے لگ گیا تھا۔ وہ بڑے پیار سے اسے اندر لے گیا۔ "تمہیں یہاں آنے کی فرصت کیسے مل گئی پر بھو۔ تمہارے کھیتوں نے تمہیں چھوڑ دیا۔"

"اب فرصت ہی فرصت ہے ابراہیم، سارے دروازے ختم ہو گئے۔" پر بھو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"بھگوان نے سارے بوجھ کندھوں سے ہٹا لیے۔ ایک ماں اور بہن کی ذمے داری تھی سو وہ ختم ہو گئی۔"

"شادی کر دی کانتی بہن کی؟" میرے بغیر؟"

"شادی ہوتی تو تمہارے بغیر کیسے ہوتی۔ بھگوان نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔" پر بھو نے کہا اور ابراہیم سکتے میں رہ گیا۔

"کیا مطلب۔ کیا مطلب ہوا پر بھو اس بات کا۔ خدا کے لئے مجھے بتاؤ۔" بڑی دیر کے بعد وہ پریشانی کے انداز میں بولا۔

"مر گئیں وہ دونوں اور ان کی موت کے بعد میں نے کھیتوں میں آگ لگا دی اور تمہارے پاس چلا آیا۔"

"کیسے مر گئیں پر بھو۔ ماں جی کیسے مر گئیں؟"

"گولی ماری انگریز نے انہیں۔ کانتی بھی اس کے ہاتھوں ماری گئی۔" پر بھو بولا۔ اور پھر اس نے پوری کہانی ابراہیم کو سنا دی۔ ابراہیم کی آنکھیں غصے سے دہکنے لگی تھیں۔ پھر اس کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"تم نے گھر نہیں پھونک دیا ان لوگوں کا۔ مار نہیں ڈالا ان پاپیوں کو۔" وہ رونے لگا اور پر بھو وحشت زدہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"آنسو نہ نکلیں ابراہیم۔ بھگوان کی سوگند آنسو نہ نکلیں تیری آنکھوں سے ورنہ آنکھیں پھوڑ دوں گا۔ سسرے یہی دوستی ہے تیری۔ روتا ہے کمینے عورتوں کی طرح۔ ایک آنسو نہیں بہایا میں نے ان کی لاش پر۔ تو جانتا ہے اچھی طرح جانتا ہے۔ یہ سسرے آنسوؤں کی آگ بھی بجھا دیتے ہیں اور آگ بجھ جائے تو کھیل نہیں ہوتا۔ تو نہیں روئے گا ابراہیم۔ اگر تو رویا میں سمجھوں گا کہ تو مجھ سے معافی مانگ رہا ہے۔ کہہ رہا ہے کہ یہاں سے چلا جا بھائی۔ میں کمزور آدمی ہوں۔ سارے سنسار میں تجھے ہی دوست سمجھ کر تیرے پاس آیا ہوں۔ صرف اس لئے ابراہیم کہ تو نے مجھے سوگند دی تھی کہ کوئی کام تیرے مشورے کے بغیر نہیں کروں۔ اب رو رہا ہے زنانیوں کی طرح؟" پر بھو کی آواز میں بادلوں کی گرج تھی۔ ایک ایسے طوفان کی نشانیاں چھپی ہوئی تھیں جو زمین کو بے بس کر دیتا ہے۔ روئی کی طرح دھنک کر رکھ دیتا ہے اور پھر اس طوفان کی زد میں سے کوئی نہیں بچتا۔

"ابراہیم نے آنسو پونچھ دیئے اور بادلوں کی گڑگڑاہٹ دوبارہ ابھری۔ "نہیں پر بھو نہیں۔ میں نہیں رویا۔ میں بھی نہیں روؤں گا۔ خدا کی قسم آج کے بعد پھر ان آنکھوں میں آنسو نہیں آئیں گے۔ ہم بدلہ لیں گے پر بھو۔ ہم۔"

"پر بھو نہیں کہہ ابراہیم۔ اس سسرے کو تو میں کھیت میں جلا آیا ہوں۔ پر بھو ایک بزدل کسان کا نام تھا۔ میں بھانو ہوں۔ ماتاجی مرتے سمے ایک ہی احسان کر گئی ہیں مجھ پر۔ انہوں نے بندوق دوبارہ میرے ہاتھوں میں دے دی ہے سمجھا ابراہیم۔ انہوں سوگند توڑ دی ہے اپنی۔" بھانو مسکرا کر بڑے پیار سے اپنی بندوق پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

ابراہیم نے پر بھان سنگھ کے سینے میں بھڑکتا ہوا جہنم دیکھ لیا تھا۔ پر بھو نے واقعی پر بھان سنگھ کو ختم کر دیا تھا۔ بھانو کے وجود کا سکون ہی اس کے خطرناک ارادوں کا پتہ دیتا تھا اور ابراہیم اسے پوری طرح سمجھ رہا تھا۔

دونوں دوست خاموش بیٹھے رہے پھر ابراہیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ماں اور کانتی بہن مر گئیں، پر بھو بھی مر گیا اور یہ اچھا ہی ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں بھی کسی بوجھ تلے دبا ہوا نہیں ہوں میں بھی آزاد ہوں۔ اب ہمارا راستہ ایک ہی ہوگا۔"

"اب ہمیں بہت اہم فیصلے کرنے ہیں ابراہیم۔ بات صرف اس سسرے بدری ناتھ یا اس پاجی انگریز کی نہیں ہے، پورے ہندوستان میں جگہ جگہ بدری ناتھ بکھرے ہوئے ہیں۔ ایسا کرو ابراہیم، جہاں بھی کوئی بدری ناتھ نظر آئے ختم کر دو۔ آج سے ہمارا تمہارا یہی کام رہ گیا ہے۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔" ابراہیم نے کہا۔

"تمہیں اس کام میں میرا ہاتھ بٹانا ہوگا۔"

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے بھانو۔ مجھے تو پربھو سے بھی پریم تھا۔ میرے پربھو کو مار دیا گیا۔ اس کا بدلہ بھی تو لینا ہے، مجھے اور پھر بھانو میرا دوست ہے۔ میں اسے تنہا کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔" دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے اور ایک نئے عزم کے ساتھ منصوبے بنانے لگے۔

تین دن تک وہ اپنے منصوبوں پر بار بار غور کرتے رہے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس نیک کام کی ابتدا بدری ناتھ کے خون سے ہونی چاہئے پھر اس کے بعد ان کا ہدف انگریز ہوں گے۔

چوتھی شام جب کہ آسمان پر بادل جھکے ہوئے تھے۔۔۔۔ وہ چھتر والی کی طرف چل پڑے۔ ابراہیم نے دو گھوڑے دوبارہ بور کی بندوقیں اور بے شمار کارتوس حاصل کرلیے تھے۔ اس نے اپنے ہی زمین دار کے یہاں ڈاکا ڈال کر یہ تمام چیزیں حاصل کی تھیں۔ ڈاکا اتنی خاموشی سے ڈالا گیا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ کیونکہ ابراہیم وہاں کے ہر بھید سے واقف تھا اور گھر بھی ان دنوں مکینوں سے خالی تھا۔

شام کے دھندلکے میں وہ چھتر والی کی طرف اڈے چلے جا رہے تھے۔ پروگرام کے مطابق انہیں دھولارام تیلی کے ہاں قیام کرنا تھا۔ جب وہ چھتر والی میں داخل ہوئے تو رات ہو چکی تھی۔۔۔۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی اور بستی سنسان پڑی تھی۔ آوارہ کتے بھی کہیں دبک گئے تھے۔ بس کہیں کہیں چراغ ٹمٹما رہے تھے۔

"وہ دھولارام کے گھر کے وسیع احاطے میں داخل ہو گئے جس کے درمیان ایک جھونپڑی تھی۔ اس جھونپڑی میں وہ اپنی اسی سالہ ماں کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کا بوڑھی ماں کے سوا کوئی نہیں تھا۔۔۔۔

"وسیع و عریض احاطے میں کئی درخت کھڑے تھے۔۔۔۔ ایک سمت کولہو نظر آ رہا تھا اور بیل بندھے ہوئے تھے۔ ایک درخت سے انہوں نے گھوڑے باندھ دیے اور پھر دونوں جھونپڑی کے دروازے میں آ کھڑے ہوئے۔ آواز دینے پر دھولارام باہر نکل آیا اور تاریکی میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔

"کون ہو بھائی۔ کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا۔

"بھانو چوہان ہوں دھولارام۔ پہچانا مجھے۔" بھانو بولا۔

"ہم نا پہچانے بھائی۔ کون بھانو؟"

"چلو کوئی بات نہیں، ویسے ہمیں تم سے کچھ کام تھا۔ کیا یونہی بارش میں کھڑے رہنے دو گے۔"

"آؤ۔ آؤ جھونپڑی تو بہت چھوٹی ہے۔ آؤ اسی چھپر کے نیچے آ جاؤ۔۔۔۔"

"چھپر جھونپڑی کے پیچھے تھا اور اس کے نیچے ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ تینوں وہاں پہنچ گئے۔ "کیا کام ہے ہم سے؟" دھولارام نے پوچھا۔

"تیل خریدنا ہے دھولارام۔ کتنا تیل ہے تمہارے پاس؟"

"تیل تو بہت ہے۔ کتنا چاہئے؟"

"جتنا بھی ہو۔ سب خرید لیں گے۔" بھانو بولا۔

"چودہ پیپے بھرے پڑے ہیں بھائی۔ پکی سرسوں کا تیل ہے ذرا بھی کھوٹ نہیں ہے اس میں، پرکھ لو من چاہے جیسے۔ سوچ رہے تھے کہ اب منڈی چلے جائیں پر تم آ گئے۔ کم داموں میں لگا دیں گے بھیا۔"

"دام پورے اور منہ مانگے لو دھولارام۔ مگر کچھ اور بھی کرنا ہوگا۔"

"بولو۔۔۔۔ بولو۔" دھولارام رات کو آنے والے ان گاہکوں سے بہت خوش تھا۔

"بڑا کڑھاؤ ہوگا تمہارے پاس؟"

"ہاں۔ ہے بھائی۔ چالیس پیپے تیل آ جاتا ہے اس میں۔"

"بس تو ٹھیک ہے۔ سودا کرلو۔۔۔۔ اور یہ لو تیل کی رقم جو حساب چاہو لگا لو۔ اب تم ایسا کرو کہ سارے پیپے کڑھاؤ میں ڈالو۔۔۔۔ اور انہیں پکاتے رہو اور لکڑیوں کے دام بھی اسی وقت لے لو۔"

"ٹھیک ہے مہاراج۔ ابھی سارے کام شروع کر دیتے ہیں مگر تیل پکا کر کیا کرو گے؟"

"یہ پیسے اس بات کے ہیں کہ تم کچھ پوچھو گے نہیں۔" بھانو نے ایک اور نوٹ دھولارام کو دے دیا۔ بے چارے دھولارام کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اتنی بڑی رقم اسے پوری زندگی میں کبھی یک مشت نہیں ملی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہو رہا تھا۔ "تم ہمارے آنے تک مسلسل کڑھاؤ کے نیچے آگ جلائے رکھنا۔"

"ایسا ہی ہوگا سرکار۔" دھولارام مسرت بھرے لہجے میں بولا۔۔۔۔ بھانو چھپر کے نیچے سے اٹھ گیا۔ دونوں نے گھوڑے لے۔۔۔۔ اور بدری ناتھ کی حویلی کی طرف چل پڑے۔ بارش رک گئی تھی لیکن بادل بدستور چھائے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ حویلی میں پچھلے راستے سے داخل ہو گئے۔

"زمیندار بدری ناتھ گہری نیند سو رہا تھا۔ اس کے قرب و جوار کے کمروں میں اس کے دوسرے اہل خاندان بھی سو رہے تھے۔ بھانو نے بڑی آہستگی سے کھڑکی کا شیشہ توڑا اور ہاتھ ڈال کر چٹخنی کھول کر اندر داخل ہوا اور دروازہ کھول دیا۔ ابراہیم بھی اندر آ گیا۔ بھانو نے ایک زوردار تھپڑ بدری ناتھ کے منہ پر مارا۔۔۔۔ اور بدری ناتھ نے آنکھیں کھول دیں۔ اس پل اس نے کمرے میں روشنی کر دی تھی تاکہ بدری ناتھ اسے پہچان لے۔۔۔۔

"وحشت زدہ بدری ناتھ نے بھانو کی شکل دیکھی اور منہ کھول کر رہ گیا۔ بھانو نے بدری ناتھ کی گردن پر بندوق کی نال رکھ دی تھی۔ اٹھو بدری ناتھ جی۔ میں حساب کتاب چکانے آیا ہوں۔"

"کک۔ کیا حساب پربھو۔ کیسا حساب؟" بدری ناتھ کی آنکھیں دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں۔

"بتانا بھی پڑے گا؟ اٹھو۔" بھانو غرایا اور بدری ناتھ جلدی سے اٹھ بیٹھا۔

"اپنے دادا کا حساب۔ اپنے پتا کا حساب اور بدری ناتھ جی ماں اور بہن کا حساب۔ بہت بڑا کھاتا کھلا ہوا ہے تمہارے۔۔۔۔"

"ہم۔ مگر پربھو۔۔۔۔ تو تو۔۔۔۔ تو تو بستی سے چلا گیا تھا؟"

"تم سے ملنے تو آنا ہی تھا بدری ناتھ۔ حساب چکانا جو ہوا۔"

"اب تو کیا چاہتا ہے؟"

"کچھ باتیں پوچھنی ہیں بدری ناتھ جی۔" بھانو نے کہا۔۔۔۔ اسی وقت ایک نسوانی چیخ ابھری اور بھانو نے گھوم کر دیکھا۔ بدری ناتھ کی بیوی جاگ گئی تھی اور یہ منظر دیکھ کر خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔

"بھانو اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "میری بہن تمہارے سامنے ہی مری تھی موسی جی۔ تم تو اس وقت موجود تھیں پہچانتی ہو نا مجھے۔۔۔۔؟"

"ہاں۔ ہاں۔۔۔۔ مگر۔۔۔۔ پربھو۔ تو یہاں کیوں آیا ہے؟"

"تم نے یہ بات بستی والوں کو کبھی نہیں بتائی موسی جی۔۔۔۔؟" تمہاری بھی تو بیٹیاں ہیں تم نے بدری ناتھ کو ایسا کرنے سے کیوں نہیں روکا۔۔۔۔؟"

"تو یہاں کیوں آیا ہے بھانو؟ میں ابھی نوکروں کو آواز۔۔۔۔ دیتی ہوں۔"

"ابراہیم۔۔۔۔ یہ زمیندار جی کی دھرم پتنی ہے۔ سچ نہیں بولے گی۔ اس بے چاری کو خوف سے نجات دلا دو۔" بھانو نے کہا اور ابراہیم نے جیب سے چاقو نکال لیا۔ بدری ناتھ کی بیوی پھر چیخی لیکن ابراہیم نے ایک ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا

اور اطمینان سے چاقو کے کئی وار اس پر کیے اور اسے ٹھنڈا کر دیا۔ بدری ناتھ کی آواز پھر بند ہو گئی.... اس کے پورے بد
میں تھرتھری پیدا ہو گئی تھی۔ موت اس کی آنکھوں کے سامنے ناچ رہی تھی۔

"ہاں بدری جی۔ تو پھر ہو جائے حساب۔ کیا کہتے ہو؟"

"پپ۔ پربھو۔ مم۔ مجھے معاف کر دے۔ مجھے معاف کر دے.... میرا خون نہ کر۔ آہ تو نے۔ تو نے۔ تو نے....." بدری نا
اپنی پتنی کو دیکھ کر رونے لگا۔

"ارے۔ ارے صبر کرو بدری ناتھ جی۔ سب کو جانا ہوتا ہے سب کو ایک دن جانا ہوتا ہے۔" بھانو نے اس کے
پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور پھر اس کا گریبان پکڑ کر اسے نیچے گھسیٹ لیا۔ "سائین کہاں ہے؟"

"اپنے کمرے میں سو رہا ہے۔"

"چلو بدری ناتھ جی۔ اسے جگائیں۔ تھوڑا سا قرض تو اس سے بھی وصول کرنا ہے۔ کون سے کمرے میں ہے وہ؟"

"حویلی کے دوسرے حصے میں۔"

"اگھوری لال کہاں ہے بدری جی؟"

"اپنے گھر ہو گا۔ شام کو آیا تھا۔"

"سارے لوگوں سے حساب چکتا کرنا ہے۔ آؤ بدری جی۔ جلدی کرو۔" بھانو نے اسے دروازہ کی طرف دھکا دیا۔

سائین نشے میں دھت پڑا تھا۔ جھنجھوڑنے پر بھی اس کی آنکھ نہ کھلی تو بھانو نے اسے مردہ کتے کی طرح ایک
سے پکڑ کر بدری ناتھ کے کمرے میں گھسیٹ لایا۔ "ہاں بدری ناتھ جی۔ یہ مردود تمہارے آدمیوں کی مدد سے کانتی کو
لایا اور پھر اس نے میری ماں اور بہن کو قتل کر دیا۔ یہ بات سچ ہے نا....؟" "ہاں پربھو۔ مگر میرا اس میں کوئی دوش
ہے۔ یہ سب کچھ اسی حرامی نے کیا ہے۔" بدری ناتھ گڑگڑایا۔

"بات تو یہ بھی ٹھیک کہتا ہے بدری جی۔ تو پھر ایک سودا کر لو بدری ناتھ جی؟"

"کیا سودا....؟"

"جیون کے بدلے مال۔"

"جو من چاہے لے لے پربھو، میری جان بخش دے۔" بدری کو کچھ آس بندھی۔

"لاؤ۔ کیا دے رہے ہو۔ جلدی نکالو۔" بھانو ہنس پڑا.... بدری لال کی جان میں جان آئی۔ دولت دے کر اگر
بچ جاتی تو کچھ برا نہ تھا۔ اس نے بھانو کے سامنے بہت بڑی رقم لا کر رکھ دی اور ابراہیم نے بھانو کے اشارے پر یہ
دولت باندھ لی۔ "اب یوں کرو بدری ناتھ جی کہ اس سسرے سائین کو باندھ کر باہر لے چلو۔"

"مم.... میں.... وشواش کرو۔ میرے ہاتھ پیروں کی جان نکل رہی ہے۔ میں ہل بھی نہیں سکتا۔ میں...."

"ہلو گے۔ ضرور ہلو گے۔ ابراہیم ذرا چاقو تو مجھے دو۔" بھانو نے کہا اور ابراہیم نے اپنا چاقو بھانو کے ہاتھ میں دے

"اسی چاقو نے تمہارے دھرم پتنی کا خون چاٹا ہے۔ یہی اب تمہاری گردن کاٹ دے گا۔ اٹھو اگر ابھی مرنا نہیں چاہتے
میں کہہ رہا ہوں کرو۔ اٹھاؤ اسے۔" بھانو غرایا اور بدری ناتھ جی نے نفرت بھرے انداز میں سائین کو اٹھایا۔

بڑی مشکل سے وہ سائین کو گھسیٹتا ہوا حویلی کے باہر لے آیا تھا۔ حویلی کے دروازے سے تھوڑی دور پہنچ
نے اسے ایک درخت کے نیچے بٹھا دیا اور ابراہیم سے بولا۔ "جاؤ ابراہیم اپنا کام کرو...." اور ابراہیم دوبارہ حویلی میں
ہو گیا۔ اس دوران میں بھانو نے سائین اور بدری کو کس کر باندھ دیا تھا۔ بدری ناتھ اب بھی خوف سے کانپ رہا تھا۔
کو گئے ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی۔ بھانو کی آنکھیں حویلی پر لگی ہوئی تھیں کہ دفعتاً تاریک فضا روشن ہو گئی۔ حو

حصوں سے شعلے بلند ہونے لگے۔

"ارے ارے۔ یہ کیا۔ یہ کیا۔ پربھو یہ کیا۔ آگ۔" وہ دہشت زدہ ہو کر چیخا۔

"ارتھی جل رہی ہے بدری ناتھ جی۔ تمہارے گناہوں کی ارتھی بندیا گیتو اور کانتی کی ارتھی۔ دیکھو۔ اس چتا میں
کون ستی ہوتا ہے۔" بھانو نے کہا اور بندوق سنبھال لی۔

حویلی میں اب چیخیں بلند ہونے لگی تھیں پھر بڑے دروازے پر چند افراد نمودار ہوئے اور بھانو کی بندوق گولیاں
گی۔ باہر نکلنے والے کئی افراد زمین پر ڈھیر ہو گئے تھے۔ جو دو تین بچے تھے وہ واپس اندر بھاگ گئے۔ دوسری طرف
ابراہیم بھی اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آ گیا تھا۔

حویلی میں چاروں طرف ہاہا کار مچی ہوئی تھی۔ جو بھی باہر نکلتا گولیوں کا شکار ہو جاتا۔ گولیوں کی آوازوں سے بستی
بھی جاگ گئے تھے۔ حویلی کی روشنی میں وہ اسی طرف بڑھتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

چند لوگوں نے حویلی کے قریب پہنچنے کی کوشش کی تو بھانو نے دو تین فائر اس طرف بھی کر دیے اور دھاڑتا ہوا
"بستی والو۔ قریب مت آنا۔ اگر کسی نے قریب آنے کی کوشش کی تو بھون کر رکھ دوں گا۔ جاؤ اپنے گھروں میں آرام
جاؤ۔" اس کے ساتھ ہی اس نے دو ہوائی فائر کر دیے اور مجمع میں بھگدڑ مچ گئی۔

پوری بستی خوف و ہراس میں ڈوب گئی تھی۔ بھانو کی آواز کوئی بھی نہیں پہچان سکا تھا۔ لوگ یہی سمجھتے تھے کہ
ناتھ کی حویلی پر ڈاکا پڑا ہے۔ صبح چار بجے تک وقفے وقفے سے گولیاں چلتی رہیں۔ جو اندر تھے وہ جل کر راکھ ہو گئے
چند ایسے بھی تھے جنہیں دوسرے راستے سے بھاگنے کا خیال آ گیا تھا۔ چنانچہ وہی لوگ جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب
ے۔

دوسری صبح بے حد بھیانک تھی۔ پوری بستی دھولا رام کے احاطے کے سامنے جمع تھی اور احاطے میں بدری ناتھ
اور اگھوری لال درختوں سے بندھے کھڑے تھے۔ ان سے کچھ ہی فاصلے پر بھانو اور ابراہیم منہ پر ڈھاٹے باندھے
لیے کھڑے تھے....

"بستی والو۔ بدری ناتھ پروہیہ جی کو پہچانتے ہو۔ یہی ہیں وہ دیوتا سمان جو اس بستی کے ان داتا ہیں۔ تمہاری
یاں انہی کے رحم و کرم پر تھیں نا.... لیکن تم ان سے پوچھو۔ ایک تیلی، پروہیہ.... کیسے ہو سکتا ہے۔ رمبھو تیلی سے
واقف نہیں ہے.... بولو تم لوگ اسے جانتے ہو؟"

"تم کون ہو جوان.... اور یہ خونریزی کیوں کر رہے ہو؟" ایک بزرگ نے ہمت کر کے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

مجھے نہیں پہچانا، چاچا کندن لال۔ میں تمہاری بستی کا سب سے بے غیرت آدمی ہوں۔ تیجا سنگھ کا بیٹا پربھان سنگھ
نا۔" بھانو نے اپنا ڈھاٹا کھول دیا۔ اسے دیکھ کر لوگوں کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔

گنگا کی سوگند بستی والو۔ میں بے غیرت نہیں تھا۔ میری رگوں میں اس باپ اور اس دادا کا خون تھا جنہوں نے پچ
لئے جان دی لیکن جب میرے پتا کو پھانسی کے تختے پر چڑھوایا گیا تو میں نے بندوق اٹھائی.... مگر میری ماں نے بندوق
ے ہاتھ سے چھین لی اور مجھے سوگند دی کہ میں صبر کروں اور اپنے پتا کا بدلہ نہ لوں۔ ماں کی سوگند نے مجھے بے غیرت بنا
ا اور پھر بستی والو! بندیا موت کا شکار ہوئی۔ گیتو نے خودکشی کر لی اور تم سب بھی بے غیرت بن گئے۔ ماں نے میرے
ے بندوق چھین لی تھی لیکن تمہیں کس نے سوگند دی تھی۔ میری کانتی کو یہ پاپی اٹھا لے گیا اور ماں کو ٹھیک وقت پر خبر
گی۔ اس نے مجھے بندوق نہ اٹھانے کی سوگند دی تھی لیکن خود بندوق لے کر بدری ناتھ کی حویلی چلی گئی اور وہاں ان
ں کے ہاتھوں ماری گئی۔ کانتی بھی اس انگریز کے ہاتھوں موت کا شکار ہوئی مگر ماں نے مرتے ہوئے.... ایک احسان
ر کر دیا میرے اوپر.... اور مجھے آزاد کر دیا۔ بستی والو....! تمہارا مجرم تمہارے سامنے ہے۔ بولو بدری ناتھ جی۔ بندیا
ماری گئی....؟"

"اسے.... اسے اگھوری لال اٹھا کر لایا تھا اور سائمن نے اس کی عزت لوٹی تھی۔" بدری ناتھ خشک ہونٹوں پر
پھیر کر مردہ سی آواز میں بولا۔ اس کی حالت بہت ابتر تھی اور اس کے خاندان کا کوئی فرد جیتا نہیں بچا تھا۔
"اور گیتو....؟"
اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔"
پاپی کتے.... تیلی کی اولاد.... تیرا ستیاناس ہو جائے کیسا پروہیہ بنتا تھا.... تو نے ہمارے عزت لوٹی ہے۔ ہم تیرا خو
دیں گے۔" بستی کے پرجوش جوان بپھر گئے اور آگے بڑھے....
"رک جاؤ اے عزت والو بے غیرتو ورنہ بھون کر رکھ دوں گا۔ کل تمہاری نگاہوں میں میری ماں اور بہن
غیرت تھیں اور یہ تمہارا باپ بنا ہوا تھا۔ آج غیرت آئی ہے تمہیں۔ پیچھے ہٹو، ورنہ...." بھانو کی آنکھوں میں خون ا
تھا۔
"پربھو.... ہم.... ہم.... سب کا بدلہ لیں گے۔" ایک نوجوان نے کہا۔
"مر گیا سسرا پربھو اپنے کھیتوں میں جل کر۔ اس کی بات نہ کرو.... اب بھانو تمہارے سامنے ہے۔ بھانو چوہا
چھتروالی کے دیش بھگت خاندان نے ہمیشہ سچائی کے دیے جلائے ہیں۔ سن لو چھتروالی کے لوگو.... بھانو چوہان ہر بدر
کو ختم کر دے گا.... جہاں بھی اسے کوئی بدری ملا بھگوان کی سوگند، میں اسے جیتا نہیں چھوڑوں گا۔ بول بدری ناتھ
بہن بدچلن تھی؟"
نہیں۔"
"میری ماں بدکردار تھی؟"
"بالکل نہیں۔"
"جو کچھ تو نے ان کے بارے میں بستی والوں کو بتایا تھا۔ وہ سچ تھا؟"
"جھوٹ تھا.... جھوٹ تھا وہ سب۔"
"رام۔ رام۔ رام.... بدری ناتھ۔ کیا پاپ کیا ہے تو نے۔" لوگ بدری ناتھ پر لعنت بھیجنے لگے....
"تیلی کی اولاد تھا ناسسرا۔ تم اس سے کسی بڑے کام کی امید رکھتے تھے.... سو بستی والو۔ تیلی تیل میں دفن
دیکھو اس کڑھاؤ میں پورے چودہ پیپے تیل موجود ہے۔ یہ چتا ہے اس تیلی کی.... اور چتا نہ کرو۔ گورے صاحب۔ ا
دوست بھی اور اگھوری لال بھی۔ یہ دونوں ہی اس کے ساتھ نرکھ میں جائیں گے۔ بدری ناتھ پروہیہ دیکھ لیا ذات بد
نتیجہ۔ چل آگے بڑھ.... کود جا اپنے پرکھوں کے تیل میں۔" بھانو نے پستول نکال لیا۔
"نہیں بھانو نہیں.... نہیں پربھو چوہان۔ تجھے بھگوان کی سوگند۔ ایسا نہ کر.... ایسا نہ کر۔" بدری ناتھ دھاڑ
کر رونے لگا۔
"ابے چل تیلی کی اولاد...." بھانو نے ایک زوردار لات اس کی کمر پر رسید کر دی۔ بھانو جیسے گرانڈیل ج
لات معمولی نہیں تھی.... بدری ناتھ اچھل کر کڑھاؤ کے قریب پہنچ گیا.... اس کے کنارے پہنچ کر اس نے خود کو
کی کوشش کی.... لیکن سنبھل نہ سکا اور اس کی بھیانک چیخ دیر تک فضا میں گونجتی رہی تیل سے دھواں اٹھا تھا اور
"چلو گورے صاحب۔ اب تمہاری باری ہے۔ راج کرنے آئے تھے ہندوستان پر.... اور راج کرو.... ا
کرو۔" بھانو کی دوسری لات سائمن کی کمر پر پڑی اور سائمن سیدھا تیل کے کڑھاؤ میں جا پڑا.... ایک بار اس کے ہاتھ
جلتے ہوئے کڑھاؤ کا کنارا تھام کر باہر نکلنے کی کوشش کی اور اس کے بعد....
"ہاں اگھوری لال...." بھانو اگھوری کی طرف متوجہ ہو گیا۔
"پربھو.... پربھو.... پربھو۔" اگھوری لال نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے اور کچھ کہنا چاہا لیکن حلق سے آوا
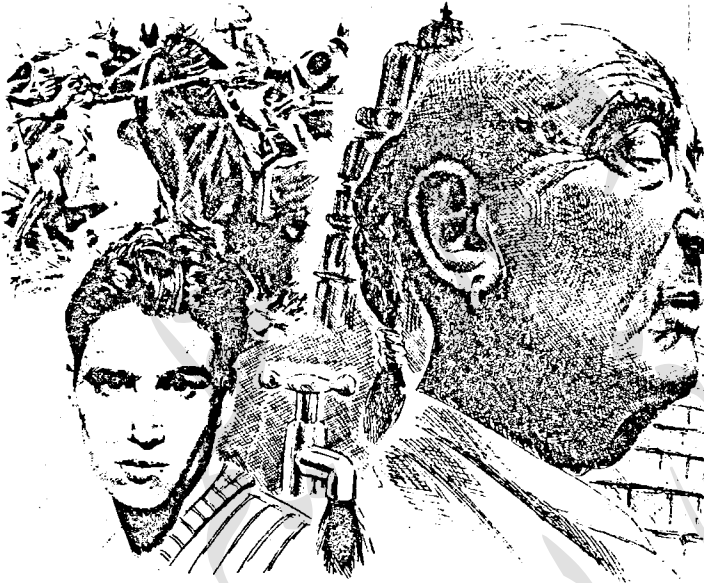
نے اس کا گریبان پکڑ لیا۔
"کاتی تو تجھے چاچا کہتی تھی اگھوری۔"
"ہاں۔ میں اندھا ہو گیا تھا۔" اگھوری نے روتے ہوئے کہا۔
"گود میں کھلایا تھا تو نے اسے۔"
"تو نتیجہ بھگت اگھوری لال۔ پربھو معاف کرنے والا ہے لیکن بھانو.... ہرگز نہیں اگھوری.... جاؤ۔ اب نرکھ میں
بیٹھو...." بھانو نے اگھوری لال کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر تیل میں اچھال دیا....
بستی کے تمام لوگ تیل کے کڑھاؤ سے اٹھتا دھواں دیکھ رہے تھے اور ان کے دل دہشت سے کانپ رہے تھے اور
نک تھیں۔ بھانو نے جیسا انتقام لیا تھا اس کی توقع کسی کو نہیں تھی۔ دھولارام تو بدری ناتھ کو تیل میں گرتے دیکھ کر
بے ہوش ہو گیا تھا۔
بھانو اور ابراہیم نے اپنے گھوڑے کھولے اور ان پر سوار ہو کر ایڑ لگا دی۔ وہ اپنا انتقام لے کر چھتروالی کی تاریخ
خونی داستان کا اضافہ کر کے وہاں سے نکل آئے تھے۔
بستی سے کافی دور انہوں نے داروغہ کنہیا لال کو دیکھا جو کچھ سپاہیوں کے ساتھ چھتروالی جا رہا تھا۔ اپنے دوست
تو کے پاس۔ بھانو نے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں۔
"قسمت مہربان معلوم ہوتی ہے ابراہیم.... وہ دیکھو۔ کنہیا لال آ رہا ہے۔"
"تو بھیج دو اس سسرے کو بھی بدری ناتھ کے پاس۔" ابراہیم ہنس پڑا.... اور بھانو گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ انہوں
نے ایک چٹان کی آڑ میں چھوڑے اور خود ایک پتھر کی اوٹ میں ہو گئے۔ بھانو کسی قدر بے چین نظر آ رہا تھا پھر
ابراہیم کے کان میں کچھ کہا اور ابراہیم مسکرانے لگا۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے۔ جاؤ مل لو داروغہ جی سے۔" ابراہیم نے ہنستے ہوئے کہا اور خود ایک چٹان کی آڑ میں مورچہ سنبھال

لیا۔ بھانو اس درے میں داخل ہو گیا جہاں سے سامنے سے کنہیالال اور اس کے ساتھی آ رہے تھے۔

بھانو آہستہ آہستہ چلتا ہوا راستے کے درمیان کھڑا ہو گیا۔ داروغہ کنہیالال نے اس کے قریب آ کر گھوڑے کی لگام کھینچ لیں۔ بھانو کی وضع قطع دیکھ کر اس کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "آپ بستی چھتر والی جا رہے ہیں داروغہ جی" نے پوچھا۔

"ہاں.... تم کون ہو؟"

"بھانو ہے میرا نام۔ بھانو چوہان۔"

"کہاں سے آ رہے ہو....؟"

"چھتروالی سے۔"

"بدری ناتھ کے آدمی ہو کیا؟"

"نہیں داروغہ جی۔ کبھی کوئی چوہان بھی کسی تیلی کا آدمی ہو سکتا ہے؟ تم مجھے نہیں جانتے ہو داروغہ جی؟"

"بتاؤ اپنے بارے میں۔ صورت سے تو تم کچھ مشکوک نظر آتے ہو....!"

"میں تیجا سنگھ کا بیٹا پربھان سنگھ چوہان ہوں جسے تم نے پھانسی چڑھوا دیا تھا۔"

"ہوں.... تو تم پربھان سنگھ ہو۔ یہ بندوق کہاں سے آئی تمہارے پاس؟"

"چوری کی ہے داروغہ جی۔"

"اسے گرفتار کر لو۔" داروغہ نے سپاہیوں سے کہا اور سپاہی گھوڑوں سے نیچے اتر آئے۔

"ارے ارے۔ پوری بات تو سن لو داروغہ جی۔" بھانو چند قدم پیچھے ہٹ گیا اور اسی وقت دو فائر ہوئے سپاہی زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ دو اور سپاہیوں نے اپنی بندوقیں سیدھی کیں۔ گولیاں انہیں بھی چاٹ گئیں۔ داروغہ اتر گیا تھا اور وہ وحشت زدہ نگاہوں سے مردہ سپاہیوں کو دیکھنے لگے۔

"بھانو نے ان پر پستول تان لیا تھا اور داروغہ جی نے خوفزدہ ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیے۔ مردہ سپاہی گھوڑے بھڑک کر بھاگ اٹھے۔ دوسرے سپاہیوں کی حالت بھی ابتر نظر آ رہی تھی.... اب ان میں کاندھوں سے اتارنے کی ہمت بھی نہیں رہ گئی تھی....

"ہاں تو داروغہ جی۔ آپ کے دوست بدری ناتھ تیلی کو تو ہم نے تیل میں جلا دیا۔ اس کے گھرانے کو پھونک کر دیا۔ اب آپ رہ گئے تھے۔ سو آپ سے بھی ملاقات ہو گئی۔"

"بدری ناتھ مارا گیا؟" کنہیالال بولے۔

"ہاں.... جل کر کباب ہو گیا سسرا۔ دیکھنا چاہتے ہو اسے تو جا کر دیکھ آؤ۔ موت تو تمہاری بھی میرے ہاتھ ہے۔ آج نہیں تو کل ضرور مارے جاؤ گے....." دو اور فائر ہوئے دو اور سپاہی گھوڑوں سے نیچے آ پڑے۔ انہوں گفتگو میں مصروف دیکھ کر بندوقیں سیدھی کرنے کی کوشش کی تھی۔

"فائرنگ کون کر رہا ہے؟"

"اپنا یار ابراہیم۔ دوسری بستی کا آدمی ہے۔ اپنا ساتھی ہے' سوچا یہ ہے داروغہ جی.... کہ اب لوٹ مار کر سارے.... بے غیرتوں کو ٹھکانے لگا دیں جو انگریزوں کی شہہ پر من مانی کر رہے ہیں لہٰذا جاؤ۔ پہلے اپنے دوست کی خبر لو۔ اس کے بعد جا کر اپنے باپوں کو بتا دو کہ زمین کا سینہ چیرنے والے کسان کے ہاتھ میں اب بندوق آ گئی کسان جب بندوق پکڑ لیتا ہے تو طوفان آ جاتا ہے۔ تمہاری کوششوں سے یہ طوفان آ چکا ہے۔ اب اسے روکو۔ نیچے پھینک دو داروغہ جی۔" بھانو نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ سرکاری بندوق ہے بھانو۔" داروغہ جی ہکلائے۔

"بندوق پھینک دو۔" بھانو غرایا اور داروغہ جی سے پہلے آخری سپاہی نے بندوق پھینک دی۔ داروغہ جی نے بھی اس کی تقلید کی....

"پربھان سنگھ چوہان کو اب تم بھانو ڈاکو کے نام سے جانو گے کنہیالال جی اور میں نے تمہیں صرف اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ تم انگریز سرکار کو میرے بارے میں بتا دو لیکن تمہاری یہ زندگی عارضی ہے داروغہ جی۔ تم میرے پتا کے قاتل ہو لیکن جس وقت بھی تم دوبارہ میرے سامنے آئے میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ یہ بات یاد رکھنا.... جاؤ بھاگ جاؤ....!"

اس بار بھی سپاہی نے ہی پھرتی دکھائی تھی اور داروغہ جی کا گھوڑا اس سے کافی پیچھے رہ گیا تھا۔ دونوں نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو ابراہیم بھی اپنی جگہ سے نکل کر بھانو کے پاس آ گیا۔

"تم نے ان دونوں کو جانے کیوں دیا؟"

"صرف اس لئے ابراہیم کہ وہ سرکار کو ہمارے بارے میں بتا دیں۔ وہ ہمارے ہاتھوں بچ کر کہاں جائیں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ یہ تو ہماری شہرت کا باعث بنیں گے۔" ابراہیم نے ہنس کر کہا.... اور سپاہیوں کی بندوقیں سمیٹنا شروع کر دیں۔ بندوقیں اور کارتوس انہوں نے اس سامان کے ساتھ چھپا دیے جو انہوں نے بدری ناتھ کے ہاں سے لوٹا تھا اور پھر گھوڑوں پر بیٹھ کر آگے بڑھ گئے۔

ان کی کوئی منزل نہیں تھی۔ بس جدھر گھوڑے دوڑ پڑے تھے وہی راستہ اختیار کر لیا گیا تھا۔ جس زمیندار کے ہاں ابراہیم ملازم تھا اسے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ ابراہیم دو گھوڑوں کے ساتھ دو بندوقیں بھی لے گیا ہے۔ اس خیال سے اس کی سٹی گم ہو گئی تھی۔ بہرحال گھوڑوں کی تو کوئی بات نہیں تھی ہاں بندوقوں کی وجہ سے مشکل پیش آ سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے تھانے میں رپورٹ درج کرا دی اور تھانے دار تحقیقات کے لئے آ گیا۔ لوگوں سے پوچھ گچھ کے دوران بس اتنا معلوم ہوا تھا کہ ابراہیم کے ہاں ایک دیہاتی آ کر ٹھہرا تھا اور پھر دونوں ساتھ ہی غائب ہو گئے۔

بھرت پور کے پورے ضلع میں اس سے قبل اتنی بڑی.... واردات نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا ایک طوفان برپا ہو گیا۔ پولیس نے بے شمار لوگوں کو گرفتار کر کے جیلوں میں ٹھونس دیا.... ان سے بھانو کے بارے میں معلومات حاصل کی جا رہی تھیں۔ وہ کہاں جا سکتا ہے۔ اس کے دوسرے رشتے دار اور مددگار کہاں مل سکتے ہیں وغیرہ.... لیکن بھانو کے بارے میں بے چارے بستی والے کیا بتا سکتے تھے۔

بھانو ابراہیم کے ساتھ اس علاقے سے بہت دور نکل آیا تھا۔ وہ ان دنوں بھساور کی پہاڑیوں میں چھپا ہوا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ داروغہ کیسالال حکومت کو ان کے بارے میں سب کچھ بتا چکا ہو گا اور پولیس شدت سے انہیں تلاش کر رہی ہو گی۔ اس شام بھی وہ مطمئن بیٹھے ہوئے تھے۔ ماں اور بہن کا بھرپور انتقام لینے کے بعد بھانو کو بڑا سکون ملا تھا اور اس کے

چہرے پر رنج و غم کی کوئی لکیر نہیں نظر آتی تھی۔

وہ بیٹھے ہوئے مستقبل کے منصوبے بنا رہے تھے، اچانک ابراہیم اس سے مخاطب ہوا۔ "بھانو ہمیں اپنا پورا گروہ بنانا چاہئے فی الحال دو آدمی میری نگاہ میں ہیں۔"

"کون ہیں وہ؟"

"ایک تو ست وری کا موری لال ہے۔ تھوڑا بہت پڑھا لکھا آدمی ہے۔ اس کے ساتھ بھی ظالموں نے بہت برا سلوک کیا ہے۔"

"کیا ہوا....؟"

"موری لال ایک زمیندار کے ہاں نوکری کرتا تھا۔ یہ زمیندار بہت اچھا آدمی ہے لیکن جودھ پور کے ایک بڑے زمیندار کوری لال کی اس سے دشمنی تھی۔ ایک بار دونوں زمینداروں کی بھینٹ ہوگئی۔ گولیاں چلیں اور دونوں طرف کے بہت سے آدمی مارے گئے لیکن موری لال کا باپ خواہ مخواہ گرفتار کرلیا گیا.... جب کہ اس بے چارے کا اس ہنگامے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ کوری لال نے اثر و رسوخ سے کام لے کر موری لال کے باپ کو موت کی سزا دلوادی اور بیٹے کو.... یعنی موری لال کو ایک ڈکیتی کے الزام میں گرفتار کرا کر جیل میں ڈلوادیا لیکن موری لال جس زمیندار کے ہاں نوکری کرتا ہے، وہ موری لال کے بے گناہ باپ کو تو پھانسی کے پھندے سے نہیں بچاسکا.... البتہ موری لال کو اس نے ڈکیتی کے الزام سے بچاکر رہا کرالیا۔ موری لال اب بھی اسی زمیندار کے ہاں نوکر ہے لیکن وہ انتقام کی آگ میں جل رہا ہے۔"

"تو پھر چلو۔ ہم ابھی اور اسی وقت ست پوری چلیں گے۔" بھانو اٹھ کھڑا ہوا۔

ابراہیم خاموشی سے گھوڑوں پر زین کسنے لگا اور پھر شام کے جھٹ پٹے میں دونوں گھوڑے زمین سے پیٹ لگائے ست پوری کی طرف دوڑ رہے تھے۔

کئی دنوں کی مسافت کے بعد وہ قصبہ میں داخل ہوئے اور رات کی تاریکی میں انہوں نے موری لال کے گھر کے دروازے پر دستک دی تھی....

"چادر اوڑھے، ہاتھ میں لالٹین لئے ایک شخص نے دروازہ کھولا اور دو گھڑ سواروں کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ "کون ہو تم لوگ" مہمان ہو تو گھوڑوں سے اترو.... اندر آؤ.... یا کوئی اور بات ہے؟"

"موری لال کہاں ہے؟" ابراہیم نے پوچھا۔

"ارے ابراہیم.... تم ہو۔ آؤ گھوڑے پچھواڑے باندھ دو.... اندر آؤ!" موری لال نے ابراہیم کی آواز پہچان لی تھی۔

"چلو بھانو تم اندر چلو۔ میں گھوڑے باندھ کر آتا ہوں...." ابراہیم نے کہا اور دونوں گھوڑے لے کر مکان کے پیچھے چلا گیا موری لال بڑے احترام سے بھانو کو اندر لے گیا اور اسے بٹھایا۔

"کھانا تیار کردوں بھیا کے لئے۔ بس تھوڑی دیر بیٹھو۔" اس نے کہا لیکن بھانو نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"نہیں موری لال۔ ہم دونوں کھانا کھا چکے ہیں لیکن یہ کیا.... تمہیں تو تیز بخار ہے۔ بری طرح تپ رہے ہو۔"

"ہاں۔ نمونیہ ہوگیا ہے لیکن کوئی بات نہیں۔" کھانے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔" موری لال نے کہا۔ اتنی دیر میں ابراہیم اندر آگیا اور بھانو اسے موری لال کی بیماری کے بارے میں بتانے لگا۔

دونوں دوستوں نے موری لال کی تیمارداری شروع کردی۔ اس کی حالت کافی خراب تھی۔ موری لال کی جگہ دوسرا کوئی ہوتا تو شاید بستر سے اٹھ بھی نہیں سکتا تھا لیکن موری لال اس حالت کے باجود ان کی ہر خدمت کرنے کے لئے تیار تھا۔ اس بات نے بھانو کو بہت متاثر کیا....

اس دوران میں موری لال کی صحت بہت گر گئی تھی۔ ابراہیم کے پوچھنے پر اس نے بخار کی شدت سے کانپتی آواز

"میں اپنے باپ کے قاتلوں سے بدلہ لینے کی حسرت لے کر اس دنیا سے جا رہا ہوں ابراہیم۔ میرا آخری وقت آگیا ہے۔ اگر میری روح کو شانتی دینا چاہتے ہوے تو.... تو میری جگہ تم ان قاتلوں سے بدلہ لینا۔ بولو ابراہیم بولو بھانو.... خواہش پوری کرو گے؟"

بھانو جذباتی ہوگیا.... "اگر تو مر گیا موری لال تو بھانو اپنے خیال کو، اپنے مشن کو قتل کردے گا۔ بھگوان کی سوگند ہے کہ سنسار میں سچ اسی طرح ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاتا ہے۔ تجھے زندہ رہنا ہوگا موری لال۔ تجھے اپنے باپ کے قاتلوں کو خون میں نہائے دیکھنا ہے...."

"نہ جانے بھانو کے ان الفاظ نے موری لال پر کیا سحر پھونکا کہ اس کی حالت اسی وقت سے سنبھلنے لگی۔ بھانو نے بھی کمال کر دی تھی۔ اس نے چھ راتیں اور دن جاگ کر گزارے اور موری لال کی تیمارداری کرتا رہا۔ کسی کی بات نہیں سنی تھی.... اور جس دن موری لال خود اٹھ کھڑا ہوا.... اس رات بھانو سوگیا اور دوسرے دن شام کو جاگا....

چند ہی روز کے بعد موری لال موت کے منہ سے لوٹ آیا اور بھلا چنگا ہوگیا۔ اس دوران میں وہ بھانو کی کہانی بھی سن چکا تھا۔ چنانچہ دس دن کے قیام کے بعد تینوں دوست ست پوری سے گھوڑوں پر بیٹھ کر نکل آئے....

جودھ پور کا ٹھاکر کوری لال بہت بااثر آدمی تھا۔ پولیس اس کے ہاتھوں میں کھلونا تھا۔ یہی وجہ" اس کے غرور کی بھی وجہ تھی۔ وہ کسی کو خاطر میں ہی نہیں لاتا تھا۔ لوگ اس کے سامنے جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ یوں بھی وہ شاندار شخصیت کا مالک تھا۔ بڑی بڑی مونچھیں، چہرے کے دونوں طرف پھیلی ہوئی تھیں اور آنکھوں میں خونیوں کی سی سرخی تھی۔

وہ لوگ جودھ پور کی سرائے بامن میں جاکر ٹھہرے انہوں نے خود کو مسافر بتایا تھا اور اپنا اسلحہ کپڑوں میں چھپا کر رکھا تھا۔ سرائے کے مالک نے ان پر کوئی توجہ نہیں دی۔ یہاں تو دور دراز کی بستیوں کے مسافر آتے ہی تھے۔

رات کو تینوں دوست مل بیٹھے۔ بھانو اپنی عادت کے مطابق کوئی ایسا کھیل کھیلنا چاہتا تھا جو عرصے تک جودھ پور میں فراموش نہ کیا جاسکے۔ چنانچہ اس نے ایک تجویز پیش کی اور تینوں دوست اس پر غور کرنے لگے۔ موری لال کو اس بات پر یقین نہیں تھا کہ کوری لال پر اس طرح قابو پایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ وہ بار بار اس سلسلے میں سوالات کرتا رہا۔ بھانو اور ابراہیم نے اسے یقین دلایا کہ وہ یہ کام آسانی سے کرلیں گے۔

تین دن تک سرائے میں رہ کر انہوں نے کوری لال کی نگرانی کی اور اس کے معمولات کے متعلق مکمل معلومات حاصل کیں۔ چوتھے دن صبح ہی صبح وہ اپنے پروگرام پر عمل کرنے کو تیار ہوگئے۔

کوری لال علی الصبح گھوڑے کی سواری کرتا تھا اور بستی سے بہت دور کھیتوں کی طرف نکل جاتا تھا۔ اس کے ساتھ صرف ایک سائیس ہوتا تھا جو دوسرے گھوڑے پر سوار اس کے پیچھے پیچھے چلتا تھا۔ یہ سب ایک کھیت میں جاکر اس کے انتظار میں کھڑے ہوگئے۔

سورج ابھی پہاڑوں کے پیچھے سے جھانک رہا تھا۔ آسمان پر پرندوں کی ڈاریں محو پرواز تھیں۔ دور سے انہوں نے کوری لال کو گھوڑے پر آتے دیکھا اور تیار ہوگئے۔ جونہی کوری لال اپنے سائیس کے ساتھ وہاں پہنچا۔ تینوں اپنے گھوڑوں پر سوار اس کے پیچھے ہولیے۔ یہ خلاف معمول بات دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ تھوڑی دور چل کر اس نے گھوڑا روک لیا اور غصیلی نگاہوں سے ان سواروں کو دیکھنے لگا۔ کس نے یہ جرات کی ہے۔ کون بے وقوف لوگ ہیں یہ.... چند ساعت میں وہ قریب پہنچ گئے۔

کوری لال ان میں سے کسی کو نہیں پہچان سکا تھا۔ بھانو نے نزدیک پہنچ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑی اور کوری لال نے غصے سے چابک گھما دیا جو بھانو کے بازو پر لگا اور بھانو کا خون کھول اٹھا۔ دوسرے لمحے اس نے اپنے گھوڑے سے کوری لال کے گھوڑے پر چھلانگ لگادی اور پھر لگاتار کئی چابک گھوڑے کو رسید کردیئے۔ گھوڑا ہوا ہوگیا.... لیکن بھانو نے کوری لال کو گھوڑے سے گرنے نہیں دیا۔

سائیں نے یہ صورت حال دیکھ کر اپنا گھوڑا ان کے پیچھے لگا دیا.... موری لال نے بھانو کے گھوڑے کی لگ
لیں اور دونوں نے اپنے گھوڑے ان کے پیچھے ڈال دیئے۔ آبادی سے کافی دور نکلنے کے بعد منصوبے کے مطابق ا
پستول نکالا اور سائیس کو گولی ماردی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دوسری گولی گھوڑے کے دل کے مقام پر ماردی
گھوڑے سے گر پڑا۔ زخمی گھوڑا ہنہنا کر بھاگا لیکن ابراہیم کی دونوں گولیاں کارگر ہوئیں چنانچہ گھوڑا بھی تھوڑی
گر پڑا.... اور ان سے فارغ ہو کر ابراہیم اور موری لال اس طرف چل پڑے جہاں منصوبے کے مطابق بھانو کوری
ساتھ پہنچ گیا ہوگا۔

ان کا خیال غلط نہیں تھا یہ کافی بڑی پہاڑی تھی اور وہ لوگ اس پہاڑ کے کشادہ غار کو پہلے ہی دیکھ چکے تھے
سامنے کوری لال کا گھوڑا موجود تھا۔ انہوں نے تینوں گھوڑے باہر باندھے اور غار میں داخل ہو گئے۔ یہاں کوری ا
پر پڑا ہوا خوفزدہ نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کی ساری اکڑفوں غائب ہو گئی تھی۔

ابراہیم نے اس کی پسلیوں میں ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ "تو نے بھانو مہاراج کے ہنٹر مارنے کی جرات کی تم
اگر تو.... موری لال کا مجرم نہ ہوتا تو میں ٹھوکریں مار مار کر تجھے ہلاک کر دیتا۔

"مم.... موری لال؟" کوری لال حیرت سے بولا۔

"تو نے مجھے نہیں پہچانا کوری لال۔ میں تو تیرا بدترین دشمن ہوں۔ مجھے غور سے دیکھ کوری لال۔ میں کون
اور کوری لال آنکھیں پھاڑنے لگا، پھر اس کا رنگ پیلا پڑ گیا۔

"تو.... تو روی لال کا بیٹا ہے؟"

"ہاں وہی روی لال جسے تو نے موت کی سزا دلوائی تھی.... اور میں وہی موری لال ہوں جسے تو نے ڈکیتی
میں جیل میں ڈاکو بنا دیا تھا۔ تیرا خیال تھا کوری لال تو سار زندگی اسی طرح لوگوں کی زندگیوں سے کھیلتا رہے گا ا
گردن میں کبھی پھندا نہیں پڑے گا...."

"میں.... میں تم سب کو.... تم سب کو۔" پھر اچانک ہی وہ خاموش ہو گیا۔

"ہاں۔ کیا کرو گے ہم سب کا تم کوری لال؟" بھانو نے پوچھا۔

"مجھے چھوڑ دو تو بتاؤں۔" کوری لال بولا۔

"اگر ہم تمہیں چھوڑ دیں کوری لال، تو تم صرف ایک کام کرو گے اور وہ کام یہ ہوگا کہ تم جیون بھر کے لئے
کی کسی بل میں جا گھسو گے۔ جس شخص پر تم نے ہنٹر اٹھایا ہے اس کا نام سن لو تو تمہاری جان نکل جائے۔"

"یہ.... یہ کون ہے؟" کوری لال نے پوچھا۔

"پربھان سنگھ۔ چھتروالی کا وہ جیالا جس نے بدری ناتھ کو.... ابھی ابراہیم اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ کوری لال کے
نکلا۔

"ڈاکو بھانو سنگھ....؟"

"پولیس بہت جلد تمہاری گردن ناپ لے گی۔ اگر تم پولیس سے بچنا چاہتے ہو تو میری پناہ میں آ جاؤ۔" کو
بولا۔

"اتنا بڑا احسان نہ کرو ہمارے اوپر کوری لال۔ تم نے میرے یار کے پتا کو پھانسی دلوائی ہے۔ بس اس کا بدلہ ا
گا تم سے، ہم تمہاری کوئی بکواس سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔" بھانو نے کہا اور پھر باہر کی صورت حال دیکھنے نکل آیا
دوسری صبح جودھ پور کے ایک بھرے پرے چوک میں ایک شخص تلسی نواس کے ستون سے بندھا ہوا تھ
کے پورے بدن پر صرف ایک لنگوٹی تھی اور اس کے سامنے گتے پر لکھی ایک تحریر رکھی ہوئی تھی۔

"جودھ پور کے جوانو! یہ کوری لال ہے۔ انگریزوں کا پٹھو.... جس نے روی لال کو پھانسی دلوائی تھی۔ اس کا آخری
سمے ہے۔ اس لئے اس کے درشن کر لو....!"

لوگوں نے تو یقین نہیں کیا لیکن یہ بات جب کوری لال کے اہل خانہ کو معلوم ہوئی تو وہ دوڑ پڑے۔ پورے چوبیس
گھنٹے گزر چکے تھے کوری لال کی گمشدگی کو.... پولیس جنگلوں میں دور دور تک پھیل گئی تھی اور بھرت پور بھی خبر بھیج دی
گئی تھی جہاں سے ایک انگریز افسر کی سرکردگی میں پولیس کا ایک دستہ چل پڑا تھا۔ کوری لال انگریزوں کی ناک کا بال تھا۔

کوری لال کے گھر کے افراد جب چوک میں پہنچے تو انہوں نے کوری لال کو پہچان لیا۔ ان سب کے دل دھڑک
اٹھے۔ کوری لال کے دو بیٹے اس کے قریب پہنچے اور اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن اسی وقت کہیں سے دو
گولیاں چلیں اور وہ کوری لال کے قدموں میں لوٹنے لگے۔

کوری لال پاگل ہو گیا تھا اور دوسرے لوگ وحشت زدہ.... اس سے قبل کہ وہ وہاں سے بھاگنے کی کوشش
کرتے.... اچانک بے تحاشا گولیاں برسنے لگیں۔ کوری لال کے پورے بدن میں گولیاں پیوست ہو گئیں اور اس کے بعد
تین گھڑ سوار ایک ٹوٹی ہوئی عمارت سے باہر آئے۔ ان میں سے دو نے بیک زبان نعرہ لگایا.... "بولو۔ بولو بھانو مہاراج کی
جے...."

اور پھر یہ گھوڑے ہوا ہو گئے۔ کوری لال جیسے آدمی کی موت معمولی بات نہیں تھی۔ انگریز حکومت حرکت میں
آ گئی۔ یہاں بھی بھانو کا نام سنا گیا تھا۔ بھانو جیسے سفاک ڈاکو سے قرب و جوار کی پولیس تھر تھر کانپنے لگی۔ تین افراد کے اس
گروہ نے اس کے بعد کئی ڈاکے ڈالے اور خونریزی کی۔ کئی زمیندار ان کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر چکے تھے۔ دو تین
بار پولیس سے بھی مڈبھیڑ ہوئی اور انہوں نے لاشوں کے انبار لگا دیئے۔ پولیس اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ان کا سراغ
نہ پا سکی۔

موری لال نے اپنی برادری کے ایک اور شخص رام سنگھ کی نشاندہی کی۔ سوتی پور کے ایک جوان دھرم سنگھ نے
اپنے گاؤں کے چوہدری کا خون کر دیا تھا اور چھپا چھپا پھر رہا تھا۔ اسے تلاش کیا گیا اور اب چار آدمیوں کی ٹولی بن گئی۔

راجپوتانہ میں بھانو نے جی داری کے جھنڈے گاڑ دیئے تو اس کے بعد اس نے دوسرے علاقوں کا رخ کیا اور
راجپوتانہ سے آگرے کی طرف چل پڑا۔ آگے آگے اس نے دھرم سنگھ اور موری لال کو بھیج دیا تاکہ صورت حال کے
بارے میں اندازہ کرتے رہیں اور پیچھے پیچھے خود چل پڑا.... یوں یہ لوگ آگرے سے ہوتے ہوئے اب دہلی کے پاس پہنچ
رہے تھے۔ بھانو جہاں جہاں سے گزرا تھا وہاں ان مٹ نقوش چھوڑ آیا تھا، وہیں اس نے غریبوں میں بے شمار دولت بھی
بانٹی تھی.... سینکڑوں غریب خاندانوں کو اس نے کسمپرسی کی زندگی سے نکال کر نئی زندگی بخشی تھی.... یہ تھی بھانو کی
کہانی.... جو ایک معصوم کسان سے ڈاکو اور قاتل بن گیا تھا۔

———— O ————

کانتی لال دہلی پہنچ گیا۔ سمجھدار افسر تھا۔ آتے ہی فوراً بھاگ دوڑ شروع کر دی۔ بہت سے بڑے اور چھوٹے
پولیس افسروں سے ملاقاتیں کیں اور ان میں سے بہت سے افسران کا انتخاب کیا.... ان افسروں میں چند سی۔ آئی۔ ڈی کے

افسر بھی تھے۔ اس طرح کانتی لال نے اپنے گرد ذہین اور تجربہ کار پولیس افسروں کی ایک جماعت جمع کرلی تھی۔ اس کی درخواست پر اس پورے عملے کے لئے علیحدہ دفتر اور جدید سامان مہیا کردیا گیا تھا۔

دہلی کے اخبارات نے بڑی شاندار خبریں چھاپی تھیں۔ کانتی لال کے بارے میں، بعض اخباری نمائندے تو اس انٹرویو لینے بھی پہنچ گئے تھے۔ انسان کتنا ہی سنجیدہ کیوں نہ ہو اس کی ذات میں ایک بچہ چھپا ہوتا ہے۔ ایک معصومیت ہو ہے جو شہرت اور تعریف کو پسند کرتی ہے۔ کانتی لال بھی اسی کیفیت سے دوچار ہوا تھا لیکن اس کے باوجود اس نے کو ڈھینگ نہیں ماری تھی.... اور کہا تھا....

"میں نے اب تک بہت سے خطرناک مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچایا ہے۔ بھانو کے سلسلے میں بھی کوشش کروں کہ اسے گرفتار کرلوں۔ بھانو قاتل ہے اور اسے اس کے جرائم کی سزا ضرور ملنی چاہئے۔ لیکن میں آپ لوگوں کے تو سے اس سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ خود کو میرے حوالے کردے۔ ایسی صورت میں میں بڑے افسران سے کہہ کر اس کی میں کمی کرانے کی کوشش کروں گا۔ بصورت دیگر دوسرے مجرموں کی طرح یا تو اپنی جان گنوا بیٹھے گا یا پھر میں اسے گر کر کے قانون کے حوالے کردوں گا۔"

اخبارات نے کانتی لال کا یہ بیان شہ سرخیوں میں چھاپا تھا اور کئی اخبارات نے اس کی تصویریں بھی چھاپی تھیں کانتی لال صرف بیانات ہی نہیں دے رہا تھا بلکہ اس نے عمل بھی شروع کردیا تھا۔ چنانچہ اس وقت یوپی کے بہت شہروں میں بھانو کے بارے میں تفصیلات جمع کی جارہی تھیں۔ یہاں تک کہ بھرت پور اور اس کے اطراف میں بھی ی ڈی والے پھیل گئے تھے اور بھانو کا ماضی کریدا جارہا تھا۔ اس کے علاوہ علی گڑھ، آگرہ، سعد آباد اور ہاتھرس کے ان پو افسروں کو بھی دہلی طلب کرلیا گیا تھا جن کے پاس بھانو کا ریکارڈ موجود تھا.... کانتی لال نے تمام کیس اور وارداتوں کی تفصیلات بغور پڑھیں اور انہی افسروں سے گھنٹوں سوالات کیے جو ان کیسوں پر کام کرچکے تھے....

"سب سے افسوسناک بات یہ ہے کہ آپ لوگوں کے ریکارڈ میں بھانو کی کوئی تصویر نہیں ہے۔ خالی حلیے سے نہیں چلتا۔ اس حلیے کے اور بھی کچھ لوگ ہوسکتے ہیں۔" بہرحال اس سلسلے میں کانتی لال کو ناکامی ہوئی تھی لیکن فراست سے اپنا جال پھیلا رہا تھا۔ دوسری طرف بھانو اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنگل میں بھٹک رہا تھا۔

کئی دن گزر چکے تھے جنگلوں میں گھومتے ہوئے اور پھلوں وغیرہ پر گزر کرتے ہوئے.... اس لئے بھانو نے کہا کسی آبادی میں چلا جائے۔ بندوقوں کو زنگ لگ رہا ہے۔ انگلیوں میں اینٹھن ہونے لگی ہے کہیں ہم گولیاں چلانا جائیں۔

ابراہیم نے کہا۔ "یہ کون سی بڑی بات ہے بھانو۔ پولیس کی گاڑیاں اکثر جنگلوں میں بھٹکتی نظر آجاتی ہیں گھیر لو اور گولیاں چلانے کا شوق پورا کرلو۔" جس پر سب ہنسنے لگے پھر موری لال بولا۔

"پولیس کی کارروائیوں سے باخبر ہونا بھی ضروری ہے کسی آبادی میں چلتے ہیں تاکہ حالات کا بھی کچھ سکیں۔"

ان ساری باتوں کے نتیجے میں طے پایا کہ کسی آبادی کی طرف نکلا جائے۔ یہ فیصلہ کرکے سب چل پڑے۔ سے ذرا سا ہٹ آئے تھے اور سڑک کی تلاش میں تھے۔ ایک شام انہوں نے ایک کھیت دیکھا اور اس کی طرف ؟ کھیت کی موجودگی آبادی کے قریب ہونے کی دلیل تھی۔ چنانچہ ایک بلند جگہ رک کر وہ چاروں طرف نگاہ دوڑا پھر دھرم سنگھ نے ایک طرف اشارہ کیا۔

"وہ دیکھ بھانو...." دور دو متوازی لکیریں چمکتی نظر آرہی تھیں۔ "غالباً ریل کی پٹڑیاں ہیں۔"

چنانچہ وہ سب اس طرف چل پڑے۔ ریل کی پٹڑی کے قریب پہنچے تو انہیں ایک بستی کے آثار دکھائی دیئے۔ چنانچہ ہیں ایک محفوظ جگہ رک کر وہ رات گہری ہونے کا انتظار کرنے لگے.... اور پھر جب چاروں طرف اندھیرا پھیل گیا تو آبادی کی طرف چل پڑے۔ ابتدائی روشنیاں نظر آرہی تھیں جن سے بستی کے پھیلاؤ کا اندازہ ہوتا تھا۔ ریلوے اسٹیشن پر بھوج راج کا بورڈ لگا ہوا تھا....

"تو اس قصبے کا نام بھوج راج ہے۔ اس سے پہلے کسی نے اس کے بارے میں کچھ سنا ہے؟" بھانو نے پوچھا اور سب نے انکار کردیا۔ تب فیصلہ کیا گیا کہ کسی جانکار آدمی کو پکڑا جائے۔

بھوج راج کے ریلوے اسٹیشن کا انچارج ایک نوجوان آدمی تھا۔ ان لوگوں نے بندوقیں وغیرہ چھپالیں اور اس کے گھر کے دروازے پر پہنچ گئے۔ دستک دینے پر اسٹیشن ماسٹر نے دروازہ کھول دیا اور ابراہیم نے پستول اس کی کنپٹی پر رکھ دیا۔

"اندر چلو...." اس نے بھاری آواز میں کہا۔

"اندر چلنے کے لئے یہ پستول ضروری ہے کیا؟ اسے ہٹالو اور اطمینان سے اندر آجاؤ۔ اگر تم ڈاکو ہو تو مجھے افسوس ہے کہ تم نے غلط گھر کا انتخاب کیا ہے پھر بھی ایک چارپائی، ایک ٹرنک جس میں میرے چار جوڑے کپڑے ہیں اور ضرورت کا ایسا ہی سامان موجود ہے۔ آجاؤ.... اندر آجاؤ....!"

اسٹیشن ماسٹر کی بات سے وہ محظوظ ہوئے اور کوارٹر میں داخل ہوگئے۔ "گھر میں اور کون ہے؟"

"میرے طوطے کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ بڑی اچھی باتیں کرتا ہے۔ بہت دنوں سے مجھ پر ڈورے ڈال رہا ہے مگر میں ابھی تک اس کی باتوں میں نہیں آیا۔" اسٹیشن ماسٹر بے خوفی سے بولا یا تو وہ بہت نڈر انسان تھا یا بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ بہرحال وہ ان کے ساتھ کوارٹر کے اکلوتے کمرے میں داخل ہوگیا۔ جس کے دروازے میں طوطے کا پنجرہ لٹک رہا تھا۔ "یہ اس وقت گہری نیند میں معلوم ہوتا ہے ورنہ تمہارا سواگت ضرور کرتا۔"

"چھوڑو ان باتوں کو۔ یہ بتاؤ کھانے کے لئے کچھ انتظام کرسکتے ہو؟" ابراہیم نے کہا۔

"اس وقت گھر میں کوئی خاص چیز نہیں ہے۔ اسٹیشن تک جانے دو تو پوری کچوری کا انتظام ہوسکتا ہے۔ کیونکہ رات کی کئی ٹرینیں گزریں گی اور خوانچے والے ان کے لئے پوریاں تیار کرتے ہیں۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہوسکتی؟" ابراہیم نے پوچھا۔

"سمجھو۔ کھانے کی بات ہے۔ میرا نام بانکے لال ہے۔ صورت سے جانور نظر آتا ہوں پر وچن دیتا ہوں کہ مہمانوں کے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کروں گا۔ چاہے کھانے کے بعد تم مجھے گولی ہی کیوں نہ ماردینا۔ بیٹھو۔ وہ پیچھے کنواں ہے۔ پانی کھینچو۔ منہ ہاتھ دھولو۔ میں کھانے کا انتظام کرکے ابھی آیا ہوں۔" وہ جواب کا انتظار کیے بغیر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"رک جاؤ۔ زیادہ ہوشیار بننے کی کوشش مت کرو۔" موری لال کڑک کر بولا اور اس نے اپنا پستول اس کی طرف سیدھا کرلیا.... لیکن بھانو نے آگے بڑھ کر موری لال کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا پھر وہ بانکے لال سے معذرت آمیز لہجے میں بولا۔

"معاف کردینا بانکے لال جی۔ یہ ذرا جذباتی آدمی ہے۔ جاؤ اطمینان سے جاؤ۔ ہمیں بھوک لگ رہی ہے۔" بانکے لال مسکراتی نگاہوں سے ان سب کو دیکھتا ہوا باہر نکل گیا۔

موری لال نے تشویش ناک نگاہوں سے بھانو کو دیکھا.... "کھرے آدمی کی پہچان بہت ضروری ہوتی ہے موری لال۔ اگر وہ پولیس والا بھی ہوتا تو اس وقت ہمیں نقصان نہ پہنچاتا.... کیوں ابراہیم تمہارا کیا خیال ہے؟"

"وہ بہادر اور کھرا ہے۔ اگر بزدل اور جھوٹا ہوتا تو پستول دیکھ کر ہی اُس کی جان نکل جاتی۔ کیسی چیز سے نہ ڈر
والے سچے لوگ ہوتے ہیں۔" ابراہیم نے بھانو کی تائید کی اور بھانو مسکرانے لگا۔
سب لوگ بانکے لال کے انتظار میں چارپائیوں پر بیٹھ گئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ لدا پھندا واپس آگیا۔ بھا
پوری کے علاوہ مٹھائی اور پھل بھی لایا تھا۔ اُس نے کمرے میں جاکر دو تھال نکالے اور سارا سامان اُن کے سامنے لاکر ر
دیا۔
"میں پانی لا رہا ہوں۔ تم لوگ بھوجن شروع کرو۔" اُس نے کہا اور سب کے سب کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ بانکے لال
پانی وغیرہ لے کر اُن کے پاس آگیا تھا۔
"تم بھی کچھ کھاؤ بانکے لال جی۔" بھانو نے کہا۔
"کھا چکا ہوں۔ ورنہ ضرور ساتھ دیتا۔ کوئی چیز کم پڑے تو بتادو....؟"
"نہیں۔ بہت ہے۔" بھانو نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ کھانے سے فارغ ہوگئے۔
"حقہ بھروں؟ موجود ہے۔" اس نے کہا۔
"نہیں.... تمہاری مہربانی ہے۔ اپنے بارے میں بتاؤ بانکے لال ہم تمہاری کیا مدد کرسکتے ہیں۔ کوئی کام ہو تو بتاؤ۔؟"
"دوستو! باہر سے آئے ہو۔ پستول بھی پاس ہیں۔ اپنے بارے میں تو کچھ بتاؤ؟" اُس نے کہا۔
"بھانو چوہان کا نام سنا ہے کبھی؟" ابراہیم بولا اور بانکے لال اُچھل پڑا۔ اُس کی آنکھیں حیرت سے چمکنے لگی تھیں۔
"بھگوان کی سوگند.... اگر تم میں سے کوئی بھانو چوہان ہے.... تو مجھے اُس سے مل کر جیون کی بہت بڑی خوشی
گی۔ اوہ میں بھی کیسا اندھا ہوں۔ یہ بات پوچھ رہا ہوں تم لوگوں سے۔ میں بتاؤں.... بھانو کون ہے؟" وہ بولا۔

"بتاؤ۔" دھرم سنگھ نے مسکرا کر کہا اور بانکے لال غور سے اُن کی صورتیں دیکھنے لگا پھر اُس نے آگے بڑھ کر بھا
ہاتھ پکڑ لیا۔ سب لوگ حیرت زدہ سے انداز میں مسکرا پڑے تھے۔
"تمہارا خیال ٹھیک ہے بانکے لال۔ مگر تم نے کیسے پہچان لیا بھانو مہاراج کو؟" ابراہیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"بعض باتیں من میں ہی رہنے دیا کرو بھائی۔ من سے نکل جانے پر اُن کی کوئی قیمت نہیں رہتی۔ بھگوان
سوگند.... بڑی خوشی ہوئی ہے اس وقت۔ بڑی دھوم ہے بھانو مہاراج کی۔ پر یہ بتاؤ بھانو جی کانتی لال سے ابھی بھینٹ
نہیں؟"

"کون کانتی لال؟" بھانو نے چونک کر پوچھا۔
"پولیس افسر کانتی لال۔ جو ممبئی سے دہلی آیا ہے.... تمہاری گرفتاری کے لئے۔" بانکے لال تعجب سے بولا۔
"یار تم تو بڑے کام کے آدمی نکلے بانکے لال۔ ذرا بتاؤ تو اُن کانتی لال کے بارے میں ہم تو بہت دنوں سے جا
میں سفر کر رہے تھے۔"
"یہ تو ٹھیک نہیں ہے بھانو مہاراج۔ آپ کو اپنے دشمنوں سے بے خبر نہیں رہنا چاہئے۔ اسٹیشن پر آپ کے
پوسٹر لگا ہوا ہے۔ کانتی لال نے انگریز سرکار سے بات کرکے انعام کی رقم پچیس ہزار کرادی ہے اور ایک منٹ رکو
تمہیں کانتی لال کے بارے میں ساری باتیں بتائے دیتا ہوں۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اندر گیا اور چند لمحوں بعد کئی
لے کر اُن کے سامنے آگیا۔ ابراہیم نے جلدی سے اخبار اُچک لئے تھے اور پھر زور زور سے خبریں سنانے لگا۔ سارے
دلچسپی سے خبریں سن رہے تھے۔ سب نے کانتی لال جی کی تصویریں بھی دیکھی تھیں۔
"واہ مہاشے جی۔ بڑا افسوس ہے۔ ابھی تک آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔" بھانو ہنس پڑا۔

"بس یہاں سے سیدھے دہلی چلو بھانو۔ دل تڑپ رہا ہے کانتی لال جی سے ملنے کے لئے۔"
"ضرور چلیں گے۔" بھانو کے ہونٹوں کی مسکراہٹ خوفناک ہوگئی۔ وہ چند ساعت خاموش رہا۔ پھر بانکے لال سے
بانکے لال۔ میں دوسری کوئی بات کہہ کر تمہاری بڑائی کی توہین نہیں کروں گا۔ آؤ دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ اور وچن دو کہ
ک جیتے رہو گے، دوست رہو گے، مجھے تم اچھے آدمی معلوم ہوئے ہو، اس لئے میں نے تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ
ہے۔"
"بھانو مہاراج مجھے دوست بنا کر تمہیں کیا ملے گا؟" بانکے لال نے کہا۔
"کسی کو دوست بنانے سے کچھ ملتا نہیں ہے بانکے، بس سب سے بڑی چیز دوست کا خلوص ہوتا ہے، اگر تمہیں
.. اعتراض ہے تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ بھانو نے ہاتھ نیچے گرا لیا لیکن بانکے نے آگے بڑھ کر اُس کا ہاتھ اپنے دونوں
میں تھام لیا۔ اُس کی آنکھوں کے گوشے چھلکنے کو تیار تھا.... بھانو نے اس کا شانہ تھپ تھپاتے ہوئی کہا۔ "بانکے لال
ر کوئی چنتا ہو تو بتاؤ۔ دوست، دوست کے ہی کام آتا ہے۔"
"بھانو مہاراج۔ میرے من میں بھی آگ سلگ رہی ہے۔ ایک ایسی آگ، جسے سرد کرنا میرے بس کی بات نہیں
ں لئے کہ میرے بیوی بچے بھی ہیں۔ یہاں سے قریب ہی ایک شہر ہے خورجہ، خورجہ میں میری بیوی اور دو بچے،
پتاجی کے ساتھ رہتے ہیں، میرا تبادلہ یہاں ہوگیا ہے، جگہ چھوٹی ہے اور حالات ایسے ہیں کہ میں اُن لوگوں کو ساتھ
رکھ سکتا، اس لئے میں اکیلا رہتا ہوں۔ میری ایک بہن بھی تھی بھانو مہاراج، جس کے ساتھ بہت برا سلوک ہوا۔
کا لالہ بنواری لال بہت بڑی حیثیت کا مالک ہے۔ بہت بڑا کاروباری ہے اور اُس کا زیادہ تر کاروبار سود پر ہے۔
سا لوگوں کو برباد کردیا ہے اُس نے اس سود کے چکر میں.... قرض دیتا ہے اور پھر سود میں اُن کا سب کچھ چھین لیتا ہے،
ساتھ بھی یہی کچھ ہوا تھا۔ میرے پتاجی پر آفت آئی تھی اور وہ بنواری لال کے پاس پہنچ گئے۔ لالہ بنواری لال نے پتا
قرض دے دیا اور پھر قرض کی رقم اس رفتار سے بڑھی کہ ہمارے ہوش گم ہوگئے۔ ہمارا مکان لالہ بنواری لال کے
چلا گیا۔

اور جب ہمارے مکان کی قرقی ہو رہی تھی تو لالہ بنواری نے میری بہن کو دیکھ لیا۔ میری بہن اُس پاپی کو پسند آگئی
اُس نے پتاجی سے بات کی اور کہا کہ اگر میری بہن کی شادی اُس سے کردی جائے تو قرض معاف ہوسکتا ہے۔
ہم لوگ خورجہ کے ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، مگر غریب ہیں۔ لالہ بنواری لال نے میری بہن سے
کی خواہش کی تھی۔ حالانکہ دونوں کی عمروں میں بہت بڑا فرق تھا لیکن پتاجی گھر کی عزت بچانے کے لئے اس بات پر
ہوگئے.... بات میرے کانوں تک بھی پہنچی، اور میں نے پتاجی کی سختی سے مخالفت کی....

لیکن مخالفت سے کیا بنتا تھا، قرضہ تو واپس کرنا ہی تھا چنانچہ پتاجی اور میں اس پریشانی کے بارے میں سوچتے رہے،
میری بہن نے اس سودے کو منظور نہیں کیا۔ اُس نے چوڑیاں پیس کر کھالیں اور رخصت ہوگئی۔ بنواری لال کا قرض
کا توں رہا.... بہن سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ گھر چلا گیا اور خود کوڑی کوڑی کو محتاج ہو کر رہ گئے۔ ہم نے ایک چھوٹا سا گھر
لیا۔ ظاہر ہے کسی سے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے لیکن اُس پاپی ہتھیارے کو آج بھی آزادی حاصل ہے، وہ آج بھی دہی
بار کر رہا ہے۔ اتنا جمع کرلیا ہے سسرے نے کہ حساب بھی نہیں ہے بھانو مہاراج یہاں آئے ہو تو میرا یہ کام بھی کرتے
اس کم بخت بنواری لال کو کوڑی کوڑی کو محتاج کردو۔ کم از کم مجھے اتنا سکون تو ملے گا کہ میری بہن کا قاتل بے بسی کی
ی گزار رہا ہے۔ بھانو مہاراج بھگوان کی سوگند میں تمہارا اب بھی بے دام غلام ہوں۔"
"بھانو نے بانکے لال کے شانے پر ہاتھ رکھا اور مسکراتا ہوا بولا.... "بس اتنی سی بات بانکے لال۔ اس بات پر تو میں

خود تمہیں بدھائی دیتا ہوں کہ تم نے ایک ایسے آدمی کی نشاندہی کی، مجھے تو ایسے ہی لوگوں کی تلاش ہے، کیونکہ ایسے لوگ میرے خالق ہیں، انہوں نے ہی بھانو کو تشکیل دیا ہے۔ تم فکر نہ کرو ہمارا دوسرا ٹھکانہ خورجہ ہی ہوگا۔"

"اگر یہ بات ہے بھانو مہاراج تو میرے کان بنواری لال کی تباہی کا حال سننے کے منتظر رہیں گے۔" بانکے لال نے بھانو کے دونوں پیر پکڑ لئے۔

"بہت جلد سنو گے، بہت جلد سنو گے۔" بھانو نے کہا اور پھر وہ ابراہیم کی طرف دیکھ کر بولا۔

"سمجھے ابراہیم خورجہ کا بنواری لال۔"

"ٹھیک ہے بھانو، جب بات ہوئی تو پھر سمجھانا کیسا۔" ابراہیم نے بے خوفی سے کہا۔ بانکے لال بہت زیادہ خوش رہا تھا۔ تب بھانو نے کہا۔

"بانکے لال.... ہم یہاں سے خورجہ روانگی کے سلسلے میں کیا طریقہ کار اختیار کریں؟"

"ریل سے جاؤ گے؟" بانکے لال نے پوچھا۔

"کوئی حرج تو نہیں ہے لیکن...."

"لیکن ویکن کی کوئی بات نہیں ہے۔ ابھی ایک مال گاڑی یہاں آنے والی ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ یہاں پہنچے گی اس کے ایک الگ ڈبے میں تمہارا بندوبست کردوں گا۔ تم خاموشی سے سٹیشن پر اُتر جانا اور وہاں پر اطمینان سے شہر پہنچ جانا۔"

"اسٹیشن سے شہر تک پہنچنے میں کوئی دقت تو نہیں ہوگی؟"

"نہیں، میں بتا رہا ہوں، یہ ڈبا سب سے پیچھے والے سے دوسرا ہوگا۔ تم لوگ صبح ہونے سے پہلے وہاں پہنچ جاؤ گے اور اُس وقت اسٹیشن پر زیادہ لوگ نہیں ہوتے، ڈبے سے اُترنے کے بعد سیدھے ہاتھ پر لکڑی کے جنگلے لگے ہوئے ہیں جن میں سے نکلنا مشکل کام نہیں ہوگا۔"

"بس بس ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ یہ مناسب رہے گا۔ مال گاڑی کتنی دیر میں آئے گی؟" بھانو نے پوچھا۔

"تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد.... آؤ اسٹیشن چلتے ہیں...." بانکے لال نے کہا۔

"چلو...." بھانو تیار ہوگیا.... ابراہیم نے وہ سارے اخبارات لپیٹ کر ساتھ لے لئے تھے جن میں کانتی لال کے بارے میں تفصیلات تھیں۔ اُسے شاید کانتی لال سے بہت دلچسپی تھی۔

بانکے لال اُن کے ساتھ اسٹیشن آگیا۔ اُس کی آنکھیں اب بھی خوشی سے چمک رہی تھیں اور وہ چشم تصور بنواری لال کا حشر دیکھ رہا تھا پھر کسی خیال کے تحت اُس نے چونک کر کہا "خورجہ سے کہاں جاؤ گے بھانو مہاراج؟"

"دہلی....!" بھانو نے جواب دیا۔

"دہلی ریل سے مت جانا۔ بلکہ خورجے میں بابو لال سے مل لینا۔ بابو لال ٹرکوں کا ٹھیکیدار ہے۔ وہ کسی ٹرک

تمہیں بھجوا دے گا۔ بس اُس سے کہہ دینا کہ تم بانکے لال اسٹیشن ماسٹر کے دوست ہو۔"

"اگر ضرورت پڑی تو ایسا ہی کریں گے۔" بھانو نے کہا۔ تھوڑی دیر بعد مال گاڑی آگئی اور بانکے لال نے اُ اس میں سوار کرا دیا۔ مال گاڑی صرف دس منٹ رکی۔ اس کے بعد وہ چل پڑی۔ یہاں سے چل کر خورجہ ہی رکتی تھی۔

"صبح ہوتے ہی وہ خورجہ پہنچ گئے۔ اسٹیشن سے باہر نکل کر طے ہوا کہ پہلے یہاں کے حالات معلوم کئے جائیں کے بعد کام کا آغاز کیا جائے۔ چنانچہ بھانو نے ایک سرائے میں قیام کیا۔ اس کے ساتھ صرف دھرم سنگھ تھا۔ ابراہیم موری لال دوسری جگہ کی تلاش میں نکل گئے۔

"دوسرے دن دس بجے اُن کی ملاقات وقت مقررہ پر اسٹیشن کے قریب ہوئی۔ اس عرصے میں ابراہیم نے بہت سی باتیں معلوم کرلی تھیں۔ مثلاً بھانو کی گرفتاری کے لئے ایک خصوصی سیل قائم کیا گیا ہے۔ اسپیشل پولیس کے دستے ہر شہر میں موجود ہیں۔ خورجہ میں بھی پولیس کا ایک دستہ موجود ہے اور خورجہ سے باہر جانے والے راستوں کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ اسٹیشن کے پاس بھی چوکی بنی ہوئی ہے اور یہ سارے کے سارے کانتی لال کے ماتحت کام کر رہے ہیں۔

"ہوں۔ لالہ بنواری لال کے بارے میں بھی کچھ معلوم ہوا ابراہیم؟" بھانو نے پوچھا۔

"ابھی نہیں۔ یہاں سے جانے کے بعد یہی کام کرنا ہے۔ اب شام کو سرائے میں ہی ملیں گے۔" ابراہیم نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جاؤ۔" بھانو نے کہا اور وہ دونوں چلے گئے تو بھانو نے بازار کا رخ کیا۔ دھرم سنگھ اُس سے کچھ فاصلے پر تھا۔ اس وقت اُن کے پاس صرف پستول تھے۔ بندوقیں اُن کے سامان میں بندھی ہوئی تھیں جسے وہ سرائے میں چھوڑ آئے تھے۔

بازار سے بھانو نے کچھ دھوتیاں اور کرتے وغیرہ خریدے اُس نے بھیس بدلنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ایک ویران سی جگہ جاکر انہوں نے لباس تبدیل کرلیا۔ بڑے بڑے جے پوری صافوں میں جے پور کے دیہاتی کسان معلوم ہو رہے تھے۔ اس کام سے فارغ ہو کر بھانو نے دھرم سنگھ سے کہا۔ "ہمیں اسٹیشن چلنا ہے وہاں پہنچ کر ہم بانکے لال کے گھر والوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔"

"بانکے لال کے گھر والوں کے بارے میں؟"

"ہاں۔ تمہیں یاد نہیں۔ اُس نے کہا تھا کہ اُس کے بیوی بچے یہاں رہتے ہیں۔؟"

"یاد ہے۔"

"بس تو چلو۔" بھانو بولا اور وہ اسٹیشن چل پڑے.... دن کی روشنی میں انہوں نے اسٹیشن کے قرب و جوار کا ماحول دیکھا۔ ریلوے اسٹیشن پر پولیس کی نفری دیکھ کر احساس ہوا کہ ریل کا سفر کتنا خطرناک ہے۔ انہوں نے اسٹیشن کے باہر ٹھہرنا بھی مناسب نہ سمجھا اور چل پڑے۔

"یہ کام دوسری جگہ سے بھی ہو سکتا ہے۔" بھانو بولا۔

"کہاں سے؟"

"بانکے لال نے ایک شخص بابو لال کا نام لیا تھا۔ آؤ بابو لال کے پاس چلتے ہیں۔" تھوڑی دیر کے بعد جے پوری صافوں کے بھیس میں ٹرکوں کے اڈے پر پہنچ گئے۔ یہاں بابو لال کی تلاش مشکل نہ ہوئی۔ وہ ایک تنومند آدمی تھا۔ بڑی خوش اخلاقی سے پیش آیا اور بانکے لال کا نام سن کر اُن سے گلے ملا۔

"وہ اپنا بچپن کا یار ہے۔ ہم دونوں نے ایک ساتھ ہی اسکول میں قدم رکھا تھا۔" بابو لال نے بتایا۔

"ہمیں تم سے کام ہے بابو لال۔"

"جان حاضر ہے بانکے لال کے نام پر۔ بولو کیا ہے؟"

"پہلے تو بانکے لال کا گھر بتاؤ۔ بانکے لال نے یہ بھی کہا تھا کہ تم ہمیں دہلی بھیجنے کا بندوبست بھی کردو گے۔"

"جب کہو۔ یہ کون سی بڑی بات ہے۔"

"اس کے لئے تمہیں کسی بھی وقت تکلیف دیں گے۔ بابو لال۔"

"آدھی رات کو۔ بابو لال حاضر ہے۔ کہاں ٹھہرے ہو۔ میرا گھر موجود ہے تو دوسری جگہ قیام کی کیا ضرورت ہے۔"

"شکریہ بابو لال۔ تمہارا مکان کہاں ہے؟"

"وہ اُدھر دیکھو.... وہ پیلی سی دیوار نظر آرہی ہے نا۔ بس وہی غریب کی کٹیا ہے۔" بابو لال نے کہا۔

"ہم پھر تمہارے پاس آئیں گے۔"

"میں نے کہا نا آدھی رات کو کوئی کام ہو تو بابو لال کو آکر جگا لینا۔" اُس نے کہا۔ پھر خاطر مدارت کے بعد اُس نے پندرہ سولہ سال کے لڑکے کو اُن کے ساتھ کر دیا۔ وہ بانکے لال کے مکان کے سامنے کھڑے تھے۔

"پونجی لال کاکا کو بلاؤں؟" اُس نے پوچھا۔

"نہیں نہیں، بس ٹھیک ہے، تم جاؤ ہم خود اُن سے مل لیں گے۔" بھانو بولا اور لڑکا واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ لڑکے کے دور چلے جانے کا انتظار کرتے رہے اور جب لڑکا نظروں سے اوجھل ہو گیا تو وہ بھی واپس مڑ گئے باقی وقت بھی اُنھوں نے آوارہ گردی میں گزارا، اور پھر پروگرام کے تحت موری لال اور ابراہیم سے ملاقات ہوئی۔

"میں بنواری لال کے بارے میں سب کچھ معلوم کر آیا ہوں، بانکے لال نے جو کچھ بتایا تھا بالکل صحیح تھا۔ بڑا ہی ذلیل آدمی ہے۔ مکان کافی خوبصورت بنوایا ہے لیکن بھانو یہاں پولیس کی نقل و حرکت کچھ زیادہ ہی ہے، یوں لگتا ہے جیسے ان لوگوں کو ہماری آمد کی اطلاع مل گئی ہو۔" ابراہیم نے بتایا اور بھانو ہنسنے لگا پھر بولا۔

"اب تو ہر جگہ یہی کیفیت ہے ابراہیم، میں معلومات حاصل کر چکا ہوں۔"

"بنواری لال کے مکان سے تھوڑی ہی فاصلے پر ایک پولیس چوکی ہے۔"

"اوہ اچھا.... آؤ ایک نظر مکان پر ڈال لیں۔" بھانو نے کہا اور چاروں اُس طرف چل پڑے لیکن وہ ایک دوسرے سے فاصلے پر چل رہے تھے کیونکہ ساتھ چلنا خطرناک تھا، راستے میں جگہ جگہ سادہ لباس والے بھی نظر آئے جو ہر آتے جاتے پر نظر رکھے ہوئے تھے۔

"کیا سارے ہندوستان میں ان لوگوں نے یہی انتظامات کئے ہیں؟" بھانو ہنس کر بولا۔

"بھانو مہاراج کا نام کچھ زیادہ ہی مشہور ہو گیا ہے اور یہ کانتی لال تو ہماری پبلسٹی کا بہت بڑا ذریعہ بنا ہے۔" ابراہیم ہنس کر بولا۔

"تھوڑی دیر کے بعد وہ بنواری لال کے مکان کے سامنے پہنچ چکے تھے۔ یہ مکان پیلی کوٹھی کے نام سے مشہور تھا کیونکہ مکان پر پیلا رنگ کیا گیا تھا۔ باہر سے یہ مکان نہیں بلکہ قلعہ نظر آتا تھا۔ اُنھوں نے مکان کا ایک چکر لگا کر اندر داخل ہونے کا راستہ تلاش کیا اور پھر مطمئن ہو کر واپس چل پڑے۔

"کوئی مشکل نہیں ہے، پولیس چوکی تک خبر ہوتے ہوتے ہم اپنا کام کر کے واپس جا چکے ہوں گے۔" بھانو نے کہا اور پھر رات کا سارا پروگرام طے ہو گیا۔

پروگرام کے مطابق اُنہیں برگد کے اُس درخت کے نیچے ملاقات کرنی تھی جو پیلی کوٹھی کے عقب میں تھا۔ عقب ہی سے اس کوٹھی میں داخل ہونے کا ایک نہایت عمدہ راستہ تھا۔ ان سارے کاموں سے فارغ ہو کر بھانو اور دھرم سنگھ واپس سرائے کی جانب چل پڑے.... تاکہ کچھ آرام کرنے کے بعد وقت مقررہ پر یہاں پہنچ جائیں۔ سرائے کے باہر کے دروازے پر ایک مٹی کے تیل کا لیمپ روشن تھا۔ اندر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ دروازے سے دور ایک درخت کے نیچے دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ جب یہ اُن کے قریب پہنچے.... تو اُن میں سے ایک کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

"کیا تم مسافر ہو؟ سرائے میں ٹھہرنا چاہتے ہو؟" اُس شخص نے پوچھا اور بھانو کو یاد آگیا کہ اس وقت وہ دوسرے لباس میں ہیں، اسی وجہ سے اُنہیں نہیں پہچانا گیا تھا۔

"ہاں مسافر ہیں، یہاں ٹھہرنا چاہتے ہیں۔"

"اس وقت یہاں نہیں ٹھہر سکتے، چلے جاؤ۔ اندر پولیس موجود ہے۔"

"پولیس....؟" بھانو ایک دم چونک گیا۔

"ہاں، آج کل ان علاقوں میں ڈاکو بھانو کا نام بہت مشہور ہے۔ ہر اُس آدمی کو دیکھا جاتا ہے جو کہیں باہر سے آئے پولیس والے سرائے میں بھی معلومات حاصل کرنے آئے تھے تو پتہ چلا کہ دو آدمی یہاں آکر ٹھہرے ہیں اور اس سے ٹھہرے

ہوئے ہیں۔ پولیس والوں نے ہمارے مالک سے اجازت لے کر ان لوگوں کے سامان کی تلاشی لی تو اُن کے سامان سے قیں نکلیں، سارا سامان جوں کا توں رکھ دیا گیا ہے اور اب پولیس سرائے کے چاروں طرف چھپی ہوئی اُن کا انتظار کر ہے تاکہ اُنہیں گرفتار کر لیا جائے۔

"اوہ اچھا۔ اسی لئے نئے آدمیوں کو سرائے میں ٹھہرنے کی اجازت نہیں مل رہی....؟"

"ہاں یہی بات ہے۔"

"مگر پولیس ہے کہاں۔ مجھے تو نظر نہیں آ رہی۔" بھانو نے پوچھا۔

"سرائے کے احاطے میں ہے، جیسے ہی کوئی اندر داخل ہو گا۔ پولیس والے اُسے جکڑ لیں گے، ہمارا مالک اُن ا.... آدمیوں کی نشاندہی کے لئے وہاں موجود ہے۔" سرائے کے نوکر نے سادگی سے بتایا۔

"اچھا بھائی ٹھیک ہے۔ ہم کہیں اور انتظام کر لیتے ہیں۔" بھانو نے کہا اور واپس پلٹ پڑے۔ دھرم سنگھ کا چہرہ جوش سے سرخ ہو گیا تھا۔ "کیا خیال ہے دھرم سنگھ؟"

"مگر ہماری بندوقیں اُن کی تحویل میں چلی جائیں گی، اس وقت تو ہمیں اُن کی ضرورت ہے۔"

"نہیں جائیں گی دھرم سنگھ آؤ۔" بھانو نے کہا اور ایک لمبا چکر لگا کر سرائے کے پچھلے حصے کی جانب بڑھ گیا۔ ٹوٹی ہی دیوار کی دوسری طرف چند بھینسیں بندھی ہوئی تھیں۔ بھانو دیوار کود کر اندر داخل ہو گیا۔ دھرم سنگھ بھی اُس ے کی پشت کی طرف چل پڑا جہاں اُن کا سامان موجود تھا۔ دونوں نے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لئے تھے۔ یہاں نیم تھی۔ بہت فاصلے پر ایک لالٹین ٹنگی ہوئی ٹمٹما رہی تھی۔ بھانو اپنی رہائش گاہ کے دروازے پر جم گیا اور دھرم سنگھ اخل ہو گا۔ سامان میں بندوقیں اور کارتوس ہی سب سے زیادہ قیمتی تھے۔ چنانچہ دھرم سنگھ نے بندوقیں اور کارتوس یاں نکال لیں۔ جونہی دھرم سنگھ نے باہر قدم رکھا۔ کسی پولیس والے کی نظر اُس پر پڑ گئی اور دوسرے لمحے شور مچ

"ڈاکو آگئے.... ڈاکو آگئے۔" بھانو بندوق میں کارتوس ڈالنے لگا۔ اس اثنا میں دھرم سنگھ نے پستول سے فائرنگ کر دی تھی۔ باہر سے دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں پھر جو بھی سامنے آیا بھانو نے اُس پر فائر کر آنے والا پولیس کا ایک حوالدار تھا۔ اُس کی دلدوز چیخ گونجی اور دوڑتے ہوئے قدم رُک گئے۔

پھر اُدھر سے بھی فائرنگ ہونے لگی۔ بھانو نے اس عمارت میں جم کر لڑنا مناسب نہیں سمجھا اور دھرم سنگھ کو اشارہ پیچھے ہٹنے لگا۔ جب باہر نکلنے کا راستہ موجود تھا تو پھر عمارت میں لڑنے سے کیا فائدہ۔ اس سے قبل کہ پولیس عقب ل پہنچ جائے۔ باہر نکل جانا بہتر ہو گا۔

وہ دوڑتے ہوئے احاطے میں پہنچے اور وہاں سے ایک بھینس کی پیٹھ پر چڑھ کر دوسری طرف کود گئے۔ پولیس بھی برتی دکھا رہی تھی۔ چنانچہ پولیس والے دوڑتے ہوئے اُس طرف آگئے تھے۔ جونہی اُنھوں نے ان دونوں کو دیوار سے تے ہوئے دیکھا فوراً نیچے بیٹھ کر نشانہ لینے لگے لیکن اس سے قبل ہی بھانو اور دھرم سنگھ نے پستول سے اُن کو ٹھکانے لگا نشانہ باندھتے باندھتے لڑھک گئے۔

اب یہاں رکنا خطرناک تھا۔ چنانچہ وہ سیدھے دوڑنے لگے۔ اس طرف کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ وہ کھیتوں میں گھستے گئے۔ پولیس والے پہلے تو جھجکے لیکن افسروں کے چلانے پر وہ بھی اسی راہ پر ہو لئے ان کے ہاتھوں میں ٹارچیں تھیں مار روشنیاں قرب و جوار میں ڈالتے ہوئے وہ آگے بڑھ رہے تھے۔ بھانو نے دھرم سنگھ کا شانہ دبایا اور دونوں رُک گئے۔ ں آگے بڑھ جانے دو۔ ہلتی ہوئی دو بالیں دیکھ کر وہ ہماری طرف متوجہ ہو سکتے ہیں دونوں کھڑی فصل میں جگہ بنا کر لیٹ در پولیس والے ان کے قریب سے گزر کر آگے بڑھ گئے۔

جب سرائے کی طرف سے آنے والے پولیس والوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تو وہ جدھر سے آئے تھے اُدھر ہی چل

پڑے۔ سرائے کے قریب بھی پولیس والوں کی خاصی نفری موجود تھی اور گیس کے ہنڈے روشن کئے جا رہے تھے۔ کے بعد شاید بڑے پیمانے پر اُن کی تلاش شروع کرنے کا پروگرام تھا۔

بھانو اور دھرم سنگھ پولیس والوں سے کترا کر آگے بڑھ گئے اب اُن کا رخ اُس برگد کی طرف تھا جہاں چاروں ملنے کا پروگرام بنایا تھا۔ گو ابھی بہت وقت پڑا تھا لیکن سرائے کا ٹھکانہ چھن جانے کے بعد ادھر اُدھر بھٹکنا مناسب نہ برگد کے قرب و جوار میں دور دور تک کسی کا وجود نہیں تھا۔ اُنھوں نے پھیلے ہوئے درخت پر آرام کرنے کا پروگرا اور درخت پر چڑھ گئے۔ درخت کی شاخوں سے اُنھوں نے بندوقیں لٹکادیں اور وہیں دراز ہو گئے۔

وقت مقررہ پر ابراہیم اور موری لال پہنچ گئے اور وہ دونوں درخت سے نیچے اُتر آئے۔ بھانو نے ابراہیم کو م حال سے آگاہ کیا اور پوچھا کہ وہ دونوں کہاں ٹھہرے ہیں۔

”بہت دلچسپ جگہ.... یہ جگہ پولیس چوکی کے بالکل قریب ہے اور پولیس والے وہاں بہت متحد ہیں۔ ابرا جواب دیا۔

”آؤ.... اب یہاں کا کام نمٹالیں۔ اس کے بعد خورجہ سے نکل چلیں گے۔“ بھانو نے کہا اور چاروں آ گئے۔ بنواری لال کی حویلی سنسان پڑی تھی۔ وہ گھومتے پھرتے حویلی کے سامنے والے حصے کی طرف نکل آئے لیکن دم ٹھٹک گئے۔ اُنھوں نے چند گھڑ سواروں کو دیکھا جو حویلی کے احاطے میں کھڑے ہوئے تھے۔ اُن کے جسموں پر پو وردی تھی۔

بھانو نے ایک مناسب ٹھکانہ تلاش کیا اور اُن لوگوں سے قریب ہو گیا۔ وہ سب خاموش تھے اور شاید کسی کا رہے تھے۔ چند ساعت کے بعد ایک قوی ہیکل اور بارعب شخص باہر نکل آیا۔ اس کا اوپری بدن ننگا تھا اور گلے میں ہوا تھا۔ چوڑے چکلے بدن کے ساتھ وہ بہت شاندار لگ رہا تھا۔

جونہی وہ سامنے آیا۔ پولیس والے گھوڑوں سے اُتر گئے ”کیا بات ہے تھانے دار جسونت سنگھ؟“ آنے وا گرج دار آواز میں پوچھا۔

”جے رام جی کی لالہ جی۔ ایک خبر لے کر آیا تھا۔“

”کہو۔ اس سے کون سی خبر لائے ہو؟“ خبر ملی ہے کہ ڈاکو بھانو خورجے میں ہے۔

”بھانو سنگھ چوہان۔“

”ہاں مہاراج۔“

”کیسے پتہ چلا....؟“

”پولیس ہر جگہ چوکس ہے۔ لکھی سرائے میں دو مشکوک آدمیوں کو دیکھا گیا تھا۔ پولیس وہاں موجود سے مقابلہ ہو گیا۔ کئی پولیس والے مارے گئے.... اور وہ دونوں نکل گئے.... اُن کی جی داری اور چالاکی دیکھتے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بھانو کے گروہ کے لوگ تھے میں ہوشیار کرنے آیا ہوں آپ کو۔“ تھانیدار نے کہا۔

”ہوں.... تم کچھ سپاہیوں کا پہرہ لگا دو حویلی کے آس پاس۔“

”اس سے مشکل ہے لالہ جی۔ ساری پولیس گشت پر ہے.... جونہی کچھ لوگ فارغ ہوئے میں اُنھیں یہا گا۔“

”اچھا تو پھر جاؤ۔“ لالہ جی نے کہا اور گھڑ سوار باہر نکل گئے۔ بھانو اور ابراہیم مسکرا رہے تھے پھر لالہ جی نوکروں کو حویلی کے احاطے میں جمع کیا۔ چند نوکروں کو بندوقیں بھی دی گئی تھیں اور پھر وہ چاروں طرف پھیل

صاحب نے گھوم پھر کر اُن کے ٹھکانوں کا جائزہ لیا اور کسی قدر مطمئن ہو گئے۔ اس دوران میں بھانو وغیرہ لالہ جی کے رہائشی کمروں کے قریب چھپ گئے تھے۔

لالہ بنواری لال نے گھر کے دوسرے لوگوں کو جگانا مناسب نہیں سمجھا وہ ایک ملازم کے ساتھ اندر آئے اور کمروں کے ساتھ بنے ہوئی برآمدے میں ایک مونڈھے پر بیٹھ گئے پھر اُنھوں نے ملازم کو حقہ بھرنے کا حکم دیا۔ ملازم حکم سنتے ہی ایک طرف چل دیا۔

بھانو نے ابراہیم کو اشارہ کیا۔ چنانچہ ابراہیم اس ملازم کے پیچھے چلا گیا جو حقہ بھرنے گیا تھا۔ ملازم نے حقہ تازہ کیا۔ تمباکو چلم میں رکھی اور کوئلے چلم پر رکھنے کے بعد وہ حقہ اٹھانے کو جھکا ہی تھا کہ ابراہیم کا گھونسہ پوری قوت سے اُس کی گردن پر پڑا وہ گرنے لگا۔ گرنے سے پہلے ابراہیم کے مسلسل گھونسوں نے اُسے دوسرے جہان میں پہنچا دیا۔ وہ بے ہوش ہو گیا۔

”ابراہیم حقہ لے کر بنواری لال کے پاس آ گیا۔ تمباکو کی خوشبو اُن کے نتھنوں میں پہنچی تو اُنھوں نے ہاتھ بڑھا کر حقے کی نَے منہ سے لگائی اور اپنے خیالوں میں گم بیٹھے رہے لیکن پھر اُنھیں کوئی چیز نظر آئی اور وہ حیرت سے اُچھل پڑے۔ یہ پستول کی نال تھی جو اُن کی پیشانی کی جانب اُٹھی ہوئی تھی۔ حقے کی نَے اُن کے منہ سے گر گئی اور اُنھوں نے منہ پھاڑ کر نوکر کو دیکھا لیکن نوکر کی جگہ ایک اور شخص کو دیکھ کر وہ بھونچکا رہ گئے۔ اُنھوں نے کہا۔

”تت تم.... تم.... تم۔ یہ سب کیا ہے؟“

”اس بارے میں میرا بھائی بتائے گا۔“ ابراہیم نے کہا۔ بھانو، دھرم سنگھ.... اور موری لال باہر نکل آئے۔ بندوقیں اُن کے کندھوں سے لٹکی ہوئی تھیں اور چہروں سے وہ بے حد خونخوار نظر آ رہے تھے چنانچہ ایک لمحے کے لئے تو لالہ جی کے ہوش و حواس بھی گم ہو گئے اُنھوں نے کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن پستول کی نال اُن کی پیشانی سے آ لگی اور اُن کے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔

”بھانو کا پہلا اصول تمہیں معلوم ہونا چاہئے لالہ بنواری لال، کسی کو قتل کر دینا ہمارے لئے معمولی سی بات ہے، اس لئے اپنی یہ چونچ بند ہی رکھو تو اچھا ہے۔“ ابراہیم نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔ بنواری لال اُنھیں دیکھ کر کانپ رہا تھا۔ بھانو نے اُن کا گریبان پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ بڑا جیالا بنتا تھا۔ بنواری لال جینا حرام کر دیا تھا تو نے شہر والوں کا، زمین نیلام کر دیتا تھا، جائیدادیں قرق کرا لیتا تھا، سود لیتا تھا.... کس دن کے لئے؟ کیا اسی دن کے لئے؟“ بھانو کی آواز میں بے پناہ سفاکی تھی۔ ٹھاکر نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا.... اور پھر ادھر اُدھر....

”کیا چاہتے ہو تم؟“ بنواری لال نے قدرے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

”ڈاکو کیا چاہتا ہے؟“

”دولت....؟“ بنواری لال نے پوچھا۔

”ہاں دولت، وہ دولت جو تم نے غریبوں کا خون چوس چوس کر حاصل کی ہے۔“

”کتنی رقم درکار ہے؟“ لالہ جی اب کچھ سنبھل گئے تھے۔

”جتنی بھی تمہارے پاس موجود ہے۔“

”سب نہیں دوں گا۔“ بنواری لال بولا۔

”نہ دو، تمہاری موت کے بعد ہم خود تلاش کر لیں گے اور جس نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی، اُسے بھی ختم کر دیا جائے گا۔“

”نف، فضول بکواس کر رہے ہو، میں.... میں پوچھتا ہوں۔“

بنواری لال نے کہا لیکن ابراہیم کا ہاتھ حرکت میں آگیا اور بنواری لال کی باچھوں سے خون بہہ نکلا۔ وہ گرتے گرتے سنبھل گیا۔ اُس کی ساری تیزی طراری ہوا ہوگئی اُسی وقت بھانو نے اُس کے پیٹ پر ایک زوردار لات رسید کی اور وہ چیخ مار کر نیچے گر پڑا۔ تب بھانو اُس کے قریب پہنچا اور اُس نے اپنا پاؤں ٹھاکر صاحب کی ٹھوڑی پر رکھ دیا.... "یہیں دبا کر سارے دانت حلق میں اُتار دوں گا' ورنہ آواز حلق سے نہ نکلے" اُس نے پھر ایک جھٹکے سے لالہ جی کا گریبان پکڑ کر اُنہیں اوپر اٹھالیا۔ "سمجھ گئے بنواری لال۔" اور بنواری لال نے دہشت زدہ انداز میں گردن ہلادی۔

بھانو نے اُن کی پسلیوں پر ٹھوکر ماری اور اُنہیں کھڑا کر دیا۔ "اگر اپنے خزانے کی طرف چلتے ہوئے تم نے کسی کو آواز دینے کی کوشش کی تو اُس سے دشمنی کرو گے۔ اُسے دیکھتے ہی گولی ماردی جائے گی۔ چلو اب آگے بڑھو۔" اور لالہ جی طوعاً و کرہاً چل پڑے۔ ابراہیم اور موری لال کو باہر کی نگرانی کے لئے چھوڑ دیا گیا اور بھانو دھرم سنگھ کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔ لالہ جی نے اپنے جنیئو سے چابیاں کھولیں اور اندرونی کمرے کی طرف چل پڑے جہاں دیوار میں ایک بہت بڑی تجوری موجود تھی۔ لالہ نے تجوری کھولی۔

تجوری نوٹوں سے بھری ہوئی تھی۔ بھانو نے مسکراتے ہوئے لالہ جی کو دیکھا اور پھر ہاتھ میں پکڑا ہوا پستول پٹی میں اُڑس لیا۔ "اس دولت میں تمہیں غریبوں اور مظلوموں کا خون نظر آتا ہے لالہ جی؟"

"تم اس میں سے اپنا حصہ لے لو اور بیکار باتوں میں وقت مت ضائع کرو۔"

"تم اس منظر کو دیکھ سکو گے لالہ جی.... میرا خیال ہے یہ سب کچھ تم سے نہ دیکھا جائے گا اور پھر مجھے دوسروں کا بھی خیال ہے' اُن لوگوں کا جنہیں تم اس نقصان کی تلافی کے لئے ذبح کرو گے۔ اس لئے لالہ جی اس برے وقت سے پہلے تم اس سنسار کو چھوڑ دو۔" بھانو نے آگے بڑھ کر لالہ جی کو دبوچ لیا۔ لالہ جی نے بہت زور مارا لیکن وہ بھانو کو ہلا بھی نہ سکا کیونکہ یہ اُس کی احمقانہ حرکت تھی۔ چھتروالی کے لوگوں نے اکثر دیکھا تھا کہ پربھو کسان بگڑے ہوئے سانڈ کی گردن مروڑ کر اُسے نیچے گرا دیتا ہے.... دھرم سنگھ نے بھی دیکھا کہ قوی ہیکل ٹھاکر کسی چڑیا کی طرح بھانو کے شکنجے میں پھنسا ہوا تھا اور اس کی زبان باہر نکل پڑی تھی....

بھانو نے اُسے گردن دبا کر ہلاک کر دیا۔ گولی اس لئے نہیں چلائی کہ آواز نہ ہو۔ لالہ کو زمین پر پھینک کر بھانو نے دھرم سنگھ کی طرف مڑ کر اشارہ کیا۔ قیمتی زیورات' نوٹ اور سونے کے لاتعداد سکے چادر میں باندھ لئے گئے اور پھر دونوں باہر نکل آئے۔ انہیں دیکھتے ہی ابراہیم نے ایک دم اشارہ کیا اور وہ دونوں آڑ میں ہوگئے....

ابراہیم خود ہی بھانو کے پاس آگیا تھا۔ "تھانیدار جسونت سنگھ چند سپاہیوں کے ساتھ دوبارہ آیا ہے۔ اُس نے باہر سے ایک ملازم کو اندر بھیجا تھا۔ وہ لالہ سے ملنا چاہتا ہے۔" ابراہیم نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"اطلاع لانے والا ملازم وہ پڑا ہوا ہے اور موری لال باہر گیا ہے۔ میں نے تھانے دار کو اندر بلایا ہے۔" ابراہیم نے آنکھ دباتے ہوئے کہا اور بھانو نے اُس کو دیکھتے ہوئے گردن ہلادی.... وہ ابراہیم کی اس بات کو پوری طرح نہیں سمجھ سکا تھا۔ باہر سے قدموں کی ہلکی سی چاپ سنائی دی تو ابراہیم اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ موری لال' تھانے دار کے ساتھ اندر آرہا تھا۔ ابراہیم نے رخ بدل لیا۔ تھانے دار آتے ہی شروع ہوگیا تھا۔

"ابھی تک کوئی پتہ نہیں چل سکا لالہ جی میں نے چار سپاہی حویلی کی نگرانی کے لئے چھوڑ دیئے ہیں۔ میں رات بھر گشت پر رہوں گا۔ ہاں کوئی بات ہو تو آپ فوراً ہی خبر کرادیں۔"

"کیا ضروری ہے کہ وہ شہر ہی میں ہو جسونت سنگھ؟" ابراہیم نے بھاری لہجے میں کہا۔

"ہاں لالہ ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ واردات کرتے ہی شہر سے نکل گیا ہو اور دفعتاً جسونت سنگھ خاموش ہوگیا۔ اُسے احساس ہوگیا تھا کہ اُس کا مخاطب بنواری لال نہیں ہے اس احساس کے ساتھ ہی اُس کا ہاتھ پستول پر پڑا لیکن اسی وقت اُس کی دونوں ٹانگیں زمین سے بلند ہوگئیں اور چہرہ زمین سے ٹکرا گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں کا سہارا لینے پر مجبور ہوگیا۔ اس اثنا میں اُس کا پستول نکال لیا گیا تھا۔

"جسونت سنگھ نے چیخنے کی کوشش کی لیکن ابراہیم نے دونوں ہاتھوں کے شکنجے میں اُس کی گردن کس لی تھی اس لئے کوئی آواز نہ نکل سکی اور وہ تکلیف کے عالم میں ہاتھ پاؤں پٹخنے لگا۔ تھوڑی دیر میں اُس کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے اور چند ساعت کے اندر وہ زندگی سے محروم ہوگیا۔ ابراہیم نے اُسے گھسیٹ کر ایک طرف ڈال دیا اور پھر وہ جسونت سنگھ کا لباس اُتارنے لگا پھر اُس نے کہا۔ "جاؤ۔ موری لال' کم از کم تین سپاہیوں کو اندر لے آؤ۔ ویسے کتنے سپاہی ہیں باہر؟"

"اتفاق سے چار ہی گھوڑے ہیں جن میں سے ایک پر جسونت سنگھ تھا۔ باقی سپاہی پیدل تھے جنہیں اُس نے کوٹھی کے باہر پھیلا دیا ہے۔" موری لال نے کہا۔

"لے آؤ پھر تینوں کو یہیں۔" "ابراہیم نے ہنس کر کہا۔ بھانو اب اُس کا مقصد سمجھ گیا تھا اور اس وقت ابراہیم کی ترکیب اُسے بہت پسند آئی تھی۔ سارے شہر میں بھانو کی تلاش کے لئے پولیس گشت کر رہی تھی۔ اس لئے اس وقت پولیس کی وردی میں گھوڑوں پر سوار کسی کو کوئی نہ پوچھے گا۔

تین سپاہی اندر آئے تو اُن کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا اور اس کے بعد اُن کی وردیاں اُتار کر پہن لی گئیں۔ جسونت سنگھ کی وردی بھانو کے بدن پر بری طرح کسی ہوئی تھی لیکن کام چلانے کے لئے ٹھیک تھی۔ اس کسی ہوئی وردی میں وہ اور بچ رہا تھا اپنے لباس لپیٹ کر وہ باہر نکل آئے اور پھر گھوڑوں پر سوار ہو کر چل پڑے....

"ابراہیم۔ ہمیں بانکے لال کے گھر چلنا ہے۔" بھانو نے کہا اور ابراہیم چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ "فکر مت کرو۔ میں نے اُس کا گھر تلاش کر لیا ہے۔" بھانو نے دوبارہ کہا اور ابراہیم نے گردن ہلادی۔ راستے میں کئی جگہ اُنہیں پولیس گشت ملا لیکن کسی نے اُن پر توجہ نہیں دی۔

رات کی تاریکی میں بھانو نے بانکے لال کے گھر کے دروازے پر دستک دی اور اندر سے کھانسنے کی آواز سنائی دی پھر چند ساعت کے بعد دروازہ کھل گیا اور ایک بوڑھے نے باہر جھانکا۔

"کون ہو بھائی۔ کہاں سے آئے ہو اس سمے....؟" بلغمی آواز نے کہا۔

"بانکے لال کا گھر یہی ہے نا باباجی؟" بھانو نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہی ہے۔ مگر.... وہ تو...."

"میں بھوج راج میں بانکے لال سے ملا تھا باباجی۔ یہ ایک بھینٹ رکھ لیں اور جب وہ آپ سے ملنے آئے تو اُسے دے کر کہہ دیں کہ اُس کے دوست نے اُس کا قرضہ وصول کر لیا ہے۔" بھانو نے ایک پوٹلی بوڑھے کو دیتے ہوئے کہا۔

"اگر تم بانکے لال کے دوست ہو تو ٹھہرو بیٹا۔ میں اندر انتظام کرتا ہوں۔ کچھ دیر رکو۔" بوڑھے نے پوٹلی لیتے ہوئے کہا جس میں اتنا کچھ تھا کہ بانکے لال رئیس بن کر ساری عمر گزار سکتا تھا۔

"نہیں باباجی۔ اس سمے نہیں پھر کبھی ادھر سے گزر ہوا تو ضرور آؤں گا۔"

"تمہارا نام کیا ہے بیٹا؟"

"یہ بھی آپ کو بانکے لال ہی بتا دے گا۔ ہاں اس پوٹلی کو سنبھال کر رکھیں اور بانکے لال کے سوا کسی سے اس کا تذکرہ نہ کریں۔" بھانو نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا اور پھر بوڑھے کی کوئی اور بات سنے بغیر اُس نے واپسی کے لئے گھوڑا موڑ لیا۔ اب بھانو بابو لال کے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ اگر یہ لوگ پولیس کی وردی میں نہ ہوتے تو اس وقت شہر میں نقل و حرکت کسی طور ممکن نہیں تھی۔ نہ جانے کہاں سے اس چھوٹے سے شہر میں اتنی پولیس آگئی تھی۔ چپے چپے پر پولیس والے گھوم رہے تھے لیکن اُن سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا اور وہ بالآخر بابو لال کے اڈے پر پہنچ گئے۔

اُس کے دروازے پر پہنچ کر بھانو نے دستک دی.... بابو لال بڑی مشکل سے جاگا تھا.... تاریکی کی وجہ سے وہ ان

لوگوں کو نہ پہچان سکا۔ ہاں وردی اور پولیس کے گھوڑوں کو دیکھ کر وہ متعجب رہ گیا تھا۔

"پولیس؟" اُس کے منہ سے حیرت بھری آواز نکلا ... ت ہے داروغہ جی۔ خیریت تو ہے؟"

"ہاں بابو لال جی۔ بالکل خیریت ہے لیکن میں دا ... میں ہوں۔ بلکہ تمہارے بچپن کے دوست بانکے لال کا دوست ہوں۔" بھانو نے کہا اور بابو لال آنکھیں پھاڑنے لگا۔ اُس کے چہرے پر سنسنی کے آثار پھیل گئے تھے پھر اُس نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا....

"گھوڑوں سے اُتر آؤ مہاراج۔ لاؤ میں گھوڑے پچھواڑے باندھ آؤں۔" بابو لال کی آواز میں سنسنی تھی۔ بھانو گھوڑے سے اُتر آیا اور اُسکی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی۔ تب بابو لال گھوڑے لیکر چل پڑا.... ادر تقریباً پانچ منٹ کے بعد واپس آ گیا۔ "آؤ اندر آجاؤ بھانو مہاراج جی۔ بڑے بھاگ ہیں میرے کہ آپ جیسے مہان انسان سے ملاقات ہوئی۔"

"ہوں۔ لگتا ہے کسی طرح بانکے لال سے ملاقات ہو گئی ہے تمہاری؟" بھانو نے اندر داخل ہو کر کہا۔

"چٹھی آئی ہے اُس کی میرے پاس۔ میرا ٹرک گیا تھا، بھوج راج۔ واپس آیا تو مجھے بانکے لال کی چٹھی ملی۔ اُس نے لکھا ہے کہ ممکن ہے آپ میرے پاس آئیں۔ میں تو خود آپ کا پرستار ہوں مہاراج۔ مجھ جیسے معمولی انسان کی یہ تقدیر کہاں تھی کہ آپ کے درشن ہوتے۔"

"جبکہ بانکے لال نے تمہیں میرے بارے میں بتا ہی دیا ہے بابو لال.... تو پھر میں بھی کچھ باتیں کرلوں تم سے۔" بھانو بولا۔

"داس ہوں آپ کا مہاراج۔ ویسے بھانو مہاراج آپ ہی ہیں نا؟" بابو لال نے پوچھا۔ ہاں اور یہ میرے ساتھی ابراہیم، موری لال اور دھرم سنگھ ہیں۔ بھانو نے کہا پھر بولا۔ تمہیں لالہ بنواری لال کے بارے میں کچھ معلومات ہیں بابو لال؟

"شیطان کو کون نہیں جانتا مہاراج۔ ہزاروں بے بسوں کا خون اُس کی تجوریوں میں بند ہے۔ سینکڑوں گھر برباد کر دیئے ہیں اُس نے خود میرا یار بانکے لال اُسی کا ستایا ہوا ہے۔ اُسے نہ.... جانوں گا....؟" بابو لال بولا۔

"اب وہ کسی کو نہیں ستائے گا بابو لال۔ میں نے اُس سے حساب کرلیا ہے۔ ہاں تمہیں میرا ایک کام کرنا ہے لیکن بابو لال بڑی ایمانداری سے اور سوچ سمجھ کر.... کرو گے؟"

"پوچھو مت بھانو مہاراج۔ بس حکم دو۔" بابو لال بولا اور بھانو نے وہ گٹھڑی کھول دی جس میں دولت کے انبار تھے۔ بابو لال کا سانس بند ہونے لگا تھا اتنی دولت دیکھ کر۔

بھانو نے اس میں سے نوٹوں کی بہت سی گڈیاں اُٹھا کر جیب میں ٹھونس لیں اور تینوں ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ اُنھوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا لیکن ابھی گٹھری زیورات اور نوٹوں سے بھری ہوئی تھی۔ تب بھانو نے بابو لال کو اشارہ کیا۔ "یہ دولت تمہارے پاس میری امانت ہے لیکن تم اسے محفوظ نہیں رکھو گے۔ یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم اسے ان لوگوں پر استعمال کرو گے جو بنواری لال کے ستائے ہوئے ہیں۔ کسی نام کی ضرورت نہیں ہے کوئی حساب رکھنے کی ضرورت نہیں ہے بس خاموشی سے اُن لوگوں کی مدد کر دینا۔ بولو بابو لال کام مشکل تو نہیں ہے۔؟"

"بہت مشکل ہے بھانو مہاراج۔ بہت بڑی ذمے داری ہے یہ۔" بابو لال پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔

"تمہیں یہ ذمے داری اُٹھانا ہو گی بابو لال۔؟"

"جو حکم مہاراج۔" بابو لال بولا اور بھانو نے دونوں مٹھیوں میں زیورات بھرے اور پھر نوٹوں کی بہت سی گڈیاں اُٹھا کر ایک طرف رکھ دیں۔

"تو پھر موذی کے مال میں سے یہ تمہارا حصہ ہے۔ اب تم بھی اس ڈاکے میں شریک ہو گئے۔ بانکے لال کا حصہ میں اُس کے پتا کو دے آیا ہوں۔"

"اوہ۔ بھانو مہاراج.... یہ.... یہ بہت ہے۔" بابو لال کی آواز لرز رہی تھی۔

"اس جھگڑے کو اب ختم کریں۔ اس مال کو محفوظ کردو۔ اس کے بعد یہ بتاؤ.... کہ ہمیں دہلی کیسے بھجواؤ گے؟"

"کب جائیں گے مہاراج؟" بابو لال بولا۔

"میں آج ہی رات خورجہ چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔ کیونکہ پولیس شہر کے چپے چپے پر بھانو کو تلاش کر رہی ہے۔"

"اوہ.... کوئی چنتا نہیں۔ میں خود آپ کو دہلی چھوڑنے چلوں گا۔ ایک ٹرک پر مال لد گیا ہے۔ رات کو ساڑھے گیارہ ...میں نے ایک ٹرک دہلی بھیجا ہے۔ دوسرا تیار کھڑا ہے۔ اسے صبح سات بجے جانا تھا لیکن وہ ابھی جائے گا۔ آپ آرام ...یں۔ میں انتظام کر کے آتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد آ کر اُس نے انتظامات مکمل ہونے کی اطلاع دی اور پوچھا۔ ہاں! اور یہ میرے ساتھی ابراہیم موری ...اور دھرم سنگھ ہیں۔ بھانو نے کہا پھر بولا۔ تمہیں لالہ بنواری لال کے بارے کچھ معلومات ہیں بابو لال؟"

"پولیس کی وردی میں ہی چلو گے بھانو مہاراج؟"

"ہاں ابھی یہی ہمارے کام آئے گی۔ ممکن ہے راستے میں کسی سے مڈبھیڑ ہو جائے تو کہہ دیں گے کہ ایک ضرور کام ...ے دہلی جا رہے ہیں۔ دہلی میں داخل ہونے سے پہلے ہم کپڑے بدل لیں گے۔"

"بالکل ٹھیک.... کچھ بھوجن پانی مہاراج؟"

"نہیں۔ اس وقت کچھ نہیں۔"

"آپ آرام کریں۔ میں ابھی ٹرک لے کر واپس آتا ہوں...."

"بابو لال باہر نکل گیا پھر وہ پندرہ بیس منٹ بعد واپس آیا اور چٹکی بجاتے ہوئے بولا۔" سب ٹھیک ہے مہاراج۔ ...ں پانچ منٹ میں چلتے ہیں...."

"ان گھوڑوں کا کیا کرو گے بابو لال؟"

"ٹھکانے لگا آیا سسروں کو۔ جنگل میں ہنکا دیا ہے۔ وہاں چرتے پھریں گے۔" بابو لال نے کہا اور بھانو مسکرانے لگا پھر ...وہ بندوقیں سنبھالے ہوئے باہر نکل آئے اور تاریکی میں ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ بابو لال ٹرک لے کر آ گیا تھا۔ ابراہیم بابو لال کے ساتھ اگلی نشست پر بیٹھ گیا۔ باقی لوگ ٹرک کے پچھلے حصے میں جا بیٹھے اور ٹرک چل پڑا۔

"رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ بابو لال نے ٹرک کی رفتار کافی تیز رکھی تھی۔ راستے میں ابراہیم اُس سے باتیں کرتا رہا۔ اُس نے بابو لال سے پوچھا تھا کہ دہلی میں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں وہ اپنے ہتھیار چھپا سکیں۔

"بے شمار جگہیں ہیں۔ قلعہ، کوٹلہ اور بہت سی پرانی عمارتیں جہاں ہتھیار چھپائے جا سکتے ہیں۔ بادشاہوں کی بنائی ہوئی ایسی عمارتیں بھی ہیں جو کوئی نام نہیں رکھتی ہیں اور سنسان پڑی ہیں، لیکن دہلی میں ٹھہریں گے کہاں؟"

"تب ہوٹل دھن راج ٹھیک رہے گا۔ صاف ستھرا بھی ہے کھانا پینا۔ بھی اچھا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس سے تھوڑے فاصلے پر ٹوٹی باؤلی بھی ہے۔ بندوقیں ہم باؤلی میں چھپا دیں گے.... ضرورت پڑنے پر فوراً حاصل کی جا سکتی ہیں۔"

"بس ٹھیک ہے۔ پہلے باؤلی کے پاس رُک جانا۔ اس کے بعد ہوٹل سے کچھ دور اُتار دینا۔" ابراہیم بولا۔

"دلی دیکھی ہے پہلے کبھی؟" بابو لال نے پوچھا۔

"نہیں۔ پہلی بار آئے ہیں۔"

"میں تمہیں اس کے بارے میں بتا دوں.... پھر ہوٹل جانے والی تمام سڑکوں اور وہاں کے مشہور بازاروں کے بارے میں بتانے لگا۔ ابراہیم نے اُس کی تمام باتیں بڑے غور سے سنیں اور ذہین نشین کرلیں....

ٹوٹی باؤلی کے قریب پہنچ کر بابو لال نے ٹرک روک دیا اور دونوں نیچے اُتر آئے۔ پیچھے بیٹھنے والے بھی ہوشیار ہو گئے

تھے ابراہیم نے اُنہیں اپنی تجویز بتائی اور بھانو نے اس سے اتفاق کیا۔ چنانچہ ہتھیار چھپا دیئے گئے اور اسی جگہ لباس تبدیل کرلیے گئے اور اس کے بعد وہ سب دھن راج ہوٹل پہنچ گئے۔ جہاں انہیں دو بڑے کمرے مل گئے تھے۔ بابو نے کا ناشتہ اُن کے ساتھ کیا اور پھر بھانو سے اجازت لے کر چلا گیا۔

نیند اور تھکن سے اُن کی بری حالت تھی۔ اس لئے سب نے سونے کی ٹھانی اور دوسرے دن دوپہر تک گہری سوتے رہے۔ بارہ بجے جاگے۔ نہا دھو کر صبح کا ناشتہ اور دوپہر کا کھانا ایک ساتھ کھایا۔ دھن راج ہوٹل پرانے طرز کی منزلہ عمارت تھی۔ عملے کے لوگ صاف ستھرے اور بیرے باوردی تھے۔ اس ہوٹل کا شمار درمیانہ درجے سے کچھ ہوٹلوں میں ہوتا تھا۔

کھانا کھانے کے بعد اُنہیں بازار کی سیر کی سوجھی۔ وہ تانگے میں سوار ہو کر چل پڑے اور پھر ایک بڑے بازار آکر اُنہوں نے خریداری کی۔ چند دھوتیاں اور ایسے ہی دوسرے کپڑے دو تین خاص طرز کے کرتے وغیرہ سلنے کے دیئے اور شام تک بازاروں میں گھومتے رہے۔ ایک بک سٹال کے پاس سے گزرتے ہوئے ابراہیم چونک کر رک گیا۔ نے شام کے ایک اخبار میں بھانو کا نام پڑھ لیا تھا۔

خاموشی سے اُس نے اخبار خرید لیا اور اُسے لپیٹ کر دوسرے لوگوں کے قریب آگیا۔ "کوئی خاص خبر ابراہیم؟" بھانو نے پوچھا۔

"خورجے کے کھیل کی تفصیل ہے۔ مگر ہوٹل چل کر پڑھیں گے۔" یہ کہتے ہوئے ابراہیم نے ایک گزرتے تا کو روک لیا۔

تھوڑی دیر کے بعد چاروں ہوٹل کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور ابراہیم بھانو کو اخبار سنا رہا تھا۔

"لالہ بنواری لال اور پولیس والوں کے قتل کی خبر کے بعد تبصرہ کچھ یوں تھا کہ ان تمام وارداتوں سے پتہ چلتا کہ انگریز سرکار راجستھان کے اس زلزلے کو روکنے میں قطعی طور پر ناکام رہی ہے۔ وہ ایک پٹی پر بڑھ رہا ہے۔ اگر بھا راستہ سیدھا ہے اور اُس کے ذہن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے تو چند روز کے اندر اندر بھانو کا نام دہلی میں سنائی د

گا۔ وہ فاتح ہے تو تسخیر کرتا چلا آرہا ہے۔ ہم اور ہندوستان کے عوام۔ یہی نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہیں کہ بھانو کے نا انتقامی کاروائی کی جارہی ہے۔ سماج دشمن عناصر کو آزادی دے دی گئی ہے کہ وہ عوام کی جان و مال کو بے حقیقت بنا دیں ابھی چند روز قبل ممبئی سے ایک تیس مار خاں دہلی آئے تھے اور اُنہوں نے بڑے دعوے کئے تھے۔ ہم شری کانتی لال۔ سوال کرتے ہیں کہ بھانو کا کیس اپنے ہاتھ میں لینے کے بعد اُنہوں نے کیا کیا۔ یہ نئی خونی واردات اُن کی پیشانی پر کون تحریر لکھتی ہے۔

ابراہیم خاموش ہوا تو بھانو ہنس پڑا۔ "سوال تو ٹھیک ہے اب دیکھیں کانتی لال مہاراج اس بات کا کیا جواب د ہیں۔

"ویسے اخبار لایا بہت دور کی ہے۔"

"ہاں۔ اس نے ہماری دہلی میں موجودگی کی نشاندہی کردی ہے لیکن ابراہیم پہلے کانتی لال جی سے نمٹ لیا جائے باتیں تو بہت بڑی بڑی کی ہیں اُنہوں نے۔"

"دہلی میں یہ ٹھہرے کہاں ہیں؟"

"معلوم کرو۔" بھانو کہا اور ابراہیم نے گردن ہلا دی۔

"میں بہت جلد معلوم کرلوں گا۔"

دوسری صبح کے اخبارات میں بھی بھانو کے بارے میں کئی خبریں تھیں۔ ایک خبر یہ بھی تھی کہ یہ شری کانتی لال رجہ پہنچ گئے ہیں اور تحقیقات میں مصروف ہیں۔" ابراہیم نے یہ خبریں بھانو کو سنائیں اور پھر دھرم سنگھ موری لال کو ساتھ لے کر بھانو سے اجازت لے کر چلا گیا۔ بھانو نے یہ پورا دن ہوٹل ہی میں گزارا تھا۔

"شام کو ابراہیم ہوٹل واپس پہنچ گیا۔ موری لال دھرم سنگھ ہنس رہے تھے۔ ابراہیم کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ تھی۔

"کیا کر کے آئے ہو تم لوگ؟"

"دہلی میں اپنی آمد کی خبر کر آئے ہیں۔ اب کل صبح کے اخبارات میں ہی ہمارے بارے میں تفصیل ہوگی۔" ابراہیم نے جواب دیا۔

"کیا کیا ہے مجھے نہیں بتاؤ گے؟"

"بڑے بڑے انگریز افسروں کو پکڑ کر شری کانتی لال کے دفتر میں بند کر آئے ہیں۔ اب یہ انگریز افسرات بھر چیختے ہیں گے کانتی لال کے دفتر میں اور صبح کو اُن کے بارے میں تفصیلات شائع ہوں گی۔" ابراہیم نے کہا اور ہنس پڑا۔

"بہت ہنس رہے ہو ابراہیم بیٹھو کچھ کام کی باتیں کریں، آج تم لوگوں کی غیر موجودگی میں، میں نے کچھ خاص باتیں سوچی ہیں۔"

"وہ کیا بھانو مہاراج؟" ابراہیم نے پوچھا۔

"اس زندگی میں داخل ہوئے ہمیں کافی دن ہو گئے ابراہیم، بہت سے کام کئے ہیں ہم نے لیکن ابھی تک کوئی ایسا کام نہیں کیا جسے واقعی کام کہا جاسکے۔ لوٹ مار کرنا تو اب جیون بھر کی بات ہے اُس وقت تک کی، جب تک کسی پولیس والے کی گولی سیدھی دل میں نہ آلگے۔ یہ تو ہوتا ہی رہیگا لیکن میری آشا یہ ہے کہ اس کے ساتھ ہی کوئی ایسا کام کیا جائے جس سے غریبوں کو فائدہ پہنچے۔"

"بہت اچھا خیال ہے کوئی ایسا کام ہے تمہارے ذہن میں؟"

"کوئی نئی بات نہیں ہوگی۔ مثلاً کوئی اناتھ آشرم کھولا جائے اس کو اتنی دولت دی جائے کہ ہر غریب وہاں سے اپنی ضرورت پوری کرسکے۔ یہ کام ہمارے لئے مشکل تو نہ ہوگا۔" بھانو بولا۔

"ہاں مشکل تو نہیں ہے لیکن کیا حکومت اس کی اجازت دے دے گی؟"

"حکومت...." بھانو مسکرایا۔ "حکومت سے اجازت لینے کی ہمیں کیا ضرورت ہے۔ جو آشرم کھولے گا وہی اجازت بھی لے گا۔"

"کیا مطلب...؟"

"بڑے بڑے سیٹھ پڑے ہوئے ہیں اس دلی شہر میں۔ یہ کام ہم کسی بھی سیٹھ کے سپرد کردیں گے۔" بھانو نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور ابراہیم اُس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا پھر اُس نے پرخیال انداز میں گردن ہلا دی اور بولا۔

"ہم آشرم راجپوتانہ کے کسی شہر میں قائم کریں گے۔ تاکہ چھترا والی کے پربھان سنگھ کی یاد وہاں کے لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ تازہ رہے۔" ابراہیم نے کہا اور بھانو گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا پھر اُس نے تائیدی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ابراہیم مجھے تیری یہ بات بہت پسند آئی ہے آشرم چھتراوالی کے قریب ہی ہونا چاہئے۔ تاکہ وہاں کے لوگ بھانو کو بھول نہ جائیں...."

"اگر تم میری اس تجویز سے متفق ہو بھانو.... تو پھر یوں کرتے ہیں کہ کچھ دن انہیں علاقوں میں گزارتے ہیں۔ شریمان کانتی لال سے دو دو ہاتھ کرنے کے بعد واپس اپنے علاقے میں چلیں گے اور کوئی جگہ پسند کرکے وہاں آشرم کی بنیاد

ڈال دیں گے۔" ابراہیم بولا۔ اور بھانو اس تجویز سے متفق ہوگیا پھر وہ بہت دیر تک باتیں کرتے رہے اور جب نیند اُن کی آنکھوں میں بھرنے لگی تو وہ اپنے اپنے کمروں میں سونے چلے گئے۔

دوسری صبح کے اخبارات ابراہیم نیچے جاکر خرید لایا۔ اُس نے راستے میں ہی اپنی پسند کی خبریں تلاش کرلی تھیں اور پھر یہ خبریں پڑھی جانے لگیں۔

"بھانو دہلی میں۔"

"اُس نے کانتی لال کا چیلنج قبول کرلیا۔"

"میں نے سارے افسروں کو کانتی لال کے دفتر میں جمع کرلیا تھا۔" ابراہیم نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"کیا بکواس ہے۔ مجھے پوری بات تو بتاؤ؟" بھانو بولا۔

"خبر سناتا ہوں بھانو۔ ساری بات معلوم ہو جائے گی...." ابراہیم نے کہا اور خبر پڑھنے لگا۔

"خورجے کی خونریز ڈکیتی کے بعد عام لوگوں کا بھی یہی خیال تھا کہ بھانو دہلی آئے گا۔ چنانچہ اندازے کے مطابق بھانو چوہان دہلی پہنچ چکا ہے جبکہ افسرِ اعلیٰ کانتی لال جی اُس کی تلاش میں خورجے کے آس پاس مارے مارے پھر رہے ہیں۔ اطلاع کے مطابق کل شام علاقے کے تین پولیس اسٹیشنوں میں دھوبیوں کی یلغار ہوگئی اپنے گدھوں کی چوریوں کی رپورٹیں درج کرانے آئے تھے۔ اسٹیشن انچارج سخت حیران تھے کہ ایک ہی دن میں اتنے سارے گدھے کون چرا لے گیا۔

یہ گدھے شری کانتی لال کے دفتر سے دستیاب ہوئے.... چونکہ کانتی لال جی نے اپنا الگ دفتر قائم کیا ہے اور اس وقت وہ دہلی میں موجود نہیں ہیں، اس لئے دفتر کی نگرانی صرف ایک چوکیدار کے سپرد تھی۔ چوکیدار کا کہنا ہے کہ تین افراد ان گدھوں کو ہانکتے ہوئے لائے تھے۔ چوکیدار نے اُنہیں عمارت میں داخل ہونے سے روکا تو اُن میں سے ایک نے کوئی چیز اُس کے سر پر مار کر اُسے بے ہوش کر دیا۔ اس کے بعد کے حالات چوکیدار کو نہیں معلوم....

علاقے کے لوگوں کی اس وقت نیند حرام ہوگئی جب اچانک بے شمار گدھوں کے رینگنے کی آوازیں اس عمارت سے بلند ہونے لگیں۔ وہ سب عمارت کے گرد جمع ہوگئے تھے۔ اندر گدھوں کا باقاعدہ اجلاس جاری تھا اور عظیم الشان تقریریں ہو رہی تھیں چونکہ پولیس کی عمارت تھی اس لئے لوگ اندر نہیں داخل ہوئے لیکن فوری طور پر اس علاقے کے تھانے کو اطلاع دی گئی تھانیدار صاحب نے اس عمارت کو کھولا تو گدھے نکل بھاگے۔ اُن کی.... گردنوں میں اعلیٰ افسروں کے ناموں کی تختیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ کسی کے گلے میں ٹائی بندھی ہوئی تھی تو کسی کے سر پر ہیٹ تھا ایک گدھے کے گلے میں کانتی لال جی کے نام کی تختی بھی لٹکی ہوئی تھی اُس کے پاس سے ایک اور کاغذ برآمد ہوا جس پر لکھا تھا۔

"بھانو.... شریمان کانتی لال جی کا دہلی میں سواگت کرتا ہے۔"

"بھانو بے اختیار ہنس رہا تھا۔ دوسرے لوگ بھی اُس کے ساتھ شریک تھے پھر وہ خاموش ہوگیا اور آہستہ سے بولا۔

"اتنی بڑی بات کردی ہے ابراہیم تو اسے نبھانا بھی ہوگا۔"

"نبھائیں گے بھانو۔ ضرور نبھائیں گے۔ تم فکر مت کرو۔" ابراہیم نے جواب دیا اور بھانو کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ اُس نے کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"کانتی لال مہاراج جلدی واپس آجائیں گے۔ اُن کا شاندار سواگت ہونا چاہیے۔ میرے من میں ایک تجویز ہے۔" اُس نے اپنے ساتھیوں کو پوری بات بتائی اور ابراہیم کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ سارے انتظامات آج ہی کریں گے۔" ناشتے کی تیاریاں کرلو۔ اس کے بعد میں کسی کو لے کر چلا جاؤں

———— O ————

دوسری طرف کانتی لال دہلی آکر یہ معلوم کرچکا تھا کہ بھانو نے اُس کے دفتر میں گدھے باندھ کر اُس کے منہ پر کالک لگائی ہے لیکن لوگوں کو سوالات کے جواب میں اُس نے یہی کہا تھا کہ چونکہ وہ خود یہاں موجود نہیں تھا اس لئے بھانو کی یہ جرات ہوئی۔ لوگ اُس کی اس بات سے کہاں تک مطمئن ہوئے.... یہ دوسری بات ہے۔ کانتی لال کو خود بھی اپنی ذلت کا احساس تھا۔ ساری شہرت خاک میں ملی جا رہی تھی۔ اول تو انگریز کے دور میں کسی عام ہندوستانی کے شہرت پانے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ ہاں اگر انگریزوں کو کسی سے کوئی بہت بڑا فائدہ حاصل ہوا تو دوسری بات ہے۔ ورنہ عام لوگوں کے لئے کوئی چانس نہیں تھا۔

"ایس۔ پی ورما اور دوسرے پولیس افسران سے پورا تعاون کر رہے تھے۔ چنانچہ ورما صاحب نے اُن کی خواہش کے مطابق دہلی اور اُس کے قرب و جوار کے سرمایہ داروں کی فہرست مہیا کردی تھی۔ اس کے علاوہ چونکہ یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ بھانو دہلی میں موجود ہے۔ اس لئے پولیس کی ساری قوت سڑکوں پر نکل آئی تھی گلی کوچوں، سڑکوں اور بازاروں میں

ہر تیسرا آدمی پولیس، سی آئی ڈی یا خصوصی محکموں سے تعلق رکھتا تھا۔ اس طرح بھانو کی تلاش ہو رہی تھی لیکن ابھی تک کوئی سراغ نہ مل سکا تھا۔

پھر ایک شام ورما صاحب کو ایک اطلاع ملی۔ ایک ہوٹل کا بیرا اُن سے ملاقات کے لئے آیا تھا۔ یہ ملاقات اتنی آسان نہ تھی لیکن اُس نے کہا تھا کہ وہ بھانو کے بارے میں اطلاعات دینے آیا ہے۔ اس لئے کانتی لال نے اُسے اندر بلالیا۔" یہ آگیا۔ یہ ایک قوی الجثہ آدمی تھا۔

"کیا بات ہے؟" کانتی لال نے پوچھا۔

"بھانو ڈاکو کی گرفتاری پر پچیس ہزار روپے کا انعام ہے؟"

"ہاں اخبار میں خبر چھپ چکی ہے۔"

"یہ انعام ملے گا بھی سرکار کہ بس لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے ہے؟" بیرے نے پوچھا۔

"انعام کی رقم حکومت کی طرف سے ملے گی۔ اس لئے تمہیں اس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے۔" کانتی لال نے اس آدمی کو سخت نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"سرکار اگر اُس کے بارے میں صرف اطلاع دی جائے تو تب بھی انعام ملے گا؟"

"ضرور ملے گا۔ تم اُس کے بارے میں اطلاع دینا چاہتے ہو؟"

"ایسے نہیں بتائیں گے سرکار۔ انعام کی آدھی رقم پیشگی دلوا دیں۔ اس کے بعد ہم اُسکا پتہ بتا دیں گے۔"

"میں نے تم سے وعدہ کیا ہے۔ تم بدتمیزی کیے جا رہے ہو، اگر تمہیں اس کے بارے میں کچھ معلوم ہے تو فوراً بتاؤ ورنہ میں تمہیں اُلٹا لٹکوا دوں گا اور اتنے جوتے لگواؤں گا کہ دماغ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"ہمیں تو پہلے ہی پتہ تھا سرکار۔ پولیس کے پاس جوتوں کے سوا اور کیا ہوتا ہے۔ نہیں سرکار.... بھانو سے دشمنی بھی لیں اور جوتے بھی کھائیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔" بیرے نے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" کانتی لال نے پوچھا....

"گوند راج۔"

"کون سے ہوٹل میں کام کرتے ہو؟" اور بیرے نے اپنے ہوٹل کا نام بتا دیا۔ وہی ہوٹل تھا جس میں بھانو وغیرہ ٹھہرے ہوئے تھے۔

"دیکھو گوندا راج۔ تم سے جس انعام کا وعدہ کیا گیا ہے.... وہ تمہیں ضرور ملے گا لیکن بھانو کی گرفتاری کے بعد۔"

"ارے بعد میں کون پوچھے ہے سرکار، اور پھر پولیس والے، نا سرکار نا۔ جے رام جی کی۔" بیرا واپس جانے لگا۔

"رُک جاؤ.... کیوں تمہاری شامت آ رہی ہے۔ میں اگر چاہوں تو تمہیں بند کر سکتا ہوں۔ کوئی ضمانت بھی نہیں ہو سکے گی تمہاری۔" کانتی لال نے غرا کر کہا۔

"تو کردو بند سرکار پھر بھانو کا پتہ کس سے پوچھو گے؟" بیرا بھی ایک ڈھیٹ تھا۔

"آخر تم کیا چاہتے ہو؟" کانتی لال نے عاجز آکر پوچھا۔

"انعام کی آدھی رقم پیشگی۔"

"اور اگر بھانو گرفتار نہ ہو سکا تو....؟"

"گولی ماردیں ہمیں سرکار۔ جو من چاہے کریں۔ رقم اسی بات کی تو لیں گے۔"

"تب میں کچھ رقم کا بندوبست کرتا ہوں۔ تم بیٹھو لیکن یہ کان کھول کر سن لینا۔ اگر بھانو گرفتار نہ ہوا تو میں تمہیں پھانسی پر لٹکوا دوں گا۔"

"منظور ہے سرکار" ہیرے نے سینہ ٹھونک کر کہا اور کانتی لال نے فوراً ایک چٹھی لکھ کر شرما جی کو بھجوا دی۔ اُنہوں نے بس یہ لکھا تھا کہ اُنہیں پانچ ہزار روپے کی سخت ضرورت ہے۔ یہ رقم سرکاری طور پر خرچ ہوگی۔ لیکن اگر شرما جی چاہیں گے تو وہ ممبئی سے یہ رقم منگوا کر اُنہیں واپس کر دیں گے۔ بے چارے شرما جی نے فوراً رقم بھجوا دی تھی۔ پانچ ہزار روپے ہیرے کو دے کر کانتی لال نے کہا۔ "اس وقت صرف یہ رقم تمہیں دی جا سکتی ہے۔ بھانو کی گرفتاری کے بعد باقی رقم بھی مل جائے گی۔"

"اچھی بات ہے۔ یہی سہی۔ ٹھیک ہے۔ تو سرکار آج رات بھانو کو گرفتار کر لیں۔ وہ ہمارے ہوٹل میں ٹھہرا ہے۔"

"تمہارے ہوٹل میں؟" کانتی لال چونک پڑا۔

"ہاں سرکار۔ دو کمرے لئے ہیں اُس نے پچھلی رات وہ..... بازار حسن میں گانا سننے بھی گئے تھے۔ میں نے بھانو کو اچھی طرح پہچان لیا ہے۔"

"لیکن گووندراج۔ اُنہیں گرفتار کرنے کی کیا ترکیب ہونی چاہئے، اگر ہم ہوٹل کو گھیرتے ہیں تو بھانو اور اُس کے ساتھیوں کے کمرے میں ہم لوگ ہی کام کرتے ہیں۔ ان پانچ ہزار میں ایک ایک ہزار روپے میں دوسرے تین بیروں کو دوں گا اور اُنہیں اپنے ساتھ ملا لوں گا۔ ہم رات کو ان سب سسروں کو دودھ کلو چی دے دیں گے اور وہ بے ہوش ہو جائیں گے۔"

"یہ کام بہت ہوشیاری سے کرنا۔ رات کو گیارہ بجے پولیس کا ایک دستہ وہاں موجود ہوگا۔ تمہارے اشارے پر لوگ اندر آئیں گے۔ تم اپنی پوری طرح تسلی کر لینا۔ اگر وہ بے ہوش ہوں تو کسی کھڑکی میں ٹارچ سے تین مرتبہ اشارہ کرنا۔ ہم آ جائیں گے۔ کمرے تو وہی ہیں جو تم نے بتائے ہیں۔ وہ بہت ہوشیار لوگ ہیں لہٰذا کام ہوشیاری سے کرنا۔"

"آپ فکر نہ کریں سرکار۔"

"ٹھیک ہے۔ اب تم جاؤ اور سارا کام ہوشیاری سے انجام دو۔ اسی میں تمہاری بھی خیرت ہے۔ اگر بھانو گرفتار ہو گیا تو تمہیں انعام کی پوری رقم میں خود دلواؤں گا ورنہ دوسری شکل میں....."

"بس بس سرکار کوئی دھمکی نہ دیں۔ میرا دل کمزور ہے..... جے رام جی کی۔" ہیرے نے کہا اور پھر جونہی وہ باہر نکلا، کانتی لال نے انسپکٹر اوم پرکاش کو طلب کر لیا۔ اوم پرکاش نے آ کر سلوٹ کیا تھا۔

"اوم پرکاش۔ ابھی ایک شخص باہر نکل کر گیا ہے۔ دو سادہ لباس والوں کو اُس کے پیچھے بھیج دو۔ اُن سے کہو خاموشی سے اُس شخص کا پیچھا کریں۔ بہت ہوشیاری کے ساتھ اُنہیں روانہ کر کے تم میرے پاس آؤ۔"

"بہتر جناب۔" انسپکٹر اوم پرکاش باہر نکل گیا۔ پانچ منٹ کے بعد وہ اپنا کام کر کے واپس آ گیا تھا۔

"اب تم میرے بتائے ہوئے پتے پر چلے جاؤ اوم پرکاش۔ دھن راج ہوٹل کا نام سنا ہے؟"

"جی جناب۔"

"تم ہوٹل جاؤ اور ان نمبروں کے کمروں کے مسافروں کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرو۔"

"ٹھیک ہے جناب۔"

"یہاں سے فارغ ہو کر تمہیں بازار حسن جانا ہوگا..... وہاں ایسے چار آدمیوں کے بارے میں معلوم کرو جنہیں پہلی بار وہاں دیکھا گیا ہو اور اُنہوں نے وہاں خوب دولت لٹائی ہو۔"

اوم پرکاش وہاں سے روانہ ہوا..... اور دو گھنٹے کے بعد تفتیش مکمل کر کے واپس آ گیا۔ کانتی لال اُس کا بے چینی سے منتظر تھا۔

"جس شخص کا تعاقب میرے آدمیوں نے کیا ہے جناب، وہ ہوٹل دھن راج میں ہی گیا ہے..... میرے دونوں آدمی ابھی وہاں موجود ہیں۔"

"ٹھیک۔ آگے بڑھو۔"

"یہ اطلاع ٹھیک ہے کہ وہاں دو کمروں میں چار آدمی آ کر ٹھہرے ہیں۔ ان چاروں کو ایک شخص بابو لال لے کر آیا۔ بابو لال خورجے کا رہنے والا ہے اور وہاں ٹرکوں کے اڈے کا ٹھیکیدار ہے۔" اوم پرکاش نے بتایا اور کانتی لال اُچھل پڑا۔ یہ انتہائی کام کی بات معلوم ہوئی ہے۔ اُس کے ذہن میں دھماکے ہونے لگے۔ خورجہ، بابو لال..... بھانو نے خورجے میں بنواری لال کو ہلاک کیا اور پھر بابو لال کے ذریعے دہلی پہنچ گیا۔ ہوں تو اس طرح وہ دہلی میں داخل ہوا ہے۔ کانتی لال بے حد پرجوش ہو گیا تھا۔

"ہاں اب بازار حسن سے کیا معلوم ہوا؟"

"جی جناب۔ بازار حسن میں نوری بائی کے ہاں پچھلی رات چار آدمی گئے تھے اور اُنہوں نے ناچنے والیوں پر نوٹوں کی بارش کر دی تھی۔ اُنہیں پہلی بار ہی بازار حسن میں دیکھا گیا ہے۔"

کانتی لال جب ہوٹل پہنچا تو گووندراج فوراً اُس کے پاس آ گیا۔ اُس نے کانتی لال کو اشارہ کیا تھا اور کانتی لال اُس کے ساتھ ایک سنسان گوشے میں پہنچ گیا۔ "ہاں گووندراج جی۔ کیا سماچار ہیں؟"

"آپ کو اس طرح عام لوگوں میں نہیں آنا چاہئے تھا سرکار آپ کوئی معمولی آدمی تو ہیں نہیں کہ لوگ آپ کو نہ پہچان سکیں۔"

"اوہ۔ کیا مطلب؟"

"مطلب یہ سرکار کہ ہوٹل میں آپ کے آنے کی خبر پھیل جائے گی اور بھانو پھر یہاں داخل نہ ہوگا۔ بہتر تو یہ ہے کہ جو پروگرام طے تھا اُس میں تبدیلی کرنا ضروری ہے۔ خیر جو چاہو کرو لیکن....."

"اس وقت وہ یہاں موجود نہیں ہے؟" "ابھی نہیں آیا۔ مگر آنے ہی والا ہوگا۔"

"اس بات کا یقین تمہیں کیسے ہے گووندراج؟"

"کل بھی وہ لوگ اسی وقت واپس آئے تھے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ میں باہر چھپ جاتا ہوں۔"

"نہیں مہاراج۔ پچیس ہزار روپے کے انعام کی بات ہے میں نے اور میرے ساتھی تین دوسرے بیروں نے آپ کے لئے معقول بندوبست کر لیا ہے۔" گووندراج نے کہا۔

"کیا بندوبست.....؟"

"ان لوگوں کے کمروں کے برابر دوسرا ایک کمرہ خالی کروا لیا ہے۔ آپ وہاں چل کر آرام کریں۔ وہیں آپ کو بھانو کے آنے کی اطلاع مل جائے گی۔ اتنے قریب پہنچ کر آپ ہر بات سے باخبر رہ سکیں گے۔"

"اوہ۔ واقعی یہ تو عمدہ بات ہے۔ مگر میں اپنے ساتھ کچھ اور لوگوں کو بھی لے لیتا ہوں۔"

"لے لیں مہاراج۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پروگرام یوں ہوگا سرکار کہ ان لوگوں کے آنے کے بعد اُنہیں دودھ پیش کریں گے اور جب دودھ پی کر وہ لوگ بے ہوش ہو جائیں تو آپ باہر موجود پولیس کو کوئی اشارہ کر دیں اور پولیس اندر آ کر اُنہیں اپنے قبضے میں لے لے۔"

"ایک منٹ رُک جاؤ۔ میں یہ بات یہاں موجود افسروں کو سمجھا دوں۔" کانتی لال نے کہا اور اوم پرکاش کے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے اوم پرکاش سے کہا کہ سیٹی کی آواز سنتے ہی وہ ہوٹل میں گھس آئیں اور بھانو کو گرفتار کر لیں۔ اوم پرکاش نے پوری بات سمجھ کر گردن ہلا دی تھی۔

بیرا گووندراج نہایت احتیاط کے ساتھ کانتی لال اور دوسرے تین پولیس افسروں کو اندر لے گیا۔ اُس نے اتنی رازداری سے یہ کام کیا تھا کہ خود ہوٹل کے لوگوں کو بھی نہ معلوم ہو سکا اور پھر ایک کمرے میں یہ چاروں پہنچ گئے۔ یہاں ہلکا پھلکا فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ کانتی لال خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس کے دوسرے ساتھی افسر بھی بیٹھ گئے۔ بھانو کا کمرہ بالکل برابر تھا۔ اس لئے اُنہیں نہایت خاموشی سے اُس کا انتظار کرنا تھا۔

"میں باہر موجود ہوں سرکار۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیں اور ہاں کچھ جل پانی لاؤں آپ کے لئے؟"

"نہیں شکریہ۔ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔" کانتی لال نے کہا لیکن اُس کا ایک ساتھی بول پڑا.....

"چائے مل سکتی ہے گووند؟"

"وہ تو میں آپ کے لئے لا ہی رہا تھا مہاراج۔ ذہنی سکون کے لئے چائے سے اچھی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ بس ابھی لایا....." گووند نے کہا اور باہر نکل گیا۔ اُس نے باہر سے کواڑ بند کر دیئے۔

"بڑے کام کا آدمی ہے یہ شخص۔ آپ نے خوب انتخاب کیا کانتی لال۔" دھرمیندر گپتا نے کہا اور کانتی لال مسکرانے لگا..... تھوڑی دیر کے بعد گووند عمدہ قسم کے برتنوں میں اُن کے لئے چائے لے آیا اور خود اُس نے چائے بنا کر ایک ایک کو پیش کی۔ ان لوگوں نے شکریہ کے ساتھ اپنی اپنی پیالیاں لے لی تھیں۔

"میں اپنی ڈیوٹی پر چلتا ہوں۔ سرکار۔ چائے پی کر آپ آرام کریں اُن سے فارغ ہو کر میں آپ کو اطلاع کرنے آؤں گا۔"

"ابھی اُنہیں چائے پیئے ہوئے چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ کانتی لال کو نیند آنے لگی۔ اُس نے زور سے گردن جھٹک کر نیند کو بھگانا چاہا لیکن یہ جھٹکا نہ جانے کیسا تھا۔ وہ گرتے گرتے بچا اور اُس نے کرسی کے سہارے سے خود کو روکا۔

"گپتا جی.....؟" اُس نے دھرمیندر کو آواز دی لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ "کیا ہو گیا گپتا جی؟"

کانتی لال کو اپنی زبان بھی بے قابو ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ الفاظ کی ترتیب ہی نہیں ہو رہی تھی۔ گپتا جی کی آواز بھی نہیں سنائی دی تھی..... یہ کیا ہوا.....؟ کانتی لال نے پریشانی سے سوچا..... اور کرسی سے کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ لیکن بس اتنا ہی کافی تھا۔ کھڑے تو ہو گئے لیکن اس کے بعد ٹانگوں پر قابو نہیں رہا تھا۔ وہ اوندھے منہ زمین پر آ گرے۔

اُنہیں گرے ہوئے چند لمحات ہی گزرے تھے کہ دروازہ کھلا اور چار آدمی اندر گھس آئے۔ اُنہوں نے دروازہ بند کر لیا اور کمرے میں تیز روشنی کر دی۔ روشنی میں چاروں پولیس افسر بے ہوش نظر آ رہے تھے۔

"چار مرغے حاضر ہیں بھانو مہاراج۔" گووندراج نے گردن جھکا کر کہا۔

"ہوں۔" بھانو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہاری اس شاندار کامیابی پر بدھائی دیتا ہوں ابراہیم۔"

"شکریہ بھانو جی۔ اب ان کا کریا کرم کرنے میں جلدی کریں۔ باہر پولیس والے بے چارے پریشان ہوں گے۔"

گووندراج کے روپ میں ابراہیم نے کہا اور وہ سب مل کر چاروں پولیس افسروں کی وردیاں اُتارنے لگے۔

"یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ کانتی لال نے ہماری تعداد کا خیال رکھا اور کسی کو پریشانی نہیں ہوئی۔" دھرم سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اُنہوں نے اپنے لباس اُتار کر پولیس افسروں کی وردیاں پہن لی۔ اپنے لباس اُنہوں نے وہیں چھوڑ دیئے تھے اور پھر ان چاروں پولیس افسروں کی گردنوں میں اُنہوں نے ہاتھ سے لکھی ہوئی تختیاں ڈالیں جن پر بڑے دلچسپ فقرے لکھے ہوئے تھے۔

ایک جگہ کھڑے ہو کر بھانو نے زور سے سیٹی بجائی اور ابراہیم نے پورے ہوٹل کی بجلی بند کر دی۔ گھپ اندھیرا ہو گیا اور اس اندھیرے میں پولیس والے اندر گھس آئے لیکن اندھیرے میں وہ کیا کر سکتے تھے۔ ہاں چند لوگوں کے پاس ٹارچیں تھیں جن کی روشنیاں چاروں طرف لہرا رہی تھیں۔ روشنیوں کی ان لکیروں نے کئی بار بھانو اور اُس کے ساتھیوں کو بھی دیکھا لیکن پولیس کی وردی میں ہونے کی وجہ سے کوئی اُنہیں پہچان نہ سکا۔ یہ لوگ اطمینان سے باہر نکل آئے اور

والے ہوٹل میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہے۔ تب منیجر ہی کو روشنی کا خیال آیا اور وہ اپنے ساتھیوں کو چیخ چیخ کر ...ی دینے لگا۔ چند ساعت کے بعد روشنی بحال ہو گئی اور ہوٹل پھر سے جگمگانے لگا۔ ادم پرکاش برق رفتاری سے اُن ...کی طرف لپکا جن کے بارے میں کانتی لال نے اُسے بتایا تھا۔ ہوٹل کا منیجر بھی اُس کے ساتھ تھا۔ ادم پرکاش نے ...کی بھاری نفری کے ساتھ ان کمروں پر ریڈ کیا۔ اُسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ڈاکوؤں کے بجائے وہاں چاروں افسر بے ہوش پڑے تھے اُن کی حالت بڑی مضحکہ خیز تھی۔

پولیس افسروں کے جسموں پر صرف جانگیئے تھے اور اُن کے گلے میں پڑی ہوئی تختیاں لوگوں کو ہنسنے پر مجبور کر رہی تھیں..... ادم پرکاش اُنہیں اس حالت میں دیکھ کر دھک سے رہ گیا۔ وہ آگے بڑھا اور کانتی لال کو جھنجوڑنے لگا۔

"کانتی لال مہاراج..... کانتی لال مہاراج..... لیکن مہاراج تو اناغفیل تھے۔ ادم پرکاش نے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ باقی پولیس والے ان تختیوں کو پڑھ پڑھ کر ہنس رہے تھے۔ اُس نے گھور کر پولیس والوں کو دیکھا اور ہنسنے والے خاموش ہو گئے لیکن ان میں سے جن کی ہنسی نہ رک سکی وہ باہر نکل گئے تھے۔

ہوٹل میں زبردست ہنگامہ برپا تھا، ہوٹل میں مقیم مسافر بھی اُسی کمرے کی جانب دوڑ رہے تھے۔ چند ساعت کے بعد اخبار والے بھی پہنچ گئے اور دھڑا دھڑ کانتی لال اور اُس کے ساتھیوں کی تصاویر بنانے لگے۔ ادم پرکاش کس کس کو منع کرتا۔ چند ساعت کے بعد پولیس کی کچھ اور گاڑیاں آ گئیں اور اُس کے ساتھیوں کو اُٹھا لے گئیں۔ پولیس والے افسردہ اور خاموش واپس جا رہے تھے۔

اخبار والے بھلا کہاں چوکتے ہیں، اُنہوں نے چند ماہ قبل کانتی لال کے بارے بیانات چھاپے تھے، سرخیاں لگائی تھیں "بمبئی کا زلزلہ اب دہلی میں۔" تصاویر چھاپیں تھیں اور کہا تھا کہ بھانو کی اب شامت آ گئی ہے۔ کانتی لال کے بیانات کو اُنہوں نے شہ سرخیوں کے ساتھ چھاپا تھا تو یہ حاشیہ آرائی اب کیوں نہ ہوتی۔

ہوٹل میں کانتی لال اور اُس کے ساتھیوں کی جو درگت بنی تھی اُس کی پوری تفصیل اخباروں میں موجود تھی۔ ادم پرکاش نے بھی پریشانی کے عالم میں کچھ بیانات دیئے تھے، جس میں ہوٹل کے بیرے گووندراج کا بھی تذکرہ تھا اور نہ جانے کیا کیا باتیں اُس نے کہی تھیں، ان سب کو نمک مرچ لگا کر چھاپا گیا تھا اور دیکھنے والی چیزیں تو کانتی لال اور اُس کے ساتھیوں کی تصاویر تھیں، جو جانگیئے میں ملبوس تھے اور اُن کے گلوں میں تختیاں پڑی ہوئی تھیں اور اُن پر دلچسپ مضمون تھے۔ مثلاً ایک تختی پر لکھا تھا۔

"شری رام دھرمیندر ناتھ گپتا۔ ان کی جیب سے مبلغ ستائیس روپے بارہ آنے برآمد ہوئے۔ ہم اس پرشاد کو بڑے دلوں سے سویکار کرتے ہیں، یہ مہاراج بھانو مہاراج کو گرفتار کرنے آئے تھے۔"

"اور یہ ہیں ہمارے شری رام کانتی لال جی، بمبئی سے آئے تھے بے چارے، پتہ نہیں کیوں۔ یوں لگتا ہے جن لوگوں کی گرفتاری کا سہرا اُن کے سر ہے وہ اُن کے رشتے دار ہوں گے۔ اُنہوں نے کانتی لال کو شہرت دینے کے لئے اپنی گرفتاری پیش کر دی ہو گی اور کانتی لال ہیرو بن گئے۔ ہمارا مشورہ ہے کہ کانتی لال دوبارہ بمبئی چلے جائیں یہاں اُن کا بھرم قائم ہے۔ اگر اُنہوں نے ایسا نہ کیا تو پھر ہم ممبئی میں ہی اُن کا سواگت کریں گے۔"

ایسے ہی دوسرے مضامین تھے جو دیگر افسروں کے گلوں میں پڑی ہوئی تختیوں پر لکھے ہوئے تھے۔ ان مضامین نے دہلی اور اُس کے قرب و جوار میں ہنگامہ برپا کر دیا تھا۔ کانتی لال اور اُس کے ساتھیوں کو صبح ہی ہوش آیا تھا۔ اُس نے اپنی حالت سے کچھ تو اندازہ لگا لیا تھا لیکن اخبار پڑھ کر اُس کی حالت ابتر ہو گئی۔ اخبار کے پہلے صفحے پر اُس کی جانگیئے میں تصویر اُس کا منہ چڑا رہی تھی شرمندگی کی وجہ سے وہ اپنے گھر میں منہ چھپائے پڑا تھا۔ اُس نے نوکروں کو ہدایت دے دی تھی کہ وہ کسی سے نہیں ملے گا۔

"اُسی دن دوپہر کو ورما جی خورجے سے ناکام واپس آ گئے..... کانتی لال کی درگت کا حال وہ خورجے ہی میں اخباروں

میں پڑھ چکے تھے۔ ابھی تک کانتی لال نے کسی سے ملاقات نہیں کی تھی کئی اخباری نمائندے بھی اُن سے ملنے اُن کی رہائش گاہ گئے تھے لیکن کانتی لال نے اُنہیں گھر میں آنے نہیں دیا۔ البتہ ورماجی کی آمد کی خبر سن کر کانتی لال نے اُنہیں اندر بلوالیا....

ورماجی خود ناکام واپس آئے تھے۔ اس لئے اُنہوں نے.... کانتی لال سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ کانتی لال ہی نے بے چینی سے پوچھا۔ "کیا بابو لال گرفتار ہو گیا ورماجی؟"

"نہیں کانتی لال جی۔ میں بھی ناکام واپس آیا ہوں۔"

"اوہ۔ کیوں۔ کیا وہ وہاں نہیں ملا؟"

"جس وقت میں وہاں پہنچا وہ موجود تھا اور اڈے پر ایک ٹرک میں مال لدوا رہا تھا۔ پولیس پارٹی کو دیکھ کر وہ اپنے گھر چلا گیا جو اڈے کے پاس ہی ہے۔ جب میں نے لوگوں سے اُس کے بارے میں پوچھا.... تو کسی نے بتایا کہ وہ ابھی ابھی گھر میں داخل ہوا ہے۔ ہم نے اُس کے گھر کو گھیر لیا لیکن...."

"لیکن کیا...؟" کانتی لال نے بے چینی سے پوچھا۔

"گھر خالی تھا۔ وہ فرار ہو چکا تھا۔"

"کچھ دیر ورماجی خاموش بیٹھے رہے پھر وہ اُٹھے اور کچھ کہے بغیر واپس آ گئے۔

کانتی لال خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔ اُسے یقین تھا.... کہ عنقریب ہی انگریز پولیس کمشنر اُسے بلائے گا اور اُس کے سامنے اُسے اپنی حماقت کی جواب دہی کرنی پڑے گی۔ وہ ابھی انہی سوچوں میں گم تھا کہ پولیس کمشنر کا بلاوا آ گیا۔ اُس نے چاروں افسروں کو طلب کیا تھا جن کی تصاویر اخبار میں شائع ہوئی تھیں۔

"کانتی لال اپنی پوری ٹیم کے ساتھ پولیس کمشنر دہلی کے دفتر میں اُن کے سامنے موجود تھا۔ پولیس کمشنر سخت غصے میں تھا اُس نے محدب شیشہ اپنی آنکھ سے لگا کر سگار دانتوں میں.... بھنبوڑتے ہوئے اُنہیں دیکھا۔

"تم میں سے کانتی لال کون ہے؟"

"ہوں۔ تمہیں اخبار میں تصویریں چھپوانے کا بہت شوق ہے۔"

"نہیں۔ نہیں سر۔" کانتی لال جی بولے۔

"میں جھوٹ بول رہا ہوں؟" کمشنر غرایا۔

"نہیں سر۔"

"اپنے حواس قابو میں رکھو کانتی لال جو کچھ کہہ رہے ہو اُس پر غور کرو۔ تم نے ممبئی سے آتے ہی اخباری بیانات شروع کر دیئے اور اب تمہاری اس درگت کی کہانیاں چھپ رہی ہیں۔ یہ صرف تمہاری ہی نہیں پورے ہندوستان کی پولیس کی بدنامی ہے۔ حکومت کی بدنامی ہے۔ لوگ کہہ رہے ہیں کہ انگریز حکومت فیل ہو گئی ہے۔" پولیس کمشنر نے کہا۔

"جناب عالی اس سلسلے میں میرا ایک اور خیال ہے۔"

"وہ کیا.... جلدی کہو؟"

"بھانو کی پشت پر حکومت کے دشمنوں کا ہاتھ ہے۔"

"یہ بات تو اُس کی گرفتاری میں ناکام ہونے والے سبھی لوگوں نے کہی ہے۔"

"مگر یہ ٹھیک ہے۔"

"کوئی ثبوت ہے تمہارے پاس؟"

"ثبوت تو نہیں ہے لیکن آپ خود سوچیں کہ ایک ڈاکو پورے اتر پردیش کی پولیس کو نچا رہا ہے۔"

"اس کی وجہ پولیس کی نااہلی ہے۔" پولیس کمشنر نے کہا۔

"ہو سکتا ہے جناب۔" کانتی لال نے مردہ لہجے میں کہا۔

"ہو سکتا نہیں ہے مسٹر کانتی لال۔ میں عاجز آ چکا ہوں.... اس نام کو سن سن کر.... جو کچھ یہ شخص کر چکا ہے۔ وہ ہماری بدنامی کے لئے کافی ہے، تم لوگ بڑی بڑی تنخواہیں لیتے ہو اور گورنمنٹ کی طرف سے تمہیں ہر طرح کی مراعات حاصل ہیں، اس کے بعد تم یہ کہہ کر جان نہیں چھڑا سکتے کہ ایک بہت شاطر آدمی، تمہارے مقابل ہے۔ دو ہی صورتیں ہیں کانتی لال، اُسے گرفتار کرو یا استعفا دے دو۔ میں اس کے علاوہ تیسری کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔" پولیس کمشنر نے سخت لہجے میں کہا اور کانتی لال ساکت و جامد رہ گیا۔

یہ تو اُسے اندازہ تھا کہ محکماتی ڈانٹ ڈپٹ زبردست ہو گی لیکن نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی، اُس نے سوچا بھی نہ تھا اپنے مشن میں ناکام رہ کر وہ خود بھی استعفا دینے کے بارے میں سوچ سکتا تھا لیکن اگر اس شکل میں اس سے استعفا طلب کیا گیا تو یہ اُس کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہو گا۔ اُس کی ساری نیک نامی ختم ہو جائے گی اور یہ بات شہرت پائے گی کہ بھانو کی وجہ سے کانتی لال کو استعفا دینا پڑا۔ بہت دعوے کر کے گیا تھا اور پھر ان سب لوگوں کی بن آئے گی جو کانتی لال کے ہاتھوں زک اُٹھا چکے تھے۔

"اُس نے نظریں اٹھا کر پولیس کمشنر کی طرف دیکھا اور کہا "سر میں استعفا بھی دے سکتا ہوں لیکن استعفا دینے کے باوجود میں بھانو کے مدمقابل ہی رہوں گا۔ کیونکہ یہ میری زندگی کی سب سے بڑی شکست ہے اور میں نے آج تک شکست قبول نہیں کی ہے۔ بہرحال آپ سے گزارش ہے کہ آپ مجھے اپنے طور سے کام کرنے کی اجازت دیں۔ مجھے اندازہ ہے کہ پولیس کی نفری کے ساتھ اُس پر ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا لہٰذا میں اکیلا ہی اس کیس کو نمٹاؤں گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔ اس سلسلے میں تم جو کچھ بھی کرو گے اس کی رپورٹ مجھے براہ راست دو گے اور میں آج ہی تمام افسران کو لکھ رہا ہوں کہ جب بھی تمہیں پولیس کی مدد درکار ہو تم اُن سے رجوع کر سکتے ہو۔ اب جاؤ لیکن مجھے اپنی رپورٹیں ضرور دیتے رہنا۔"

"بہتر ہے سر۔" یہ کہہ کر کانتی لال اپنے ساتھیوں کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔

"کانتی لال اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اپنی رہائش گاہ پر چلا آیا اور گھر پہنچ کر اُس نے ان تمام لوگوں سے معذرت کر لی جو اُس کے ساتھ تھے۔ گھر میں چند ملازموں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ ابھی وہ کمرے میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ ایک ملازم اندر آیا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔ وہ اُس نے کانتی لال کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "جناب یہ ایک شخص دے گیا ہے۔"

"اور کانتی لال نے لفافہ اُس کے ہاتھ سے لے لیا۔ اُس میں رکھا ہوا پرچہ نکالا اور اُسے کھول لیا۔ لکھا تھا۔

شریمان کانتی لال جی۔

جے ہو مہاراج کی۔ آپ نے بھانو کی گرفتاری کے لئے جو بیانات دیئے تھے اُن کے جواب میں آپ کے ساتھ یہ سب ہوا ہے۔ بھانو کا مشورہ ہے مہاراج کہ آپ اس سلسلے میں اپنی ناکامی کا اعتراف کر کے واپس بمبئی چلے جائیں اور بمبئی میں بھانو کے کارکن کی حیثیت سے رہیں۔ ممکن ہے بھانو کا بمبئی سے بھی گزر ہو اور وہاں وہ آپ سے کوئی کام لے اور اسی میں آپ کی بچت ہے۔ اگر آپ بھانو کا یہ مشورہ قبول کریں تو جلد سے جلد واپس بمبئی چلے جائیں۔ ورنہ پھر کسی نئی بات کے منتظر رہیں۔

آپ کا

بھانو چوہان

خط پڑھ کر وہ دیر تک پریشان بیٹھا رہا۔ کاش وہ بھانو کو بھی کوئی عام مجرم سمجھ کر ادھر کا رخ نہ کرتا۔ کم از کم ساکھ تو

نی رہتی۔ اس ناکامی کے بعد کیا رہ جائے گا۔

یہ تو کسی طور ممکن نہیں تھا کہ وہ بھانو سے کسی قسم کا تعاون کرتا یا اس کے مقابلے میں شکست کا اعتراف کر لیتا لیکن بھانو پر ہاتھ ڈالنے کی کوئی موثر ترکیب بھی اس کے ذہن میں نہیں پہنچی تھی۔

اسی پریشانی میں وقت گزرتا رہا۔ اب وہ بھانو کی کسی سازش کا شکار ہونے کے لئے تیار نہیں تھا۔ پولیس کمشنر کے دفتر میں اس کی جو بے عزتی ہوئی تھی اسے نظرانداز کر کے اُس نے نئے سرے سے کام شروع کر دیا۔ لوگوں کی تمسخرانہ نگاہوں کو برداشت کرنا اس کے بس سے باہر تھا لیکن اُس نے خود میں یہ ہمت بھی پیدا کر لی تھی اور ان نگاہوں کو برداشت کر رہا تھا۔ یہ چوتھے دن کی بات ہے جب اُسے ڈاک سے ایک خط موصول ہوا۔ خط دیکھ کر ہی وہ چونک پڑا تھا۔

اس خط کی تحریر اس خط سے مختلف نہیں تھی جو اُسے بھانو کی طرف سے ملا تھا۔ اس نے بے صبری سے پرچہ نکال لیا لکھا تھا....

کانتی مہاراج۔

آپ ابھی تک دلی میں موجود ہیں گویا آپ نے بھانو کی بات نہ مان کر اس سے اعلان جنگ جاری رکھا ہے۔ ٹھیک ہے کانتی لال جی آپ کی سیوا میں پھر ایک تحفہ پیش کیا جا رہا ہے۔

"غازی آباد کے کنور سکھ رام جی کے بارے میں بڑی کہانیاں مشہور ہیں۔ سنا ہے کہ وہ غریبوں کی جان کا روگ بنے ہوئے ہیں اور اُنہیں لوٹ کر اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں....

منگل کی رات کو ان کی یہ تجوریاں خالی ہو جائیں گی.... ابھی تین دن باقی ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو انتظام کر.... لیں۔ وہاں آپ کی ملاقات ہم سے ہوگی۔ کیا خیال ہے آئیں گے....؟"

آپ کا بھانو چوہان

"خط پڑھ کر کانتی لال پریشان ہو گیا تھا۔ وہ پرچہ مٹھی میں دبائے ادھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ چاروں طرف اُسے بھانو کے بھوت نظر آ رہے تھے اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

دیر تک وہ پریشانی کے انداز میں ٹہلتا رہا۔ اس دوران میں اُس نے چند دانش مندانہ فیصلے کیے تھے۔ اس کا خیال تھا کہ بھانو نے اس بار بھی اُسے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کانتی لال کو غازی آباد بلانے کے بعد وہ یقیناً دہلی میں کوئی واردات کرے گا۔ وہ کانتی لال کو دہلی سے ہٹانا چاہتا ہے۔ تاکہ بعد میں خوب مذاق اڑے....

"اس بار میں اُسے اس کی چالاکی میں کامیاب نہ ہونے دوں گا۔ بلکہ اس دھوکا وہی کا جواب دھوکے سے ہی دوں گا.... لیکن دہلی میں بھانو کو کوئی واردات کرنے سے کیسے روکا جا سکتا ہے۔

تمام بڑے بڑے لوگوں کی فہرست اس کے پاس موجود تھی۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ ان تمام جگہوں پر پولیس کو مقرر کر دے گا اور خود بھی دن رات گشت کرتا رہے گا لیکن یہ کام نہایت خفیہ طور پر کرنا ہو گا۔

اس پروگرام پر اُس نے بڑی محنت سے عمل شروع کر دیا۔ اسی شام جب وہ اپنے دفتر میں بیٹھا تھا کہ اردلی نے ملاقاتی کے آنے کی اطلاع دی اور کانتی لال چونک پڑا۔

"کون ہے؟" اُس نے پوچھا۔

"پتہ نہیں صاحب۔ نام نہیں بتاتے اپنا کہہ رہے ہیں.... کہ کانتی لال سے ملوں گا۔ دفعتاً کانتی لال کے ذہن میں ایک خانہ سا کھل گیا۔ اُسے بے وقوف بنانے کی کوئی اور کوشش۔ دوسرے لمحے اُس نے سرکاری پستول چیک کیا اور اُسے میز کے نیچے چھپا لیا پھر اردلی سے بولا۔

"بھیج دو۔ کون ہے۔" اور اردلی باہر نکل گیا۔ چند ساعت کے بعد ایک دراز قامت آدمی اندر داخل ہو گیا۔ بار

ململ کی دھوتی اور کرتے میں وہ بہت شاندار نظر آ رہا تھا۔ کانتی لال اسے.... گووند راج بیرے سے ملا کر دیکھنے لگا۔ قد و قامت وہی تھا۔ ضرور یہ سسرا بھیس بدل کر آیا ہے۔ میز کے نیچے رکھے پستول پر اس کی گرفت سخت ہو گئی۔

"کہیئے مہاشے جی۔ کیا بات ہے؟" اُس نے پوچھا۔

"کانتی لال جی آپ ہی ہیں؟"

"جی ہاں۔ داس کو ہی کانتی لال کہتے ہیں۔"

"یہ خط ملاحظہ فرمایئے۔" آنے والے نے ایک لفافہ نکال کر کانتی لال کے سامنے رکھ دیا.... اور کانتی لال کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اُس نے ایک ہاتھ سے لفافہ کھولا اور اس میں سے ایک پرچہ نکال لیا۔ لکھا تھا۔

کنور سکھ رام جی۔ سنا ہے لوگوں کا سکھ چین لوٹنے میں آپ نے کمال کر رکھا ہے۔ بڑا پریشان کر رہے ہیں غریبوں کو لیکن کوئی بات نہیں ہے۔ منگل کی رات کو ہماری ملاقات ہوگی آپ سے۔ سارے حساب چکا لیں گے۔

بھانو چوہان

"کانتی لال نے سامنے بیٹھے ہوئے شخص کو خونی نگاہوں سے دیکھا۔ اور دوسرے لمحے پستول نکال کر اس پر تان لیا....

"آج تو بچ کر نہیں جا سکے گا بہروپیئے۔ میں آج تیری ساری چالاکی نکال دوں گا۔" وہ پستول لے کر کھڑا ہو گیا۔

سامنے بیٹھا شخص.... ساکت و جامد رہ گیا....

اس کی پھٹی پھٹی نگاہیں کانتی لال کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اچانک اس پولیس افسر کا دماغ کیوں خراب ہو گیا۔ وہ ایک معزز آدمی تھا اور اپنی پریشانی لے کر اس پولیس افسر کے پاس آیا تھا لیکن وہ....

بمشکل تمام اس کے ہوش و حواس قابو میں آئے اور اُس نے کسی قدر درشت لہجے میں کہا۔

"آپ کانتی لال جی ہیں، نا؟"

"میں کیا کچھ ہوں تجھے بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔" کانتی لال نے کہا اور چیخ کر اپنے آدمیوں کو آوازیں دینے لگا۔ چند ساعت کے بعد اس کے کئی آدمی وہاں پہنچ گئے اور کانتی لال.... انہیں.... ہدایات دینے لگے۔ "میں اُسے پستول کے نشانے پر لئے ہوئے ہوں۔ پہلے تم لوگ اس کی تلاشی لے لو۔" کانتی لال.... کے بہادروں نے بڑی بہادری سے آنے والے کی تلاشی لے ڈالی اور اس کی جیبوں میں جو کچھ تھا نکال کر کانتی لال.... کے سامنے رکھ دیا۔ کچھ رقم تھی سونے کی ایک ٹوٹی ہوئی چین، ایک نہایت قیمتی جیبی گھڑی۔

"کانتی لال جی اس لوٹ کے مال کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "اس کی مونچھیں بھی اکھاڑ دو۔"

"کیا۔ کیا بدتمیزی ہے۔ میں میں کسی پولیس افسر کے پاس آیا ہوں یا کسی لٹیرے کے سامنے ہوں۔ میرے تعلقات وائسرائے سے ہیں۔ گھسیارہ نہیں ہوں.... خبردار جو کوئی بدتمیزی کی میرے ساتھ۔" کنور سکھ رام جی جو بے چارے اس سلوک سے پہلے ہی بوکھلائے ہوئے تھے۔ اس نئے حکم سے پریشان ہو کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگے لیکن کانتی لال کے آدمیوں نے انہیں بری طرح دبوچ کر نیچے بٹھا دیا۔ ان میں سے ایک نے کنور سکھ رام جی کی طرح مونچھیں پکڑ لیں اور اُنہیں کھینچنے لگا۔

کنور صاحب کے حلق سے بے اختیار چیخیں نکل گئیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ پھر جب مونچھوں کے بہت سے بال اکھڑ گئے اور ان کی جڑوں سے خون نکل آیا تو کانتی لال کے اشارے پر مونچھیں چھوڑ دی گئیں۔

"ہوں۔ تو تیری مونچھیں اصل ہیں؟ لیکن بچو! میرا نام کانتی لال ہے۔ ہوٹل کے بیرے کی حیثیت سے مجھے بے وقوف بنانے کے بعد تو نے سوچا ہو گا کہ اس بار بھی مجھے دھوکا دینے میں کامیاب ہو جائے گا۔ لیکن کانتی لال۔ اتنا ہی کہہ

پائے تھے کہ اُنہیں ایس۔پی شرما کی طرف سے بلاوا آگیا اور وہ ایس۔پی شرما سے ملنے چلا گیا۔
"شرما جی نے تشویشناک نگاہوں سے اُنہیں دیکھتے ہوئے ان کا سواگت کیا اور بیٹھنے کا اشارہ کر کے بولے۔ "اعلیٰ
افسروں کی طرف سے مجھے کچھ ہدایت ملی ہیں کانتی لال جی۔ میں اُن کے بارے میں آپ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔"
"میرا خیال ہے اعلیٰ حکام آپ کی طرف سے مایوس ہو گئے ہیں۔ مجھے حکم ملا ہے کہ بھانو ڈاکو کے سلسلے میں کسی ایسے
افسر کا انتخاب کروں جو واقعی اچھی صلاحیتوں کا مالک ہو اور بھانو کی گرفتاری کے سلسلے میں کچھ کر سکے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ
کیس آپ سے واپس لیا جانے والا ہے۔"
"ٹھیک ہے شرما جی۔ ممکن ہے اور کوئی ذہین افسر بھانو کو پلیٹ میں رکھ کر پیش کر دے۔ میں اس سلسلے میں کیا کر
سکتا ہوں۔"
"سنا ہے آپ کی ملاقات پولیس کمشنر صاحب سے بھی ہو چکی ہے۔"
"ہاں۔" انہوں نے بھی خوب ڈانٹ ڈپٹ کی ہے اور مجھ سے استعفا طلب کیا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ مہلت بھی
دی ہے۔ کانتی لال نے کہا۔ شرما جی سے مختلف باتیں ہوتی رہیں اور پھر وہ اجازت لے کر چلے آئے۔ شرما جی کی اس وقت کی
طلبی کے بارے میں اُنہوں نے یہی اندازہ قائم کیا تھا کہ اُنہوں نے صرف ٹوہ لینے کے لئے اُنہیں بلایا تھا۔"
واپس آ کر اُنہوں نے پھر اُس شخص سے ملاقات کی جسے اُن کے آدمیوں نے ایک محفوظ جگہ قید کر دیا تھا۔ ہاں تو اب
تم اپنے بارے میں بتاؤ۔ کیا تم وہی بیرے گووند راج نہیں ہو جو مجھے ہوٹل میں بلا کر لے گئے تھے۔"
"بند کرا دوں گا۔ ذرا چھوڑ دو مجھے۔ پولیس کمشنر سے کہہ کر بہت برا سلوک ہوا تھا اس لئے وہ غصے کی شدت سے
نیم پاگل سے ہو رہے تھے۔
"کانتی لال ہے میرا نام بیٹے۔ ایک بار دھوکے میں آگیا تو تم نے سوچا بار بار تمہارے ہاتھوں بے وقوف بنتا رہوں
گا۔ اب سڑتے رہو یہاں پر، دیکھوں گا کب تک زبان نہیں کھولتے۔ دو چار دن بھوکے رہو گے تو سب کچھ اُگل دو گے۔
کانتی لال نے کہا اور اپنے آدمیوں سے بولے۔ "اس سسرے کو کھانے کو کچھ نہ دیا جائے جب تک کہ یہ.... بھانو کے
بارے میں سب کچھ بتانے کو تیار نہ ہو۔" یہ ہدایات دے کر وہ وہاں سے نکل آئے۔ ابھی اُنہیں بھانو کی ناکہ بندی کرنی تھی
جس نے اُنہیں بے وقوف بنانے کے لئے سکھ رام کا ناٹک کھیلا تھا۔ اپنے طور پر وہ دہلی کے بڑے بڑے لوگوں کے
حاصل کر کے ان کی حفاظت کے انتظامات میں مصروف ہو گئے تھے۔

———○———

ابراہیم اور بھانو کے دوسرے ساتھی اس کے لئے جاسوسی کر رہے تھے۔ کنور سکھ رام کے سلسلے میں دھرم
غازی آباد پہنچ گیا تھا۔ وہاں اس کی ملاقات بابولال سے بھی ہو گئی جو اب پولیس سے منہ چھپائے پھر رہا تھا۔ بابولال بھروسے
آدمی تھا اور پھر بھانو کی وجہ سے ہی وہ بے گھر ہو گیا تھا اس لئے دھرم سنگھ نے سوچا کہ بھانو اپنے گروہ میں اس کی شمولیت
ناپسند نہیں کرے گا۔ اس لئے دھرم سنگھ نے اُسے اپنے ساتھ شریک کر لیا۔ کنور سکھ رام جی کو بھی ایک خط بھیج کر بھانو
اپنے ارادے سے آگاہ کر دیا تھا اس لئے ان کی حویلی میں صف ماتم بچھ گئی۔ بھانو کا نام اب یو پی میں اجنبی نہیں رہا تھا۔
لیکن کنور صاحب ان لوگوں میں سے تھے جو دولت کے بل بوتے پر کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اُنہوں نے فیصلہ
کہ خط لے کر دہلی چلے جائیں اور وہاں.... اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر پولیس فورس کو اپنی حفاظت کے لئے
آئیں۔ سو اسی ارادے سے وہ غازی آباد سے دہلی آئے تھے۔

دھرم سنگھ اور بابولال نہایت کامیابی سے ان کا تعاقب کرتے ہوئے دہلی آئے تھے۔ یہاں انہوں نے کنور سکھ
.... کو کانتی لال.... کے دفتر میں داخل ہوتے دیکھا اور سمجھ گئے کہ کنور صاحب بھانو کے سلسلے میں ہی تشریف لائے ہیں
اب بقیہ معاملات کی چھان بین ضروری تھی۔
جس وقت وہ دونوں بھانو کے پاس پہنچے اسی وقت ابراہیم بھی کہیں سے آیا تھا اور بھانو کے لئے خبریں لایا تھا۔ اُس
بھانو کو بتایا کہ کانتی لال کو پولیس کمشنر نے طلب کیا تھا اور اندازہ ہے کہ اُسے کافی ڈانٹ پڑی ہے کیونکہ اس کا چہرہ بری
طرح اُترا ہوا تھا۔
دھرم سنگھ کے ساتھ بابولال کو دیکھ کر وہ دونوں خوش ہو گئے۔ بھانو نے بابولال کو گلے لگایا۔ خیر و عافیت پوچھنے کے
بعد اس نے دھرم سنگھ سے غازی آباد چھوڑنے کی وجہ پوچھی۔
"تمہارے لئے بہت مزیدار خبر لایا ہوں۔" رام سنگھ نے کہا اور پھر اُسے کنور سکھ رام کی بپتا سنا دی۔ ابراہیم اور
بھانو بھی اس خبر کو سن کر خوب ہنسے تھے اور پھر بھانو کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ اُس نے تھوڑی دیر کے بعد گردن اُٹھا کر ابراہیم
سے کہا۔ "ابراہیم شری مان کانتی لال نے ہماری اتنی سہایتا کی ہے اس سے فائدہ کیوں نہ اُٹھائیں؟"
"کیسا فائدہ؟"
"کانتی لال نے سکھ رام.... کو تو قید کر دیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اُسے کب تک اصل بات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ اصل
سکھ رام ہی ہے لیکن ہم اس کی اس بھول سے فائدہ کیوں نہ اُٹھائیں۔" اور پھر بھانو نے اس فائدے کی تفصیل بتائی تو اس
کے تمام ساتھیوں نے اس سے پورا اتفاق کیا۔ "بس تو ٹھیک ہے، آج شام تک ضروری کارروائیاں مکمل ہو جانی چاہئیں۔"
بھانو نے مختلف لوگوں کے سپرد مختلف کام کر دیئے۔
اس وقت شام کے چھ بجے تھے جب بھانو کے تمام ساتھی جن میں صرف بابولال موجود نہیں تھا بھانو کے پاس پہنچ
گئے۔ ابراہیم نے پولیس کی وردیاں بھانو کے سامنے رکھ دی تھیں۔
"بابولال کہاں ہے؟"
"وہ اپنے مشن پر روانہ ہو گیا ہے بلکہ یوں سمجھیں کہ کسی حد تک کامیاب ہو چکا ہے۔ ہمیں جمنا گھاٹ پر اس سے
ملنا ہے جہاں وہ تیار ملے گا۔"
"جمنا گھاٹ پر کیوں؟" بھانو نے پوچھا۔
"اس کے پاس حکومت کا ایک خاص اجازت نامہ موجود ہے جس کے تحت وہ بھانو کو تلاش کرنے والی پارٹی کا ایک
اہم رکن ہے۔ انگریزی تحریر ہندوستانی سپاہیوں کے لئے بہت بڑی چیز ہوتی ہے۔ ویسے یہ بابولال بڑے کام کی چیز ہے اس
کے جوہر آہستہ آہستہ کھل رہے ہیں۔" ابراہیم نے ہنستے ہوئے کہا۔
"پولیس جیپ کا حصول اور اس کے لئے اس کی تیاریاں مکمل ہیں۔" ابراہیم نے بتایا اور بھانو گردن ہلا کر خاموش
ہو گیا۔
سرِ شام ہی بادل چھا گئے تھے اور تاریکی کے ساتھ سردی بھی بڑھ گئی تھی۔ بھانو اپنے ساتھیوں کے ساتھ جمنا گھاٹ
نکل پڑا۔ یہ سب پولیس کے جوانوں کی وردی میں تھے اور اُن کے پاس بندوقیں.... تھیں۔ کارتوس بھی وافر مقدار میں تھے
اور بھانو کے پاس اگر بندوق ہوتی تو پھر اُسے کسی بات کی پروا نہیں ہوتی تھی۔
"جمنا گھاٹ کے کنارے پندرہ سپاہیوں کا ایک دستہ پڑا ہوا تھا۔ یہ بھی شری کانتی لال کے متعین کردہ سپاہی تھے جن
کا افسر جگن لال نامی حوالدار تھا اور بابولال نے اسی سے دوستی گانٹھ رکھی تھی۔
جگن لال نے بابولال کی بابت کے مطابق ان لوگوں کے لئے عمدہ بھاجی ترکاری کا بندوبست کیا تھا۔ دیسی شراب کی

بوتلیں بھی اُن کے انتظار میں رکھی ہوئی تھیں۔ جگن لال نے بڑی آؤ بھگت کی تھی۔ ان لوگوں کی، نہ جانے بابولال نے جادو کردیا تھا اس پر۔

"بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ راستے میں بوتلیں کھل گئی تھیں اور موسم کے خیال سے دونوں سپاہیوں کو بھی شراب دے دی گئی تھی۔ یہ رعایت بابولال کے کہنے سے دی گئی تھی لیکن تیز ہواؤں اور بادلوں کی شرارت سے ذرا سی دیر میں ہی سپاہی مست ہوکر اول فول بکنے لگے۔

"جگن لال جی بھی اب خوب چڑھ گئے تھے کیونکہ زیادہ شراب انہی لوگوں نے پی.... تھی۔ بابولال اور دھرم سنگھ کلیاں ہی کرتے رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان کا کام بن گیا چنانچہ غازی آباد سے تقریباً ایک میل دور ایک دھرم شالہ کے پاس جیپ روک لی گئی اور سب نیچے اُتر گئے۔

"یہ کونسی جگہ ہے؟" جگن لال نے پوچھا۔

"سورگ ہے جگن ناتھ جی۔ آئیں ذرا معائنہ تو کرلیں۔ سورگ اندر سے کیسی ہوتی ہے؟" بابولال نے کہا۔

"جگن لال جی کو اُتار کر سورگ میں لے گیا جہاں جاکر اُس نے جگن لال کے ہاتھ پاؤں کس کر باندھ دیے۔ سپاہیوں کے صافے اُتار کر اُنہیں بھی کس لیا گیا تھا۔ یہ لوگ نشے میں ہونے کی وجہ سے کوئی جدوجہد نہ کرسکے۔

"تب یہاں سے دوسرے پروگرام کا آغاز ہوا۔ باریک ململ کی دھوتی اور کرتے میں بھانو کو سکھ رام جی کا روپ دیا گیا۔ بھانو کی مونچھیں بھی ان دنوں بڑی ہو رہی تھیں اور اس کا قدوقامت بھی سکھ رام جیسا ہی تھا۔ اوپر سے اس پر شال ڈال دی گئی تاکہ اس کے کپڑے بھیگنے سے بچ جائیں۔ اس طرح اُسے سکھ رام بنا دیا گیا۔

"رات ابھی زیادہ نہیں گزری تھی اور یہ کام راتوں رات ہونا تھا اس لئے وہ وقت ضائع کیے بغیر چل پڑے اور غازی آباد پہنچ گئے۔

"غازی آباد پہنچ کر دھرم سنگھ نے سکھ رام کی حویلی کی نشاندہی کی اور ہلکی ہلکی بارش کی مدھر آواز کے جلترنگ کی لوریوں میں سوتے ہوئے لوگوں کو جگا دیا گیا۔ بھانو نے ایک اُونی شال چہرے کے گرد لپیٹ لی تھی تاکہ اس کی صورت نہ ہو سکے۔ ابرہیم نے ایک ملازم سے کہا کہ وہ سکھ رام کے بیٹے جگ لال کو جگا دے۔ اور ملازم دوڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جگ لال سردی سے کانپتا ہوا پہنچ گیا۔ اُس نے بھی جسامت سے دھوکا کھا کر بھانو کو سکھ رام ہی سمجھا اور تعجب سے پولیس افسروں کو دیکھنے لگا۔

"سکھ جی کی تجوری کی چابیاں لے آؤ۔" ابراہیم نے کہا۔

"اوہ۔ کیا بات ہے پتاجی؟" جگ رام نے پوچھا اور بھانو کھانسنے لگا پھر اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"جانتے نہیں ہو کیا؟ اس سے پہلے کہ بھانو ہمیں کوڑی کوڑی کو محتاج کردے ہم اپنی دولت سرکار کے پاس جمع کرادیں گے۔ جاؤ ساری تجوریاں کھول کر جو کچھ موجود ہے یہاں لے آؤ۔" پھر اُس نے ابراہیم سے کہا "ایس۔ پی صاحب اپنے آدمیوں کو اس کے ساتھ بھیج دو۔"

"جو حکم سکھ رام جی۔" ابراہیم نے کہا اور بابولال اور دھرم سنگھ کو اس کے ساتھ کر دیا۔ جگ رام نیند سے اُٹھ کر آیا تھا اس لئے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں کسی قدر گم تھیں۔ پولیس کے بڑے بڑے افسر سامنے تھے اور پھر اس کی دانست میں سکھ رام بھی موجود تھا۔ بچے باپ کی موجودگی میں کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور وہ پولیس افسروں کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔

"..... تھوڑی دیر کے بعد دھرم سنگھ اور بابولال دو گٹھڑیاں اُٹھائے اندر آگئے اور بھانو کے سامنے رکھ دیں۔"

"کوئی چیز رہ تو نہیں گئی؟" بھانو نے پوچھا۔

"نہیں پتاجی۔ چاروں تجوریاں صاف کرلی ہیں۔" جگ رام نے بتایا۔

"چلیے ایس پی صاحب۔ اُسے سرکاری خزانے میں محفوظ کردیں۔ میں دیکھتا ہوں بھانو کیسے ہمارا مال لوٹے گا" بھانو نے کہا اور پھر جگ رام سے بولا۔ "ابھی کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ خاموش رہنا۔"

"جی پتاجی۔" جگ رام نے سعادتمندی سے کہا۔ اُسے اعتماد تھا کہ پتاجی جو کچھ کہہ رہے ہیں ٹھیک کہہ رہے ہوں گے۔ اس لئے اب اسے فکر تھی کہ وہ جلدی سے چلے جائیں تاکہ وہ ٹوٹے ہوئے مست کن خوابوں کا سلسلہ جوڑ سکے۔

وہ سب خاموشی سے نکل آئے اور پھر جب جیپ واپس چل پڑی تو دھرم سنگھ نے کہا۔ "میرے خیال میں یہ ہمارے کام کی ابتدا سے آج تک کا سب سے بڑا ڈاکا ہے۔"

"کتنا مال ہے؟" بھانو نے پوچھا۔

"لاکھوں روپے کے زیورات ہیں اور لاکھوں روپے کے نوٹ۔ میرے خیال میں سونے کا وزن ہی بیس سیر سے کم نہیں ہوگا۔"

"ہوں۔" بھانو کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔ "تم یوں کیوں نہ کرو دھرم سنگھ کہ یہ دولت لے کر رجواڑے.... چلے جاؤ اور چھترولی کے پاس آشرم کے لئے زمین خرید کر آشرم کی تعمیر شروع کرادو۔"

"میں اکیلا؟" دھرم سنگھ نے پوچھا۔

"نہیں کوئی اور بھی تمہارے ساتھ چلا جائے گا۔"

"میں تو سوچ رہا تھا کہ سب ساتھ چلتے۔"

"نہیں دھرم سنگھ۔ دھرم کے لئے کام کرنے میں سوچ بچار نہیں کرنا چاہئے۔ میری تو یہی رائے ہے کہ تم کل ہی سارے انتظامات مکمل کرکے رجواڑے کی طرف جانب نکل جاؤ وہاں کسی مناسب حیثیت سے قیام کرو اور اس کے بعد آشرم کی تعمیر شروع کرادو۔ یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اس سلسلے میں کیا چاہتا ہوں۔ جب سارے کام مکمل کرلو تو کسی طرح مجھے اطلاع بھجوا دینا۔ میں آشرم کے مہورت کے وقت تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اس دوران میں آشرم کے لئے دولت اکٹھی کرکے بھیجتا رہوں گا۔ بات یہ ہے دھرم سنگھ کہ ہم جو یہ سب کچھ کر رہے ہیں اس کا مقصد صرف یہی نہیں ہے کہ دولت لوٹیں اور گلچھرے اُڑائیں۔ ہماری اس دولت کا کوئی صحیح مصرف بھی ہونا چاہئے۔ تم لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ میں صرف دولت حاصل کرنے کے لئے ڈاکو نہیں بنا بلکہ مجھے اس کام پر دو چیزوں نے مائل کیا ہے۔ ماتا پتا کا انتقام اور ان غریبوں کی بے بسی جن کی فریاد سننے والا اس سنسار میں کوئی نہیں ہے اگر ہماری لوٹی ہوئی دولت ضرورتمندوں کے کام نہ آسکی تو پھر ہم بھی وہی روایتی ڈاکو بن جائیں گے جن کے خزانے پتھروں کے غاروں میں سڑتے رہتے ہیں اور پھر کسی ایسے آدمی کے ہاتھ لگ جاتے ہیں جو اُنہیں صرف اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتا ہے چنانچہ دھرم سنگھ ہماری بے مقصد زندگی کو ایک مقصد مل جائے گا کسی ذات پات کی دین دھرم کی پروا کیے بغیر اس آشرم سے ضرورت مندوں کو فائدہ پہنچنا چاہئے۔ تم اس کی تعمیر فوراً شروع کرادو۔"

"جیسی تمہاری مرضی بھانو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن بس اتنا سا دکھ ہے کہ تم سے دور ہو جاؤں گا۔"

"دور نہیں ہوگے دھرم سنگھ، بھانو کا نام تمہارے کانوں تک پہنچتا رہے گا۔ اس کی کھوج کرتے رہنا۔ جہاں بھی اس کا نام سنو اور ملنے کو دل چاہے وہاں آجانا، میں اس آشرم کے لئے دولت اکٹھی کروں گا اور تم اس کی تعمیر کراؤ گے کام دونوں کا برابر ہے۔"

"ٹھیک ہے بھانو مہاراج۔ میں جانے کے لئے تیار ہوں۔" دھرم سنگھ نے کہا اور بھانو نے اپنے دوستوں کی جانب رُخ کرکے پوچھا۔

"ابراہیم۔ بابولال تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہے بھانو۔ بھگوان ہمیں اتنا کچھ تو دے ہی رہا تھا کہ ہم آسانی سے اپنا پیٹ بھر رہے تھے۔ ہماری لڑائی ان ساہوکاروں سے ہے جنہوں نے دولت کے بل بوتے پر لوگوں کا جینا دوبھر کر رکھا ہے۔ اُن کے پاس سے لوٹی ہوئی دولت کا اِس سے اچھا مصرف اور کون سا ہو سکتا ہے۔" بابو لال نے بھانو کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا اور بھانو ابراہیم کی طرف دیکھنے لگا۔

"ابراہیم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ "میں نے کبھی تم سے اختلاف کیا ہے بھانو؟" وہ بولا۔

"بھانو نے خیالات میں ڈوبے ڈوبے گردن ہلادی۔

جیپ تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی دہلی جارہی تھی اس وقت صبح کے ہلکے آثار نمودار ہونے لگے تھے جب وہ دہلی میں اپنے ٹھکانے پر پہنچے۔" اس کے بعد بھانو نے ابراہیم کو وہ جیپ ٹھکانے لگانے کے لئے بھیج دیا۔"

———— ○ ————
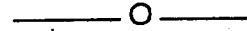
اپنے اپنے طور سے سبھی مصروف تھے۔ بات صرف ایک کانتی لال کی نہیں تھی۔ یہ ذمے داری پورے محکمہ پولیس کی تھی اور خاص طور سے یہ بات معلوم ہونے کے بعد کہ بھانو دہلی میں موجود ہے سب ہی خوفزدہ تھے کہ کب اور کہاں وہ کوئی خونریز واردات کر بیٹھے۔ پولیس پوری طرح چوکنی تھی۔ دہلی کے چپے چپے پر پولیس تعینات تھی اور رات دن گشت کرتی رہتی تھی۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے سیٹھوں اور ساہوکاروں نے الگ ناک میں دم کر رکھا تھا۔ انہوں نے پولیس کمشنر کو درخواستیں دی تھیں کہ اس سے قبل کہ وہ بھانو کے ہاتھوں لٹ جائیں، ان کی حفاظت کا معقول بندوبست کیا جائے۔ چنانچہ خصوصی احکامات کے تحت پولیس کے سادہ لباس والے جوان اور افسران روسا کی کوٹھیوں پر تعینات کر دیئے گئے تھے۔ بڑے بڑے بازاروں میں جوہریوں کی دکانوں اور دوسری بڑی بڑی کاروباری جگہوں پر بھی پولیس چوکس تھی۔ ہر جگہ بھانو کے استقبال کی تیاریاں مکمل تھیں۔

شری کانتی لال جی الگ پریشان پھر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے طور پر بھانو سے نمٹنے کی کسی کوشش میں کمی نہ چھوڑی تھی لیکن تقدیر ہی ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ ابھی تک بھانو کا کوئی سراغ نہیں مل سکا تھا۔ روٹھی تقدیر کو منانے اور اپنی عزت بچانے کے لئے کانتی لال جی چھپ کر دیوی دیوتاؤں کے چرنوں میں بھی گئے....، منتیں مانیں اور بھینٹ دی تھی۔

"دو دن سے وہ سخت مصروف تھے اور اُنہیں ایک پل کی فرصت بھی نہیں ملی تھی۔ اس وقت بھی وہ اپنے دفتر میں ایس۔ پی شرما سے باتیں کر رہے تھے۔ شرماجی نے انہیں اور کوئی بات نہیں سنائی تھی لیکن وہ اپنی گفتگو میں محتاط تھے۔ اس بات کا خیال رکھ رہے تھے کہ شرماجی کے سامنے منہ سے کوئی غلط بات نہ نکل جائے لیکن دوران گفتگو کسی کام سے کانتی لال جی نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو بھانو کا وہ خط نکل آیا جس میں اُس نے غازی آباد کے سکھ رام کے بارے میں لکھا تھا۔ خط پر نگاہ پڑتے ہی وہ اچھل پڑے۔ منگل کا دن گزر گیا تھا آج بدھ تھا لیکن بھانو کی کسی واردات کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ اُن کے دل میں اطمینان کی لہریں دوڑ گئیں۔ اس کا مطلب ہے کہ بھانو نے اُنہیں واقعی دھوکا دینے کی کوشش کی تھی اور ان کی اس سخت محنت سے بھانو کو دہلی میں ابھی تک کوئی واردات کرنے کی جرات نہیں ہوئی تھی لیکن اس خیال کے ساتھ ساتھ ہی اُنہیں بھانو کا وہ چالاک ساتھی بھی یاد آگیا جس نے ایک بار اُنہیں بیرا بن کر دھوکا دیا تھا اور دوسری بار وہ سکھ رام بن کر اُن کے پاس آیا تھا۔

ان دونوں کی شدید مصروفیات کی وجہ سے اُنہیں وہ شخص یاد ہی نہیں آیا تھا لیکن اس کا خیال کر کے اُن کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔ شرماجی ان کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہے تھے۔

"خیریت کانتی لال جی۔ کیا کسی محبوبہ کا خط ہاتھ.... آگیا ہے؟" شرماجی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"یہی سمجھ لیں شرماجی۔ اس ظالم محبوبہ نے ناک میں دم کر رکھا ہے ان دنوں۔" کانتی لال نے اب یہ خط شرماجی سے چھپانا ضروری خیال نہ کیا تھا۔ شرماجی نے مسکراتے ہوئے خط لے لیا۔

لیکن خط پڑھ کر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ "یہ۔ یہ خط کب ملا آپ کو؟" وہ بولے۔

"دو تین دن پہلے کی بات ہے۔ کمبخت بھانو نے پھر ایک خطرناک چال چلنے کی کوشش کی تھی۔ کانتی لال نے کہا۔

"مگر آپ نے اس خط کے نتیجے میں کیا کاروائی کی کانتی لال جی یہ خط تو بڑا تشویشناک ہے۔"

"کوئی کاروائی نہیں کی۔ اس کی یہ کوشش پہلی کوشش سے مختلف نہیں تھی۔ اس خط سے پہلے بھی اُس نے مجھے ایک خط لکھا تھا جس میں پیش کش کی تھی کہ میں اس سے ہار مان کر ممبئی واپس چلا جاؤں ورنہ وہ میرے لئے کوئی دوسری مصیبت کھڑی کر دے گا مگر اس بار میں اس کی چال میں نہیں آیا۔ میں نے اس خط پر کوئی توجہ نہیں دی یہاں دہلی میں موجود معزز لوگوں کی حفاظت پر پوری توجہ مرکوز کر دی۔ میں جانتا تھا کہ وہ مجھے دہلی سے ہٹانا چاہتا ہے تاکہ یہاں اپنی کاروائی کے لئے میدان صاف کر لے۔ اپنی دانست میں اُس نے اس چال کو مضبوط کرنے کے لئے اپنے اسی ہرکارے کو بھی میرے پاس بھیجا جس نے ایک بار مجھے ہوٹل لے جا کر بے وقوف بنایا تھا لیکن اس بار وہ ہرکارہ بھی میری گرفت میں آگیا ہے۔"

"گرفت میں آگیا ہے؟ کیا مطلب؟" شرماجی نے پھر حیرت سے پوچھا۔

"بند کر رکھا ہے میں نے سسرے کو۔ اگر مصروف نہ ہوتا تو اب تک اس کی زبان بھی کھلوا چکا ہوتا۔"

"اب بھی وہ آپ کی قید میں ہے۔"

"ہاں۔ میرے آدمی اس کی سخت نگرانی کر رہے ہیں۔ نکل نہیں سکے گا سسرا۔"

"بہت خوب۔ وہ واقعی آپ کے لئے بہت کارآمد ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ نے اس پر کیسے قابو پایا کانتی لال جی؟"

"بس شرما صاحب۔ یہ خط دیکھیے۔" کانتی لال نے تیسرا خط نکال کر شرماجی کے حوالے کر دیا۔ یہ وہ خط تھا جو سکھ رام نے کانتی لال.... کو دیا تھا۔ شرماجی خط پڑھ کر سوالیہ نگاہوں سے کانتی لال جی کو دیکھنے لگے۔ "یہ خط سکھ رام جی کو ملا تھا اور سکھ رام جی یہ خط لے کر دوڑے دوڑے میرے پاس پہنچ گئے۔ بس اسی وقت میں نے سکھ رام جی کو دھر لیا۔" کانتی لال نے فخریہ بتایا۔

"کیسے دھر لیا شرماجی اچھل پڑے۔

"سکھ رام جی کو یا بھانو کے اس خطرناک آدمی کو جس نے ہوٹل کا بیرا بن کر مجھے دھوکا دیا تھا۔ لیکن شرماجی میرا نام کانتی لال ہے۔ بار بار تو وہ سسرا میری آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتا۔"

"اوہ۔ تو آپ نے اُسے پہچان لیا تھا؟" شرماجی کسی قدر مطمئن ہوگئے۔

"ایک بار دھوکا کھایا جا سکتا ہے شرماجی بار بار نہیں۔"

"اس سے کچھ اور معلومات حاصل ہوئیں آپ کو؟"

"میں نے بتایا ناکہ ان مصروفیات میں.... ملاقات کہاں سے ہوتی۔ آپ نے دیکھا میرا اندازہ کس قدر درست نکلا ہے۔ سکھ رام جی کے یہاں سے کوئی اطلاع ملی؟ بھانو نے یہ چال صرف اس لئے چلی تھی کہ مجھے دہلی سے ہٹادے۔"

"آپ نے کسی کو سکھ رام جی کے گھر خیریت لینے کے لئے غازی آباد بھیجا؟" شرماجی نے پوچھا۔

"اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ میں نے جڑ جو پکڑلی۔" کانتی لال نے کہا اور شرماجی سوچ میں ڈوب گئے پھر بولے۔

"میرے خیال میں آپ کو سکھ رام جی کو ہوشیار ضرور کر دینا چاہئے تھا ممکن ہے بھانو اپنی اس چال میں ناکام ہو کر اپنی اس بات پر عمل ہی کر بیٹھتا۔ سکھ رام جی بھی بے حد دولت مند انسان ہیں۔ خاص طور سے پولیس کمشنر سے ان کی بڑی دوستی ہے۔ بھانو کوئی انتقامی کاروائی بھی کر سکتا ہے۔"

"بس مصروفیت میں اتنی فرصت ہی نہیں ملی۔"

"میں اس آدمی سے ملنا چاہتا ہوں جس نے آپ کو سکھ رام کا روپ دھار کر اس خط کے ذریعے...... بے وقوف بنانے کی کوشش کی تھی۔" شرما جی کے چہرے پر ہلکی سی تشویش کے آثار نمایاں تھے۔

"چلیے مل لیں۔ میں خود بھی اب اس کی زبان کھلوانے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔" کانتی لال نے کہا اور پھر اپنے ایک آدمی کو آواز دی۔ آدمی کے آجانے پر کانتی لال نے اس گرفتار شخص کے بارے میں پوچھا۔

"بس مرنے ہی والا ہے سسرا۔ پاگل ہو گیا ہے۔ دن رات گالیاں بکتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم سب کو پھانسی دلوائے گا۔ ہم نے بھی اُسے کھانے پینے کو کچھ نہیں دیا اور اب وہ زمین سے اُٹھنے کے قابل نہیں ہے۔" کانتی لال کے آدمی نے کہا اور کانتی لال ہنسنے لگے لیکن شرما جی نے انہیں باہر دھکیلتے ہوئے کہا۔

"آپ نے کوئی بہت بڑی غلطی کر ڈالی ہے کانتی لال جی۔ جلدی چلیے بھگوان کے لئے جلدی چلیے۔" کانتی لال۔ بھویں چڑھا کر انہیں دیکھا لیکن اس وقت کچھ نہ بولے اور خاموشی سے باہر آکر جیپ میں بیٹھ گئے۔ "اُف بھگوان اگر سکھ رام ہی نکلا تو کیا ہوگا۔ کیا آپ سکھ رام جی کو پہچانتے ہیں کانتی لال مہاراج؟"

"نہیں۔ پہچانتا تو نہیں ہوں مگر میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟"

"سمجھ جائیں گے۔ سمجھ جائیں گے۔ ڈرائیور گاڑی تیز چلاؤ۔" شرما جی نے بے چینی سے کہا اور ڈرائیور نے جیپ کی رفتار تیز کر دی۔ "کھانا کیوں نہیں دیا آپ نے اسے؟"

"اُس نے جو مجھے گدھا بنایا وہ ٹھیک تھا؟"

"اس کے باوجود یہ غیر قانونی بات تھی۔"

"قانون شکنوں کے ساتھ میں یہی سلوک مناسب سمجھتا ہوں۔ ممبئی میں بھی میرا یہی طریق کار تھا۔"

"اوہ۔ اوہ۔ ممبئی کی بات نہ کریں کانتی لال جی۔ آپ نے اچھی طرح جانچ پڑتال کئے بغیر سے اس شخص کو اس طرح قید کر لیا ہے نہ صرف قید کیا ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ سلوک کر ڈالا ہے۔ اگر وہ سکھ رام ہی نکلا تو کیا ہوگا؟ آپ نہیں جانتے سکھ رام پولیس کمشنر کی ناک کا بال ہے۔"

شرما جی کی یہ دل ہلانے والی اطلاع سن کر کانتی لال کا دل بھی دھڑکنے لگا تھا اس کے بعد راستے بھر خاموشی رہی۔ دونوں اپنی اپنی سوچوں میں ڈوبے رہے تھے یہاں تک کہ وہ جگہ آگئی جہاں کانتی لال کے آدمیوں نے سکھ رام کو قید کر رکھا تھا۔

نہایت غلیظ کوٹھری تھی جس کے کھردرے فرش پر سکھ رام نیم غشی کی کیفیت میں پڑا ہوا تھا۔ شرما جی کے اشارے پر کانتی لال کے آدمی اُسے کوٹھری سے نکال کر ایک صاف کمرے میں لائے۔ شرما جی نے صاف پہچان لیا کہ وہ سکھ رام ہے اور ان کا چہرہ اتر گیا۔ سکھ رام نیم بے ہوشی کے عالم میں تھا۔

شرما جی نے سرد نگاہوں سے کانتی لال.... کو دیکھا "افسوس کانتی لال جی اس سلسلے میں، میں بھی آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔"

"کک۔ کیا مطلب؟"

"یہ سکھ رام جی ہی ہیں۔"

"مم۔ مگر۔" کانتی لال ہکلا کر بولے۔

"آپ نے ان کی جو درگت بنائی ہے اس کے لئے آپ جوابدہ ہیں براہ کرم انہیں میری کوٹھی پر پہنچا دیں۔ میں ان میں سے گفتگو نہیں کر سکتا۔ میں خود کو آپ کے جرم میں شریک کر کے اپنی پوزیشن خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔"

"آپ کو۔ آپ کو یقین ہے کہ یہ سکھ رام ہی ہے؟" کانتی لال نے ڈوبتی آواز میں پوچھا۔

"جی ہاں۔ مجھے یقین ہے۔" شرما جی بولے اور واپسی کے لئے پلٹ پڑے۔ کانتی لال اپنی جگہ کھڑے رہ گئے تھے۔ یہ ...ے تابوت میں آخری کیل تھی۔ اس کے بعد اُن کے بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ ان سے ایک اور بڑی غلطی ...ی تھی۔ اب کیا کروں۔ کیا کروں؟" وہ سوچتے رہے۔ لیکن کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ شرما جی افسر تھے اس ...بہر حال سکھ رام جی کو اُن کے پاس پہنچانا بھی ضروری تھا۔

شرما جی جا چکے تھے اس مرحلے پر انہوں نے کوئی ذمے داری قبول نہیں کی تھی اور اپنی جان بچا کر چلے گئے تھے۔ ...ال اب جو کچھ بیتی تھی ان پر ہی بیتی تھی وہ سکھ رام جی کو لے جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔

دوسری طرف شرما جی بھی سخت پریشان تھے۔ انہوں نے فوراً چند لوگوں کو غازی آباد دوڑا دیا تاکہ بھانو کے خط کا ...معلوم کر سکیں۔ ان لوگوں کو انہوں نے ہدایت کی تھی کہ تفصیلات معلوم کر کے فوراً واپس پہنچیں۔

کانتی لال کے بارے میں شرما جی نے بھی بہت سی باتیں سنی تھیں کہ انہوں نے بڑے بڑے مجرموں کو ٹھکانے لگایا ...گر یہاں آکر تو کانتی لال.... سدھ بدھ ہی کھو بیٹھے تھے۔ ہر کام الٹا کر رہے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ بھانو... مجرموں کی طرح نہیں تھا اور اس کے ہتھکنڈے بہت خطرناک تھے لیکن کانتی لال۔ خود بھی تو حماقتیں کر رہے تھے ایک ...ستانی ہونے کے ناتے انہیں کانتی لال سے ہمدردی ضرور تھی لیکن اب وہ اتنا بڑا عذاب اپنی سر.... نہیں لے سکتے تھے۔

دوسری طرف انہوں نے فوری طور پر ڈاکٹر.... کو بھی طلب کر لیا اور کانتی لال کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ ڈاکٹر ...ب آگئے تھے اور اُن کے تھوڑی دیر کے بعد کانتی لال.... سکھ رام کو لے کر آگئے۔

"ڈاکٹر صاحب کو صورت حال بتائی گئی۔ انہوں نے سکھ رام کو دیکھا اور بولے۔ "تشویش کی بات نہیں ہے۔ بھوکے ...ے رہنے سے یہ حالت ہوگئی ہے۔ فوری غذا دی گئی تو حالت بگڑ جائے گی۔ اس لئے تھوڑے سے دودھ سے.... ابتدا کی ...ے۔" اور سکھ رام جی کو دودھ دیا گیا۔

"ڈاکٹر صاحب نے طاقت کی کچھ دوائیں بھی دودھ کے ساتھ استعمال کے لئے دی تھیں۔ بہرحال ان کاروائیوں پر ...ل ہونے لگا اور سکھ رام جی کی حالت بحال ہونے لگی۔

ہوش میں آنے کے بعد ان کی نگاہ کانتی لال پر پڑی تو وہ چراغ پا ہو گئے، "تمہیں تمہیں۔" وہ گھونسہ دکھا کر بولے۔ ...نہیں اگر پھانسی نہ لگوائی تو نام نہیں۔" شرما جی کانتی لال کو ساتھ لے کر دوسرے کمرے میں آگئے۔

"میں نے چند لوگوں کو غازی آباد دوڑایا ہے۔ دیکھیں وہاں سے کیا اطلاع ملتی ہے۔؟"

"تو کیا آپ کے خیال میں؟"

"ہاں۔ آپ نے بھانو کے لئے جو آسانیاں فراہم کر دی تھیں اُن کے تحت مجھے شبہ ہے کہ بھانو نے اپنی دھمکی کو عملی ...جامہ ضرور پہنایا ہوگا۔"

"اب میں کیا کروں؟" کانتی لال بولے۔

"افسوس کانتی لال جی۔ یہ آپ کا ذاتی معاملہ ہے۔ اس سلسلے میں، میں اگر آپ کی کوئی مدد کرنا بھی چاہوں تو نہیں ...سکتا۔ اگر آپ اس کاروائی کی اطلاع مجھے دے دیتے تو میں کم از کم آپ کو کوئی مشورہ ہی دے سکتا تھا۔ لیکن آپ نے ...حکمت کے تحت یہ بات مجھ سے پوشیدہ رکھی۔"

"اب آپ اس سلسلے میں کیا کریں گے؟"

"کچھ بھی نہیں۔ یہ کیس ابھی آپ کے پاس ہے۔ ہاں ایک معزز آدمی کی تیمارداری ضرور کروں گا اور اس کے بعد

سکھ رام جی جو کچھ بھی کریں گے اس کے ذمے دار وہ خود ہوں گے۔"

"بہتر ہے۔ مجھے اجازت دیں۔"

"اگر آپ چاہیں کانتی لال.... تو میرے آدمیوں کی واپسی کا انتظار کرلیں۔ شرما جی نے پیشکش کی، لیکن کانتی لال نہ رکے۔ انہوں نے کہا کہ یہ اطلاع مجھے بھجوادی جائے اور اس کے بعد وہ وہاں سے چلے آئے۔

"انہوں نے سب سے پہلے استعفا تیار کیا تھا۔ صورتحال کا اندازہ انہیں بخوبی ہوگیا تھا۔ پولیس کمشنر کے آئندہ رویے کا تعین بھی کرچکے تھے۔ چنانچہ اب واپسی کی تیاریوں کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

دوپہر کو انہیں شرما جی کی طرف سے اطلاع مل گئی۔ شرما جی نے اطلاع بھجوائی تھی کہ ان کے آدمیوں کے ساتھ سکھ رام جی کا بڑا بیٹا جگ رام بھی آیا ہے اور اس نے ایک خوفناک کہانی سنائی ہے۔ کہانی یہ ہے کہ بھانو ان کی ساری تجوریاں خالی کرکے لے گیا ہے اور یہ کام اس نے سکھ رام کے حلیے میں کیا ہے۔ اگر سکھ رام جی اس طرح قید نہ ہوتے اور ان کے بارے میں ان کے اہل خاندان کو معلوم ہوتا تو شاید وہ اس طرح دھوکا نہ کھاتے۔

کانتی لال.... اس اطلاع پر خاموش رہ گئے تھے۔ بھانو نے انہیں بری طرح شکست دی تھی اور اب وہ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہ گئے تھے۔ شام کے پانچ بجے پولیس کمشنر کے ہاں طلبی ہوگئی۔

کانتی لال.... اس برے وقت کے لئے تیار تھے چل پڑے استعفا ساتھ لائے تھے۔ پولیس کمشنر کے پاس ہی سکھ رام جی بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں نے نفرت بھری نگاہوں سے کانتی لال.... کو دیکھا۔

"سکھ رام جی کے ساتھ آپ نے جو سلوک کیا ہے کانتی لال۔ اس کے لئے کونسی سزا مناسب رہے گی۔"

"جو آپ پسند کریں؟"

"میں پوچھتا ہوں آپ کو پولیس میں یہ عہدہ ملا کس طرح؟"

"بس یہ سوال میرے افسروں سے ہی کیا جاسکتا ہے۔ میں حسب الحکم استعفا لے کر حاضر ہوا ہوں۔" کانتی لال جی نے کہا۔

"استعفا۔" پولیس کمشنر بھڑک اٹھا۔ "کیسا استعفا۔ میں نے آپ کی گرفتاری کے احکامات جاری کردیے ہیں۔ آپ پر اس جرم میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ آپ کو اس کی عبرتناک سزا ملے گی۔"

"بہتر ہے۔" کانتی لال نے کہا اور پولیس کمشنر نے انہیں پولیس کی تحویل میں دے دیا۔ یہ کانتی لال جی کا انجام تھا۔

——— ○ ———

"دھرم سنگھ راجپوتانہ روانہ ہوگیا تھا۔ دوسری طرف، اخبارات میں دلچسپ خبروں کے ذریعے کانتی لال کے انجام کی خبریں مل گئی تھیں۔ اخبارات نے کانتی لال جی کی تصویریں بھی چھاپی تھیں اور دلچسپ سرخیاں لگائی تھیں۔ لیکن اس دوران بھانو نے خاموش رہنے کی ٹھان لی تھی۔ وہ دھرم سنگھ کی طرف سے ملنے والی اطلاع کا انتظار کر رہا تھا۔ چنانچہ تقریباً ایک ہفتہ خاموشی سے گزرا۔ اخبارات اس دوران بھانو کی خاموشی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھ رہے تھے کہ شاید کانتی لال کو شکست دینے کے بعد بھانو نے دہلی چھوڑ دی ہے اور اب اس کی کسی واردات سے ہی پتہ چلے گا کہ اس کا رخ کس طرف ہے۔

"بھانو نے بے کاری کے ان لمحات کو گزارنے کے لئے کئی بار مختلف تجاویز پیش کیں۔ لیکن اس کے دوست ابراہیم نے سختی سے اسے باز رکھا اور یہ صرف ابراہیم کی ذات تھی کہ بھانو اپنے ارادوں سے باز رہا۔ ورنہ اس نے زندگی میں

...ت ماننا نہ سیکھا تھا۔

"وقت خاموشی سے گزرتا گیا۔ بیٹھے بیٹھے انہیں زنگ لگ رہا تھا۔ بس اس دوران پلاننگ ہی ہوتی رہتی تھی اور ...سلسلے میں کچھ عملی کارروائی بھی ہوئی تھی۔ مثلاً بابو لال نے اپنے کچھ شناسا تلاش کرلئے تھے جو اس کے خاص لوگ تھے ...ٹرکوں کے ذریعے مال لے جانے کا کام کرتے تھے۔ ان کے ذریعے بھانو کچھ کرنا چاہتا تھا۔ گیارہویں دن دھرم سنگھ کی ...ے اطلاع ملی کہ وہ لوگ خاموشی اور حفاظت سے اپنی جگہ پہنچ گئے ہیں اور کوئی خطرہ درپیش نہیں ہے۔ بھانو خوشی ...اچھل پڑا تھا۔

اور پھر انہوں نے اس رات دوبارہ زندہ ہونے کا فیصلہ کیا۔ بادری منڈی کے ایک بہت بڑے ٹھیکیدار کو لوٹ کر ...قتل کردیا گیا۔ اس کی لاکھوں روپے کی دولت بھانو کے قبضے میں چلی گئی تھی۔ اسی وقت تین کوٹھیوں میں ڈاکے ڈالے ...جن میں پانچ آدمیوں کو قتل کرنا پڑا تھا۔

دوسری صبح بڑی تہلکہ خیز تھی۔ پولیس کے محکموں میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ انگریز افسران الگ اس مصیبت سے ...کے لئے سر جوڑ کر بیٹھ گئے تھے۔ لیکن دوسری رات اس سے بھی زیادہ خوفناک تھی۔ اس رات بھی بھانو نے پانچ ...ڈالے تھے اور کافی خونریزی کی تھی۔

لیکن اس کے بعد بھانو نے یہاں رکنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا۔ دہلی میں اس کا کام ختم ہوگیا تھا اور اس رات ان کا یہاں ...نکل جانے کا پروگرام تھا۔ بابو لال نے پہلے ہی اس کا بندوبست کرلیا تھا۔ ایک مال بردار ٹرک جس میں بہت سا سامان لدا ...تھا۔ انہیں لے کر چل پڑا۔ بابو لال اس کا ٹرک ڈرائیور اور باقی تمام لوگ یعنی بھانو اور ابراہیم مزدوروں کے لباس میں ...تھے۔"

"راستے میں انہوں نے انگریزی پولیس کے انتظامات دیکھے، پولیس ایک ایک چیز کو چیک کر رہی تھی اور بڑی تندہی ...کام ہو رہا تھا۔ دو جگہ سے تو وہ پولیس کے نرغے سے نکل آئے لیکن تیسری جگہ چیکنگ بڑی زبردست تھی۔ یہاں ...دس پولیس والے موجود تھے جن کی قیادت ایک ذہین پولیس افسر کر رہا تھا۔

"پولیس کے اشارے پر انہوں نے ٹرک روک لیا۔ افسر نے انہیں کرخت نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "نیچے آؤ۔" اور وہ لوگ نیچے اتر آئے۔ ان سے مال کے کاغذات طلب کئے گئے تو بابو لال نے خاموشی سے کاغذات ان کے ...کردیے۔ افسر نے کاغذات دیکھے اور پھر سپاہیوں سے بولا۔

"ٹرک پر چڑھ جاؤ اور سارا مال اتار اتار کر نیچے ڈال دو۔" اس کے حکم پر سپاہی ٹرک پر چڑھ گئے تو بابو لال نے ...سے آگے بڑھ کر کہا۔

"سرکار ہم صرف تین آدمی ہیں۔ اگر سارا مال اتر گیا تو رات تک دوبارہ ٹرک پر نہیں چڑھا سکیں گے۔"

"تلاشی ضرور ہوگی۔"

"تلاشی کو منع نہیں کرتے سرکار۔ مگر مال نیچے نہ اتارا جائے۔"

"بکواس مت کرو۔ ایک طرف کھڑے ہو جاؤ۔" افسر نے نخوت سے کہا اور بابو لال خاموش ہوگیا۔ اس دوران بھانو ...دوجوار میں نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ وہ اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے اندازہ لگالیا کہ پولیس کا کوئی اور دستہ آس ...موجود نہیں ہے۔ دوسری طرف پولیس کے بندوق بردار جوان ٹرک پر چڑھ کر اس پر لدا ہوا سامان نیچے پھینکنے میں ...ف ہوگئے تھے تب بھانو کی آواز ابھری۔

"دیکھ کیا رہے ہو رے۔ اوپر جاکر پولیس کی مدد کرو۔ وہ اپنا فرض پورا کر رہے ہیں تم اپنا فرض پورا کرو۔" ابراہیم ...بابولال سمجھ گئے کہ بھانو نے کیا اشارہ دیا ہے، چنانچہ افسر پر توجہ دیے بغیر وہ خود بھی ٹرک پر چڑھ گئے اور مال کے بورے ...سے اتار اتار کر نیچے پھینکنے لگے۔

افسر نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا لیکن پھران دونوں کو بورے اتار تا دیکھ کر خاموش ہوگیا۔ بھانو خود بھی ٹرک پر پہنچ گیا اور اُس نے ابراہیم کو اشارہ کیا۔ ابراہیم نے مسکراتے ہوئے گردن ہلادی تھی۔

پولیس والوں کے کندھوں سے بندوقیں لٹکی ہوئی تھیں اور وہ کافی دقت سے بورے اُتار رہے تھے۔ ان تینوں نے ان کی مدد کرتے ہوئے کئی بورے نیچے پھینکے اور پھر بھانو اور ابراہیم نے ایک وزنی بورے کا انتخاب کرکے اُسے اُٹھالیا۔ اُنہوں نے پولیس افسر کو دیکھا اور پھر پوری قوت سے بورا اس پر اُچھال دیا۔

وزنی بورے کی لپیٹ میں آکر پولیس افسر بری طرح زمین پر گرا اُس کے حلق سے کریہہ۔ آواز نکل گئی تھی اور اس کے ساتھ ہی تینوں نے ٹرک پر موجود سپاہیوں پر حملہ کردیا۔

اُن کی آن میں اُنہوں نے کئی سپاہیوں کو نیچے پھینک دیا۔ بھانو نے ان میں سے ایک کی بندوق چھین لی اور سب سے پہلے اُس نے پولیس افسر کو گولی مار کر ٹھنڈا کردیا۔ اس کے بعد نیچے گر کر اُٹھنے والے سپاہیوں کو نشانہ بنانا شروع کردیا۔ اس دوران اُنہوں نے دوسری بندوقیں بھی سنبھال لی تھیں۔ زبردست فائرنگ کرکے اُنہوں نے ان سب کو ہلاک کردیا اور پھر بابولال فائر ٹرک سے نیچے کود گیا۔ اس نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ بھانو اور ابراہیم پیچھے ہی بندوقیں سنبھال کر بیٹھ گئے تھے۔ بھانو نے بابولال کو ہدایت دی۔

"اگر آگے پولیس والے نظر آئیں تو ٹرک کی رفتار اس طرح ست کرلینا جیسے روک رہے ہو لیکن روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" بابولال نے جواب دیا لیکن شکر ہے اس کی نوبت نہ آئی۔ یہ دہلی کے نواح میں آخری عارضی چوکی تھی جہاں اُنہیں کاروائی کرنی پڑی تھی۔ اس کے بعد اُنہیں کوئی رکاوٹ نہیں پیش آئی اور وہ ایک آبادی کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں رکنا مناسب نہیں تھا کیونکہ بہرحال پولیس یہاں بھی موجود ہوگی اگر عام حالات ہوتے تو اُنہیں پولیس کی کوئی پرو نہیں تھی لیکن اس وقت بہت بڑی رقم اُن کے پاس تھی جو آشرم کی امانت تھی اس لئے اس کی حفاظت کا مسئلہ درپیش تھا۔

"جب کوئی اور خاص واقعہ پیش نہیں آیا تو بھانو اور ابراہیم بھی بابولال کے پاس آبیٹھے۔ بھانو نے کہا۔ "اگر ہم کسی آبادی کا رخ کیا تو خطرات میں گھر جائیں گے۔ پولیس شہروں کے درمیان بھی گشت کررہی ہے۔ اس لئے اب تک ا پولیس والوں کی موت کی اطلاع حکومت کو ہوگئی ہوگی۔ ہمیں یہ رقم کسی ویران جگہ محفوظ کرکے ٹرک چھوڑ دینا چاہئے۔"

"یہ کونسی بڑی بات ہے۔ آگے کہیں..... کسی جگہ ٹرک روک کر مال اُتار لیتے ہیں۔ رات کسی چھوٹے سے دیہات میں گزار لیں گے۔"

"تم ان علاقوں سے واقف ہو بابولال۔ جیسا تم مناسب سمجھو۔"

"تھوڑے سے فاصلے پر ایک گاؤں امداد گڑھی ہے۔ اس کے اطراف میں ویرانے پھیلے ہوئے ہیں۔ ہم مال د کہیں چھپادیں گے اور پھر امداد گڑھی میں قیام کریں گے۔"

ٹھیک ہے یہ ذمے داری تمہاری ہے۔" بھانو نے بابولال پر مکمل اعتماد کرکے کہا اور بابولال نے ٹرک کی رفتار کردی۔

"امداد گڑھی کی دھرم شالہ اس کام کے لئے منتخب کی گئی جو آبادی سے دو میل دور تھی اور اتفاق سے ہی نگاہ میں آگئی تھی۔ اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا چنانچہ مال یہاں اُتار لیا گیا جو تین مضبوط بوروں میں سلا ہوا تھا۔ دھرم شالہ کے اطراف پیپل اور برگد کے درختوں کا ایک طویل سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ پرانے برگد کے کئی در ان کے کام کے لئے موزوں تھے چنانچہ تینوں نے خوب محنت سے بڑے بڑے گڑھے کھودے اور بورے احتیاط سے دبا دیے گئے۔ اس کام میں کئی گھنٹے لگ گئے تھے۔ جب وہ فارغ ہوئے تو تھکن سے چور چور تھے۔

"اب اس ٹرک کا کیا کیا جائے؟" بھانو نے پوچھا۔

"اس کے لئے بھی میں سوچ چکا ہوں۔" بابولال مسکرا کر بولا۔ "یہاں سے بائیں سمت تقریباً دو میل کے فاصلے پر ہے۔ ٹرک اس میں آسانی سے سماسکتا ہے مجھے اجازت دو میں یہ کام کر آتا ہوں۔"

"چاہو تو ابراہیم کو ساتھ لے جاؤ۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔ تم دونوں یہاں گپ شپ کرو۔ میں تاریکی پھیلنے سے پہلے واپس آجاؤں گا۔ لیکن یہ بتاؤ رم شالہ میں کروگے یا بستی میں؟"

"رات کا کھانا تو موجود ہے۔ بستی میں جانے کی خاص ضرورت نہیں ہے۔ تم یہیں واپس آجاؤ۔"

"بابولال نے بندوق اُٹھائی اور ٹرک میں جا بیٹھا۔ دونوں دور ہوتے ہوئے ٹرک کو دیکھ رہے تھے اور جب وہ سے اوجھل ہوگیا تو دونوں گہری سانسیں بھرتے ہوئے دھرم شالہ کے اندر آگئے۔

بابولال کے واپس آنے پر کھانے پینے کی جو چیزیں دہلی سے ساتھ لی گئی تھیں، کھول کر سامنے رکھ لی گئیں اور سب میں مصروف ہوگئے۔ کھانے کے دوران دلچسپ گفتگو ہوتی رہی اور پھر کھانے کے بعد سونے کا فیصلہ کرلیا گیا۔ تینوں دھرم شالہ ہی میں لمبی تان کر سوگئے۔

دوسری صبح سورج چڑھے آنکھ کھلی تھی۔ اس طرح بے خبر ہو کر آرام سے سو جانے پر تینوں مسکرانے لگے تھے۔ ہنستے ہوئے بولا۔ "ہم تو اس طرح سوئے جیسے لمبے عرصے کے بعد اپنی جاگیر میں آئے ہوں۔"

"ہاں۔ سوئے تو ایسے ہی تھے۔ بہرحال اب کیا ارادہ ہے؟" ابراہیم نے بھانو کو مخاطب کرکے کہا۔

"یہی سوچ رہا ہوں۔ ممکن ہے ہمارے دہلی سے نکل جانے کی اطلاع حکومت کو ہوگئی ہو اور میرے خیال میں ہو ہے۔ امداد گڑھی بھی پولیس ہماری تلاش میں آئی یا نہیں۔ یہ کیسے معلوم ہو؟"

"میں چلا جاتا ہوں۔ تم دونوں یہاں میرا انتظار کرو۔ معلومات حاصل کرکے واپس آجاؤں گا۔" ابراہیم بولا۔

"یہ کام میرے سپرد کردیں بھانو مہاراج۔ ابراہیم جی ان راستوں سے پوری طرح واقف نہیں ہیں اُنہیں کوئی بھی ہوسکتی ہے۔" بابولال نے پیش کش کردی اور بھانو نے گردن ہلادی۔

"ٹھیک ہے بابولال۔ تم یہ کام کرلو، کچھ وقت یہاں گزاریں گے اور اس کے بعد حالات کا جائزہ لے کر آگے بڑھیں الات سے باخبر ہوئے بغیر اندھوں کی طرح آگے بڑھنا مناسب نہیں ہوگا۔" اس نے کہا اور بابولال چلا گیا۔ بھانو اور دھرم شالہ سے باہر آگئے اور ایک بلند جگہ کھڑے ہو کر چاروں طرف کا جائزہ لینے لگے۔ بابولال کافی دور جاتا ہوا نظر وہ دونوں دیر تک اُسے دیکھتے رہے اور جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگیا تو بھانو نے پرخیال انداز میں کہا۔ "موری لی تک واپس نہیں آیا۔ شاید لمبا ہی نکل گیا ہے کہیں۔"

"ممکن ہے وہ ہم تک پہنچنے میں ناکام رہا ہو۔"

"نہیں اتنا بے وقوف نہیں ہے کہ ہمیں تلاش نہ کرسکے۔ ممکن ہے دہلی کے حالات دیکھ کر وہاں سے نکل گیا ہو۔ ئے گا۔ فکر کی بات نہیں ہے۔"

"یہاں سے کہاں چلنے کا ارادہ ہے؟" ابراہیم نے پوچھا۔

"دہلی سے دور نکلیں ابراہیم۔ ان علاقوں میں کافی وقت گزر گیا ہے۔ بس موری لال کا انتظار تھا اگر وہ جلدی پہنچ تو میں اسے اس مال کے ساتھ چھترا والی بھیج دوں۔ موری لال اور دھرم سنگھ مل جائیں گے تو اور آسانی ہو جائے

"ہاں یہ تو ہے۔" ابراہیم پرخیال انداز میں بولا۔ دن کے ساڑھے گیارہ بجے کے قریب بابولال واپس آگیا۔ ساتھ کھانے پینے کی چیزیں بھی لایا تھا۔ یہ دوپہر کا کھانا تھا۔ اس نے امداد گڑھی میں سکون کی اطلاع دی۔

"پولیس نظر آئی امداد گڑھی میں۔"

"بس ایک چھوٹی سی چوکی ہے جہاں چند پولیس والے موجود تھے۔ یوں لگتا ہے جیسے دہلی پولیس ابھی حرکت میں نہیں آئی۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ وہ ہمارے لئے زیادہ سے زیادہ آسانیاں پیدا کر رہی ہے۔ ویسے بابولال اب یہ بتاؤ کہ یہاں سے ہمیں کس طرف نکلنا چاہئے؟"

"یہاں سے بائیں سمت چلیں تو آٹھ کوس کے فاصلے پر دھول پور اسٹیشن ہے۔ سیدھے چلیں تو بلند شہر پہنچ جائیں گے۔ پیچھے دہلی ہے۔ جدھر مہاراج کی اچھا ہو۔ اگر کہیں لمبے نکلنے کا ارادہ ہو تو پھر دھول پور اسٹیشن ٹھیک رہے گا۔" بابولال نے کہا۔

"دھول پور کتنا بڑا شہر ہے۔"

"زیادہ بڑا نہیں ہے مگر مین لائن پر ہے۔ پونا، بنارس اور مدراس کی گاڑیاں یہاں مل جاتی ہیں۔ اگر اس طرف جانا ہے تو دھول پور چلیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اسی طرف چلیں گے۔"

"اور یہ مال جو یہاں موجود ہے۔"

"اس کا بھی بندوبست کریں گے۔" بھانو نے پرخیال انداز میں کہا۔ اس سلسلے میں کوئی معقول بندوبست کرنا ضروری تھا۔ اور یہ معقول بندوبست ابھی بھانو کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ یہ مال بھی بہت تھا جو انہوں نے یہاں دفن کیا تھا۔ لیکن بابولال کے ذریعے اُسے نہیں بھیجا جا سکتا تھا۔ ہرچند کہ بابولال قابل اعتماد آدمی تھا لیکن وہ بھرت پور اور اس کے اطراف کے علاقوں سے..... ناواقف تھا اس لئے مار کھا سکتا تھا۔ فی الحال موری لال کا انتظار تھا اس کے بغیر کام بننا مشکل تھا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد انہوں نے بندوقیں سنبھالیں اور بابولال کی رہنمائی میں دھول پور کی جانب چل پڑے۔ درحقیقت بابولال کے شامل ہو جانے سے اُن کے لئے بڑی آسانیاں فراہم ہو گئی تھیں۔ ورنہ راستوں اور یہاں کے حالات سے ناواقفیت کی بنا پر بے حد مشکلات پیش آتی ہیں۔

اُونچے نیچے کھیتوں کے درمیان کا سفر نہ جانے کب تک جاری رہا۔ سست رفتاری سے پیدل چل رہے تھے۔ اس لئے یہ آٹھ دس کوس کا فاصلہ بھی کافی تھا۔ شام جھکتی آ رہی تھی اور پھر اس وقت سورج ڈوبنے کو تھا جب اچانک انہوں نے فائرنگ کی آواز سنی۔ یہ گولیاں چلنے کی آوازیں ہی تھیں اور زیادہ دور سے نہیں آئی تھیں۔ وہ تینوں چونکے ہو گئے۔ بندوقیں آثار کر ہاتھ میں لے لیں۔

———— ○ ————

اخبارات متضاد خبریں چھاپ رہے تھے۔ سکھ رام نے اخبارات کو جو بیان دیا تھا اس پر پولیس کمشنر صاحب بھی سکھ رام سے ناراض ہو گئے تھے لیکن سکھ رام پر جو بیتی تھی وہ ایسی ہی تھی کہ وہ جو کچھ نہ بولتا کم تھا۔ تین دن بھوکا رہا تھا اور لاکھوں روپے کا مال چلا گیا تھا۔

اُس نے بیان دیا تھا کہ بھانو اتنا بڑا ہوا نہیں ہے بلکہ ہندوستانی پولیس ناکارہ ہے جس میں کانتی لال جیسے گدھے بھی موجود ہیں۔ اُس نے کانتی لال کے بارے میں پوری تفصیل اخبارات کو بتائی تھی اور پولیس کمشنر اس تفصیل سے ناراض ہو گئے تھے۔ ان کی یہ ناخوشی بے چارے کانتی لال کے لئے کسی قدر کارآمد ثابت ہوئی تھی اور اُس کے ساتھ ہی رعایت برتتے ہوئے اسے صرف معطل کر کے واپس بمبئی بھیج دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اخبارات پر پابندی لگا دی گئی تھی کہ اس کے بارے میں کوئی خبر نہ چھاپی جائے لیکن اس کے باوجود کوئی نہ کوئی خبر کبھی نہ کبھی چھپ ہی جاتی تھی۔

البتہ سرکاری پیمانے پر بھانو کے خلاف بہت کچھ ہو رہا تھا۔ خصوصی فوجی افسروں کو اس سلسلے میں طلب کیا گیا تھا اور اس وقت بھی پولیس کمشنر کی کوٹھی پر ایک خاص میٹنگ ہو رہی تھی جس میں کوئی بھی ہندوستانی افسر شامل نہیں تھا۔ ایک سخت جفاوی اور کہنہ مشق افسر میجر والٹن کو اس میٹنگ میں خصوصاً شریک کیا گیا۔ تھا اور پولیس کمشنر نے فیصلہ کیا تھا کہ یہ کیس اب میجر والٹن کے سپرد کر دیا جائے۔" میجر والٹن کو جب اس سلسلے میں تفصیل بتائی جانے لگی تو اُس نے نخوت سے سر اُٹھاتے ہوئے کہا "تاج برطانیہ مجھ پر مکمل اعتماد کرتا ہے اور میں نے خود کو اس اعتماد کا اہل ثابت کیا ہے۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو حالات سے بے خبر رہتے ہیں۔ بھانو کے بارے میں، میں بہت کچھ سن چکا ہوں۔"

"اور خاموش رہے ہیں۔" پولیس کمشنر نے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہا۔

"میری سطح کی بات نہیں تھی اس لئے میں نے دلچسپی نہیں لی۔"

"مسٹر والٹن۔ کانتی لال بھی اپنی فیلڈ میں بے حد تجربے کار انسان تھا۔ وہ بھی اسی اعتماد کے ساتھ بھانو کی گرفتاری کے لئے آیا تھا لیکن۔"

"میں انتہائی معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ بعض لوگ ان بے وقوف ہندوستانیوں کی طفلانہ حرکتوں کی خوب پذیرائی کرتے ہیں نہ جانے کیوں۔ تاہم میں جانتا ہوں کہ اس سلسلے میں میرے سپرد کیا خدمت کی جا رہی ہے۔"

"اگر آپ بھانو کے بارے میں اتنا کچھ سن چکے ہیں تو اب اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟" پولیس کمشنر نے پوچھا۔

"میرا خیال تھا کہ چند روز کے اندر اندر اُسے ختم کر دیا جائے گا۔"

"ابھی تک اس میں ناکامی ہوئی ہے اور میری خواہش ہے کہ آپ بذات خود اس کیس کو دیکھیں اور اس ڈاکو کو ختم کر دیں۔"

"تعجب ہے پورے ہندوستان کے بہترین ذرائع ایک..... ڈاکو کی سرکوبی میں ناکام رہے ہیں اور اب اہم جگہوں پر کام کرنے والے افسر ایسے معمولی کاموں پر متعین کیے جا رہے ہیں۔ بہرحال میں تیار ہوں۔ اس سلسلے کی ساری تفصیلات مجھے فراہم کر دی جائیں۔"

"اس اہم میٹنگ میں گو میجر والٹن نے ایسی گفتگو کی تھی جو پولیس کمشنر کو ناگوار گزری تھی لیکن اُس نے اُسے برداشت کر لیا۔ وہ جانتا تھا کہ میجر والٹن بھی غلط فہمی کا شکار ہے اور اس بات کو معمولی سمجھ رہا ہے۔ بہرحال اسے اس بات سے غرض نہ تھی وہ بھانو کی موت یا گرفتاری چاہتا تھا چنانچہ اُس نے میجر والٹن سے ایک دوسری نجی ملاقات بھی کی۔

"ہندوستان کے حالات آپ کی نگاہوں سے چھپے ہوئے نہیں ہیں میجر۔ ہمیں اپنے دور حکومت کے سب سے مشکل وقت سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ ان حالات میں بھانو نامی ڈاکو نے ہمارے خلاف کافی بدامنی پھیلائی ہوئی ہے۔ یہ شخص بے حد چالاک اور قسمت کا دھنی ہے۔ میری رائے ہے کہ آپ اس کو معمولی نہ سمجھیں اور اس پر پوری توجہ دیں۔ میں نہیں چاہتا کہ کل کے اخبارات میجر والٹن کی ناکامی کی خبریں چھاپیں کیونکہ میجر والٹن انگریز ہے۔"

والٹن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے اپنی گردن ہلا کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "ایسا نہیں ہوگا جناب۔ آپ یہ خبر کبھی نہ سنیں گے۔ میں بھانو کو ابتدا سے دیکھ رہا ہوں۔ ذرا اس کی پچھلی زندگی کے بارے میں تحقیقات مکمل ہو جائے تو پھر آپ سے بات کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ اس سلسلے میں مجھ سے رابطہ قائم رکھیں۔ پولیس کمشنر نے کہا اور میجر والٹن نے گردن ہلا دی۔ اس کے انداز میں برتری کا احساس نمایاں تھا اور پولیس کمشنر اس بات سے خوفزدہ تھا۔

لیکن میجر والٹن بلاشبہ گھاگ انسان تھا۔ وہ گہری نگاہ سے بھانو کے بارے میں تحقیقات کر رہا تھا اور اُس نے جو

اندازے لگائے وہ یوں تھے۔ بھانو ایک غیر تعلیم یافتہ دیہاتی ہے۔ جذباتی انتشار نے اُسے ڈاکو بنا دیا ہے۔ اس کے گروہ کی کوئی باقاعدہ حیثیت نہیں ہے۔ اور اسے کسی ایسی ترکیب سے مارا جاسکتا ہے جو ذرا جذباتی نوعیت کی ہو۔ اس سلسلے میں اُس نے کچھ اور بھی کاروائیاں کی تھیں۔

چنانچہ تین دن میں اُس نے اپنی دوسری کاروائی بھی مکمل کرلی۔ اس سلسلے میں اُس نے جن لوگوں سے مدد لی تھی وہ اس کے پاس واپس لوٹ آئے تھے اور اُس کی مطلوبہ معلومات فراہم کرلائے تھے۔

ان معلومات کے ساتھ میجر والٹن نے پولیس کمشنر سے ملاقات کی اور پولیس کمشنر نے گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا۔ پھر والٹن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "سر مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ آپ ایک معمولی سے شخص کے لئے اتنے پریشان ہیں۔"

"یہیں پر مجھے آپ سے اختلاف ہے میجر۔ میری خواہش ہے کہ آپ اس سلسلے کو ملک گیر سطح پر لیں اور اُسے معمولی قرار نہ دیں۔ یہ خیال بھی ہمارے پیش نظر ہے کہ بھانو ڈاکو کو کہیں انگریز دشمن عناصر کی سرپرستی نہ حاصل ہو۔ انگریز حکومت کی بدنامی میں بھانو کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔"

"میرا تجربہ اس بات کی نفی کرتا ہے۔ بھانو ایک جاہل اور جذباتی قسم کا روایتی ڈاکو ہے۔ اس کا کوئی باقاعدہ گروہ نہیں ہے۔ وہ راجپوتانہ کے علاقے سے یہاں تک متحرک رہا ہے اور کسی خاص علاقے کو اُس نے اپنا مقام نہیں بنایا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُسے کوئی سیاسی حمایت حاصل نہیں ہے۔ ہاں اس بات کا امکان موجود ہے کہ اس کی دلیری اور مسلسل کامیابیاں..... سیاسی گروہوں کو اس کی جانب متوجہ کردیں۔ میں اس سے قبل یہ کھیل ختم کرنے کا خواہشمند ہوں۔"

"کوئی لائحہ عمل مرتب کیا ہے آپ نے؟"

"ہاں۔ میں نے وہی پرانی ترکیب سوچی ہے جو اب تک انگریز کو ہندوستان میں قائم رکھے ہوئے ہے۔"

"یعنی؟"

"دو طاقتوروں کو آپس میں لڑادو۔ دونوں کمزور ہوجائیں تو انہیں ختم کردو۔ زیادہ مشکل نہیں پیش آئے گی۔"

"میں نہیں سمجھا؟" وائسرائے نے کہا۔

"میں کام شروع کرچکا ہوں جناب۔ اور اس سلسلے میں، میں نے گہری نگاہ سے ماحول کا جائزہ لیا ہے ایک اور نام میرے ذہن میں آیا ہے۔"

"کونسا نام؟"

"ڈاکو گلاب سنگھ جسے حکومت کی فائلوں میں زلزلہ قرار دیا گیا ہے۔ میں نے اس ڈاکو کے بارے میں پوری تفصیل پڑھی ہے۔ میں نے یہ بھی پڑھا ہے کہ وہ حکومت سے معافی مانگ چکا ہے اور ابھی اس کے کیس پر فیصلہ نہیں ہوسکا ہے۔"

"میں نے اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی ہیں۔ اب سے پانچ سال قبل اس کا نام بھی بھانو کی طرح مشہور تھا..... لاتعداد معرکوں میں اُس نے پولیس کا زبردست مقابلہ کیا اور بے شمار لوگوں کو قتل کیا۔ بہت سے ڈاکے ڈالے..... لیکن پونا میں ایک جگہ وہ گھر گیا اور اس کے گروہ کو توڑ دیا گیا..... تیس ڈاکو مارے گئے تھے۔ وہاں اس کی گرفتاری ہوگئی اور اس کے بعد کئی ماہ تک اس کی کسی کاروائی کی اطلاع نہیں ملی۔ پھر حکومت کو اس کی درخواست موصول ہوئی جس میں لکھا تھا کہ وہ حکومت سے معافی چاہتا ہے اگر اسے معاف کردیا جائے تو وہ ایک پرامن شہری کی زندگی بسر کرے گا بصورت دیگر وہ دوبارہ گروہ تیار کرلے گا۔ لیکن ابھی تک حکومت نے اس کی درخواست کا فیصلہ نہیں کیا ہے اور وہ اس فیصلے کے انتظار میں خاموش ہے۔"

"ویری گڈ۔ بڑی عمدہ معلومات حاصل کی ہیں آپ نے اس کے بارے میں۔" پولیس کمشنر کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک بیدار ہوئی تھی۔

"ہاں، لیکن کیا آپ میری بات کی گہرائی پر غور کررہے ہیں؟"

"کسی حد تک آپ کا کیا خیال ہے اس بارے میں؟"

"کیا برٹش گورنمنٹ گلاب سنگھ کو معاف کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔"

"مجھے اس بارے میں نہیں معلوم۔"

"معلوم کیا جاسکتا ہے کوئی مشکل نہیں پیش آئے گی۔ مجھے اس بارے میں مکمل اختیارات دیئے جائیں۔ میں چاہتا ہوں۔ گلاب سنگھ کو معاف کردیا جائے لیکن اس شرط پر کہ وہ بھانو کو قتل کردے یا زندہ گرفتار کرادے اگر وہ اس کوشش میں کامیاب ہوجاتا ہے تو اسے معافی دی جاسکتی ہے اور اگر وہ قتل ہوجائے تو حکومت کو ایک ڈاکو سے نجات مل جائے گی یا اگر یہ دونوں کام بھی نہ ہوں، تب بھی بھانو کو اس میں اُلجھا کر کمزور کرسکتے ہیں اور اس طرح اس پر قابو پانے میں آسانی ہوجائے گی۔"

"بہت عمدہ پروگرام ہے۔" پولیس کمشنر نے خوشی سے گردن ہلادی اور میجر والٹن بھی مسکرانے لگا۔

"ایک انگریز اور ہندوستانی میں فرق ہونا چاہئے۔ میں نے جو دعوے کیے ہیں اُن کے پیچھے کچھ ذہنی قوتیں کارفرما ہیں۔ آپ اب تک صرف ہندوستانی افسروں پر بھروسہ کرتے رہے ہیں۔"

"آپ کام شروع کردیں مسٹر والٹن۔ اب مجھے بھروسہ ہوگیا ہے کہ آپ بہرحال بھانو کو ختم کردیں گے۔"

○

"**تھوڑے فاصلے** پر درختوں کا ایک طویل سلسلہ نظر آرہا تھا اور گولیوں کی آوازیں اسی طرف سے آرہی تھیں۔ بھانو ابراہیم اور بابو لال بغور یہ آوازیں سن رہے تھے اور اُن کے تجربہ کار کان اندازے سے قائم کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ چند ہی ساعت کے بعد اُنہیں اندازہ ہوگیا کہ یہ گولیاں ان پر نہیں چلائی جارہی ہیں۔ بلکہ کوئی اور ہی معاملہ ہے۔ بابو لال نے کچھ بولنے کی کوشش کی بھانو نے ہاتھ اٹھا کر اُسے خاموش کرادیا۔ وہ کان لگائے بغور سن رہا تھا۔ پھر اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "کسی ایک آدمی کو گھیرا گیا ہے لیکن وہ جو کوئی بھی ہے بڑی بے جگری سے مقابلہ کررہا ہے۔"

"یہ اندازہ کیسے لگایا بھانو مہاراج؟"

"گولیوں کی آوازوں سے۔ آؤ دیکھیں تو سہی کیا معاملہ ہے۔" بھانو نے دلچسپی سے کہا اور تینوں بندوقیں سنبھالے محتاط انداز میں آگے بڑھنے لگے پھر اُنہوں نے کسی قدر بلند جگہ سے دیکھا۔ پولیس گولیاں چلارہی تھی اور اُس کا مدمقابل ایک ٹیکری کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ لیکن کوئی بہت ہی ماہر نشانہ باز معلوم ہوتا تھا کیونکہ پولیس والے تعداد میں دس بارہ سے کم نہیں تھے اور وہ اُسے گھیرنے کے لئے پوزیشن بدلنا چاہتے تھے لیکن ان کا مدمقابل اُنہیں اپنی جگہ سے کھسکنے کی مہلت نہیں دے رہا تھا اور جونہی وہ اپنی جگہ چھوڑنے کی کوشش کرتے اُنہیں جان بچانا مشکل ہوجاتی اور وہ جیپوں کے پیچھے پناہ لینے پر مجبور ہوجاتے۔

بھانو دلچسپی سے یہ منظر دیکھتا رہا۔ اور پھر اُس نے تشویش سے کہا۔ "اوہ۔ اُسے کوئی مشکل پیش آگئی ہے یا تو اُسے گولی لگ گئی ہے یا پھر اس کے پاس کارتوس ختم ہو گئے ہیں۔" اس سے قبل بابولال یا ابراہیم، بھانو کے اس خیال کی وجہ پوچھتے۔ اُنھوں نے پولیس والوں کو مورچوں سے نکلتے دیکھا۔ وہ ٹیکری کی طرف دوڑ رہے تھے۔ بھانو نے برق رفتاری سے بندوق اُتار لی اور اُس نے عقب سے دو فائر جھونک مارے۔

ابراہیم اور بابولال نے جو یہ کیفیت دیکھی تو خود بھی برق رفتاری سے اپنی بندوقیں اُتاریں اور پولیس والوں پر فائر کھول دیے۔ ایک بھی گولی بیکار نہیں گئی تھی اور پولیس بوکھلا گئی تھی۔ ان لوگوں کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ گولیاں کہاں سے چلائی گئی ہیں۔ وہ واپس ٹیکری کی طرف بھاگے لیکن بھانو اب اُنہیں کہاں چھوڑنے والا تھا۔ گولیوں کی دوسری باڑھ ماری گئی اور چند اور پولیس والے ڈھیر ہو گئے۔ اب صرف دو تین پولیس والے رہ گئے تھے جو حیران پریشان منہ اُٹھائے ادھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔

"اُنہیں بھی پہنچا دو۔ اس کے بعد ہی اُسے دیکھیں گے۔" بھانو نے ہنستے ہوئے کہا اور ان میں دو کو خود ٹھنڈا کر دیا۔ باقی براہیم کی گولیوں کا نشانہ بن گئے تھے۔ اس کے بعد وہ بندوقیں سنبھالے اس ٹیکری کی طرف بڑھنے لگے۔

ٹیکری کے پیچھے سے ایک تنومند جوان باہر نکل آیا جس کے ہاتھ میں بارہ بور کی بندوق تھی اور کندھے سے کارتوسوں کی خالی پیٹی لٹکی ہوئی تھی۔ شکل و صورت سے وہ کوئی شریف آدمی لگ رہا تھا۔ اُس کی بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں میں خون کی سرخی لہرا رہی تھی۔ وہ خاموش نگاہوں سے ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا اور جب یہ لوگ اس کے پاس پہنچے تو اُس نے بندوق نیچے جھکا دی اور بولا۔

"سلام ٹھاکر؟"

"سلام بھیا۔ کون ہو تم۔ کیا نام ہے تمہارا؟" بھانو نے پوچھا۔

"شوکت بیگ۔" وہ شخص بولا۔

"یہ چوہوں کے شکار کی کیا ضرورت پیش آگئی شوکت؟"

"مجبور کر دیا تھا اُنھوں نے مجھے مگر شکاری تو تم لوگ ہو۔ میری وجہ سے تم نے اپنے ہاتھ اُن کے خون میں کیوں رنگ لئے؟"

"بس تم اکیلے جو تھے یہ سسرے بزدل ہیں مل کر تمہیں مارنے کے چکر میں تھے بس میں تمہارا ساتھی بن گیا۔" بھانو نے کہا۔

"تمہارا احسان ہے ٹھاکر۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔" وہ گردن جھکا کر بولا۔

"چتا مت کرو شوکت جی اور پولیس موجود ہے یہاں۔؟"

"نہیں۔ یہ لوگ دھول پور سے میرے پیچھے لگے تھے میں جنگل میں نکل آیا ورنہ حالات بہت خراب ہو جاتے۔"

"آؤ۔ بیٹھیں کہیں چل کر۔ بندوق ٹھیک ہے تمہاری؟"

"ہاں مگر کارتوس ختم ہو گئے۔"

"اسی لئے پوچھ رہا ہوں۔ جاؤ بارہ بور کے کارتوس اُٹھا لو۔ جتنے لاد سکتے ہو لاد لو۔ جاؤ۔"

"شکریہ ٹھاکر۔" شوکت بیگ نے کہا اور پولیس والوں کی لاشوں سے کارتوسوں کی پیٹیاں اُتارنے لگا۔ اُس نے دو پیٹیاں کراس کر کے ڈال لیں اور پھر دو اور پیٹیاں خالی کر کے ان کے کارتوس جیبوں میں ڈالے لئے۔

"یہ جی داری کا نشان ہے ابراہیم۔ نہ جانے بے چارا کس مصیبت کا شکار ہوا ہے۔" بھانو بولا۔ ان تینوں کی نظریں شوکت بیگ کا تعاقب کر رہی تھیں۔ چند ساعت کے بعد وہ ان کے پاس آگیا۔ "آؤ یہاں سے آگے بڑھیں۔ دھول پور کتنی دور ہے یہاں سے؟"

"تین کوس۔" شوکت بیگ نے جواب دیا۔ پھر بولا "آپ لوگ دھول پور جا رہے تھے؟"

"ہاں۔ ارادہ تو وہیں کا تھا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ اس جھنجٹ میں پڑ گئے۔ کیا آپ کو دھول پور کا راستہ نہیں معلوم؟"

"پہنچا دو ہمیں وہاں۔ ہمت ہے ادھر جانے کی؟" بھانو ہنس کر بولا۔

"ضرور پہنچاؤں گا ٹھاکر۔ پر معلوم تو ہو کہ آپ لوگ کون ہیں۔" شوکت بیگ نے اُن کے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے

"دوست ہیں شوکت۔ جب بھی ثبوت مانگو گے دے دیں گے۔" بھانو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں تو کچھ اور ہی سمجھا ہوں بھائیو۔ میرا خیال ہے میں اپنی ان گنہگار آنکھوں سے فرشتے دیکھ رہا ہوں۔" شوکت نے کہا۔

"ارے ناناشوکت بیگ۔ فرشتوں کا اپمان مت کرو بھائی ایسی کوئی بات مت سوچو۔ ہم تو بہت برے لوگ ہیں، کے، بھگوان کے مجرم۔" بھانو نے کہا اور شوکت بیگ رک گیا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے بھانو کو دیکھنے لگا تھا۔ "کیوں کیا ا۔ کون سی بات ہو گئی۔ شوکت بیگ؟" بھانو نے پوچھا۔

"ہندو ہو تم؟" شوکت بیگ نے پوچھا اور بھانو تحیر آمیز نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ "تو تو پھر کیا ہوا؟" وہ تعجب سے

"ہوا ہے۔ بہت برا ہو گیا ہے۔" شوکت بیگ نے تلخ لہجے میں کہا۔ "میں مسلمان ہوں اور تم نے جس مسلمان کی ا بچائی ہے، دھول پور کے ہندو اس کے دشمن ہیں۔ تمہیں اپنی اس کوشش پر بہت افسوس ہوگا دوست۔ آگے بڑھنے ، قبل میری کہانی سن لو۔" بھانو نے کہا اور ایک درخت کے نیچے جا بیٹھا۔ شوکت کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ ہے تھے۔ دوسرے لوگ بھی بیٹھ گئے تھے لیکن شوکت بیگ ویسے ہی کھڑا رہا۔

"یہ مسلمان تو ہمارے برابر بیٹھنا بھی کفر سمجھ رہا ہے۔ بڑا کٹر مسلمان ہے بھائی۔ چل ٹھیک ہے یار تو کہانی سنا دے یا۔" بھانو نے کہا۔

"دھول پور کا ایک محلہ ہے دھیرج پورہ۔ اس کے پاس مسلمانوں کی آبادی ہے مگر وہاں مسلمان صرف چار ہزار کے ب ہیں اور اُن کی ایک بھی عبادت گاہ نہیں ہے جبکہ ہندوؤں کے چار پانچ مندر ہیں۔ ہم لوگ طویل عرصے سے کوشش کر رہے تھے کہ وہاں ایک مسجد بن جائے۔ اس سلسلے میں حکومت سے بات چیت چل رہی تھی۔ لمبے عرصے کی کوششوں کے بعد مسجد بنانے کی منظوری مل گئی اور ایک جگہ اس کے لئے زمین حاصل ہو گئی۔ دھول پور کے مسلمان غریب ہیں۔ ہم لوگوں نے خوشی خوشی چندہ جمع کیا اور ایک مسجد کی بنیادیں کھود ڈالیں۔ وقتی طور پر صرف اس کی دیواریں کھڑی کر کے چھت ڈال دی گئی تھی لیکن چند ہی روز کے بعد دھول پور کے ایک متعصب ہندو نے چکر چلا دیا۔ اُس نے لوگوں کو بتایا کہ اس نے سپنا دیکھا ہے جس میں کرشن بھگوان نے اُسے حکم دیا ہے کہ یہاں مسجد نہ بنائی جائے کیونکہ اُنھوں نے یہاں اشنان کیا تھا بس پھر کرشن بھگوان کے اشنان کی جگہ مسجد کیسے بنائی جا سکتی ہے۔ مسجد کی دیواریں شہید کر دی گئیں اور ہندوؤں نے وہاں لوہے کے تاروں کی باڑ لگا دی اور اس کے چاروں طرف ڈیرے ڈال دیے۔ فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا لیکن ہماری تعداد کم ہے اس لئے مسلمان خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے مجھے اس کام کے لئے منتخب کیا کہ میں حکومت سے بات چیت کروں۔ میں دہلی روانہ ہونے والا تھا کہ بستی کے ایک دولت مند شخص گنپت راؤ نے مجھے بلوایا اور بھری چوپال میں میرے دس جوتے لگوائے۔ اُس نے کہا کہ اگر میں خاموش ہو کر نہ بیٹھ گیا تو میری زندگی ممکن نہ ہوگی۔ دھرم کی بات تھی لات دل چاہا کہ دین کے لئے قربانی دیں۔ بیوی بچوں کو میکے پہنچایا اور روانگی کی ٹھانی مگر اسی رات گنپت راؤ کے ہاں ڈاکا

پڑا صبح کو پولیس نے مجھے گرفتار کر لیا۔ گنپت راؤ نے بیان دیا تھا کہ اُس نے ڈاکا مارنے والوں میں مجھے صاف پہچان لیا تھا
بھیا پولیس اس وقت مجھے پکڑ کے لے جا رہی تھی بے قصور ہوں۔ اس لئے میں نے ان میں سے ایک پولیس
والے کی بندوق چھینی اور ان سے مقابلہ کرنے لگا۔ یہ ہے شوکت بیگ کی کہانی۔" شوکت بیگ ہنسنے لگا۔

"بڑی غلطی ہوگئی ہم سے شوکت بیگ۔ اب ہم تجھے خود پولیس کے حوالے کردیں گے۔" بھانو نے کھڑے ہو کر
شوکت بیگ کا گریبان پکڑ لیا۔

"ایک لمحے کے لئے شوکت بیگ کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اس کی آنکھیں خون اُگلنے لگیں لیکن پھر آہستہ آہستہ وہ سرد
گیا۔ "جو خدا کو منظور۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا منظور ہے خدا کو؟" بھانو دھاڑا۔ "اس نیک راہ میں اگر وہ میری قربانی ہی چاہتا ہے تو میں تیار ہوں۔"

"بندوق ہے تیرے ہاتھ میں، مقابلہ کرلے۔ میں تجھے موقع دوں گا۔"

"میں زیادہ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں لیکن اتفاق سے میرے باپ نے ایک بار کہا تھا کہ جو احسان کرے اس
احسان کو کبھی مت بھولو۔ تم لوگ مجھ پر احسان کرچکے ہو اس لئے میں تم سے جنگ نہیں کروں گا۔ خدا کی قسم جب میں
لوگوں سے بھڑ گیا تو تم سے مقابلہ کرنا میرے لئے مشکل نہیں۔" چلو۔ مجھے پولیس کے حوالے کردو۔" اُس نے بندوق
پھینک دی۔

"بڑا جیالا ہے۔ بڑا سورما ہے۔ اکیلا تو ہی ہے نا بہادر اس سنسار میں۔ ابراہیم سمجھا یار اسے۔ دھرم کسی کے باپ کی
جاگیر تو نہیں ہوتا۔ مندر، مسجد سب میں خدا اور بھگوان کی پوجا ہی تو ہوتی ہے۔ اس دھرماتما کے سپنے میں اسی وقت آ
کرشن بھگوان کو جب مسجد بن رہی تھی۔ جھوٹا ہے کائر کہیں کا۔ مسجد میں بھی خدا کو ہی پکارا جائے گا۔ مگر بات دھ
بڑے پن کی ہے اور سارے بڑے ہمارے دشمن ہیں۔ چل یار شوکت بیگ بڑی چھوٹی بات کہی تو نے۔ ارے پاگل
دھرم کی بات ہی کرتا ہے تو سنسار میں آنے والے سارے دھرم ایک ہی بات تو سکھاتے ہیں۔ خدا، بھگوان تو بہت بڑا
ہے منش، انسان، بھگوان اور خدا کے لئے کیا کرسکتا ہے۔ ہاں انسان کو انسان کے لئے ضرور کچھ کرنا چاہئے۔ دھرم بھی
سے بنتا ہے۔ دیکھ رے بھائی تو بھی جاہل ہے اور میں بھی جاہل ہوں۔ بڑی بڑی باتیں دھرماتماؤں کو کرنے دے۔ بات ا
کے من کی ہے۔ چار ہزار مسلمانوں کے من میں مسجد بنانے کی آشا ہے اور اُن سے طاقتور لوگ اُنہیں روک رہے؟
مسجد ضرور بنے گی یہ بھانو کا عہد ہے۔"

"بھب بھانو۔ بھانو ڈاکو۔" شوکت بیگ اُچھل پڑا۔

"ہاں۔ ڈاکو، چور، خونی لٹیرا، پر انسان اور اس کا فیصلہ بھگوان کے ہاتھ میں ہے کہ بھانو انسان ہے یا نہیں۔ کیا نام
اس سسرے کا۔ گنپت راؤ۔ تو چلو ان کے سپنے ٹھیک کردیں۔"

"تم۔ تم بھانو مہاراج۔ مجھے معاف کردو۔" شوکت بیگ بولا۔ "کردیا۔ بندوق اُٹھالے۔ سورماؤں کے ہاتھ خالی
نہیں لگتے۔" بھانو بندوق اُٹھا کر شوکت بیگ کو دے دی۔ "یہ تیرے ہاتھوں میں سجتی ہے شوکت بیگ، ہمارے تیرے
ایک اور رشتہ بھی تو ہے۔ جی داری کا رشتہ سارے ناتے توڑے ڈال رہا تھا یار شوکت بیگ۔ اگر تو چھوٹے دل کا آدمی
تو مقابلہ ضرور کرتا۔ مگر تیرا باپ بھی بڑا تھا جس نے تجھے یہ بات بتائی۔ میرے باپ کی طرح۔" بھانو نے آخری الفاظ آ
سے کہے تھے۔

"بھانو خیالات سے بلند ہے شوکت بیگ۔ میرا نام ابراہیم ہے اور مجھے بھانو کا سب سے گہرا دوست ہونے کا
حاصل ہے۔" ابراہیم نے کہا۔

"اور میں بابولال ہوں۔" بابولال ہنس کر بولا۔

"میں سخت شرمندہ ہوں بھائیو! مجھے اور شرمندہ مت کرو۔"

"بس ابراہیم۔ اب اس بارے میں کوئی دوسری بات نہیں ہوگی۔ آؤ دھول پور چلتے ہیں۔" بھانو نے کہا اور اس کے
بارے پر سب آگے بڑھ گئے۔ وہ مناسب رفتار سے چل رہے تھے اور بھانو گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر اُس نے کسی
خیال کے تحت گردن اُٹھا کر پوچھا۔

"تمہارے بیوی بچے کہاں رہتے ہیں شوکت بیگ؟"

"دھول پور میں ہی ہیں۔"

"کوئی ایسی جگہ مل سکتی ہے وہاں، جہاں ہم کچھ دن رہ سکیں۔" بھانو نے پوچھا اور شوکت بیگ سوچ میں ڈوب گیا
پھر بولا۔

"مشکل ہے بھانو مہاراج۔ میں تمہیں کوئی ایسی جگہ نہیں بتا سکتا۔"

"چلو ٹھیک ہے خود کوئی جگہ بنالیں گے۔ ہاں وہاں کے بڑے بڑے لوگوں کے نام بتاؤ۔"

"گنپت راؤ دھول پور کا سب سے بڑا سیٹھ ہے.... دوسرا گوندولال بزاز ہے جس کی کپڑے کی سب سے بڑی
دکان ہے۔ دھول پور میں، یہ سسرا سود کا کاروبار بھی کرتا ہے اور بہت سے گھر اُجاڑ چکا ہے۔ دوسرے لوگ زیادہ دولت مند
نہیں ہیں....."

"جس آدمی نے کرشن بھگوان کا سپنا دیکھا تھا اس کا کیا نام ہے؟"

"ہری داس، اس کی بھی دکان ہے۔"

"ٹھیک ہے یار۔ تم چنتا مت کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" بھانو نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد
وہ دھول پور کے نزدیک پہنچ گئے۔ یہ جنکشن تھا۔ ریل کی پٹریوں کا آہنی جال دور دور تک بکھرا نظر آ رہا تھا۔ بھانو کی نگاہیں
اس کے دوسری طرف چھوٹی بڑی عمارتوں کو گھور رہی تھیں کہ ابراہیم نے بھانو کا ہاتھ پکڑ کر اُسے روک دیا۔

بھانو نے جلدی سے بندوق سنبھالی تھی۔ "نہیں نہیں اس کی ضرورت نہیں..... ہے۔ میں ایک دوسری بات کی
طرف تمہیں متوجہ کر رہا تھا۔ وہ دیکھو اس طرف۔" بھانو نے ابراہیم کے اشارے کی سمت دیکھا لیکن اُسے کوئی ایسی چیز نظر
نہیں آئی جو قابل توجہ ہوتی۔ ریلوے کی پٹروں کے ساتھ ساتھ قد آدم جھاڑیاں بکھری پڑی تھیں۔

"میں نہیں سمجھا ابراہیم۔" بھانو نے کہا۔

"ہمیں پوشیدہ رہنے کے لئے جگہ کی تلاش تھی نا۔ ذرا ان ڈبوں کو دیکھو جو ناکارہ معلوم ہوتے ہیں۔"

اوہ پرانی بات ذہن میں آگئی۔ آؤ، قریب سے دیکھتے ہیں۔" بھانو نے مسکراتے ہوئے کہا اور چاروں جھاڑیوں کے
پاس پہنچ گئے۔ جہاں زنگ خوردہ پٹڑی پر مال گاڑی کے تین ناکارہ ڈبے کھڑے ہوئے تھے۔

شوکت بیگ بھی ان ڈبوں کو دیکھ کر چونک پڑا تھا۔ اُس نے بے اختیار کہا۔ "اوہ۔ ہاں چھپنے کے لئے یہ بہترین جگہ
ہے۔" بھانو اُسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"ہے نا شوکت بیگ۔ تم کہتے تھے کہ کوئی جگہ ہی نہیں ہے۔ یہاں سے شہر کتنی دور ہے؟"

"ان جھاڑیوں سے گزرنا پڑے گا۔ بھانو مہاراج بہت چھوٹا راستہ ہے شہر میں داخل ہونے کا۔ جبکہ اسٹیشن سے
بہت فاصلہ ہے۔ میرے ذہن میں کبھی یہ جگہ نہیں آئی تھی۔"

"مال گاڑی کی بوگیاں اندر سے گرد آلود تھیں اُنہیں صاف کردیا گیا۔ یہ بوگیاں ریلوے سٹیشن سے اتنی دور کھڑی
ہوئی تھیں کہ دن کی روشنی میں بھی اُنہیں دیکھے جانے کا امکان نہیں تھا۔ اس لئے یہ جگہ اُن لوگوں کے لئے کافی تسلی بخش
تھی۔ بوگیاں صاف کر کے وہ چاروں ایک بوگی میں آرام سے بیٹھ گئے۔

"شام سات بجے ہی دھول پور میں رات ہو گئی۔ ریلوے اسٹیشن کے علاوہ کہیں رونق نہیں تھی۔ وہاں کی رونق بھی بس خوانچے والوں اور اسٹیشن کے عملے تک محدود تھی۔ باقی شہر میں تاریکی اور سناٹے کا راج تھا۔ جھاڑیوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے وہ شہری آبادی میں آگئے اور پھر وہاں سے ایک چھوٹے سے بازار میں جو بند پڑا ہوا تھا کہیں کہیں کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور بس۔

"میرا خیال ہے اب دیر نہیں کرنی چاہئے۔ آؤ اب ہری داس مہاراج کے دوار چلتے ہیں۔ پہلے ان سے دو، دو ہاتھ کرلیں۔" اس کے بعد دوسروں کو دیکھیں گے۔" بھانو نے کہا اور دس منٹ کے سفر کے بعد وہ ہری داس کی عیش گاہ پر پہنچ گئے۔ حالانکہ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا لیکن گھر کے مکین سو گئے تھے۔ دیر تک کنڈی کھٹکھٹانی پڑی تب جا کر دروازہ کھلا۔ دروازے کے دوسری طرف ایک موٹا تازہ آدمی اوپری بدن سے ننگا ایک دھوتی باندھے ہوئے نظر آیا اس کے چہرے پر غصے کے آثار تھے۔

"جے رام جی کی مہاراج۔ ہری داس جی سے ملنا ہے۔" بھانو نے کہا۔

"یہ کسی کے گھر آنے کا سمے ہے۔ کون ہو تم اور کہاں سے آئے ہو؟" ہری داس نے منمناتی آواز میں کہا۔

"ہری داس جی آپ ہی ہیں؟"

"ہاں۔ میں ہوں۔ تم مجھے نہیں جانتے۔ تم کون ہو؟"

"نام تو ہمارا پربھان سنگھ چوہان تھا ہری داس جی۔ پر لوگ اب بھانو ڈاکو کے نام سے پکارتے ہیں۔" بھانو نے کہا اور بندوق کی نال ہری داس جی کی توند پر رکھ دی لوہے کی ٹھنڈ سے ہری داس جی پھدک کر پیچھے ہٹ گئے اور پھر الفاظ کی ٹھنڈک اُن کے پورے بدن میں دوڑ گئی اور وہ تھر تھر کانپنے لگے۔

"بھب بھب بھب۔ بھابھابھا۔" اُن کے حلق سے آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ بری طرح کانپ رہے تھے۔

ابراہیم بابو لال اور شوکت بیگ بھی اندر داخل ہو گئے۔ ابراہیم نے دروازہ بند کر دیا تھا۔

"بندوق سے لیس چار آدمی دیکھ کر ہری داس کے حواس اور خراب ہو گئے تھے۔

"اندر اور کون ہے؟" بھانو نے سفاک لہجے میں پوچھا۔ "میری گھروالی اور دو بیٹیاں" ہری داس نے نجانے کیسے جواب دیا تھا۔

"ہوں۔ جاؤ۔ ان تینوں کو بھی نکال لاؤ۔" بھانو نے کہا اور وہ لوگ اندر چل پڑے۔

"دیا کرو۔ دیا کرو۔ ہم میں غریب آدمی ہوں۔ میری بیٹیاں ہیں۔ کوئی بیٹا نہیں ہے جو کچھ جمع کیا ہے۔ دیا کرو۔ دیا کرو۔" ہری داس ہاتھ جوڑ کر کانپتی آواز میں بولا۔

"چنتا مت کرو ہری داس جی۔ ہم تمہارے مال کے ساتھ تمہاری بیٹیوں کو بھی لے جائیں گے۔ کوئی پریشانی ہی نہیں رہے گی تمہیں۔ اس کے بعد تم اور ٹھکرائن عیش سے جیون گزارنا۔"

"ہے پربھو۔ میں پربھو، یہ۔ تم کیا کہہ رہے ہو۔ نہیں نہیں۔ میری بیٹیاں۔ میری بیٹیاں۔" ہری داس کے حلق سے چیخ نکل گئی اور بھانو نے بندوق کی نال اس کے پیٹ پر رکھ کر اسے زور سے دھکیل دیا۔ ہری داس دھپ سے زمین پر گرا تھا۔

"اگر زور سے آواز نکلی تو اس پوری توند میں سوراخ ہی سوراخ کر دوں گا۔" بھانو نے غراہٹ اُبھری اور ہری داس جی نے دونوں ہاتھوں سے منہ بند کر لیا۔

"تم نے ایک سپنا دیکھا تھا ہری داس جی۔ یاد ہے کون۔ سپنا؟"

"کونسا مہاراج؟" ہری داس تھوڑا سا منہ کھول کر بولے۔

"سری کرشن جی تمہارے سپنے میں آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ مسلمانوں کو مسجد نہ بنانے دی جائے۔"

"ایں۔؟" ہری داس نے کسی قدر حیرانی سے کہا۔

"دیکھا تھا یہ سپنا تم نے؟"

"ہاں۔۔ دیکھا۔ دیکھا۔" ہری داس کے منہ سے نکلا اور بھانو نے آگے بڑھ کر بندوق کی نال اُن کے منہ میں گھسیڑ

"جھوٹے۔ مکار۔ پاپی۔ فریبی۔ دیکھا تھا تو نے یہ سپنا؟" بھانو کرخت لہجے میں بولا اور ہری داس ہاتھ جوڑ کر گوں گوں کرنے لگے اُن کی گردن شدت سے نفی میں ہل رہی تھی۔ بھانو نے ایک ٹھوکر اُس کی پسلی میں ماری اور غرایا۔ "تو نے کیا تھا اس بات کا۔ کرشن کا نام لے کر تو نے جھوٹ بولا تھا۔ جواب دے۔" وہ زاروقطار رونے لگا۔

اس دوران ابراہیم، بابو لال اور شوکت بیگ تینوں عورتوں کو پکڑ لائے تھے۔ انہوں نے ان کے منہ کسے ہوئے تھے۔ ان ان بے چاریوں کی آوازیں تو پہلے ہی بند ہو گئی تھیں۔

"اگر تمہارے منہ سے کوئی آواز نکلی تو سب کی لاشیں زمین پر تڑپ رہی ہوں گی۔ خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔" بھانو اپنی مخصوص آواز میں کہا جسے سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔

تینوں عورتوں کو دیوار سے لگا کر بٹھا دیا گیا۔ "تم پر یہ مصیبت اس جھوٹے ہری داس کی وجہ سے ٹوٹی ہے ٹھکرائن۔ اس نے کرشن جی کا نام لے کر جھوٹ بولا تھا۔ اب تمہیں اس کے جھوٹ کی سزا بھگتنی ہوگی۔" بھانو لال اور پھر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر بولا۔ "دونوں لڑکیوں کو باندھ کر لے چلو اور اس پاپی کے گھر میں جو کچھ موجود ہے اُسے لوٹ لو۔ اب پائی بھی نہ چھوڑو اس کے پاس تاکہ کل یہ دھول پور کی سڑکوں پر بھیک مانگتا نظر آئے۔"

"معاف کر دو مہاراج۔ بھگوان کے لئے معاف کر دو۔" ہری داس زاروقطار روتے ہوئے بولا۔ "اس بھگوان کے آپر معافی مانگ رہا ہے کائر.... جس کا گھر بنانے سے روک دیا ہے۔" بھانو گرجا۔

"بھول ہو گئی۔ ہم سے بھول ہو گئی ہے۔ اب کبھی ایسا نہ کریں گے۔"

"اب تو کر چکا۔ ایک شرط پر تجھے معافی مل سکتی ہے۔"

"ہر شرط منظور ہے مہاراج۔ بس ایک دفعہ معاف کر دو۔ ہائے بس ایک بار۔"

"آج رات تو پھر ایک سپنا دیکھے گا۔ تو کہے گا کہ کرشن بھگوان نے کہا ہے کہ یہ ان کا استھان نہیں ہے۔ یہاں مسجد بنے گی اور یہاں مسجد ضرور بنائی جائے۔ تو کل کاروبار بند رکھے گا اور سارا دن اسی کام میں لگا دے گا۔ اگر یہاں مسجد نہ بنی ہری داس تو بھگوان کی سوگند۔ میں تیرے پریوار کے ایک بھی منش کو جیتا نہیں چھوڑوں گا۔ تو پاتال میں بھی جا چھپے گا تو میں تجھے ڈھونڈ کر ختم کر دوں گا۔"

"میں ایسا ہی کروں گا مہاراج۔ ایسا ہی کروں گا۔"

"سوچ لے ہری داس۔"

"اچھی طرح سوچ لیا بھانو مہاراج۔ اچھی طرح سوچ لیا۔"

"ان عورتوں سے کہنا زبان بند رکھیں ورنہ۔" بھانو بدستور سفاک لہجے میں بولا اور ہری داس نے گردن ہلا دی۔

"چلو۔" بھانو اپنے ساتھیوں سے بولا اور وہ سب دروازے کی طرف چل پڑے اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گئے۔

ان کی دوسری منزل گنپت راؤ کی حویلی تھی۔ گنپت راؤ کی حویلی باہر سے دیکھنے ہی سے معلوم ہوتی تھی کہ اس

کی مالی حیثیت کیا ہے؟ لکڑی کے بہت بڑے دروازے میں پیتل کی کیلیں لگی ہوئی تھیں اور اس کے موٹے کواڑ توڑنا آسان بات نہیں تھی۔ لیکن بھانو دروازوں سے گزرنے کا عادی نہیں تھا۔ حویلی کی عقبی دیوار سے یہ چاروں آہستہ آہستہ چڑھ کر نیچے اُتر گئے۔ بڑا سا احاطہ تھا جس میں چھوٹا سا باغ لگا ہوا تھا۔ حویلی میں داخل ہونے میں بھی اُنہیں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ لیکن اس سے پہلے بھانو نے ایک اور کام کیا تھا۔ حویلی کے ایک احاطے کی دیوار کے ساتھ ساتھ چھوٹے چھوٹے چار کمرے بنے ہوئے تھے یہ ملازموں کی رہائش گاہیں تھیں، چنانچہ بھانو نے سب سے پہلے ان رہائش گاہوں کے دروازے باہر سے بند کردیئے تاکہ ملازم باہر نہ نکل سکیں۔ یہ بات اُنہیں معلوم نہ تھی کہ حویلی کے اندر بھی ملازم موجود ہیں یا نہیں لیکن اُن کے لئے بھانو نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اگر کوئی مل بھی گیا تو اس کی زندگی ختم کی جاسکتی ہے اور یہی ہوا۔

حویلی کے جس احاطے مں وہ داخل ہوئے تھے وہاں اُنہیں رات کو جاگنے والے دو ملازم مل گئے۔ یہ قوی ہیکل لوگ تھے۔

"بھانو اور اس کے ساتھیوں کو دیکھتے ہی وہ اچھل کر کھڑے ہوگئے لیکن ان لوگوں نے اُنہیں مہلت نہ دی اور اُن پر ٹوٹ پڑے دونوں آدمیوں کو گردنیں دبا کر ہلاک کر دیا گیا.... پھر ان کی لاشیں گھسیٹ کر حویلی کے برآمدے میں ڈال دی گئیں۔ ابھی تک اور کوئی آواز نہیں ہو سکی تھی، سارا کام خاموشی سے ہوگیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد یہ لوگ گنپت راؤ کا کمرہ تلاش کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ گنپت راؤ ایک خوبصورت ہال نما کمرے میں اپنی پتنی کے ساتھ محو استراحت تھا۔ کھڑکی سے جھانکنے پر اندر کا خواب گوں ماحول نمایاں ہوگیا۔ اسی کھڑکی سے یہ لوگ اندر داخل ہوئے اور سب سے پہلے باہر نکلنے والا دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر گنپت راؤ کی آنکھ کھل گئی تھی۔

اس نے وحشت زدہ انداز میں ان لوگوں کو دیکھا اور پھر جلدی سے مسہری سے اٹھ کر قریب کی دیوار سے لٹکی ہوئی بندوق اتارنے کی کوشش کی لیکن ابراہیم اس کے سر پر پہنچ گیا۔ اس نے اپنی بندوق کا بٹ گنپت راؤ کی گردن پر مارا اور گنپت راؤ ایک کراہ کے ساتھ زمین پر ڈھیر ہوگیا۔

اس کی کراہ کی آواز پر اس کی پتنی بھی اُٹھ بیٹھی، اور اس کے حلق سے ایک دبی دبی چیخ نکلی، لیکن بابو لال نے بندوق کی نال اس کی گردن پر رکھ دی تھی۔ تب بھانو نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اگر تم دونوں میں سے کسی کے منہ سے آواز نکلی، تو وہ اس کی آخری آواز ہوگی۔"

"گنپت راؤ گنجے سر کا تنومند آدمی تھا جس کی مونچھیں ضرورت سے زیادہ بڑھی ہوئی تھیں اور چوڑے چہرے پر خوب جچتی تھیں۔ سو کر جاگا تھا اس لئے تھوڑا سا بدحواس تھا۔ لیکن اس نے ذرا سی دیر میں خود کو سنبھال لیا۔

بھانو اس کے سر پر کھڑا ہوا تھا۔ اور کڑی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ گنپت راؤ زمین سے اُٹھ گیا اور کرخت لہجے میں بولا "کون ہو تم لوگ؟" بھانو نے اپنا جوتا اُس کے منہ پر رکھا اور اُسے زمین پر دھکیل دیا۔ یہ بھانو کی قوت تھی کہ گنپت راؤ کے تنومند بدن نے ایک قلابازی کھائی اور اُلٹا ہو کر دوبارہ سیدھا ہوگیا۔

"بھانو چوہان تمہارے سامنے ہے گنپت راؤ۔؟" اس نے کہا اور سخت چوٹ لگنے کے باوجود گنپت راؤ اس نام کی اہمیت کو نظرانداز نہ کرسکا۔ اس کی آنکھوں میں خوف اُترا آیا۔

"ڈاکو بھانو؟" وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ہاں۔ ڈاکو بھانو۔" بھانو نے جواب دیا اور گنپت راؤ کی پتنی دانت بھینچ کر چیخنے لگیں پھر بے ہوش ہو گئیں۔ گنپت راؤ بے قرار نظر آنے لگا تھا۔

"تم تو دہلی میں تھے۔"

"تمہاری بڑی شہرت سنی تھی گنپت راؤ سوچا تم سے بھی ملاقات کرلی جائے۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"بہت سی باتیں۔ کتنا مال ہے تمہارے پاس؟" بھانو نے پوچھا اور گنپت راؤ خاموش ہوگیا۔ "جواب دو۔" بھانو اس کی پنڈلی پر ٹھوکر ماری اور گنپت راؤ کی کراہ نکل گئی۔

"بہت ہے۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"دان پن بھی کیا ہے کبھی؟"

"کرتا رہتا ہوں۔"

"کچھ اور بھی کرو گنپت راؤ۔ اس سے مال کی رکھشا ہوتی ہے۔ بولو کرو گے؟"

"شوکت بیگ۔ آگے آؤ۔ شوکت بیگ۔" بھانو بولا اور شوکت بیگ آگے بڑھ آیا۔ "جوتا اُتارو۔" بھانو بولا۔ ت راؤ کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئی تھیں۔ "میری بات مانو شوکت بیگ۔" بھانو غرایا اور شوکت بیگ نے پاؤں سے اُتار لیا۔ "دس مارے تھے نا اُس نے تمہارے؟ چلو بیس جوتے اس سسرے کی کھوپڑی پر لگا دو۔ جلدی کرو شوکت ۔ تم دیر بہت کر رہے ہو۔" بھانو کی آواز میں خوشگواری تھی۔ شوکت بیگ سنبھل گیا اور پھر اُس نے گن کر بیس تے گنپت راؤ کی کھوپڑی پر لگا دیئے۔

"گنپت راؤ کا سر گھوم گیا تھا۔ وہ چکرا کر اوندھا گر پڑا تھا۔ بھانو کی ایک ٹھوکر نے اُسے سیدھا کر دیا۔

"اُٹھ کر بیٹھ جاؤ اور یہ بتاؤ کہ زندہ رہنا چاہتے ہو یا نہیں۔" گنپت راؤ نے اُٹھنے کی کوشش لیکن نہ اُٹھ سکا اور ری طرف لڑھک گیا۔ "میرا نام بھانو ہے گنپت راؤ جو کچھ کہہ رہا ہوں غور سے سنو۔ تم نے شوکت بیگ پر ڈاکے کا ام لگایا ہے۔ کل چوپال جمع کر کے تم لوگوں کے سامنے اقرار کرو گے کہ وہ الزام جھوٹا تھا اور پھر تم اپنی جیب سے مسجد ؤ گے۔ پندرہ دن کے اندر اندر مسجد بن جانی چاہئے۔ اگر ٹھیک پندرہویں دن اس مسجد کے دروازے نہ کھلے تو سولہویں ت تم پر زندگی کے دروازے بند ہو جائیں گے۔"

"گنپت راؤ کینہ توز نگاہوں سے بھانو کو گھور رہا تھا پھر اس نے بھاری لہجے میں کہا۔ "تم چوہان ہو بھانو ہندو دھرم ے تعلق رکھتے ہو۔"

"ہاں مہاشے جی۔ پھر؟"

"اس مسلمان کے کہنے میں آکر تم دھرم کے خلاف کام کر رہے ہو، کرشن جی کے استھان پر مسلمان نماز پڑھیں گے۔"

"اول تو یہ سب جھوٹ ہے گنپت راؤ۔ دوسرے اگر سچ بھی ہوتا تو دھرم یہ کب کہتا ہے کہ طاقت سے دوسرے ام کو مٹا دو۔ ارے وہ خدا کا نام لیں گے کوئی خراب بات تو نہیں کریں گے اس میں کیا حرج ہے۔" بھانو نے کہا۔

"بات صرف میری نہیں ہے بھانو۔ دوسرے ہندو بھی مخالف ہیں۔ میں سب کی زبان کیسے بند کروں گا؟"

"تم اپنا کام سچائی اور ایمانداری سے کرو گنپت راؤ۔ جس جس کی زبان کھلے گی اسے میں بند کرلوں گا۔ اس کی چنتا نہ کرو۔ ہاں اگر ان میں کچھ تمہارے پیارے ہوں تو اُنہیں زبان کھولنے سے روک دینا کیونکہ جس نے مسجد بننے کی مخالفت کی وہ جیتا نہیں رہ سکے گا۔"

"تمہاری مرضی۔ بات بہت لمبی ہو جائے گی۔"

"چنتا مت کرو۔ اسے چھوٹا کرنے والے بھی تم ہی لوگ ہوگے۔ میں اسی وقت تمہیں کنگال کر دیتا۔ کوڑی کوڑی کے لئے محتاج کر دیتا.... لیکن دیکھ لو نیک کام ہونے سے پہلے ہی فائدہ پہنچ رہا ہے.... تمہاری اتنی بڑی دولت صرف اس لئے بچ رہی ہے کہ اس میں سے کچھ تم مسجد بنانے کے نیک کام پر لگاؤ گے۔" میں چل رہا ہوں گنپت راؤ لیکن اس

وشواس کے ساتھ کہ تم کوئی بھی ایسی حرکت نہیں کرو گے جو آگے چل کر تمہاری گردن کا پھندا بن جائے۔ جے رام جی کی۔" بھانو نے کہا اور اپنے آدمیوں کو اشارہ کر کے پلٹ پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے ٹھکانے پر جا رہے تھے۔ شوکت بیگ کے چہرے پر ممنونیت کے گہرے تاثرات تھے۔ وہ ان تمام باتوں کو اپنے اوپر احسان تصور کر رہا تھا۔

———— O ————

گنپت راؤ بے حد معزز انسان تھا۔ ہر دولت مند معزز ہوتا ہے۔ خواہ اندر سے کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ جب دولت اس کے پاس آجاتی ہے تو پھر وہ معمولی انسان نہیں رہتا اور بعض اوقات خود بھی اپنا ماضی بھول جاتا ہے۔ اس لئے شوکت بیگ کے دس جوتے لگوائے تھے۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اپنے مخالفوں کے ساتھ تو وہ یہ سلوک کرتا ہی رہتا تھا اور پھر اس بستی کے مسلمان تو سب کے سب غریب اور پسماندہ تھے۔ بھلا ان پسماندہ لوگوں کی بھی کوئی عزت ہوتی ہے۔

لیکن آج ایک مسلمان نے اُس کی کھوپڑی پر ایسے جوتے لگائے تھے کہ اسے اب بھی ایک ایک کے دو دو نظر آ رہے تھے، ان لوگوں کے جانے کے بعد بھی وہ دیر تک اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔ پھر دھرم پتنی جی ہی ہوش میں آئی تھیں اور انہوں نے کئی آوازوں میں ناتھ کو آوازیں دی تو گنپت راؤ جی بھی ہوش میں آ گئے۔

"کہاں گئے وہ۔ لوٹ لے گئے نا۔؟" انہوں نے ہانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ " گنپت راؤ نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ دل ہی دل میں وہ بھگوان کا شکر ادا کر رہے تھے کہ اُن کی پتنی اس سے بے ہوش پڑی تھیں جب اُن کے جوتے لگ رہے تھے۔ اب اگر یہ بات کسی کو نہ بتائی جائے تو حرج بھی کیا ہے۔ ہاں اگر دھرم پتنی جی یہ منظر دیکھ لیتیں تو کہیں نہ کہیں ضرور ذکر کر بیٹھتیں خواہ انہیں لاکھ منع کیا جاتا۔

"چلے گئے وہ لوگ؟" دیوی جی نے پھر پوچھا۔

"ارے ہاں ہاں چلے گئے۔ کیوں مغز کھائے جا رہی ہے۔" گنپت راؤ نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور اُٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"تم ابھی تک وہاں کیوں پڑے ہوئے ہو ناتھ؟" دیوی جی نے پھر پوچھا۔

"تو اپنی زبان بند کرے گی یا نہیں۔؟" گنپت راؤ نے ڈپٹ کر کہا اور دیوی جی خاموش ہو گئیں۔ گنپت راؤ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کا رواں رواں آگ میں جل رہا تھا۔ جو کچھ ہو چکا تھا وہ مرجانے کے مترادف تھا۔ لیکن موت آسانی سے قبول کرنے کی چیز نہیں ہوتی۔ بھانو موت سے کم نہیں تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ کیا ان ہاتھوں سے مسجد تعمیر کرائی جاسکے گی؟ لوگ اس سلسلے میں کیا کہیں گے؟ وہ کیا کہیں گے لوگوں سے۔

بہت دیر تک گہری سوچ میں ڈوبے رہے تھے۔ کوئی اہم فیصلہ کرنے میں مصروف تھے اور اس وقت ایک ہی ترکیب ذہن میں آئی تھی۔ مسلمانوں کی آبادی ہی چار ہزار کے قریب ہے اگر وہ اپنے ہاتھوں سے مسجد بنوا دیں تو یہ مسلمان کبھی اُن کا یہ احسان نہیں بھولیں گے۔ بھانو نے یہ بات تو نہیں کہی کہ مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں اس کا نام بھی لیا جائے کوئی ایسی بات کہی جائے جس سے سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ رہ گئی شوکت بیگ کی بات تو بھانو کو تو زندگی بھر یہاں بیٹھا رہے گا۔ جب بھی اُس کے گرفتار ہونے کی خبر مل جائے گی دھول پور میں ایک زبردست فساد کرا دیا جا

گا اور ان میں جوتوں کے بدلے ایک بھی مسلمان جیتا نہ چھوڑوں گا۔

انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ ایک طرف تو مسجد کی تعمیر جاری رکھیں گے دوسری طرف اس شوکت بیگ اور بھانو سے بھی نمٹ لیں گے۔ اس فیصلے سے انہیں کسی قدر اطمینان ہوا تھا!

انہوں نے بستر پر بیٹھی ہوئی دھرم پتنی کی طرف دیکھا اور کوشش کر کے ہنس پڑے۔ "داری تو کیوں بھاڑ سا منہ کھولے بیٹھی ہے؟"

"لوٹ لے گیا وہ ہمیں۔ کیا سب کچھ لوٹ لے گیا؟" دیوی جی کے ذہن میں ایک ہی سوال تھا۔

"مجال تھی اس سسرے کی۔ میرا نام گنپت راؤ ہے کوئی گھوسی نہیں ہوں۔ مار مار کر بھگا دیا سسرے کو۔ مگر نہیں تو بھول کر بھی کسی سے یہ بات مت کہنا کہ بھانو یہاں آیا تھا۔"

"کیوں۔ بے کیوں؟" دھرم پتنی جی بولیں۔

"اس لئے کہ اس کے بعد انگریز سرکار میرے پیچھے پڑ جائے گی کہ..... بھانو کی گرفتاری کے لئے میں بھی سرکار کی مدد کروں۔ اب میرے پاس اتنا وقت کہاں ہے کہ میں ان جھگڑوں میں پڑوں۔"

"ابھی اسے کیوں نہ گرفتار کر لیا ناتھ؟"

"ارے وہ چار تھے۔ تیرا تو دماغ خراب ہے۔ بس سو جا مجھے بھی سونے دے۔" گنپت راؤ جی نے ان سوالات سے عاجز آکر کہا اور خود بھی مسہری پر آکر لیٹ گئے۔ اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس وقت باہر نکل کر صورتحال کا جائزہ لے لیتے۔

لیکن دوسری صبح انہیں علم ہوا کہ بھانو اُن کی حویلی میں اپنے نشان چھوڑ گیا ہے۔ یہ نشان دو مردہ نوکر تھے۔ نوکروں کی موت کے بارے میں گنپت راؤ نے خاموشی اختیار کر لی اور اس بات سے لاعلمی کا اظہار کیا کہ نوکروں کی موت کس طرح واقع ہوئی۔ بات نوکروں کی تھی جن کی زندگی اور موت کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ اس لئے خاموشی سے ہی ان کا کریا کرم کر دیا گیا۔ البتہ دوپہر تک وہ اپنی ذہنی اُلجھن میں رہے کہ کام کا آغاز کس طرح کریں۔ ان کا سازشی ذہن اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ مسجد کی تعمیر کا اعلان بھی ہو جائے اور اُن کی اپنی شخصیت پر کوئی برا اثر نہ پڑے، لیکن دوپہر کے بعد پنڈت رام ناتھ نے اُن کی یہ مشکل حل کر دی۔ وہ چار آدمیوں کے ساتھ گنپت راؤ کے پاس پہنچے تھے۔ نوکر نے جب اُن کے آنے کی اطلاع دی تو گنپت راؤ نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ان سے کہہ دو، میں اس وقت کسی سے نہیں مل سکتا، میں اس وقت ذہنی اُلجھنوں کا شکار ہوں۔"..... لیکن رام ناتھ نے دوبارہ نوکروں کو اندر بھیجا اور کہا کہ بس تھوڑی دیر کے لئے ملاقات کر لیں، ایک بہت ہی ضروری کام ہے، گنپت راؤ نے جھنجلاہٹ کے عالم میں ہی رام ناتھ کو بلا لیا تھا، چار سرکردہ ہندو اُن کے ساتھ تھے۔

"سرکار ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے آپ کو پریشان کیا۔ پر بات ایسی ہی ہے، اگر آپ سے نہ کہیں تو کس سے کہیں۔ ہری داس کو کیا ہو گیا ہے؟" رام ناتھ نے کہا۔

"کیا ہو گیا ہے بھائی، کیا ہو گیا ہے، میرے اپنے معاملات بہت سارے ہیں، میں ہر وقت تو شہر والوں کا نیتا نہیں رہ سکتا کیا ہو گیا ہی اسے، مجھے بتاؤ۔" گنپت راؤ نے ناگواری سے کہا۔

"کہتا پھر رہا ہے کہ رات کو پھر اُس نے سپنا دیکھا ہے جس میں سری کرشن نے اُس سے کہا ہے کہ اُس کا پہلا سپنا جھوٹا، یہ وہ جگہ نہیں ہے جہاں انہوں نے استھان کیا تھا، یہاں مسجد بننے دی جائے۔" رام ناتھ نے غصیلے انداز میں کہا، اُس کے ساتھی بھی اُس کا ساتھ دے رہے تھے لیکن گنپت راؤ حیرت و مسرت سے اُچھل پڑا، گو اُس نے اپنی مسرت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ "یہ کہتا پھر رہا ہے ہری داس۔"

"ہاں مہاراج، پاگل ہو گیا ہے وہ، سارے بستی والے اس کے خلاف ہو گئے ہیں اس بات پر۔"

"ہوں۔" گنپت راؤ کا دماغ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کا مسئلہ خود بخود حل ہو گیا تھا، پھر انہوں نے گردن اُٹھا کر

کہا "اگر یہ بات ہے رام ناتھ جی تو ہمیں اس کی بات پر غور کرنا چاہئے سننا چاہئے۔"

"کیا مطلب ہے مہاراج؟" کیا ہم مسلمانوں کو مسجد بنانے کی اجازت دے دیں؟"

"دیکھو رام ناتھ جی دھول پور میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً چار ہزار کے قریب ہے ہم اب تک امن چین سے رہتے آئے ہیں، یہ غریب مسلمان کبھی ہمارے خلاف سر اُٹھانے کے قابل نہیں ہوئے، لیکن اگر ہم اُنہیں عبادت کرنے سے روک دیں تو پھر اُن کے دل میں ہمارے خلاف انتقام کا جذبہ جڑ پکڑتا جائے گا اور یہ انتقام کا جذبہ کسی بھی وقت کسی خطرناک صورت میں نمایاں ہو سکتا ہے۔ ہم اس بستی کے امن و چین کو غارت کرنا نہیں چاہتے۔ بے وقوف ہری داس نے ہی پہلے یہ سپنا دیکھا تھا کہ سری کرشن جی نے اُسے اس جگہ مسجد بنانے سے منع کیا تھا اور اب اسی نے یہ دوسرا سپنا دیکھا ہے اور بازاروں میں کہتا پھر رہا ہے۔ ہمیں ہری داس کی باتوں پر توجہ نہیں دینی چاہئے بلکہ یہ سوچنا چاہئے کہ اگر اس سے ہمارا دھرم متاثر نہیں ہوتا تو ہم مسلمانوں کو اپنا دشمن کیوں بنائیں؟"

"تو۔ تو کیا۔ تو کیا دھول پور میں اب مسجد بھی بنے گی؟" رام ناتھ نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں بنے گی ضرور بنے گی، کیسی باتیں کرتے ہیں آپ رام ناتھ جی۔ میں ذرا سے تعصب کی بنیاد پر ہندو مسلم فساد کھڑا نہیں کرنا چاہتا۔" گنپت راؤ نے سخت لہجے میں کہا، یہ تو اس کی آسمان سے مدد ہوئی تھی، وہ جس پریشانی کا شکار تھا اس کا حل خود بخود اپنے پیروں سے چل کر اس کے دروازے پر پہنچ چکا تھا۔ رام ناتھ تعجب سے گردن ہلانے لگا۔

"اگر آپ کی بھی یہی آگیا ہے مہاراج تو دوسری بات ہے، ورنہ میں تو سوچ رہا تھا کہ ہری داس کو پاگل خانے بھجوا دیا جائے۔"

"بالکل نہیں، قطعی نہیں۔ حقیقتوں کو تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے، آپ نے مجھے یہ انوکھی بات سنائی ہے۔ میں اس میں دلچسپی لیئے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ چلیے رام ناتھ جی میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ کہاں ہے ہری داس؟"

"گنپت راؤ جی فوراً تیار ہو گئے۔ دھوتی باندھی، کرتا پہنا، ٹوپی لگائی اور نیتا بن کر چل پڑے۔ اس سے اچھا سنہری موقع تو اُن کے ہاتھ اور کوئی نہیں آ سکتا تھا۔ اُنہوں نے باہر نکل کر بڑی چوپال میں ہری داس کو طلب کر لیا، اُس کے ساتھ ہی اُنہوں نے حکم دیا تھا کہ تمام سرکردہ ہندوؤں کو بلا لیا جائے۔

"گنپت راؤ جی دھول پور میں ایک خاص حیثیت رکھتے تھے، اس لئے ان کی بات پر لوگوں کو توجہ دینا ہی پڑتی تھی، تھوڑی دیر کے بعد اُن کے طلب کردہ افراد اُن کے پاس پہنچ گئے۔ گنپت راؤ نے اس دوران کچھ مسلمانوں کو بھی بلا لیا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں بہت پُرجوش تھے اور ہندوؤں کی اس حرکت کے بعد اب اپنے دل میں اُن کے لئے سخت نفرت پا رہے تھے۔ گنپت راؤ نے سب کو جمع کر کے ہری داس سے کہا۔

"ہاں ہری داس جی آپ نے پہلے سپنا دیکھا تھا کہ جس جگہ مسجد تعمیر کی جا رہی ہے وہاں پہلے سری کرشن کا استھان ہوا کرتا تھا ہم نے صرف اس بنیاد پر مسلمانوں کو یہ مسجد تعمیر کرنے سے منع کیا تھا، اور منع کرنے کے ساتھ ساتھ یہ افسوسناک قدم بھی اُٹھایا تھا کہ مسجد کی دیواریں ہم نے ڈھا دی تھیں۔ اب آپ کہتے ہیں کہ آپ نے دوسرا سپنا دیکھا یعنی سپنے میں سری کرشن نے آپ سے کہا ہے کہ یہ جگہ ان کے استھان کی جگہ نہیں تھی، اس کا مقصد یہی ہے کہ سری کرشن چاہتے ہیں کہ.... کسی دھرم پر کوئی پابندی نہ لگائی جائے۔ ہم انسان ہیں، بھائیو! مسلمان بہرحال دھول پور میں اپنا ایک الگ مقام رکھتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ اُنہیں عبادت کرنے سے روکا جائے.... یہ بات بہرحال مذہب کے بھی خلاف ہے اور انسانیت کے خلاف بھی ہے۔ اگر مسجد کی تعمیر ہمارے دھرم سے نہیں ٹکراتی تو ہمیں اس کو روکنے کا کوئی حق نہیں ہے؟ مسلمان بھی ہمارے بھائی ہیں اور ہمارے درمیان صدیوں سے رہتے چلے آئے ہیں، چنانچہ ہری داس کے سپنے کی روشنی میں اعلان کرتا ہوں کہ مسجد کی تعمیر کے سارے اخراجات میرے ذمے ہوں گے، آج شام ہی اسے دوبارہ تعمیر کرنا شروع کر دیا جائے، اور جتنی جلد ممکن ہو سکے مزدور لگا کر اس کی تعمیر شروع کر دینی چاہئے۔" ہندوؤں کے منہ اس بات پر بگڑ گئے تھے

مسلمان حیرت و مسرت سے اُچھل پڑے تھے کہ یہ کایا پلٹ کیسے ہو گئی آخر یہ سب کیسے ہو گیا، وہ سوچ رہے تھے، بہر حال اس بات کا ان پر اثر ضرور ہوا تھا، تب چند مسلمان آگے بڑھے اُنہوں نے گنپت راؤ.... کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔

"مہاراج ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ آپ نے ہمارے جذبات کی قدر کرتے ہوئے ہمیں مسجد بنانے کی اجازت دے دی لیکن مہاراج ہم غریب ضرور ہیں لیکن اپنی محنت اور اپنے خون پسینے کی کمائی سے اپنی عبادت گاہ تعمیر کرنے کے خواہشمند ہیں، آپ کی یہ لڑائی ہم کبھی نہیں بھولیں گیں لیکن مسجد کی تعمیر کے لئے ہم آپ کو ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرنے دیں گے، آپ یہی سمجھیں کہ آپ نے جو کچھ کیا ہے اس کا ثواب آپ کو ضرور ملے گا۔ بس ہمیں مسجد کی تعمیر کی اجازت مل جائے۔ ہماری لئے یہی کافی ہے۔"

"سوچ لو بھائیو! جیسی تمہاری مرضی، اگر میرے پیسے سے تمہارے دھرم میں کوئی بات پیدا ہوتی ہے تو میں تمہیں اس کے لئے مجبور نہیں کروں گا۔"

"گنپت راؤ مہاراج، بس آپ کا اتنا ہی احسان کافی ہے ہم شام سے مسجد کی تعمیر شروع کر دیتے ہیں۔"

"تمہاری مرضی۔" گنپت راؤ نے کہا اور پھر لوگوں کو دیکھ کر بولے۔

"کسی کو کوئی اعتراض ہے؟"

"مجھے اعتراض ہے گنپت راؤ۔" "تم دھول پور کے بڑے آدمی ضرور ہو لیکن سارے ہندوؤں کی نمائندگی نہیں کر سکتے۔" ایک سرپھرے شخص نے کہا اور گنپت راؤ اُسے دیکھنے لگا، پھر بولا۔

"تو راجن داس جی تم نہیں چاہتے کہ مسجد تعمیر ہو؟"

"ہاں مجھے اعتراض ہے۔"

"حکومت سے ٹکر لینا چاہتے ہو تم؟ حکومت نے اس کی اجازت دی ہے۔ اگر مسلمان چاہیں تو حکومت سے شکایت کر سکتے ہیں اس کے بعد سرکار اپنی نگرانی میں اس کی تعمیر کرائے گی۔"

"آپ سرکار کو ہمارے دل کی بات بتا سکتے ہیں۔ آپ کے انگریزوں سے تعلقات ہیں۔"

"نا بھائی نا۔ اگر یہ بڑا کام تم کرنا چاہتے ہو تو ضرور کرو۔ میں اس سلسلے میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔" گنپت راؤ نے کہا اور راجن منہ بنا کر خاموش ہو گیا۔ گنپت راؤ سے جھگڑا مول لینا آسان بات نہیں تھی۔

"گنپت راؤ واپس چل پڑے۔ چلنے سے پہلے اُنہوں نے ہری داس سے کہا۔ "تمہیں فرصت ملے ہری داس تو رات کو میرے پاس آنا۔ کچھ ضروری کام ہے تم سے۔"

"جو آگیا مہاراج۔" ہری داس نے کہا۔ اُسے خوشی تھی کہ گنپت راؤ نے اس بات کی تائید کر دی تھی ورنہ بے شمار مخالفوں کے درمیان اس کا زندہ رہنا بھی مشکل ہوتا۔

"رات کو وہ گنپت راؤ کی حویلی پہنچ گیا۔ اطلاع ملنے پر گنپت راؤ نے فوراً اُسے بلا لیا تھا۔ وہ اس وقت تنہا تھے اور جب ہری داس اُن کے سامنے پہنچا تو اُن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آؤ ہری داس جی بیٹھو۔ کیسے حال ہیں؟"

"ٹھیک نہیں ہو دوست۔ تمہارا چہرہ پیلا پڑا ہوا ہے اور یہ راتوں رات تمہارے سپنے کیسے بدل گئے؟"

"سپنے، سپنے ہوتے ہیں مہاراج۔ منش کے بس کی بات تو نہیں ہے۔ بند آنکھوں میں جو بھی سپنا آ جائے۔"

"بعض سپنے کھلی آنکھوں سے بھی دیکھے جاتے ہیں.... ہری داس جی۔" گنپت راؤ نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"م۔ میں نہیں سمجھا مہاراج؟" آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔" ہری داس اور پریشان ہو گیا تھا۔

"مجھ سے کیوں ڈر رہے ہو بے وقوف، میں بھانو نہیں ہوں۔ مجھے بتاؤ کیا بھانو ڈاکو تمہارے پاس آیا تھا۔" گنپت

راؤ نے براہ راست حملہ کر دیا اور ہری داس آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ چند ساعت کے لئے اس کی آواز ہی بند ہو گئی تھی۔ ا
وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"آپ کو۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا مہاراج؟"

"صرف میں تھا ہری داس جس نے تمہاری بات کی تصدیق کی تھی جو سپنا تم نے دیکھا' بد قسمتی سے وہی میں
بھی دیکھ لیا۔"

"کیا بھانو آپ کے پاس بھی آیا تھا؟"

"ہاں۔" گنپت راؤ غرائے۔

"اوہ۔ اسی لئے آپ نے؟"

"ہاں ہری داس۔ وہ بدمعاش ڈاکو دھرم ورم کچھ نہیں جانتا اور حرام زادہ شوکت کسی طرح اس سے جا ملا ہے۔"

"آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے۔ بھانو کے ساتھ شوکت بیگ بھی تھا مگر مہاراج ہماری زندگی اور عزت خطرے
ہے۔ میں مسجد کی تعمیر کا سخت مخالف ہوں مگر حکومت بھانو کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ وہ تو میری دونو
بیٹیوں کو ہی لے جا رہا تھا۔ ہمارا تو گھر ہی تباہ ہو جاتا مہاراج۔"

"میں جانتا ہوں مگر ہری داس جی اس کا کوئی اپائے ہونا چاہئے۔"

"کیا اپائے ہو مہاراج؟"

"میرے من میں ایک بات ہے۔"

"وہ کیا؟"

"راجن داس نے اس مسجد کی مخالفت کی ہے وہ جذباتی آدمی اس کام کے لئے بہت مناسب رہے گا۔"

"میں نہیں سمجھا مہاراج؟"

"شوکت بیگ کی یہ مجال نہیں ہری داس جی کہ وہ اپنے طور پر مسجد تعمیر کر لے۔ یہ سب بھانو کے بل پر ہو رہا
اور بھانو اس وقت دھول پور میں ہے اور اس وقت تک رہے گا جب تک مسجد تیار نہ ہو جائے۔ کیا حکومت کو بھانو کی یہا
موجودگی کی اطلاع نہیں دی جا سکتی۔ اگر پولیس چالاکی سے یہاں آ کر بھانو کو تلاش کر لے تو پھر کس کی مجال ہے کہ یہاں م
بنا سکے۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ میں بے وقوف ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ مسجد بنے۔ ہرگز نہیں ہری داس ہرگز نہیں مگر یوں سمجھ
کہ میری مجبوری بھی تم سے مختلف نہیں ہے۔"

"دوسرے دن راجن داس، ہری داس کے ساتھ گنپت راؤ کی حویلی پہنچ گیا۔ اس کے سر میں پٹی بندھی ہوئی تھی اور چہرے پر دوسرے نشانات بھی نظر آ رہے تھے۔ ایک ہاتھ گردن میں پڑا ہوا تھا۔

"ارے کیا ہوا راجن داس۔ یہ چوٹیں کیسے لگ گئیں؟"

"وہ رات کو دارو زیادہ پی لی تھی ٹھاکر صاحب۔ بہت زیادہ پی لی تھی اور پھر کوٹھے سے نیچے گر پڑا۔" راجن داس نے بتایا۔

"اوہ۔ اچھا اچھا۔ زیادہ چوٹیں تو نہیں آئیں۔"

"ہاں بس تھوڑی بہت ہیں۔" راجن داس بولا۔

"میں نے تمہیں ایک خاص کام سے بلایا تھا راجن داس۔"

"حاضر ہوں ٹھاکر۔"

"کل کی سبھا میں تم نے مسجد.... کی مخالفت کی تھی۔"

"نشے میں تھا ٹھاکر صاحب۔ ورنہ میری مجال کہ آپ کی آواز سے اپنی آواز اُونچی کروں۔" راجن داس بولا اور پت راؤ چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے معنی خیز نگاہوں سے ہری داس کو دیکھا۔

"کیا مطلب۔ تم اس وقت نشے میں تھے؟"

"ہاں ٹھاکر صاحب معاف کردیں۔"

"ارے نہیں راجن داس۔ مجھے تو تمہاری دھرم بھگتی سے خوشی ہوئی تھی۔ کم از کم تمہارے من میں دھرم سے ہم تو ہے۔" گنپت راؤ اب گہری نگاہوں سے اس کی چوٹوں کو دیکھ رہا تھا۔

"نہیں ٹھاکر صاحب۔ آپ نے ٹھیک کہا تھا۔ مسلمانوں کا بھی تو دھرم ہے اگر وہ مسجد بنالیں تو ہندوؤں کو اعتراض ہیں ہونا چاہئے۔"

"میں چاہتا ہوں راجن داس کہ تم مسجد بننے کی مخالفت جاری رکھو۔" گنپت راؤ نے کہا اور راجن داس کا چہرہ زف سے زرد ہوگیا۔

"مگر آپ نے۔ آپ نے تو ٹھاکر صاحب۔"

"ہاں۔ لیکن تم اب مسجد کی مخالفت جاری رکھو گے۔ یہ میرا حکم ہے۔"

"معافی چاہتا ہوں ٹھاکر جی۔ میں، میں بال بچوں والا آدمی ہوں۔ دوسرے بہت سے کام بھی ہیں مجھے۔"

"ہوں۔ اس تبدیلی کی کوئی خاص وجہ ہے راجن۔"

"وجہ۔ وجہ تو کچھ بھی نہیں ہے ٹھاکر جی۔" راجن گھبرا کر بولا اور گنپت راؤ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں نے اسی لئے تمہیں بلایا تھا راجن کہ اگر ابھی تک تمہارے دماغ میں مخالفت ہے تو تمہیں ٹھیک کردوں سمجھے تم؟"

"جی؟" راجن حیرت سے بولا۔

"تمہارے دل کی بات اُگلوانا چاہتا تھا۔ مسجد بنے گی اوش بنے گی۔ ہر قسم کی مخالفت کچل دی جائے گی۔ اچھا ہے تم ود بخود ٹھیک ہوگئے۔ جاؤ اور مسجد کی مخالفت میں تم ایک لفظ بھی نہ کہنا۔"

"راجن داس چلا گیا۔ لیکن ہری داس حیرت سے منہ پھاڑے بیٹھا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سخت تعجب کے آثار تے۔ راجن کے جانے کے بعد گنپت راؤ نے گہری سانس لی اور مایوسی سے بولے۔

"یہ سرا بھی ٹھنڈا ہوگیا۔"

"میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی ہری داس۔" گنپت راؤ بولا۔

"ہاں مہاراج۔ آپ کی بات میں نہیں سمجھ سکا۔"

"حالانکہ بڑی سیدھی سی بات ہے ہری داس جی۔ کل تک میں اور آپ بھی مسجد بننے کے خلاف تھے لیکن ٹھیک ہو گئے؟ اور پھر راجن داس کی چوٹیں دیکھ کر ہی بات کھل جاتی ہے کہ بھانو نے راجن داس کی بھی مزاج پرسی کی ہے کیونکہ راجن داس نے سرعام مخالفت کی تھی۔ بھانو اس کے پاس پہنچ گیا.... اب ہری داس جی اگر میں راجن داس پر بھی دل کی بات ظاہر کردیتا تو خواہ مخواہ اپنی گردن پھنسانے والی بات ہو جاتی۔ اس لئے میں نے بات برابر کردی۔"

"اوہ۔ یہ بات ہے مہاراج۔ پھر تو آپ نے بہت اچھا کیا۔ مگر اب کیا ہو؟" ہری داس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"کوئی دوسرا آدمی تلاش کرنا پڑے گا۔ کوئی ایسا آدمی جو بھانو کی نگاہوں میں نہ ہو۔" گنپت راؤ نے کہا اور بری داس پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

○

"**سارے** کام بخوبی ہو رہے تھے۔ مسجد کی تعمیر شروع ہو چکی تھی اور بہت سے مزدور اور مستری دن رات اس کی تکمیل میں معروف تھے۔ مسلمانوں نے اپنا ساز و سامان بیچ کر مسجد کی تکمیل کا فیصلہ کیا تھا اور اس پر عمل کر رہے تھے۔ اُنہیں حیرت تھی کہ اچانک کیسے کایا پلٹ گئی۔ گنپت راؤ تو ہمیشہ سے مسلمانوں اور اُن کے مذہب کے خلاف رہا تھا۔ یہ اُسے ایک دم کیا ہو گیا۔ بہرحال وہ بے چارے اس کے احسان مند ہو گئے تھے لیکن شوکت بیگ مطمئن نہیں تھا۔

"ان لوگوں کا قیام ابھی تک ریل کے اُنہی ڈبوں میں تھا۔ کوئی دوسری بہتر جگہ دریافت نہیں ہو سکی تھی۔ بھانو کو خود بھی یہ جگہ پسند تھی کیونکہ یہاں گھر جانے کے امکانات نہیں تھے اور کسی بھی نازک موقع پر یہاں سے نکلا جا سکتا تھا۔ کھانے پینے کی چیزیں وافر مقدار میں یہاں جمع کر لی تھیں۔ بابولال کو باہر کے حالات معلوم کرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا۔

"اور یہ اطلاع بابولال نے ہی دی تھی۔ "پولیس کی تین گاڑیاں دھول پور پہنچی ہیں۔ ان میں وہ لاشیں لائی گئی ہیں جو جنگل میں سڑ رہی تھیں۔ لاشوں کے آنے سے بہت ہنگامہ ہو گیا ہے۔ تھانے میں لاتعداد لوگوں کو بلوایا گیا ہے اور شوکت بیگ کے سسرال والوں کو بھی بلوالیا ہے۔"

"اوہ، کیا میرے بیوی بچوں کو بھی؟" شوکت بیگ نے پریشانی سے پوچھا۔

"نہیں۔ میرے خیال میں وہ نہیں ہیں۔"

"اب میں کیا کروں بھانو مہاراج؟" شوکت بیگ نے پریشانی سے پوچھا۔"

"یہ بات معلوم ہونی چاہئے بابولال کہ پولیس خود آئی ہے یا بلوائی گئی ہے۔" بھانو نے ہاتھ ملتے ہوئے پوچھا۔

"اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے بھانو۔ پولیس خود بھی آسکتی ہے۔ وہ سپاہی جب شوکت بیگ کو لے کر مطلوبہ جگہ نہ پہنچے ہوں گے تو ان کے بارے میں تشویش ہوئی ہوگی اور ممکن ہے پولیس اُن کی تلاش میں چل پڑی ہو اور جب اسے ان کی لاشیں ملی ہوں گی تو ظاہر ہے وہ تحقیقات کے لئے آئے ہوں گے۔" ابراہیم نے کہا۔

"ہوں۔ بات تو ٹھیک ہے۔ مگر اب کیا ہو ابراہیم؟"

"شوکت بیگ کو اس کے گھر بھیج دیا جائے۔ بیوی بچوں کو پولیس کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا اگر گرفتار ہوتا ہے تو اسے ہو جانے دو۔ سنو شوکت بیگ تم نہایت اطمینان سے پوری تفصیل بتا سکتے ہو کہ کس طرح پولیس تمہیں لے جا رہی تھی تو بھانو نے درمیان میں مداخلت کی اور پھر اُس نے گولیاں چلا کر پولیس والوں کو ہلاک کر دیا۔ تم اُن سے کہنا کہ تم بھانو کی قید میں تھے اور اب وہاں سے نکل پائے ہو۔ اس طرح تمہاری پوزیشن کسی حد تک صاف ہو جائے گی۔ اس کے باوجود اگر گنپت راؤ تمہارے خلاف کوئی قدم اُٹھائے گا تو ہم تم سے دور نہ ہوں گے۔"

"نہیں ابراہیم بھائی۔ میں یہ نہ کر سکوں گا۔" شوکت بیگ نے کہا۔

"اوہ نہیں یہ تمہارے لئے نہیں ہے۔ شوکت بیگ۔ صرف تمہاری بیوی بچوں کی وجہ سے یہ سب کچھ کیا جا رہا

[...]ے درمیان میں مداخلت کی۔ "اس وقت ان لوگوں کو اکیلا نہیں رہنا چاہئے۔"
[...]نہوں نے سمجھا بجھا کر شوکت بیگ کو وہاں سے روانہ کر دیا۔ شوکت بیگ خود ہی پولیس اسٹیشن پہنچا تھا۔ پولیس [...] ہلچل مچ گئی۔ اسے فوراً گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اس طرح فوری طور پر اس کے اہل خاندان کو رہائی مل گئی تھی۔ [...] نے ابھی شوکت بیگ سے کوئی باز پرس نہیں کی۔ بارہ پولیس والے قتل ہوئے تھے کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ [پو]لیس بڑی تندہی سے اس واقعے کی تفتیش کر رہی تھی۔

○

گنپت راؤ کی کیفیت عجیب تھی۔ ایک طرف تو اس کا دل خوف سے دھڑک رہا تھا کہ بھانو کو ان کی سازش [...]ت سے پہلے نہ ہو جائے۔ دوسری طرف اس کے ذہن میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ وہ انتہائی متعصب انسان [...]ی قیمت پر مسجد نہیں بننے دینا چاہتا تھا۔

پولیس کو ان حالات کی اطلاع کرانے کے لئے بالآخر اس نے ایک آدمی کا انتخاب کر ہی لیا تھا اور اس شخص کو ریل [رو]انہ کر دیا تھا لیکن پولیس اتنی جلدی آجائے گی اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ پھر اسے باقی صورتحال معلوم [...]ر پتہ چل گیا کہ پولیس اس کے بلانے پر نہیں آئی ہے بلکہ دوسری ہی بات ہے۔

کوئی اور وقت ہوتا تو وہ دھول پور کے سب سے بڑے آدمی کی حیثیت سے پولیس اسٹیشن پہنچ جاتا لیکن ان حالات [...]ں نے وہاں جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ہاں اس کے آدمی اسے لمحے لمحے کی اطلاعات فراہم کر رہے تھے۔ آخری [...]ا یہ تھی کہ شوکت بیگ نے خود کو پولیس کے حوالے کر دیا ہے اور اس کے بعد پولیس کا ایک بڑا آفسر چند سپاہیوں کے [...]اُس کے پاس پہنچ گیا۔

گنپت راؤ اُنہیں اپنی کوٹھی کے سب سے آخری حصے میں لے گیا تھا۔ "میں بے چینی سے آپ کی آمد کا انتظار کر [...]ا۔ سب سے پہلے یہ بتائیں کہ آپ کے ساتھ پولیس کے کتنے جوان ہیں؟" اُنہوں نے پوچھا۔

"تقریباً تیس۔"

"آدھے سپاہی میری کوٹھی کے گرد پھیلا دیں۔ میری زندگی سخت خطرے میں ہے۔"

"کیا مسلمانوں کی وجہ سے؟"

"نہیں۔ میں آپ کو ایک بہت خطرناک اطلاع دینے والا ہوں جو ابھی تک آپ کے کانوں میں نہیں پہنچی ہوگی۔"

"اوہ۔ آپ کے لئے پولیس کا انتظام کر دیا جائے گا۔ لیکن ایسی کیا اطلاع ہے؟"

"اپنی حفاظت کے.... بغیر میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں۔ میں نے ساری اطلاعات کے ساتھ ایک آدمی کو دہلی [...]کا ہے۔ جب تک دہلی سے میرے لئے مدد نہ آجائے آپ کو یہاں میری حفاظت کے لئے رکنا ہوگا۔"

"آپ کی حفاظت ہمارا فرض ہے۔ "اگر ضرورت محسوس ہوئی تو پولیس اس وقت تک یہاں سے نہیں جائے گی [ج]ب تک آپ کے لئے معقول بندوبست نہ ہو جائے۔"

"آپ مجھے یقین دلاتے ہیں؟"

"ہاں۔ پورا یقین۔"

"تو پھر سنیں۔ بھانو چوہان یہاں موجود ہے۔" گنپت راؤ نے کہا اور پولیس افسر اُچھل پڑا۔ اطلاع واقع سنسنی خیز تھی۔

"کہاں ہے وہ۔ آپ کو کیسے معلوم؟" اس نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"یہ سارا کھیل اسی کا ہے ورنہ شوکت بیگ کی کیا مجال تھی کہ وہ پولیس کے ایک بھی سپاہی کو ہلاک کر سکتا۔" گنپت راؤ نے یہ بات حقارت سے کہی تھی لیکن یہ قدرت کی طرف سے شوت بیگ کی امداد تھی۔ اس طرح شوکت بیگ کے سر سے بارہ پولیس والوں کے قتل کا الزام ہٹ گیا تھا۔ گنپت راؤ نے پولیس افسران کو پوری کہانی سنادی اور پولیس افسران سخت متجسس نظر آنے لگے۔

"دھول پور میں بھانو کا ٹھکانہ کہاں ہو سکتا ہے؟"

"یہ بات شوکت بیگ بتا سکے گا۔" گنپت راؤ نے کہا۔

"اس کے بعد دیر تک پولیس افسران اور گنپت راؤ میں خفیہ گفتگو ہوتی رہی اور.... پھر پولیس وہاں سے رخصت ہوگئی اور اس کے تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد پولیس کے دس جوان گنپت راؤ کی حویلی کے گرد پھیل گئے۔

"گنپت راؤ نے شوکت بیگ کی کافی مشکل حل کر دی تھی ورنہ پولیس اس کے بیان پر کہاں یقین کرتی وہ اسی خیال کے تحت پولیس کے سامنے پہنچا تھا۔ بڑے بڑے افسران اُس کا بیان لینے کے لئے موجود تھے۔

"تمہارا نام شوکت بیگ ولد رفاقت بیگ ہے۔"

"جی سرکار۔"

"گنپت راؤ کے ہاں ڈکیتی میں تم شریک تھے؟"

"ہرگز نہیں سرکار۔ یہ صرف مسلمانوں کو مسجد بنانے سے روکنے کی ایک کوشش تھی۔ میں دہلی جا کر حکومت کو اس بات سے آگاہ کرنا چاہتا تھا کہ مقامی ہندو فساد پیدا کر رہے ہیں صرف اس وجہ سے گنپت راؤ نے میرے خلاف یہ کیس بنایا تھا؟" اس کے بعد پولیس نے تمہیں گرفتار کر لیا تھا۔ پولیس افسر نے اُسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں دھول پور سے چار کوس دور پولیس پر گولیاں چلائی گئیں اور پھر باقاعدہ مقابلے کے بعد تمام پولیس والوں کو ہلاک کر دیا گیا۔" شوکت بیگ نے جواب دیا۔

"وہ کون لوگ تھے؟"

"ڈاکو بھانو اور اُس کے ساتھی۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ بھانو ہے؟"

"اس کے ساتھیوں نے پولیس کی ہلاکت کے بعد بھانو مہاراج نے نعرے لگائے تھے۔"

"پھر اس کے بعد کیا ہوا؟"

"بھانو نے مجھ سے میری گرفتاری کے بارے میں پوچھا تو میں نے اُسے ساری تفصیل بتا دی اور وہ مجھے لے کر یہاں

"شوکت بیگ نے اس کے بعد کی ساری تفصیل اُنہیں بتا دی۔ بھانو کے ٹھکانے کے بارے میں اُس نے البتہ غلط بیانی کی اور بتایا کہ وہ اسٹیشن کے عقب میں باغ میں چھپا ہوا ہے۔

اس کے اس بیان سے پولیس افسران کے اضطراب میں اضافہ ہو گیا اور سوال کرنے والے افسر نے پوچھا۔ "بھانو ساتھ کتنے لوگ ہیں؟"

"وہ صرف تین آدمی ہیں۔"

"کیا نام ہیں ان کے؟"

"بھانو۔ بابولال اور ابراہیم۔"

"کیا وہ مسلح ہیں؟"

"ہاں سب کے پاس بندوقیں.... ہیں اور کافی تعداد میں کارتوس بھی ہیں۔"

شوکت بیگ سے سوالات کا سلسلہ اس کے بعد رک گیا اور پولیس افسران اُٹھ گئے جس قدر پولیس مہیا ہو سکتی تھی ے لے کر افسران اسٹیشن کے عقبی باغ اور اُس کے اطراف میں پھیل گئے۔ بھانو کو وارننگ دی گئی اور چاروں اطراف دھادھند فائرنگ کی گئی جس کی وجہ سے پورے دھول پور میں سنسنی پھیل گئی۔ لوگ ایک دوسرے سے پولیس کی اس روائی کی وجہ معلوم کرتے پھر رہے تھے۔ پھر کہیں سے بھانو کا نام اُبھر آیا اور دھول پور میں کاروبار بند ہو گئے۔ افواہیں ش کرنے لگیں۔

لیکن پولیس اپنی تین گھنٹے کی زبردست مہم میں کوئی کامیابی حاصل کرنے میں ناکام رہی تھی۔ اسٹیشن کے اطراف ہی نہیں دوسری جگہوں پر بھی پولیس نے دھاوے کیے تھے لیکن بھانو اور اُس کے ساتھی انتہائی حفاظت سے ریل کے بوں میں چھپے ہوئے تھے۔ اس ناکامی سے پولیس کو بہت مایوسی ہوئی تھی۔ ایک میٹنگ ہوئی جس میں ان حالات پر تبصرے ہونے لگے۔ چند افسروں کا خیال تھا کہ شوکت بیگ نے ان لوگوں کی صحیح نشاندہی نہیں کی اور پولیس کو دھوکا دیا ہے۔ لیکن دوسرے چند پولیس افسران کا خیال اس سے مختلف تھا۔ اُنہوں نے دلیل پیش کی تھی کہ شوکت بیگ چونکہ دھول پور کا ایک عام آدمی ہے۔ بھانو جیسے خطرناک آدمی سے اس کا کوئی گہرا تعلق نہیں ہو سکتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ بھانو نے اس کے مشن کی تکمیل میں اس کی مدد کی لیکن اس نے شوکت بیگ کو اپنے ٹھکانے سے بھی باخبر رکھا ہو گا۔ یہ مشکل تھا۔ بہرحال اس پولیس افسر نے جو گنپت راؤ سے ملا تھا۔ بالآخر گنپت راؤ کی تجویز پیش کی۔

"شری گنپت راؤ کا خیال ہے کہ شوکت بیگ کے بیوی بچوں کو پولیس اپنی تحویل میں لے لے اور اس کے بعد شوکت بیگ کو رہا کر کے اس کی نگرانی کی جائے، اس طرح پولیس بھانو تک پہنچ سکتی ہے۔"

تمام افسروں نے اس تجویز کو پسند کیا تھا۔ "یہ عمدہ بات ہے اس طرح اس بات کی تصدیق ہو جائے گی کہ شوکت بیگ کا تعلق بھانو سے ہے یا نہیں۔" اور اس پر مکمل اتفاق ہو گیا اور پولیس کے چند افراد رات کی تاریکی میں شوکت بیگ کی سسرال پہنچ گئے۔ وہاں سے اُنہوں نے شوکت بیگ کے بیوی بچوں کو اُٹھا لیا اور کسی احتجاج کو قبول نہ کیا۔ اس سلسلے میں بنواری لال کے مکان کے ایک حصے کو پولیس نے حاصل کر لیا تھا جہاں ان لوگوں کو قید کر دیا گیا۔ بنواری لال کو یہ ہدایت گنپت راؤ نے دی تھی۔

آدھی رات کے قریب جبکہ شوکت بیگ تھانے میں ایک بینچ پر سو رہا تھا اُسے جگایا گیا اور کہا کہ پولیس کو اس بات کا ثبوت مل گیا ہے کہ ڈکیتی کا الزام جھوٹا ہے اور پولیس والے تمہاری گولیوں سے نہیں ہلاک ہوئے۔ اس لئے اب ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔"

شوکت بیگ بہت خوش ہوگیا تھا۔ آدھی رات کو وہ اپنے گھر پہنچا اور وہاں سے لباس وغیرہ تبدیل کرنے کے بعد اپنی سسرال پہنچا تاکہ بیوی بچوں کو یہ خوشخبری سنادے لیکن یہاں ایک بھیانک خبر موجود تھی جس نے اُسے لرزا کر رکھ دیا۔

"نہیں نہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ یہ کسی اور کی شرارت ہوسکتی ہے۔" اُس نے ہیجانی انداز میں کہا۔

"پولیس خود ان لوگوں کو لے گئی ہے شوکت۔ تم پڑوسیوں سے پوچھ لو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تک پڑوسی یہاں جمع تھے۔"

"یہ ناممکن ہے۔ میں پولیس اسٹیشن جارہا ہوں۔ آپ بھی میرے ساتھ آئیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟" شوکت بیگ نے اپنے سسر دو سالوں اور بستی کے ایک معتبر مسلمان کو ساتھ لیا اور پولیس اسٹیشن پہنچ گیا۔

"افسروں نے اُس کا واویلا سنا اور اُس سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "بھلا پولیس کو اس کی کیا ضرورت تھی۔ شوکت بیگ جو کچھ پوچھنا تھا تم سے پوچھ لیا گیا تمہارے بیوی بچوں سے پولیس کو کوئی واسطہ نہیں۔"

"پھر وہ کہاں گئے؟"

"تم کافی احمق معلوم ہوتے ہو۔ ڈاکو کی دوستی بھی کبھی قابل اعتماد ہوتی ہے۔ ممکن ہے بھانو نے تمہاری بیوی کو دیکھ لیا ہو۔ شاید وہ اُسے پسند آگئی ہو۔ یہ بات تو تم کسی سے معلوم کرسکتے ہو کہ بھانو اکثر پولیس کے بھیس میں رہتا ہے۔"

"شوکت بیگ کے پورے وجود میں آگ لگ گئی تھی بھانو سے اس کی دوستی زیادہ پرانی نہیں تھی۔ لیکن اس مختصر وقت میں ہی اُسے معلوم ہوگیا تھا کہ آن پر مرمٹنے والے کبھی اعتماد کے قابل نہیں ہوتے۔ یہ پولیس ہی کی چال معلوم ہوتی ہے۔ تھانے میں چند پولیس والے موجود تھے ان کی شناخت کرادی گئی۔ شوکت بیگ کے بیوی بچوں کو لانے والے ان میں نہ تھے۔ ان لوگوں کو تو بنواری لال کے مکان پر ہی رکھا گیا تھا اس لئے وہ کہاں سے ملتے۔ شوکت بیگ دل میں طوفان چھپائے تھانے سے لوٹ آیا۔ لیکن اسے سکون کہاں تھا۔ اس کے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ اس کا دوسرا خیال گنپت راؤ کی طرف گیا۔ گنپت راؤ کی فطرت وہ اچھی طرح پہچانتا تھا اور پھر بھانو نے شوکت بیگ کے ہاتھوں اُس کے جوتے بھی لگوائے تھے اس لئے....

وہ اُچھل پڑا اور پھر اُس نے گنپت راؤ کی حویلی کا رخ کیا۔ رات کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی حویلی سنسان اور خاموش تھی۔ بڑے پھاٹک کے پاس پہنچ کر شوکت بیگ نے پھاٹک زور سے بجایا۔ خاموشی میں یہ آواز کافی بلند تھی اور دور تک سنی گئی تھی۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ عقب سے قدموں کی آوازیں اُبھریں اور پھر پولیس والوں کی آواز سنائی دی۔ "خبردار ہاتھ اوپر اُٹھادو۔ اگر کسی نے کوئی جنبش کی تو بھون کر رکھ دیا جائے گا۔"

سہمے ہوئے لوگوں نے جلدی سے ہاتھ بلند کردیئے اور پولیس والے سامنے آگئے۔ وہ بہت پرجوش تھے لیکن اُنہیں نہتا دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔ "بندوقیں کہاں ہیں تمہاری؟" ایک پولیس مین نے پوچھا۔

"ہم لوگ دھول پور کے رہنے والے ہیں اور گنپت راؤ جی سے ملنے آئے ہیں۔" شوکت بیگ بولا۔

"بے وقوف بنا رہے ہو۔ بولو۔ تم میں سے بھانو کون ہے؟" پولیس والوں نے اپنی دانست میں معرکہ سر کرلیا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں گنپت راؤ کی حفاظت کے لئے یہاں چھپایا گیا تھا۔ بہرحال اُنہوں نے شوکت بیگ اور.... اس کے سسر اور سالوں کو رسیوں سے کس لیا اور پولیس اسٹیشن لے گئی۔ وہ نعرے لگاتے آئے تھے کہ بھانو کو گرفتار کرلائے ہیں۔ پورے پولیس اسٹیشن میں کھلبلی مچ گئی اور جب سوتے ہوئے افسران.... یہاں پہنچے تو ڈاکو بھانو اور اُس کے ساتھیوں کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ سوتے سے جاگے تھے اور پھر اس خبر سے بہت جذباتی ہوگئے تھے اس ان کا پارا چڑھ گیا۔

"یہ بھانو اور اس کے ساتھی ہیں؟" ایک افسر نے گرج کر پوچھا۔

"جی سرکار۔ ضرور اُنہوں نے اپنی بندوقیں کہیں چھپادی ہیں؟" ان پولیس مینوں کے انچارج.... نے کہا۔

"تم نے ان سے ان کے بارے میں پوچھا تھا؟"

"جی سرکار۔ مگر یہ ہمیں بے وقوف بنا رہے تھے۔ کہنے لگے ہم مقامی لوگ ہیں اور گنپت راؤ سے ملنے آئے "

"گدھے کے بچو! یہ لوگ ٹھیک کہہ رہے تھے۔ جاؤ۔ اپنی ڈیوٹی پر جاؤ۔ اگر گنپت راؤ کو کوئی نقصان پہنچا تو تمہیں لگوادی جائے گی۔" افسر نے چیخ کر کہا اور انچارج صاحب کے مزاج ٹھکانے آگئے۔ وہ سب کے سب کھسک گئے

"اور تم شوکت بیگ۔ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔ کیوں گئے تھے گنپت راؤ کے ہاں اس وقت؟"

"اپنے بیوی بچوں کی تلاش میں۔ سن لیں افسر صاحب اگر میری بیوی بچے نہ ملے۔ نہ ملے تو۔" شوکت بیگ شدت ن سے خاموش ہوگیا اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہوگئی تھیں۔

"ہمیں تم سے ہمدردی ہے۔ پولیس خود بھی اُنہیں تلاش کرنے میں تمہاری مدد کرے گی لیکن اپنی یہ کاروائی صبح کے لئے ملتوی کردو۔ پولیس بھانو کی تلاش میں ہے۔ اس کے کام میں رکاوٹ ہوگی۔" افسر نے مکاری سے کہا اور ت بیگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے چل پڑا۔ بے بسی سے اُس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ سسرال والوں ساتھ وہ گھر آگیا۔ یہاں صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ اسی دوران شوکت بیگ کو بھانو کا خیال آیا اور وہ برداشت نہ کرسکا۔ قت بھانو ہی اس کی مدد کرسکتا ہے۔ اس نے سوچا اور گھر والوں سے اجازت لے کر ایک بار پھر وہ چل پڑا۔ اُس کا رخ ن کی طرف تھا۔

☆

"بابو لال ہی اس وقت مخبری کر رہا تھا۔ اُس نے آخری اطلاع یہی دی تھی کہ شوکت بیگ پولیس کی تحویل میں پہنچ گیا ہے اور اس کے اہل خاندان کو رہائی مل گئی ہے۔ اس کے بعد وہ دیر تک اس سلسلے میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ بھانو نے فیصلہ کیا تھا کہ کچھ وقت پولیس کی کاروائی کا جائزہ لیا جائے۔ اس کے بعد شوکت بیگ کے لئے کوئی دوسری بات سوچی جائے گی۔

پھر اُنہوں نے ریلوے اسٹیشن اور اس کے اطراف میں پولیس کے ہنگاموں کی آوازیں سنیں اور محتاط ہو گئے۔ یہ تو وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ شوکت بیگ نے مخبری کردی ہو۔ بھانو کو اس پر بے حد اعتماد تھا اور جب پولیس یہاں اپنی کاروائی کر کے واپس چلی گئی تو یہ اعتماد اور پختہ ہو گیا کہ کوئی اس طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔

یہ سب کچھ تھا۔ بظاہر یہ ایک محفوظ پناہ گاہ تھی لیکن اس امکان کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا تھا کہ ممکن ہے پولیس اس طرف متوجہ ہو ہی جائے۔ اس لئے کوئی ایسی بات ضروری تھی کہ اگر پولیس یہاں پہنچ جائے تو فرار ہونے میں کوئی دقت نہ ہو۔

"ایسی باتوں میں ابراہیم کا ذہن خوب کام کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے ٹرین کی زنگ آلود بوگی کے پیندے میں بڑا سوراخ کر لیا۔ اس سوراخ سے وہ نیچے پہنچ کر فرار کی کوشش کر سکتے تھے اور اگر وہ ان جھاڑیوں تک پہنچ جاتے تو پھر فرار میں اس قدر مشکلات پیش نہیں آتیں۔ بس اس قدر انتظام کیا تھا۔ اُنہوں نے اور اس کے بعد کسی قدر مطمئن ہو گئے تھے۔

رات کا دوسرا پہر تھا جب ریل کی بوگی کے دروازے پر کوئی آہٹ محسوس ہوئی اور تینوں جاگ گئے۔ اُنہوں نے سانسیں روک لیں اور بندوقیں ہاتھ میں سنبھال لیں۔ کوئی بوگی کے بند دروازے کو کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ابراہیم نے غیر محسوس انداز میں بوگی کے دروازے کا بولٹ بندوق کی نال سے گرا دیا اور دروازہ کھولنے والا اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔

"بھانو مہاراج۔ ابراہیم بھائی۔ بابولال۔ کیا تم۔ کیا تم؟" شوکت بیگ کی کانپتی ہوئی آواز سنائی دی اور اُنہوں نے گہری گہری سانسیں لیں۔ پھر اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔

"ہاں سب موجود ہیں شوکت بیگ۔ دروازہ بند کر دو۔" ابراہیم نے کہا اور شوکت بیگ نے پلٹ کر بوگی کا دروازہ بند کر دیا۔ رات کی تاریکی میں وہ اس کا چہرہ تو نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن اس کی کانپتی ہوئی آواز سے اُنہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ کوئی خاص بات ہے۔

"کیا تم تھانے سے فرار ہوئے تھے شوکت بیگ؟" بھانو نے پوچھا۔

"نہیں بھانو مہاراج۔ اُنہوں نے خود مجھے رہا کر دیا تھا۔"

"اوہ۔ کیا کہہ کر؟"

"تمہاری موجودگی کی خبر عام ہو گئی ہے۔ اُنہوں نے مجھے بے قصور کہہ کر رہا کیا تھا لیکن۔"

"ہاں ہاں۔ لیکن کیا؟"

"میری بیوی اور دونوں بچوں کو، کوئی وہاں سے لے گیا ہے۔" شوکت بیگ نے بھرائی ہوئی آواز میں پوری روداد سنا دی۔ بھانو اور دوسرے لوگ خاموشی سے یہ تفصیل سن رہے تھے۔ شوکت بیگ کے خاموش ہونے کے بعد بھی وہ دیر تک اس سازش پر غور کرتے رہے۔ پھر بھانو بولا۔

"گنپت راؤ کی حویلی پولیس کی نگرانی میں ہے؟"

"ہاں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ گنپت راؤ چال چل گیا۔ یہ اسی کی حرکت ہو سکتی ہے۔" بھانو نے گردن ہلاتے ہوئے کہا پھر شوکت بیگ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "غمزدہ مت ہو شوکت بیگ۔ یہ دولت مند گدھے اسی طرح ڈاکو جنم دیتے ہیں۔ میں بھی ایک دولت مند کے ہاتھوں اپنی ماں، بہن اور باپ کو کھو چکا ہوں۔ لیکن اس کے بعد سے اب تک بنگڑوں دولت مند میرے ہاتھوں.... اپنا جیون کھو چکے ہیں۔ تم بالکل چنتا مت کرو تمہاری بیوی اور بچے اگر جیتے رہے تو تمہیں واپس ملیں گے۔ یہ بھانو کا وچن ہے اگر گنپت راؤ نے تمہارے خلاف یہ سازش کی ہے تو اس کے خاندان میں کسی کو بھی جیتا نہ چھوڑوں گا۔"

شوکت بیگ نے گردن جھکا لی تھی۔ کافی دیر تک خاموشی رہی، پھر ابراہیم نے پرخیال انداز میں کہا۔ "ایک بات سمجھ میں نہیں آتی بھانو، کہ پولیس نے شوکت بیگ کو آزادی کیسے دے دی۔ اس کا کیا مقصد ہے۔؟" ڈکیتی کا کیس اور پھر۔ پھر

ان پولیس والوں کا قتل اور پولیس گنپت راؤ سے ضرور ملی ہوگی۔ کیا گنپت راؤ نے اُسے یہ نہیں بتایا ہوگا کہ شوکت بیگ کے ساتھ، بھانو کی دوستی ہے۔" ابراہیم رُک رُک کر یہ ساری باتیں کر رہا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے ابراہیم؟" بھانو نے پوچھا۔

"مجھے اس میں بھی کسی سازش کی بو آ رہی ہے۔" ابراہیم نے جواب دیا۔

———— ○ ————

شام کپور عمر رسیدہ افسر تھا۔ دہلی سے تھوڑے سے فاصلے پر ایک تھانے میں تعینات تھا اور اپنے علاقے میں کافی عقلمندی سے کنٹرول کئے ہوئے تھا۔ اسے جرائم کی روک تھام اور انگریز سرکار کے منہ چڑھوں کو خوش رکھنے کے گر آتے تھے اس لئے کبھی اس کے خلاف کوئی آواز نہیں اُٹھتی تھی۔ خوب دولت کمائی تھی خوب غریبوں کو لوٹا تھا اور دولت مندوں سے انعامات حاصل کئے تھے اس لئے بہت سے رشتے داروں کے ناموں سے زمینیں اور جائیداد بنا رکھی تھی۔

"لیکن طویل عرصے سے وہ بھی بھانو زدہ ہوگیا تھا۔ بھانو کا نام راجستھان کے علاقے سے بلند ہوا تھا اور دہلی تک پہنچ چکا تھا۔ شام کپور کی زیرک نگاہوں نے بھانپ لیا تھا کہ بھانو ٹیڑھی کھیر ہے اور اس کے بارے میں زیادہ سرگرم ہونا حماقت ہوگی۔ وہ دوسروں کے تجربات کا مشاہدہ کرتا رہا تھا۔ ہاں جب بھانو نے ان علاقوں کا رخ کیا تھا اور انگریز حکام نے پورے علاقے کی پولیس کی ذمے داریاں بھانو کے خلاف لگا دی تھیں تو یہ بھی جنگل گردی کرتا رہا تھا لیکن بچ بچ کر اور یہ اُس کی خوش بختی تھی کہ بھانو نے اس علاقے میں کوئی واردات نہیں کی تھی اور دہلی پہنچ گیا۔ دہلی میں اُس نے کانتی لال جی کا جو حشر کیا تھا وہ بھی شام کپور سے پوشیدہ نہیں تھا۔

دھول پور کی اس واردات میں اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کسی طور بھانو کا نام بھی سننے کو مل جائے گا۔ اس کے بارہ آدمی قتل ہوگئے تھے جن کے لئے جو ابدہی مشکل تھی اور یہ اس کی.... خوش بختی تھی کہ بھانو کا نام اس خونریزی میں شامل ہوگیا تھا۔ گنپت راؤ سے بھانو کے بارے میں تفصیل سن کر وہ ابتدا میں سخت کشمکش کا شکار رہا تھا کہ بھانو سے اُلجھنے کی کوشش کرے یا نہ کرے لیکن لالچ کسے چھوڑتا ہے۔ اُس نے بڑی حسرت سے سوچا تھا کہ کاش بھانو اس

ہاتھ لگ جائے۔ اگر یہ مایا اس کے ہاتھ لگ جائے تو ترقی کی کئی سیڑھیاں پھلانگ جائے گا۔ چنانچہ اُس نے جان کی بازی نے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا۔

اور ابھی تک اس کی تدبیریں کارگر ہو رہی تھیں۔ شوکت بیگ کے ذریعے اور گنپت راؤ کی مدد سے اُس نے جو پھیلایا تھا ابھی تک اُس کے پھندے بھانو کے گرد کس رہے تھے اور وہ جال کی ڈوری ملنے کا منتظر تھا۔

پولیس سٹیشن میں بظاہر ایسی خاموشی چھائی ہوئی تھی جیسے سب سو رہے ہوں لیکن حقیقت یہ تھی کہ شام کپور کے آئے ہوئے سارے کانسٹیبل وردیاں پہنے پہنے بستروں پر لیٹے ہوئے تھے اور ان کی بندوقیں اُن کے پاس رکھی ہوئی ں۔ اُنہیں جوتے اُتارنے کی اجازت بھی نہیں دی گئی تھی تاکہ کسی اطلاع پر چل پڑنے میں دیر نہ لگے۔ خود شام کپور بھی طرح تیار تھا۔ یہ رات جاگنے کی رات تھی کیونکہ اس کے کئی مخبر شوکت بیگ کے پیچھے لگے ہوئے تھے اور اس کی ایک جنبش کی نگرانی کر رہے تھے۔

اس وقت رات کا تیسرا پہر ختم ہونے کو تھا جب ایک مخبر آندھی اور طوفان کی طرح اُس کے کمرے میں گھس آیا۔ ی طرح ہانپ رہا تھا اور اُس کی سانس سینے میں نہیں سما رہی تھی۔ شام کپور اُچھل کر بیٹھ گیا۔

"ہاں۔ ہاں کہو۔ جلدی کہو۔"

"وہ۔ وہ شوکت۔ شوکت بیگ سرکار۔"

"ہاں ہاں۔ آگے کہو۔ حواس قائم رکھو۔" شام کپور نے اُسے تسلی دی۔

"اسٹیشن۔ ریلوے اسٹیشن۔"

"باغ میں؟" شام کپور بولا۔

"یہاں۔ ڈبوں میں سرکار۔ مال گاڑی کے ناکارہ ڈبوں میں جو اسٹیشن سے بہت دور بیکار کھڑے ہیں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ ٹھیک ہے۔ کیا یہاں تم نے بھانو کو بھی دیکھا ہے؟"

"نہیں۔ سرکار۔ مگر وہ ڈبے کو بجا رہا تھا۔ اندر ضرور کوئی تھا کیونکہ ڈبے کا دروازہ کھل گیا تھا اور پھر وہ اندر چلا گیا۔"

"ریل کے ناکارہ ڈبے۔" شام کپور نے پرخیال انداز میں گردن ہلا دی اور پھر چونک کر بولا۔ "وہاں کسی کو چھوڑا یا سب دوڑے آ گئے ہو؟"

"نہیں سرکار۔ صرف میں آیا ہوں۔ باسدیو اور شنکر وہیں موجود ہیں۔" مخبر نے جواب دیا اور شام کپور برق رفتاری سے تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ سوتے جاگتے پولیس والوں کو بھی دس منٹ کے اندر اندر تیار ہونے کا حکم دیا.... اور پھر نہائی عجلت میں تیار ہو کر اسٹیشن کی طرف روانہ ہوگئے۔

"اسٹیشن ماسٹر کو اس کے گھر سے جگا کر لانا پڑا تھا۔ پولیس کو دیکھ کر اس کی گھگھی بندھ گئی۔

"یہ ریل کے خالی ڈبے کیسے ہیں؟" شام کپور نے خالی ڈبوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کچھ میں مال بھرا ہے سرکار اور کچھ بوگیاں ایسی ہیں جو یہاں سے لگتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تھوڑی دیر کے لئے ان بوگیوں کو استعمال کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور سرکار۔" اسٹیشن ماسٹر کی ٹانگیں اب بھی لرز رہی تھیں۔

"کوئی فالتو انجن موجود ہے اُنہیں یہاں سے ہٹانے کے لئے۔"

"جی سرکار موجود ہے۔"

"تیار کراؤ اسے جلدی میں تمہیں سچویشن سمجھائے دیتا ہوں۔" شام کپور نے کہا اور اسٹیشن ماسٹر تیار ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد انجن ایک بوگی لے کر اس طرف چل پڑا جہاں وہ ناکارہ ڈبے کھڑے ہوئے تھے۔ اس بوگی میں سولہ پولیس

والے موجود تھے۔ بوگی کو ریلوے لائن پر ناکارہ ڈبوں کے مقابل کھڑا کر دیا گیا۔ پھر انجن اُسے چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ اس کے بعد اُس نے ایک دوسری بوگی جس میں دس پولیس والے موجود تھے ڈبوں کے دوسری طرف لا کھڑی کی اور ایک سمت کلا شنکر نے اور دوسری سمت شام کپور نے پوزیشن سنبھال لی۔ اب انجن کو آخری کام انجام دینا تھا اور وہ اس کی تیاری کرنے لگا۔ مال گاڑی کے ایک خالی ڈبے کو اس لائن پر لایا گیا جس پر دو ناکارہ ڈبے کھڑے ہوئے تھے اور پھر انجن اس خالی ڈبے کو لے کر کافی دور چلا گیا۔ دونوں طرف سرخ سگنل دیئے گئے تھے تاکہ ادھر اُدھر سے آنے والی گاڑیاں رُک جائیں اور کاروائی کو پورا ہونے دیں۔

"انجن اس خالی ڈبے کو لے کر برق رفتاری سے دور جا رہا تھا اور پھر وہ رک گیا۔ اس کے بعد وہ ریورس میں چل پڑا اور اُس کی رفتار تیز سے تیز ہونے لگی۔ واپس چلنے سے قبل اس کی درمیانی کنڈی ہٹا دی گئی تھی اور بوگی فری ہو گئی تھی۔ کافی رفتار سے چلتے ہوئے بالآخر وہ ناکارہ ڈبوں سے تھوڑے فاصلے پر آ گیا اور پھر اُس نے خوفناک دھکا مارا اور رک گیا۔ خالی بوگی لائن پر ان ناکارہ ڈبوں کی طرف لپکنے لگی اور دونوں سمت کی بوگیوں میں چھپے ہوئے پولیس والے تیار ہو گئے۔

☆

"بابولال نے تجویز پیش کی تھی کہ یہاں سے نکل چلا جائے اور کوئی دوسری پناہ گاہ تلاش کی جائے لیکن کوئی اور دوسری پناہ گاہ ان کے علم میں نہیں تھی۔ پولیس جس طرح ان کی تلاش میں دندناتی پھر رہی تھی اس کے تحت اس وقت یہ محفوظ جگہ نہ تھی کہیں بھی وہ پولیس کی نگاہ میں آسکتے تھے۔ اس لئے یہ طے پایا کہ یہ رات یہاں گزاری جائے اور دن کی روشنی میں جنگلوں میں نکل جایا جائے۔

دیر تک وہ بیٹھے سوچتے رہے پھر بھانو اور بابولال سو گئے۔ شوکت بیگ سے آرام کرنے کے لئے کہا گیا لیکن اُس کے دل کو لگی ہوئی تھی وہ نہ سویا اور ایک جگہ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ دوسرا آدمی ابراہیم تھا جسے نیند نہیں آئی تھی۔ اس کی چھٹی حس بتا رہی تھی کہ کچھ ضرور ہوگا۔ شوکت بیگ کو بلاوجہ رہا نہیں کیا گیا ہے۔

صبح ہونے میں اب وقت زیادہ نہیں رہ گیا تھا۔ بھانو اور بابولال مست نیند سو رہے تھے کہ اچانک قیامت پھٹ
۔ دوڑنے والی بوگی کافی زور سے ان بوگیوں سے ٹکرائی تھی جس رفتار سے وہ آئی تھی اگر اسی رفتار سے ان ڈبوں سے
ی تو یقینی امر تھا کہ تمام ڈبے ایک دوسرے میں گھس جاتے اور یہ چاروں اُن کے درمیان چٹنی بن جاتے لیکن چونکہ یہ
طویل عرصے سے استعمال نہیں ہوئی تھی اور اس پر جھاڑ جھنکاڑ پتھر اور دوسری لکڑیاں پڑی ہوئی تھیں اس لئے بوگی کی
رست ہوگئی تھی۔ اس کے باوجود وہ ان بوگیوں سے کافی قوت سے ٹکرائی تھی۔

ڈبوں سے ٹیک لگائے بیٹھے ابراہیم اور شوکت بیگ اپنی جگہ سے اُچھل کر بھانو اور بابولال کے اوپر سے پرواز کرتے
ے بوگی کی دیوار سے ٹکرائے۔ بھانو اور بابولال اُچھل کر چھت سے ٹکرائے اور اگر ابراہیم انتہائی ہوشیاری سے دونوں
ں بابولال کے سینے پر مار کر اُسے دور نہ پھینک دیتا تو بابولال اس سوراخ میں جا پڑتا جو انہوں نے باہر نکلنے کے لئے فرش
بنایا تھا۔ ابراہیم نے خود زخمی ہونے کے باوجود بابولال کو بدترین موت سے بچا لیا تھا' کیونکہ دھکے سے ڈبے چل پڑے
اور بابولال اُن کے زنگ خوردہ پہیوں میں آجاتا۔

تاہم سب ہی کے چوٹیں لگی تھیں۔ ان کی بندوقیں نہ جانے کہاں سے کہاں جا پڑی تھیں اور ابھی اس اُفتاد سے
ملنے بھی نہ پائے تھے کہ دونوں طرف سے گولیاں چلنے لگیں اور بوگی میں جلترنگ بجنے لگا۔

سب خاموش تھے۔ تب بھانو نے آہستہ سے کہا نیچے نکل چلو۔ نیچے۔ انہوں نے فرش پر رینگ رینگ کر بندوقیں
ش کیں اور رینگتے ہوئے بوگی کے فرش سے نیچے نکل گئے۔ گولیاں تواتر سے چل رہی تھیں۔ نیچے اُتر کر وہ ریلوے لائن
، ساتھ ساتھ لیٹ لئے اور بھانو نے باہر کی صورت حال دیکھی۔

گولیاں دونوں سمت سے چل رہی تھیں اور پولیس کی کافی تعداد موجود تھی وہ بوگیوں میں محفوظ تھے۔

"کیا خیال ہے ابراہیم؟" بھانو نے سرگوشی کی۔

"میری رائے مانو گے بھانو۔؟"

"ہاں ہاں بولو۔ بتاؤ۔"

"ایک بھی گولی مت چلاؤ۔ یہ گدھے صرف دو سمتوں میں ہیں اور اپنی دانست میں انہوں نے ہمیں بند ڈبے میں
گھیر لیا ہے۔ اُنہیں یہ پتہ نہیں چلنا چاہئے کہ ہم کس طرح اس سے باہر آگئے ہیں۔"

"اچھا پھر؟"

"یہاں سے نکل چلو۔"

"ان سسروں کو چھوڑ دیا جائے۔"

"ایسے تو نہیں چھوڑیں گے لیکن ذرا آرام سے نمٹیں گے ان سے۔" ابراہیم نے جواب دیا اور بھانو تیار ہوگیا۔ بابو
لال اور شوکت بیگ کو بھی یہ ہدایت کردی گئی اور اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ سینے کے بل کھسکنے لگے اور ریل کے آخری
ڈبے کے پاس پہنچے اور پھر اس کے نیچے سے نکل کر کھلے آسمان تلے آگئے۔

وہ لوگ ابھی تک ڈبے کو نشانہ بنائے ہوئے تھے اگر وہ قرب و جوار کے امکان کا بھی خیال رکھتے تو بھانو آج اپنی
زندگی کے سب سے خطرناک حادثے سے دوچار ہو جاتا۔

زمین پر چھپکلیوں کی طرح رینگتے ہوئے وہ کافی دور نکل آئے اور پھر جھاڑیوں کی آڑ لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔
پولیس والے ان کے خلاف.... موثر کاروائی کر رہے تھے۔ ان کی چلائی ہوئی گولیوں نے غالباً اب بوگی میں سوراخ کر دیئے
تھے اور وہ اس کے قریب ہوتے جا رہے تھے۔

"دل تو چاہ رہا ہے کہ ان سسروں کو اسی جگہ خون میں نہلا دوں مگر ابراہیم تو نے روک دیا ہے۔" بھانو پولیس والوں

کے دوڑتے بھاگتے سائے دیکھتا ہوا بولا۔

"ان لوگوں سے تو کسی وقت نمٹ لیں گے بھانو اس وقت شوکت بیگ کے بیوی بچوں کا معاملہ ہے۔ وہ ہمیں مل جائیں پھر ان سب کو دیکھ لیں گے۔"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔ پر اب کہاں چلنا ہے؟"

"گنپت راؤ کے ہاں۔" ابراہیم نے کہا اور تینوں چونک پڑے۔ میرا خیال ہے پولیس اس وقت وہاں نہ ہوگی جتنی پولیس ہے وہ یہاں موجود ہے ہمیں اس کے گھر میں داخل ہونے میں وقت نہیں ہوگی اور تم لوگوں کا کیا خیال ہے کیا گنپت راؤ پولیس کی ان کاروائیوں سے بے خبر ہوگا؟"

"کیا شوکت کے بیوی بچوں کے بارے میں بھی؟" بابولال بولا۔

"میرا خیال ہے اُسے ضرور کچھ معلوم ہوگا۔"

"چلو پھر اس سسرے سے پوچھیں گے۔" بھانو نے کہا اور وہ تاریکیوں کا سہارا لیتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ جگہ جگہ لوگ مجمع لگائے خوفزدہ کھڑے تھے۔ وہ اسٹیشن کی طرف سے آنے والی گولیوں کی آوازوں کو سن رہے تھے اور ان کے بارے میں قیاس آرائیاں کر رہے تھے۔

بھانو اور اُس کے ساتھیوں کو ان لوگوں کی نگاہوں سے بھی بچنا تھا۔ بہرحال وہ ان سے بچتے ہوئے بالآخر گنپت راؤ کی حویلی پہنچ گئے۔ حویلی بھی جاگ رہی تھی۔ سارے کے سارے لوگ ایک جگہ جمع تھے۔ چونکہ رات کا وقت تھا۔ اس لئے دور دور تک کی آوازیں صاف سنی جا سکتی تھیں۔ یہ تو چھوٹا سا شہر تھا جس کے محلے زیادہ دور نہیں تھے۔ گولیوں کی آوازیں یہاں بھی صاف سنی جا رہی تھیں۔

بھانو اور اس کے تینوں ساتھی حویلی کے پچھلے حصے سے اندر کود گئے اور پھر حویلی کے بالکل اندرونی حصے میں داخل ہو گئے۔ اس دوران کسی سے بھی مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی۔ وہ اطمینان سے اس کمرے میں داخل ہو گئے جہاں ایک بار پہلے بھی آ چکے تھے۔ اسی جگہ شوکت بیگ نے گنپت راؤ کے جوتے لگائے تھے۔

کمرے کی تیز روشنی میں اُنھوں نے ایک دوسرے کے زخم دیکھے۔ بھانو کی پیشانی زخمی تھی۔ کھال پھٹ گئی تھی اور اُس سے خون بہہ کر پیشانی پر جم گیا تھا۔ دونوں ہاتھوں کی کہنیاں چھل گئیں تھیں اور آستینیں خون آلود ہو رہی تھیں۔ ابراہیم کے اعضا پر خاصا گہرا گھاؤ آ گیا تھا۔ یہی کیفیت بابولال اور شوکت بیگ کی بھی تھی۔

"بابولال ذرا باہر بھی نظر رکھو۔" گنپت راؤ مہاراج کسی بھی لمحے آجائیں گے۔" بھانو نے کہا اور بابولال دروازے پر جم گیا۔ وہ لوگ آہستہ آہستہ باتیں کرتے جا رہے تھے۔ پھر بابولال نے اُنہیں خاموش کرایا۔ کوئی اس طرف آ رہا تھا۔ وہ سب چھپ گئے۔ کمرے میں اندر آنے والی ایک نوجوان عورت تھی۔ وہ بے دھڑک اندر گھس آئی تھی اور پھر ابراہیم نے اُسے اطمینان سے دبوچ لیا۔ تھوڑی دیر تک وہ ابراہیم کے بازوؤں میں دبی شدید جدوجہد کرتی رہی اور اس کے بعد بے بس ہو گئی۔ "بس کیوں اس عمر میں موت کو بلا رہی ہے۔ حلق سے آواز نکلی تو گولی حلق میں گھس جائے گی۔" ابراہیم خوفناک لہجے میں بولا اور اس نے عورت کا منہ چھوڑ دیا۔ عورت اس کی گرفت سے نکل کر زمین پر گری اور اُس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے ان چاروں کو دیکھا.... لمبے قد کاٹھ کے چار خوفناک آدمی مسلح کھڑے تھے۔ اُنہیں دیکھ کر کپکپانے لگی اور پھر شاید خوف کی شدت سے بے ہوش ہی ہو گئی۔ بابولال نے اس کی پیشانی پر بندوق کی نال رکھ کر کہا۔

"آنکھیں کھول دے ورنہ۔ بھیجہ باہر نکل پڑے گا لیکن اس کی آواز پر عورت کے بدن پر یا پوٹوں میں کوئی جنبش نہیں ہوئی تھی۔ تب اُس نے گردن ہلائی اور بولا۔ "سچ مچ بے ہوش ہو گئی ہے۔"

اُنھوں نے اُسے اُٹھا کر ایک جگہ لٹا دیا جہاں سے وہ نظر نہیں آ سکتی تھی اور پھر انتظار کرنے لگے۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ باہر سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ "مالتی۔ اے مالتی کیا کرنے لگیں یہاں آکر؟" اسے آواز دینے والا بھی

گھس آیا اور بندوق کی نال اُس کی کمر سے آ لگی۔ وہ اُچھل کر پلٹا لیکن بھانو نے نال ہی سے اُسے دھکا دے دیا اور وہ ں شانے چت گرا لیکن گرتے ہی اُس نے اُٹھنے کی کوشش کی تو بابولال نے کالر سے پکڑ کر دیوار سے دے مارا اور پھر ق کی نال اس کی گردن پر رکھ کر اُسے زور سے دبا دیا۔ نوجوان کے دونوں ہاتھ رحم کی بھیک مانگنے والے انداز میں پھیل

"بالکل خاموش رہو۔ حلق سے کوئی آواز نہ نکلے۔ بولو اس ہدایت پر عمل کرو گے؟" بھانو نے کہا اور اُس نے سر کو ں دی۔ تب بھانو کے اشارے پر بابولال نے بندوق کی نال اس کی گردن سے ہٹالی۔

"مم۔ مالتی کہاں ہے؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"آرام کر رہی ہے اس طرف۔ چنتا مت کرو۔ ویسے کون ہے وہ تمہاری؟"

"پت۔ پتنی ہے میری۔"

"اور تم کون ہو؟ کیا نام ہے تمہارا؟"

"یہ گنپت راؤ کا بیٹا اننت راؤ ہے۔" شوکت بیگ بول اُٹھا۔

"خوب۔ تمہاری پتنی اس کمرے میں کیوں آئی تھی؟" بھانو نے پوچھا۔

"پتا جی کی چھڑی اور انگوچھا لینے۔ وہ باہر جا رہے ہیں۔"

"کہاں؟"

"اسٹیشن پر گولیاں چل رہی ہیں اور مگر۔ مگر۔" نوجوان خاموش ہو گیا۔

"ہاں ہاں آگے بولو۔"

"بھانو۔ بھانو۔ کیا تم بھانو ہو؟"

"بالکل ٹھیک خیال ہے تمہارا۔ یہ بھانو مہاراج ہیں۔" ابراہیم نے کہا۔

"کیا تم پولیس کی گولیوں سے زخمی ہوئے ہو؟"

"پولیس ہی کی کوشش سے زخمی ہوئے ہیں مگر اننت راؤ جی کیا تم اپنی دھرم پتنی کی زندگی سے دلچسپی رکھتے ہو؟" راہیم نے پوچھا۔

"وہ۔ وہ نردوش ہے۔ اس نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟" اننت راؤ لرزتا ہوا بولا۔

"تو پھر یہ بتاؤ کہ شوکت بیگ کی بیوی اور بچے کہاں ہیں؟"

"شوکت بیگ کے بیوی بچے؟ بھگوان کی سوگند، میں اپنے بچے کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اس بارے میں کچھ

ہیں معلوم۔" اننت راؤ نے کہا۔ اُس کے چہرے سے سچائی ٹپک رہی تھی۔

لیکن ایک بار پھر اُنہیں محتاط ہونا پڑا۔ باہر سے گنپت راؤ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ "کیا سو گئے تم دونوں یہاں آکر۔ مالتی۔ مالتی بیٹی۔" گنپت راؤ کے ساتھ اُن کی پتنی بھی تھیں۔ یہ دونوں بھی منہ اُٹھائے اندر گھس آئے تھے اور بندوق کی نال اُن کی کھوپڑی سے بھی آ چپکی۔ اُنہیں بھی دھمکیاں دی گئیں اور پھر بھانو نے پوچھا۔

"اور کون یہاں آئے گا؟"

"کوئی نہیں۔ کوئی نہیں۔" گنپت راؤ رو دینے والی آواز میں بولا۔

"تب پھر دروازہ بند کر دو اور خبردار۔ سمجھداری سے کام لو۔ کوئی حرکت کی تو زندگی ممکن نہیں ہوگی۔"

"ہائے رام۔ کیا تم پھر ٹھاکر کے جوتے مارو گے؟" گنپت راؤ کی پتنی معصومیت سے بولیں اور یہ لوگ بے اختیار

ہنس پڑے۔

"سوچیں گے دیوی جی۔ ویسے گنپت راؤ پر بڑے اُدھار ہیں ہمارے۔ بہت کچھ وصول کرنا ہے اُن سے۔" بھانو بولا.... "باہر قدموں کی آوازیں پھر سنائی دے رہی ہیں راؤ جی۔ جو کوئی بھی ہو اس سے کہہ دو کہ آرام کرنے لیٹ گئے ہو، اب کہیں نہیں جاؤ گے خبردار آواز میں لرزش نہ ہو' ورنہ۔"

اسی وقت دروازہ بجنے کی آواز سنائی دی۔ گنپت راؤ نے خوفزدہ انداز میں اپنی طرف تنی ہوئی بندوق کو دیکھا اور پھر حلق صاف کرکے بولے۔ "کون ہے؟"

"میں دھوتی ہوں مہاراج۔ یہ پرکاشی جی جاگ گئے ہیں کیا مالتی جی یہاں موجود ہیں؟" باہر سے نوکرانی کی آواز سنائی دی اور ابراہیم نے آگے بڑھ کر گنپت راؤ کے کان میں سرگوشی کی۔ گنپت راؤ نے گردن ہلادی تھی۔ پھر اُس نے تھوڑا سا دروازہ کھول کر تقریباً چار ساڑھے چار سالہ بچے کو گود میں لے لیا اور بولا۔ "بس اب کسی کو یہاں آنے سے منع کردینا۔ ہم آرام کررہے ہیں۔"

"اچھا ٹھاکر جی۔" نوکرانی نے جواب دیا اور واپس لوٹ گئی۔ گنپت راؤ کی گود میں بچہ تھا اس لئے اس بار بھانو نے دروازہ بند کیا تھا۔ اننت راؤ نے آگے بڑھ کر بچے کو گود میں لے لیا۔ گنپت راؤ پریشانی سے ان لوگوں کی شکلیں دیکھ رہا تھا۔

"میرے خیال میں اور سب ٹھیک ٹھاک ہے گنپت راؤ.... لیکن یہ جگہ چھوٹی ہے۔ کوٹھی میں اور کوئی ایسی جگہ تلاش کرنی پڑے گی جہاں ہمارے آرام کا مناسب بندوبست ہوجائے کیا کوئی ایسی جگہ ہے؟"

"میں نہیں سمجھا؟" گنپت راؤ نے کہا۔

"جہاں ہمارا قیام تھا وہاں تو آپ کی کوشش سے پولیس پہنچ گئی۔ مگر ابھی تو ہمیں یہاں رکنا ہے۔ اس سلسلے میں آپ کی یہ حویلی ہمیں پسند آگئی ہے گنپت جی۔ یہاں چند روز آپ کے ساتھ گزارنے کی سوچی ہے۔ ابراہیم یہ کام تم کروگے۔ گنپت راؤ کے ساتھ جاکر کوئی بڑی اور اچھی جگہ دیکھ لو اور ہاں ذرا خیال رکھنا گنپت راؤ جی بہت چالاک آدمی ہیں۔"

"چلو۔" ابراہیم نے گنپت راؤ کی گردن میں ہاتھ ڈال کر کہا اور گنپت راؤ ایک بار پھر دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

بے ہوش مالتی کو بھی تھوڑی دیر کے بعد ہوش آگیا تھا جو جگہ ابراہیم نے منتخب کی تھی وہ ہر لحاظ سے عمدہ تھی اور وہ پوری طرح مطمئن ہوگیا تھا۔ تب ان سب کو اس جگہ منتقل کردیا گیا۔ اس کے علاوہ ابراہیم نے ایک اور چالاکی کی۔ بابو لال کے ساتھ جاکر وہ رسوئی سے کھانے پینے کا بہت سا سامان اُٹھا لایا تھا۔

"بھوک لگی تھی ابراہیم؟" بھانو نے پوچھا۔

"نہیں بھانو مہاراج۔ اب ہم اپنا کھانا پینا ان پر تو نہیں چھوڑ سکتے۔ ورنہ یہ آسانی سے ہمیں بے ہوش کرکے پولیس کے حوالے کرسکتے ہیں۔" ابراہیم بولا۔

"دیکھا گنپت راؤ۔" آپ کے بھی گرد موجود ہیں۔ ویسے آپ نے بہت برا کیا گنپت راؤ.... بات نہ مانی ہماری۔"

"کک کونسی بات؟" گنپت راؤ نے کہا۔

"بتیسی نکال کر ہاتھ پر رکھ دیں گے اگر جھوٹ بول کر بے وقوف بنانے کی کوشش کی۔ پولیس جو کچھ کرتی پھر رہی ہے ہمیں معلوم ہے۔ ابھی تو بہت سے قرضے چکانے ہیں آپ سے۔ سنو گنپت راؤ جی۔ ہم یہاں موجود ہیں۔ آپ کی دھرم پتنی جی۔ بیٹا پوتا اور بہو یہ چاروں ہماری گولیوں کی زد پر ہیں.... آپ کے علاوہ اگر اس کمرے کے آس پاس کسی

دوسرے نے قدم رکھا تو یہ چاروں دوبارہ آپ کو نہ مل سکیں گے۔ ہاں ان کی لاشوں کو کریاکرم کے لئے آپ کے حوالے ضرور کردیا جائے گا۔ اس لئے اگر کوئی آئے تو آپ اس سے ضرور ملیں۔ جو دل چاہے بات کریں بس ان لوگوں کی زندگی آپ کی مرضی پر ہے۔"

"انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے بھانو۔ میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہوں۔" گنپت راؤ نے تھکے تھکے، لہجے میں کہا۔

دن نکل آیا تھا۔ ان لوگوں نے ناشتہ کیا۔ گنپت راؤ کو باہر جانے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ انہوں نے رسوئی میں جاکر اپنے بیوی بچوں کے لئے ناشتے کا بندوبست کیا اور پھر خود ہی ناشتہ لے کر اندر آگئے۔ جس صورتحال سے دو چار ہوگئے تھے اس سے فرار کی کوئی صورت ذہن میں نہیں آرہی تھی۔ بیوی' بیٹا پوتا اور بہو موت کے نشانے پر تھے اور ان کی پوزیشن بہت نازک تھی اس لئے وہ کوئی غلط قدم اُٹھانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ ملازموں سے اُنہوں نے کہہ دیا تھا کہ وہ اس کمرے میں ہیں اگر کوئی آئے.... تو اُنہیں اطلاع دیدی جائے۔

اور دن چڑھے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک نوکر نے دروازہ کھٹکھٹا کر پولیس افسر شام کپور کے آنے کی اطلاع دی۔ "بھانو نے اُنہیں جانے کی اجازت دے دی تھی۔"

"گنپت راؤ چل پڑے۔ بہت بری حالت تھی اُن کی۔ دل چاہتا تھا کہ پولیس کو کوئی اشارہ دے دیں۔ پھر دل لرز جاتا تھا۔ اپنے اہل خاندان خون میں ڈوبے نظر آتے تھے۔ اسی کشمکش میں یہاں پہنچ گئے جہاں پولیس افسر شام کپور اور کملا شنکر موجود تھے۔

ان دونوں کو دیکھ کر گنپت راؤ کا موڈ خراب ہوگیا۔ "کوئی خوشخبری لائے ہوں گے آپ۔ رات کو تو بڑی مہارت ہوئی ہے۔" انہوں نے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ مگر بات نہیں بن سکی راؤ صاحب۔ یہ کمبخت بھانو کوئی چھلاوا ہی لگتا ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے انسپکٹر صاحب۔ بلکہ ہندوستانی پولیس دراصل ڈاکوؤں اور دوسرے مجرموں کو پکڑنے کے قابل ہی نہیں رہی ہے۔ انگریز آقاؤں نے اسے عیش پرست بنادیا ہے اور اب اس سے محنت کا کوئی کام نہیں ہوتا۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں راؤ صاحب؟"

"ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہوں۔ بھانو نہ ہوا کوئی بھوت ہوگیا۔ پورے ہندوستان کی پولیس اس کے پیچھے لگی ہوئی ہے اور صرف دو تین آدمیوں کے ساتھ اُسے نچاتا پھر رہا ہے۔"

"کب تک راؤ صاحب۔ بالآخر ایک دن اس سے نجات مل جائے گی۔ رات کو ہی ہم نے اس پر قابو پالیا تھا مگر نہ جانے کیا ہوا۔ نہ جانے کیسے وہ نکل گیا۔"

"خیر چھوڑیں اس بات کو یہ بتائیں کہ شوکت بیگ کے بیوی بچوں کا کیا کرنا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب اُنہیں چھوڑ دینا چاہئے۔"

کملا شنکر حیرانی سے گنپت راؤ کا چہرہ تکنے لگا۔ گنپت راؤ کے رویے کو اس حیرت انگیز تبدیلی کو اُس نے بزدلی کی علامت سمجھتے ہوئی بولا۔ "افسوس یہ ممکن نہیں ہے۔ میں اُنہیں صبح ہی.... روانہ کرچکا ہوں۔ وہ اب میرے لئے بہت کارآمد ہوں گے۔"

"وہ کیسے؟" راؤ صاحب نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"شوکت بیگ کے بارے میں یہ بات کھل چکی ہے کہ وہ اب باقاعدہ بھانو کے ساتھ مل گیا ہے۔ وہ بھانو کے کچھ ساتھیوں میں سے ایک ہے اور گنپت راؤ جی مجھے بھی بھانو کا نشہ ہوگیا ہے جس کام میں شری کانتی لال جی ناکام ہوگئے ہیں۔ اس کی تکمیل کرکے نام اور عہدہ کمانا چاہتا ہوں۔ اس لئے اب میں بھانو کے خلاف ایک باقاعدہ مہم چلانے کا خواہشمند

ہوں۔" شام کپور نے کہا۔

"لیکن ہماری شامت آجائے گی۔"

"کیوں؟"

"ارے تم سمجھتے کیوں نہیں۔ کیا بھانو کو یہ شبہ نہیں ہوگا کہ میں نے اس سلسلے میں تمہاری مدد کی ہے؟"

"اس کا امکان نہیں ہے راؤ صاحب۔"

"تم کیا جانو۔ تم کیا سمجھو؟" راؤ صاحب نے عجیب سے لہجے میں کہا اور شام کپور چونک کر اُنہیں دیکھنے لگا۔ راؤ صاحب سر جھکائے بیٹھے تھے اور بہت پریشان نظر آرہے تھے۔

"کوئی خاص بات ہے گنپت راؤ جی؟" اُس نے معنی خیز لہجے میں کہا گھبرائے ہوئے، لہجے میں کہا اور چالاک افسر بغور اُن کا جائزہ لینے لگا۔ پھر اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بہرحال راؤ صاحب ہم اب بھی آپ سے بڑی اُمیدیں رکھتے ہیں۔ بھانو کے بارے میں اگر کوئی بات ہو تو مجھے یا کملا شنکر جی کو ضرور بتائیں۔ پولیس سے جو بھی مدد درکار ہو وہ اس کے لئے تیار ہے۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے مجھے پتہ ہے کہ پولیس میری کیا مدد کرے گی؟"

"یہ آنے والا وقت بتائے گا۔" شام کپور نے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ گنپت راؤ نے بڑی سرد مہری سے اُنہیں رخصت کیا تھا اور پھر وہ اُٹھ کر مردار قدموں سے اُس کمرے میں آگئے جہاں اُن کی موت موجود تھی۔

"اُن کا پوتا جاگ اُٹھا تھا اور بھانو سے بے تکلفی سے گفتگو کر رہا تھا۔ بھانو کو بھی اس بچے کی گفتگو میں بہت مزا آرہا تھا۔ "لو تمہارے دادا جی آگئے اُن سے کہو دروازہ بند کر دیں۔" بھانو نے کہا۔

"دروازہ بند کر دیں دادا جی۔ آپ کو معلوم نہیں یہاں ڈاکو چھپے ہوئے ہیں۔ یہ بھی ڈاکو ہیں میں بھی ڈاکو ہوں۔"

"ارے نہیں نہیں پرکاش جی۔ تم ڈاکو نہیں ہو۔ تمہارے دادا جی تمہیں پولیس افسر بنائیں گے۔

"تو پھر میں تمہیں گرفتار کرلوں گا۔" بچہ بولا۔

"نا بیٹا نا۔ تم ہمیں گرفتار مت کرنا، بلکہ تم کوشش کرنا کہ کسی کو ڈاکو نہ بننے دو۔ یہ کوشش تمہارے دادا جی بھی کرتے تو آج اس مصیبت سے دوچار نہ ہوتے۔ ہاں گنپت راؤ جی کون آیا تھا؟"

"شام کپور اور کملا شنکر۔"

"کیا کہہ رہے تھے؟"

"اپنی ناکامی کی کہانی سنا رہے تھے۔"

"اور کیا کہہ رہے تھے؟"

"شام کپور مزید پولیس فورس لینے جا رہا ہے۔"

"ہوں۔ شوکت بیگ کے بیوی بچے کہاں ہیں؟"

"وہ۔ مم۔ میں۔ مجھے کیا معلوم؟"

"بتا دو راؤ جی۔ بتا دو۔ دیکھو پرکاش کتنا پیارا بچہ ہے تم نہیں چاہتے کہ یہ جوان ہو اور تمہارا نام اونچا کرے۔"

"کک کیا مطلب؟"

"مطلب تم سمجھتے ہو راؤ جی۔"

"تت تو کیا تم۔ کیا تم اُسے مار دو گے؟"

"شوکت بیگ کے بچے بھی ایسی ہی پیاری پیاری باتیں کرتے ہوں گے۔ بچے تو سب ہی ایک جیسے ہوتے ہیں راؤ جی۔" بھانو نے کہا اور گنپت راؤ نے گردن جھکا لی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ افسردہ لہجے میں بولے۔

"بھگوان کی سوگند۔ میں نے شام کپور سے کہا تھا کہ وہ شوکت بیگ کے بیوی بچوں کو چھوڑ دے۔"

"پھر اُس نے کیا کہا؟"

"اُس نے۔ اُس نے اُنہیں یہاں سے کہیں اور بھجوا دیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ شوکت بیگ اُن کی وجہ سے بھانو کی گرفتاری میں مدد دے گا۔" گنپت راؤ نے کہا اور شوکت بیگ کی حالت خراب ہوگئی۔ اُس نے ہیجانی لہجے میں کہا "گنپت راؤ۔ گنپت راؤ اگر پولیس کے ہاتھوں میرے بیوی بچوں کو کوئی نقصان پہنچا۔ اگر وہ مجھے نہ ملے تو خدا کی قسم، خدا کی قسم میں تیرے خاندان کی کسی عورت کسی بچے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ خدا کی قسم موت بھی مجھے اس ارادے سے باز نہیں رکھے گی۔"

"گنپت راؤ لرز گیا۔ ان کی بہو مالتی اور پتنی زار و قطار رونے لگیں۔ بیٹا وحشت زدہ ہوگیا، شوکت بیگ کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ بڑی مشکل سے گنپت راؤ کے منہ سے نکلا۔

"میں کوشش کروں گا؟"

"کوشش نہیں گنپت راؤ۔ تمہیں صرف چوبیس گھنٹے دیے جاتے ہیں۔ صرف چوبیس گھنٹے اور اس کے بعد تمہارے خلاف انتقامی کاروائی شروع ہو جائے گی۔ اس دوان تم شوکت بیگ کے بیوی بچوں کو ان کے گھر پہنچا دو۔ ورنہ۔ تم زندہ ہو گے مگر تنہا۔ تمہارے خاندان میں ایک بھی عورت اور بچہ زندہ نہ ہو گا۔"

"میں پوری پوری کوشش کروں گا۔ مجھ پر وشواش کرو۔ مگر مجھے جانے کی اجازت دے دو۔"

"تم جا سکتے ہو گنپت راؤ۔ لیکن آنے والا وقت تمہارے ہاتھ میں ہے۔" بھانو نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد گنپت راؤ باہر نکل گیا۔ بھانو اور اس کے ساتھیوں نے صرف شوکت بیگ کی وجہ سے یہ خطرہ مول.... لیا تھا۔

☆

"شام کپور کے چہرے پر گہرے غور و فکر کے آثار نظر آ رہے تھے۔ گنپت راؤ کے ہاں سے واپسی پر وہ کچھ الجھا الجھا سا تھا۔ پھر وہ لوگ اپنی رہائش گاہ پر آ گئے۔ کملا شنکر بھی رات بھر کا نہ صرف جاگا ہوا تھا بلکہ سخت جدوجہد بھی کرتا رہا تھا۔ اگر اس جدوجہد کا کوئی نتیجہ برآمد ہو جاتا تو دوسری بات تھی لیکن وہ لوگ شدید ناکامی سے دو چار ہوئے تھے۔ سینکڑوں کارتوس ضائع ہوئے تھے۔ تین بوگیاں تباہ ہوئی تھیں جن کی ذمے داری انہی پر عائد ہوتی تھی۔ بہرحال وہ خود بھی بہت تھکا ہوا تھا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"سوئیں گے نہیں تھوڑی دیر؟" کملا شنکر نے پوچھا۔

"ارادہ تو یہی تھا شنکر جی مگر گنپت راؤ جی نے میری نیند اُڑادی ہے۔"

"کیوں؟"

"تم نے اُن کی بدلی ہوئی کیفیت محسوس نہیں کی۔"

"ہاں کی ہے مگر اس میں کونسی خاص بات ہے۔ وہ پولیس کی ناکامی سے خوفزدہ ہیں ایک بار جوتے جو کھا چکے ہیں۔ سوچ رہے ہوں گے کہ کہیں پھر مصیبت نہ آجائے۔"

"نہیں شنکر جی۔ بس اتنی سی بات نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں۔ میرا خیال ہے رات کے حادثے کے بعد بھانو سے ان کی کوئی ملاقات ضرور ہوئی ہے۔ اُنہوں نے ایک انہونی بات کہی تھی تمہیں یاد نہیں۔"

"کونسی انہونی بات؟"

"اُنہوں نے کہا تھا کہ شوکت بیگ کے بیوی بچوں کو رہا کر دیا جائے۔ کیا یہ انوکھی بات نہیں۔ میرا خیال ہے اس بار اُنہیں کوئی بڑی دھمکی ملی ہے جو وہ پولیس کو بھی بتانے پر آمادہ نہیں ہیں۔ ضرور کوئی خاص ہی بات ہے۔ میرے من میں ایک اور شبہ ہے شنکر جی جس کی تصدیق مجھے کرنی ہوگی۔"

"کیا شبہ؟" کملا شنکر نے پوچھا۔

"بتاؤں گا اس بارے میں۔ تھوڑی دیر آرام کرلیں۔" شام کپور نے کہا۔ لیکن آرام کرنے کی مہلت اب بھی نہیں ملی۔ گنپت راؤ کے آنے کی اطلاع ملی تھی۔ دونوں نے شری گنپت راؤ کا سواگت کیا۔ شام کپور کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا گنپت راؤ جی۔ پولیس آپ کی دوست ہے دشمن نہیں ہم آپ ہی کی سیوا کے لئے آئے ہیں۔ بتایئے کیا پریشانی ہے آپ کو؟" اس نے کہا

"مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ میں بس ایک کام کے لئے آیا ہوں آپ کے پاس۔ شوکت بیگ کے بیوی بچے رہا کردیے جائیں۔ ان کی گرفتاری غیر قانونی ہے۔"

"اوہ غیر قانونی کیوں ہے؟"

"مجرم شوکت بیگ ہے ان بچوں کا کیا دوش ہے؟"

"پولیس شوکت بیگ اور بھانو کو گرفتار کرنے کے لئے یہ کارروائی ضروری سمجھتی ہے۔"

"مگر میں چاہتا ہوں کہ اُنہیں رہا کر دیا جائے۔"

"آخر کیوں۔ گنپت راؤ جی آخر کیوں؟ یہ بتادیں اس کے بعد آپ کی بات پر غور کیا جاسکتا ہے۔"

"آپ سمجھتے کیوں نہیں؟ مسلمانوں کی مخالفت مول لینا نہیں چاہتا۔"

"اُنہیں پولیس نے گرفتار کیا ہے۔ آپ سے کیا تعلق؟"

"مجھ سے بحث مت کرو۔ اُنہیں رہا کردو۔ میں تمہیں اس کی منہ مانگی قیمت دینے کو تیار ہوں۔"

"سوچ لیں راؤ صاحب۔"

"ہاں سوچ لیا۔"

"تب آپ بھانو کو ہمارے حوالے کردیں۔ ہم شوکت بیگ کے بیوی بچوں کو رہا کردیں گے۔" شام کپور نے کہا۔

"عجب۔ بھانو۔ کیا وہ میری جیب میں ہے۔"

"ہاں راؤ صاحب۔ وہ آپ کی جیب میں نہ سہی مگر آپ کو اس بارے میں ضرور معلوم ہے۔"

"باز آجاؤ۔ ان باتوں سے باز آجاؤ۔ بھگوان کے لئے مجھے پریشان مت کرو۔ میں تمہارے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ اگر چوبیس گھنٹے کے اندر اندر شوکت بیگ کے بیوی بچے نہ ملے تو۔ تو وہ میرے بچوں کو ہلاک کردیں گے۔ وہ ضرور اُنہیں ہلاک کردیں گے۔" گنپت راؤ چیخ پڑے اور اُن کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پولیس پوری جانفشانی سے آپ کی حفاظت کرے گی۔ آپ کی ساری کوٹھی پولیس والوں سے بھر جائے گی۔

"اس کے باوجود کچھ نہیں ہوگا۔" گنپت راؤ جی روتے ہوئے بولے۔

"کیوں نہیں ہوگا راؤ صاحب؟"

"اس لئے کہ۔ اس لئے کہ بھانو اور اس کے ساتھی میری حویلی میں موجود ہیں۔ اُنہوں نے میری پتنی، میرے بیٹے اور پوتے کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ وہ سب ان کی بندوقوں کی زد پر ہیں۔" گنپت راؤ شدت جذبات میں کہہ گئے اور پھر اُنہوں نے اپنا منہ پیٹ لیا۔ یہ کیا کہہ گیا میں۔ "یہ کیا بھول ہوگئی مجھ سے۔ آہ یہ میں کیا کر بیٹھا۔" وہ غمزدہ لہجے میں بولے۔ اور شام کپور ان کے قریب آگیا۔

"چنتا نہ کریں۔ گنپت راؤ جی۔ پولیس آپ کے سارے خاندان کی حفاظت کی ذمے دار ہے۔ آپ نے بہت اچھا کیا جو ہمیں یہ بات بتادی۔"

رات کا پرہول

سناٹا فضائے بسیط پر مسلط تھا۔ گنپت راؤ کی حویلی سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ حویلی کی ڈیوڑھی میں گنپت راؤ جی ایک آرام کرسی پر دراز اپنے دل کی دھڑکنیں گن رہے تھے۔ اُن کا سارا وجود کانپ رہا تھا۔ دل دماغ پر ایسا بوجھ طاری تھا جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اُنہیں احساس ہو رہا تھا جیسے وہ بہت بڑی.... مصیبت میں پھنس گئے ہوں۔ غلطی مجھ سے ہی ہوئی ہے، شوکت بیگ یا دھول پور کے دوسرے مسلمان تو کوئی حیثیت نہیں رکھتے.... اُن سے نمٹنا کوئی مشکل کام نہیں تھا لیکن جب بات بھانو کی آپڑی تھی تو مجھے سوچنا چاہیے تھا۔ بہت ہی اچھا ہوتا کہ میں اس چکر میں نہ پڑتا.... بھانو کی دشمنی آسان کام نہیں ہے.... انگریزی قوت اس پر قابو پانے میں ناکام رہی ہے تو میں کیا اور میری بساط کیا۔ رہ گئے یہ پولیس والے تو ان کی کیا ہے۔ یہ کوئی نہ کوئی کارنامہ دکھا کر اپنے عہدے بڑھوانا چاہتے ہیں۔ اُنہیں اس سے کیا غرض کہ کون جیتا ہے کون مرگیا۔ اب تک جو لوگ بھانو کے ہاتھوں مارے گئے انہیں کون سا بچالیا۔"

"ہائے رام اب کیا ہوگا۔ اگر پولیس اب بھی بھانو کو گرفتار کرنے میں ناکام رہی تو اس کے بعد تو بھانو کبھی رعایت نہ کرے گا۔"

شام کپور نے اُسے پوری تسلی دی تھی اور اپنی ساری اسکیم بھی سمجھادی تھی۔ پولیس نے ٹھیک بارہ بجے حملے کا وقت مقرر کیا تھا۔ چار پولیس والے بھی اس مقصد کے تحت نوکروں کے بھیس میں حویلی میں موجود تھے لیکن گنپت راؤ کو پولیس کی ناکامی کا پورا یقین تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر پولیس کون سا جادو کرے گی کہ اُن کے اہل خاندان بھی بچ جائیں گے اور بھانو بھی گرفتار ہو جائے گا۔ اب تک تو ایسا کوئی جادو نہیں ہوا تھا۔ اب کون سی نئی ترکیب آزمائی جائے گی۔

پولیس اسٹیشن سے واپس آکر وہ بھانو سے ملے تھے بھانو اور اُس کے ساتھی بڑے مطمئن تھے اُنہیں کوئی تشویش نہیں تھی پھر اُنھوں نے گنپت راؤ کی یہ بات بھی مان لی کہ گنپت راؤ کو آزاد رہنے دیا جائے تاکہ کوئی ملنے والا آئے تو اُسے شبہ نہ ہو۔ ابھی تک تو گنپت راؤ نے بھانو کو کوئی شبہ نہیں ہونے دیا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ بھانو اگر ایسا ہی نرم چارہ ہوتا تو اب تک انگریز سرکار اُس کی گرفتاری میں ناکام نہ رہتی۔ گھڑیال نے بارہ بجے کا گجر بجایا تو گنپت راؤ اضطراب کے عالم میں کھڑا ہوگیا۔ گھڑیال کی ٹن ٹن کے ساتھ ہی اُس کے دل کے دھڑکنے کی رفتار میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ اسی اثنا میں دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تو اُس نے لرزتے وجود کے ساتھ بے آہنگی دروازہ کھولا۔ شام کپور ہی تھا لیکن ایک دیہاتی کے بھیس میں۔ "آپ ہوشیار ہیں گنپت راؤ جی؟" اس نے سرگوشی میں کہا۔

"ہاں۔" گنپت راؤ جی بڑی مشکل سے بولے تھے۔

"حالات میں کوئی تبدیلی تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں۔"

"بھانو اور اُس کے ساتھی اپنی جگہ موجود ہیں؟"

"ہاں۔ وہ وہیں ہیں۔" الفاظ اُس کے حلق سے پھنس پھنس کر نکل رہے تھے۔

"اور نوکروں کے بھیس میں جو پولیس والے ہیں؟"

"وہ بھی اندر ہی موجود ہیں۔" گنپت راؤ اپنے خوف پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگے۔ اب جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہونا ہی ہے ہمت کرکے پولیس افسروں کا ساتھ دینا چاہیے۔ ممکن ہے کامیابی نصیب ہو جائے۔

"ہوں۔ کچھ دیر انتظار کریں۔ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ باہر پولیس کے پچاس جوان موجود ہیں۔ اس کے علاوہ میرے ان آدمیوں نے بھانو اور اُس کے ساتھیوں کو بے ہوش کرنے کی کوشش کی ہوگی جو اندر موجود ہیں۔ اگر وہ ناکام بھی رہے ہوں گے تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"مگر آپ کریں گے کیا؟" گنپت راؤ کے لہجے میں غیر یقینی پھر عود کر آئی۔

"بس دیکھتے رہیں آپ۔" شام کپور نے کہا اور پھر وہ دھیمے سروں میں سیٹی بجانے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دس جوان بندوقوں سے لیس اندر داخل ہوئے۔ شام کپور نے اُن کے اندر آنے کے بعد دروازہ بند کردیا اور پھر اُس نے گنپت راؤ کو اشارہ کیا۔

"بس آپ دور سے ہمیں وہ جگہ بتادیں جہاں بھانو موجود ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن شام کپور جی۔" گنپت راؤ روہانسی آواز میں بولے اور شام کپور نے اُن کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"چنتا نہ کریں گنپت راؤ جی حوصلہ رکھیں۔ اگر بھانو گرفتار ہوگیا تو سرکار آپ کے اس تعاون کو کبھی نہ بھولے گی۔"

"اگر وہ گرفتار نہ ہوا تو میں بھی اُس کے انتقام کو موت کے بعد بھی نہ بھولوں گا۔" گنپت راؤ آہستہ سے بولے

اور دبے قدموں.... شام کپور کو لئے اُس جگہ پہنچ گئے جہاں بھانو یرغمالیوں کے ساتھ موجود تھا۔

"اب آپ کو آخری کام کرنا ہے۔ ذرا ایک منٹ رُک جایئے۔" شام کپور نے سرگوشی میں کہا پھر دھیمی آواز میں رُک رُک کر تین بار سیٹی بجائی لیکن اس سیٹی کا کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

"کیا کر رہے ہیں یہ شام جی۔ سیٹی کی آواز اندر بھی سنی جا سکتی ہے اور بھانو اتنا بے وقوف بھی نہیں ہے۔" گنپت راؤ نے مری ہوئی آواز میں کہا۔

"یہ میرے ساتھی کہاں مر گئے؟" شام کپور آہستہ سے بولا۔ اُس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار نظر آنے لگے۔

" گنپت راؤ جی پھر کانپنے لگے تھے۔ شام کپور نے اس کے بعد دیر نہیں کی۔ گنپت راؤ کے آگے بڑھ کر بولا۔

"بس آپ آخری کام کردیں گنپت جی، بھانو کو آواز دیں اور کہیں کہ ایک بات سن لے۔ جلدی کریں۔" شام کپور بے چینی سے بولا۔ اپنے آدمیوں کو موجود نہ پاکر اُسے بھی تشویش ہوگئی تھی۔

گنپت راؤ جی بادل ناخواستہ آگے بڑھے اور اُنہوں نے دروازے پر دستک دی۔ "بھانو مہاراج دروازہ کھولیں ایک کام ہے۔" اندر روشنی تھی جس کی کرنیں دروازے کی جھریوں سے باہر نکل رہی تھیں۔ وہ انتظار کرتے رہے لیکن دوسری طرف کوئی آہٹ نہ سنائی دی۔ پولیس کے جوان بندوقیں تانے ہوئے تھے۔

"بھانو مہاراج ایک ضروری کام ہے دروازہ کھولیں...." گنپت راؤ نے رو دینے کے سے انداز میں کہا۔ دروازے کو اندر کی طرف دبایا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ گنپت راؤ اُچھل کر پیچھے ہٹ گئے۔ شام کپور برق رفتاری سے کھلے دروازے سے اندر داخل ہوگیا اور اُس کے پیچھے ہی پولیس کے دوسرے جوان بھرا مار کر اندر گھس گئے تھے۔

لیکن اندر کا منظر روح کو لرزا دینے والا تھا۔ کمرے کے فرش پر چار لاشیں پڑی ہوئی تھیں جن کی گردنیں اُن کے شانوں سے الگ تھیں۔ یہ اُن چار پولیس والوں کی لاشیں تھیں جو نوکروں کے بھیس میں یہاں موجود تھے۔

شام کپور دم بخود کھڑا رہ گیا تھا لیکن گنپت راؤ برداشت نہ کرسکے اور پولیس والوں کو دھکیل کر اندر گھس آئے۔ پورے کمرے میں خون ہی خون پھیلا ہوا تھا۔ گنپت راؤ کے حلق سے دلخراش چیخ نکلی اور وہ اپنے قدموں پر کھڑے نہ رہ سکے.... وہ بری طرح سینہ کوبی کر رہے تھے، دو پولیس والوں نے اُنہیں سنبھالا ورنہ وہ خون پر سے پھسل کر گر پڑتے۔

"ارے، ارے یہ کس کی لاشیں ہیں؟ ارے کیا یہ سب مارے گئے؟ مارے گئے، ناس وہی ہوا جس کا مجھے خوف تھا، وہی ہوا۔.... ہائے رام وہی ہوگیا۔" وہ بری طرح رونے پیٹنے لگے، شام کپور نے آگے بڑھ کر اُنہیں سہارا دیا۔

"حوصلہ کیجئے گنپت راؤ جی، حوصلہ کیجئے، یہ آپ کے رشتے دار نہیں ہیں بلکہ وہ پولیس والے ہیں جو یہاں تعینات تھے۔"

"ارے تمہارا ستیاناس۔ تم نے مجھے برباد کردیا۔ ارے تم پولیس والے ہو یا گھسیارے، بھانو کو گرفتار کرنے چلے تھے، ہائے رام میری لٹیا ڈبودی، ارے تمہارا بیڑہ غرق، ہٹ جاؤ چھوڑ دو مجھے میں پولیس کمشنر سے ملوں گا۔ میں تمہیں تمہاری اوقات بتادوں گا۔ کیا سمجھا تھا تم نے گنپت راؤ کو، کیا میں تمہارا آلۂ کار تھا، ارے میں تو جانتا تھا.... کہ تم نکمے لوگ بھانو پر کبھی بھی قابو نہ پاسکو گے لیکن تم نے.... تم نے مجھے بھی پھنسا دیا ارے تمہارا ستیاناس۔ ارے تمہارا ستیاناس۔" گنپت راؤ نے غصے اور رنج کے عالم میں شام کپور کا سینہ پیٹ ڈالا۔

اُسی وقت شام کپور کی نگاہ ایک طرف اُٹھ گئی.... ایک چھوٹی سی میز پر ایک سفید کاغذ رکھا ہوا تھا۔ شام کپور نے آگے بڑھ کر وہ کاغذ اُٹھالیا اور اُسے پڑھنے لگا بھانو کا خط تھا جو گنپت راؤ کے نام ہی تھا۔

" گنپت راؤ جی۔

"آپ سے ہمیں ویسے بھی کوئی اچھی اُمید نہیں تھی، ہمیں معلوم تھا کہ آپ بے حد کمینے انسان ہیں۔ اگر کمینے نہ ہوتے تو بار بار جوتے کھانے کے باوجود آپ اس قسم کی حرکتیں نہ کرتے لیکن اس بار آپ کی اس حرکت کو معاف نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کو ایسی سزا دی جائے گی گنپت راؤ جی کہ آپ مرنے کے بعد بھی یاد رکھیں گے۔ ہم نے ابھی آپ کے گھر کے افراد کو قتل نہیں کیا ہے، صرف اس اُمید پر.... کہ ممکن ہے اس کے بعد.... آپ کو عقل آجائے، سنیں گنپت راؤ جی ہم یہ نہیں جانتے.... شوکت بیگ کے بیوی بچوں کو رہا کرانا آپ کا کام ہے، اگر آپ نے یہ کام کردیا تو اب بھی آپ کے ساتھ یہ رعایت کی جاسکتی ہے کہ آپ کے تمام اہل خانہ کو ہم چھوڑ دیں.... ہاں اگر آپ اس کوشش میں ناکام رہے تو پھر ساری زندگی آپ اُن کی شکل نہیں دیکھ سکیں گے۔ ہم لوگ جا رہے ہیں لیکن ہمارا آدمی آپ کی خبرگیری کرتا رہے گا۔ ہمیں یہ معلوم ہوتا رہے گا کہ آپ شوکت بیگ کے بیوی بچوں کی رہائی کے لئے کیا کر رہے اگر ہم نے دیکھا کہ آپ اس میں کامیاب ہوگئے تو ہم بھی آپ کے بیوی بچوں کو آپ کے حوالے کردیں گے لیکن اگر آپ ناکام رہے تو کسی بھی وقت آپ کو ان سب کی لاشیں کسی بھی جگہ مل جائیں گی، فی الحال ہم دھول پور چھوڑ کر جا رہے ہیں۔

فقط تمہارا باپ

بھانو چوہان۔"

گنپت راؤ جی نے شام کپور کو خط پڑھتے دیکھا تو دوڑ کر شام کپور کی پشت پر پہنچ گئے اور کاغذ کا ٹکڑا اُن کے ہاتھ سے چھین لیا اور سسکیاں لے لے کر خط پڑھنے لگے خط پڑھنے کے بعد اُنہوں نے پھر سینہ کوبی شروع کردی۔

کافی دیر تک قرب و جوار کے لوگ اُنہیں تسلی دیتے رہے لیکن بس گنپت راؤ جی کے ذہن میں ایک ہی بات تھی کہ اگر شوکت بیگ کے بیوی بچے نہ ملے تو بھانو ضرور اُن کے رشتے داروں کو، بیٹی کو، بہو کو، بیٹے کو، پوتے کو، بیوی کو سب کو قتل کردے گا اور وہ اتنی بڑی دنیا میں تنہا رہ جائیں گے۔

رات اپنے آخری پہر سے گزر رہی تھی اور گنپت راؤ جی کے آنسو نہیں تھمتے تھے۔ وہ مسلسل روئے جا رہے تھے۔ اپنے کمرے میں وہ تنہا تھے کہ دفعتاً کوئی اُن کے کمرے میں داخل ہوا۔ نوکروں کو اُنہوں نے بھگا دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ کوئی اُن کے پاس نہ آئے پھر یہ کون آگیا۔

"پلٹ کر دیکھا تو پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ دروازے میں بھانو اور اُس کے ساتھی کھڑے مسکرا رہے تھے۔ یقین نہیں آیا تو آنکھیں مل مل کر دیکھنے لگے پھر کچھ بولنے کی کوشش کی تو بھانو نے گردن پر بندوق کی نال رکھ دی۔

"آواز نکلی تو گردن کے چیتھڑے اُڑ جائیں گے۔ صرف اس بات کا جواب دو جو پوچھی جائے۔" بھانو نے کہا۔

"ہٹالو۔ یہ بندوق ہٹالو میری گردن سے۔ گولی مارنا چاہتے ہو تو پھر ماردو۔ مجھے اب جیون سے کوئی لگاؤ نہیں رہ گیا۔"

"ابھی سے مرنا چاہتے ہو گنپت راؤ جی۔" بھانو نے طنز سے کہا۔

"بھول پر بھول ہوئی ہے اب تو تم سے کہنے کے لئے بھی کچھ نہیں رہ گیا۔ اب تو معافی مانگتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔"

"تم نے پھر غداری کی گنپت راؤ جی۔ پولیس کو ہماری یہاں موجودگی کی اطلاع دی اور اس کا نتیجہ بھی نہ سوچا۔ اب بتاؤ.... گنپت راؤ اپنی بیوی بچوں کی زندگی چاہتے ہو یا نہیں؟" بھانو کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ اُس کی آواز میں بادلوں کی.... گرج تھی۔

"چاہتا تو ہوں۔ مگر تم سے کچھ کہنے کے قابل نہیں رہا۔" گنپت راؤ کے لہجے میں شکست اور شرمندگی کا عنصر نمایاں تھا۔

"ہم تمہیں ایک اور موقع دینے کے لئے تیار ہیں گنپت راؤ جی۔ شوکت بیگ کے بیوی بچے رہا کرادو.... اپنے بیوی بچوں کا جیون بچالو۔ میں تمہیں ایک موقع اور دے سکتا ہوں لیکن یہ آخری موقع ہوگا۔"

"گنپت راؤ منہ سے کچھ نہ بولا بس سر جھکائے لرزتا.... سسکتا رہا۔ اس وقت وہ اپنی عمر سے کئی گنا بوڑھا نظر آرہا تھا۔ پوری عمر سر اٹھا کر چلنے والا جاگیردار جس نے غریبوں کی تذلیل کرنا ایمان بنالیا تھا۔ آج ایک ڈاکو کے قدموں میں یوں پڑا ہوا تھا جیسے زندگی دینے اور لینے کا حق صرف بھانو ہی کو ہے۔

بھانو کچھ دیر تو اُسے کڑی نظروں سے دیکھتا رہا، سوچتا رہا اور جب وہ بولا تو لہجے میں کسی قدر نرمی تھی لیکن اس کے جملے کا ایک ایک لفظ جاگیرداروں کے خلاف اُس کی فطری نفرت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

"مرا کیوں جارہا ہے سسرے۔ اُٹھ گندی نالی کے کیڑے تیرے بیوی بچے زندہ ہیں اور اسی چھت تلے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" گنپت راؤ اُچھل پڑے۔

"تمہاری پولیس کتنی چالاک ہے گنپت راؤ جی۔ اس کا اندازہ اسی بات سے لگالو کہ جب تم لوگ کمرے میں داخل ہوئے تو ہم برابر والے کمرے میں موجود تھے۔ اُسی کمرے میں تمہارے بیوی بچے بھی تھے۔ پولیس ہم سے چند گز کے فاصلے پر تھی لیکن اُسے خیال ہی نہ آیا کہ کسی اور جگہ کی تلاشی بھی لے لے۔ بس ہمارے خط سے اُنہوں نے یقین کرلیا کہ اب تو ہم دھول پور سے نکل بھی چکے ہوں گے۔ یہ ہے تمہاری پولیس اور اُس کی کارکردگی۔ ہندوستان کی پولیس ساری زندگی بھانو کو گرفتار نہ کرسکے گی۔ گنپت راؤ۔ یہ خیال دل سے نکال دو، پولیس جب لاشیں اُٹھا کرلے گئی تو ہم نے خون صاف کیا اور دوبارہ اُسی کمرے میں آگئے جہاں تھے۔" گنپت راؤ آنکھیں پھاڑے بھانو کو اور اُس کے ساتھیوں کو دیکھتے رہے پھر بولے۔

"تمہارا مقابلہ بہت مشکل ہے بھانو۔ تم چالاک بھی ہو اور بہادر بھی.... بہرحال میرے اوپر ایک بار اور بھروسا کرلو میں صبح ہی دہلی جاؤں گا۔ پولیس کمشنر سے ملوں گا اور کچھ نہ کچھ کرلوں گا۔ بس یہ آخری موقع مجھے اور دے دو۔"

"ہم تمہاری واپسی کا انتظار کریں گے گنپت راؤ جی.... لیکن سوچ لینا۔ انگریزوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر تمہارا ارادہ پھر نہ بدل جائے۔ بہرحال یہ تمہاری مرضی ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

کسی نہ کسی طرح کوشش کرکے گنپت راؤ پولیس کمشنر تک پہنچ ہی گئے۔ اتفاق سے میجر والٹن بھی اس وقت پولیس کمشنر کے پاس موجود تھا۔ کمشنر نے تو گنپت راؤ جی کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی لیکن میجر والٹن نے اس کیس میں پوری پوری دلچسپی لی....

"سر آپ نے میری درخواست پر غور نہیں کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ بھانو کے خلاف ساری کاروائی یکسر بند کردی جائے اگر ایسا نہ ہوا تو میں معذرت کرکے انگلینڈ واپس چلا جاؤں گا میرے خیال میں اب تک بھانو کے گرفتار نہ ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ سارے ہندوستان کی پولیس اُس کے پیچھے لگی ہوئی ہے اور بھانو کو اطمینان سے ہماری کاروائی کا علم ہو جاتا ہے۔ میری رائے ہے کہ اُس شخص کی بات مان لی جائے.... ایسی فضول حرکتوں سے ہمیں کوئی کامیابی نہیں حاصل ہوگی۔"

"اگر آپ کی یہ رائے ہے میجر تو ٹھیک ہے۔ ہم آپ کے کام میں رُکاوٹ نہیں ڈالیں گے مسٹر گنپت راؤ۔ آپ آرام کریں۔ میں معلوم کرتا ہوں کہ گرفتار شدہ لوگ کہاں ہیں۔ اُنہیں فوراً بلا کر آپ کے حوالے کردیا جائے گا۔"

"میں رام تلک ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہوں۔"

"جناب۔ انتظار کروں گا۔ مگر جلدی کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ...."

"ٹھیک ہے اطمینان رکھیں۔" گنپت راؤ کے جانے کے بعد بھی میجر والٹن، پولیس کمشنر سے اسی موضوع پر گفتگو کرتا رہا تھا۔ اُس کی رائے تھی.... کہ گنپت راؤ کی خواہش پوری کردی جائے۔ گلاب سنگھ کے بغیر یہ کام مشکل تھا۔ بہتر یہ ہے کہ اُس وقت تک بھانو کو نہ چھیڑا جائے ورنہ اور خون خرابہ ہوگا۔

گنپت راؤ پر ایک ایک لمحہ شاق گزر رہا تھا لیکن دوسری شام شوکت بیگ کے بیوی بچے اُن کے پاس پہنچ گئے.... تب گنپت راؤ کو سکون ہوا۔ وہ اُنہیں لے کر راتوں رات دھول پور چل پڑے تھے اُنہیں خطرہ تھا کہ پولیس نے کوئی چال نہ چلی ہو اگر ایسی کوئی بات ہوئی تو بھانو اُنہی پر شبہ کرے گا.... چالاک آدمی تھے جانتے تھے کہ یہ سب اتنی آسانی سے نہ ہوا ہوگا۔ اس لئے دھول پور پہنچ کر وہ اپنی حویلی میں نہیں گئے شوکت بیگ کے بیوی بچوں کو اُنھوں نے شوکت بیگ کے گھر پر ہی چھوڑا تھا اور اس کے بعد رات اپنے دوست کے ہاں گزاری.... دوسری صبح وہ پوری طرح اطمینان کرنے کے بعد اپنی حویلی گئے تھے۔

بھانو وغیرہ کے لئے وہ جو انتظام کر گئے تھے اس میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی تھی۔ اُن کے نوکر خوش اسلوبی سے اپنا کام سرانجام دے رہے تھے۔ اُنھوں نے بھانو کو اپنی.... کاروائی سے آگاہ کیا اور بھانو نے شوکت بیگ کو تصدیق کے لئے بھیج دیا۔

" گنپت راؤ نے کہا تھا۔ "بھانو مہاراج مجھے بہت سبق مل گیا ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد میری طرف سے کوئی حرکت نہ ہوگی۔ میں کسی کے معاملے میں ٹانگ نہیں اڑاؤں گا یہ میرا وعدہ ہے۔"

"ہمارے یہاں سے جانے کے بعد بھی شوکت بیگ کو کوئی تکلیف پہنچی گنپت راؤ جی تو آپ سے جواب طلب کیا جائے گا۔ اس کا خیال رکھنا آپ کا فرض ہوگا۔"

"ایسا ہی ہوگا بھانو مہاراج۔ ایسا ہی ہوگا۔" گنپت راؤ نے کہا۔ شوکت بیگ نے واپس آکر اپنے بیوی بچوں کے آنے کی تصدیق کردی۔ اس کے بعد بھانو کے یہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ چنانچہ گنپت راؤ کی حویلی چھوڑ دی گئی۔ اس کے بعد بھانو دھول پور نہیں رکا تھا۔

———○———

"یہ وہ دور تھا جب انگریزی اقتدار کے پاؤں اُکھڑ گئے تھے۔ حکومت برطانیہ جنگ کی چکی میں پس کر بری طرح کمزور ہوگئی تھی۔ ہٹلر نے اتحادیوں کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ اتحادی کامیاب ضرور ہوگئے تھے لیکن۔ اُن کی اپنی حالت تباہ ہوچکی تھی اور وہ جگہ جگہ لڑکھڑا رہے تھے۔ انگریز حکومت جان بچا کر بھاگنے کی تیاریوں میں مصروف ہوگئی تھی۔ جگہ جگہ اُس کے خلاف سازشیں ہو رہی تھیں اور آزادی کے متوالے اپنی جدوجہد تیز سے تیز کرتے جا رہے تھے۔ اُن لوگوں کی حالت خراب تھی جو انگریزی اقتدار کے سہارے زندہ تھے اور دوسروں کی زندگیاں حرام کرتے رہے تھے۔ چاروں طرف بحرانی کیفیت تھی.... اور انگریز اس بحران سے نپٹنے میں بری طرح ناکام ہوگئے تھے۔ ہر طرف خونریزی ہو رہی تھی۔ جہاں بھی انگریز کو موقع ملتا وہ حریت پسندوں کو کچلنے میں کوتاہی نہ کرتے۔

"میجر والٹن بدستور بھانو کے خلاف مصروف تھا۔ اُس نے بیڑا اُٹھایا تھا کہ وہ بھانو کو گرفتار کرنے کے بعد ہی انگلینڈ جائے گا۔ اس سلسلے میں اُس نے جو کچھ سوچا تھا اُس پر عمل کرنے کے لئے کاروائی کا آغاز کرچکا تھا۔ اُس کی دانست میں اس سے بہتر ترکیب اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی تھی کہ گلاب سنگھ کو بھانو سے بھڑا دیا جائے۔ چنانچہ اس کے خاص لوگ گلاب سنگھ کی تلاش میں مصروف تھے.... پھر کسی نہ کسی طرح اُن کا رابطہ گلاب سنگھ سے قائم ہوگیا۔

"زمانے کا ستایا ہوا گلاب سنگھ جس کی کہانی بھانو کی کہانی سے کسی نہ کسی حد تک ملتی جلتی تھی، پہلے تو انگریزوں کی اس چال پر غور کرتا رہا پھر اُس نے ایک فیصلہ کرکے اُس انگریز افسر سے ملاقات کا ایک نیا پروگرام بنالیا۔ ان فیصلے کے تحت اُس نے تین اہم انگریزوں کو یرغمال کے طور پر طلب کیا تھا اور کہا تھا کہ اُس کی جگہ اُنہیں اس کے آدمیوں کی قید میں رہنا پڑے گا اور جب وہ واپس آجائے گا اور اس کے مذاکرات کامیاب ہو جائیں گے تو ان تینوں کو رہا کردیا جائے گا۔

میجر والٹن کو گلاب سنگھ کا یہ پیغام ملا اور اُس نے یہ بات منظور کرلی، وہ تیار ہوگیا تھا۔ دراصل وہ چاہتا تھا کہ گلاب سنگھ کے ذریعے بھانو پر ہاتھ ڈالا جائے۔ گلاب سنگھ سے اُسے کوئی پرخاش نہیں تھی وہ تو بھانو کو گرفتار کرکے اپنی مردانگی اور

شہرت میں چار چاند لگانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اُس نے تین انگریز افسروں کا انتخاب کرکے اُنہیں اس بات کے لئے تیار کرلیا کہ وہ ڈاکو گلاب سنگھ کی قید میں رہیں۔ یہ تینوں بے چارے تو خوف سے زرد پڑ گئے تھے.... لیکن میجر والٹن نے اُنہیں دلاسے دیئے اور کہا کہ چونکہ وہ گلاب سنگھ کے خلاف کسی کاردائی کا ارادہ نہیں رکھتا' اس لئے انہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی اور گلاب سنگھ کے یہاں سے واپس جانے کے فوراً بعد اُن کی رہائی عمل میں آجائے گی۔

بہرصورت ان تینوں افسروں کو پونا کے ایک خاص مقام پر پہنچادیا گیا۔ جہاں گلاب سنگھ نے اُنہیں اپنی تحویل میں لے لیا۔

گلاب سنگھ بھی تجربے کار اور جہاندیدہ آدمی تھا' وہ انگریزوں کی چالوں کو اچھی طرح.... سمجھتا تھا' اسی وجہ سے اُس نے میجر والٹن سے اتنی سخت شرط کے تحت ان تینوں آدمیوں کو یر غمال بنایا تھا اور خلاف توقع میجر والٹن نے اس سلسلے میں کوئی حیل دجحت نہیں کی تھی اور ان تین انگریز افسروں کو اُس کے حوالے کردیا۔

گلاب سنگھ نے ان تینوں کو نہایت احتیاط سے پہاڑوں میں قید کرنے کے بعد خود کو میجر والٹن کے حوالے کردیا.... چھ فٹ طویل قد و قامت کا مالک اور اس عمر میں بھی نوجوانوں جیسی پھرتی رکھنے والا گلاب سنگھ بالاخر پونا کے ایک سرکاری ہیڈ کوارٹر میں میجر والٹن سے ملا۔ میجر والٹن نے گلاب سنگھ کو دیکھا اور ایک انجانے خیال کے تحت اُس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوگئی تھی۔ اُس نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر گلاب سنگھ کا استقبال کیا اور پھر اُس سے مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھادیا۔

لیکن گلاب سنگھ نے گردن جھکادی تھی۔ "نہیں سرکار ہمیں اس کے لئے مجبور نہ کریں۔ اُس نے بھاری لہجے میں کہا اور میجر والٹن مسکرا کر اُسے دیکھنے لگا۔

"ویل گلاب سنگھ ہم نے تمہیں ایک دوست کی حیثیت سے بلایا ہے اور ایک دوست کی حیثیت سے ہی ہم تم سے ہاتھ ملانا چاہتے ہیں' تمہیں اس سلسلے میں ہمارے جذبات کا خیال رکھنا چاہئے۔"

"ہاتھ ملالیں گے سرکار' مگر میجر والٹن نے تعجب سے پوچھا۔

"دراصل سرکار' ہم ہندوستانیوں میں ایک ہی خرابی ہوتی ہے' وہ یہ کہ جب ہم کسی کو دوست بناتے ہیں تو پھر وہ ہمارا دوست ہی بن جاتا ہے چاہے وہ ہمارے سینے میں چھرا ہی کیوں نہ گھونپ دے' دشمنی کرتے ہیں تو پھر دشمنی بھی پکی ہوتی ہے' تو سرکار ہمیں اس کے لئے معاف کردیں' ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ یہاں سے جاتے ہوئے ہم آپ سے ہاتھ ملاتے ہوئے جائیں۔" گلاب سنگھ نے کہا۔

"اچھا اچھا کوئی بات نہیں ہے' بیٹھو۔" میجر والٹن نے کہا اور گلاب سنگھ اُس کے اشارے پر بیٹھ گیا۔

"گلاب سنگھ تم نے انگریز حکومت سے معافی کی درخواست کی ہے۔ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ کیوں؟ کیا تم اپنی جدوجہد ترک کرچکے ہو' یا تم تھک گئے ہو گلاب سنگھ' یا پھر کوئی اور بات ہے؟"

گلاب سنگھ چند ساعت گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا' اس دوران میں میجر والٹن کی نگاہیں اُس کے قوی ہیکل بدن کا جائزہ لے رہی تھیں اور وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ بلاشبہ یہ شخص جسمانی اور ذہنی طور پر بے حد چالاک ہوگا۔ اور خطرناک بھی.... پھر جب گلاب سنگھ نے نگاہیں اُٹھائیں تو وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"سرکار کوئی بھی انسان ساری زندگی ایک ہی انداز میں نہیں گزار سکتا' حالات نے مجھے زمانے کے خلاف لا کھڑا کیا تھا میں اُن حالات کا ذکر نہیں کروں گا سرکار' جنہوں نے مجھے ڈاکو بنایا تھا' جتنے بھی ڈاکو جتنے بھی برے آدمی سنسار میں ہوتے ہیں' اُن کے پیچھے کوئی نہ کوئی ایسی ہی کہانی ہوتی ہے' بہرصورت میں نے اپنے دل کی مراد پوری کرلی۔ میں نے وہ سب کچھ کرلیا جس کی میں نے سوگند کھائی تھی۔ ممکن ہے میرا یہ کام جاری رہتا لیکن میرے بڑے اچھے ساتھی مارے گئے اور سرکار

ب انسان کا ساتھ ٹوٹ جائے تو پھر وہ اتنا بہادر نہیں رہتا' میرا دل ٹوٹ گیا ہے سرکار' مجھے دولت کی ہوس نہیں ہے' جن ِوں سے مجھے انتقام لینا تھا' اُن لوگوں سے میرا انتقام پورا ہوچکا ہے۔ اس کے بعد تو بس ایک ڈاکو رہ گیا تھا' جو اگر لوٹ مار کرتا تو پولیس کے ہاتھ لگ جاتا اور پھانسی پا جاتا یا پھر گولی کا شکار ہو جاتا' اس ڈاکو کو ظاہر ہے پناہ تو نہیں مل سکتی تھی.... سو ی لئے میں ڈاکے ڈالتا رہا تھا لیکن میں نے ایک کوشش کی تھی سرکار کہ اگر انگریز سرکار معافی دے دے تو میں بھی ایک چھے شہری کی طرح زندگی گزار سکتا ہوں اگر انگریز سرکار مجھے معافی نہیں دیتی تو پھر یہی ہوتا کہ مجھے اپنی زندگی اسی طرح چھپ چھپ گزارنا پڑتی' جیسا کہ میں گزار رہا ہوں' اب بھی میرے ساتھی ہیں مگر میں نے اپنی کاروائیاں کم کردی ہیں' بس اگر کبھی ضرورت ہوتی ہے تو کام چلا لیتا ہوں' ورنہ خاموشی سے زندگی بسر کر رہا ہوں' ہاں اگر آپ میری سفارش کردیں تو پھر میں آپ کے لئے ایک کار آمد انسان بھی ثابت ہو سکتا ہوں۔"

"ہم نے تمہیں اسی لئے بلایا ہے گلاب سنگھ' ہم نے وائسرائے سے تمہاری سفارش کی ہے' ہم نے کہا ہے.... کہ لاب سنگھ جیسی شخصیتیں اس لئے نہیں ہوتیں کہ کسی ویرانے میں اُنہیں گولی کا نشانہ بنا دیا جائے بلکہ بعض اوقات اُن ے بہت اچھے اچھے کام بھی لئے جا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ خلوص دل سے ہمارے سات تعاون کرنے پر آمادہ ہوں' وائسرائے نے میری یہ بات سنی اور مجھے اجازت دے دی کہ اگر گلاب سنگھ ہماری مدد کرنے پر آمادہ ہو جائے تو برٹش حکومت کی جانب ے اُسے معافی نامہ دیا جا سکتا ہے اور نہ صرف معافی نامہ بلکہ گلاب سنگھ کو ایک بڑی جاگیر بھی دی جائے گی جہاں وہ ایک آزاد شخص کی حیثیت سے زندگی بسر کرسکے گا۔"

"یہ ہمارا بہت پرانا خواب ہے سرکار۔ بڑا طویل عرصہ گزرا جب ہم نے یہ سپنا دیکھا تھا۔ پرنتو یہ سپنا کبھی پورا.... یں ہوا لیکن آج آپ اس بارے میں کہہ رہے ہیں۔ اگر ایسا ہو جائے سرکار تو ہم حکومت کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔"

"میری زندگی کی کتاب پڑھ لو سرکار' گلاب سنگھ نے ہمیشہ ہی زندگی کی بازی لگائی ہے۔ اُس نے کبھی زندگی کو زندگی سمجھا ہی نہیں پھر زندگی کی بازی لگانا کیا معنی رکھتا ہے۔ آپ حکم کریں کہ گلاب سنگھ کو کیا کرنا ہے اور اس کے عوض اُسے کیا لے گا.... لیکن پکی بات کرنی ہوگی سرکار' ہم دھوکے کے قائل نہیں ہیں۔"

"ہوں' ٹھیک ہے گلاب سنگھ۔ تمہیں حکومت کے لئے کام کرنا ہوگا اور اس کے عوض ہندوستان کے جس حصے میں م رہائش اختیار کرنا چاہو گے' تمہیں ایک آزاد شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے کی اجازت دی جائے گی تمہیں اتنی جاگیر دی جائے گی کہ تم ایک جاگیردار کہلا سکو' وہاں تمہارا اپنا سکہ چلے گا.... مقصد یہ ہے کہ وہاں اس علاقے پر تمہاری اپنی حکومت ہوگی اور تمہیں انگریزی حکومت کا تعاون حاصل ہوگا۔"

"بہت بڑی بات کہہ رہے ہیں سرکار۔" گلاب سنگھ نے بغور اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ بات بہت بڑی ہے لیکن ایک انگریز افسر کے منہ سے نکلی ہے۔ اس لئے تمہیں اس پر یقین کرنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے سرکار' اب آپ کام بتائیں؟" گلاب سنگھ نے کہا۔

"پربھان سنگھ چوہان کا نام سنا ہے تم نے؟" میجر والٹن بولا اور گلاب سنگھ دلچسپی سے اُسے دیکھنے لگا....

"ہاں سرکار' ابھی ابھی سنا ہے' بس تھوڑے دن ہوئے بڑا نام کما رہا ہے۔ پر ہم نے اُسے کبھی دیکھا نہیں ہے۔"

"میں یہی چاہتا ہوں گلاب سنگھ کہ تم اُسے دیکھو.... اور بہت اچھی طرح دیکھو' کیا خیال ہے؟"

"تفصیل سے بتائیں سرکار تفصیل سے۔"

"تفصیل کچھ نہیں ہے گلاب سنگھ' بھانو چوہان ان علاقوں میں خاص اودھم مچا رہا ہے۔ بہت سے ہندوستانی پولیس افسر اُسے گرفتار کرنے کی کوشش کرکے ناکام ہو چکے ہیں۔ کچھ انگریز افسروں نے بھی کوشش کی تھی لیکن کوئی بھی صحیح مجرم نہیں پکڑ سکا اور اب یہ ذمے داری میں نے قبول کرلی ہے۔ گلاب سنگھ تم ڈاکو ہو اور یقینی بات ہے کہ ڈاکوؤں کے

سارے گر جانتے ہو گے۔ تمہیں یقیناً علم ہو گا کہ اس ذہنیت کے آدمی کیا کرتے ہیں کہاں رہتے ہیں اور ان کا طریقہ واردات کیا ہوتا ہے میں نے بہت سوچ سمجھ کر تمہارا انتخاب کیا ہے، تمہیں بھانو چوہان کو گرفتار کرانا ہو گا۔ اتنی چالاکی اور ہوش مندی کے ساتھ کہ کسی قسم کے.... شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے، میں نے تم سے جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہو گا لیکن شرط یہی ہے گلاب سنگھ کہ بھانو اور اُس کے گروہ کا خاتمہ ہو جانا چاہئے۔"

"ہوں...." گلاب سنگھ مسکرانے لگا.... "ٹھیک ہے سرکار آپ کو یہ فیصلہ کرنے میں بھی آسانی ہو جائے گی کہ گلاب سنگھ کیا چیز تھا؟ اگر گلاب سنگھ اپنے کام پر ڈٹا رہتا تو حکومت کو بھی بڑے نقصانات ہو سکتے تھے لیکن اب ٹھیک ہے۔ گلاب سنگھ بھانو کو ختم کر دے گا اور آپ مجھے معافی دے کر جاگیر دیں گے لیکن ایک بات اور سن لیں سرکار، اگر اس میں کوئی دھوکا ہوا تو بھگوان کی سوگند گلاب سنگھ اب بھی کم نہیں ہے وہ اپنے دشمنوں کو ختم کر دے گا۔" گلاب سنگھ نے کہا۔

"حکومت سے تمہیں جس قسم کی امداد کی ضرورت ہو گی وہ تم بتا سکتے ہو۔ تمہیں ہر قسم کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی.... اگر تمہیں پولیس کی ضرورت ہو تو وہ بھی تمہیں دی جا سکتی ہے۔"

"نہیں سرکار.... ناتجربہ کاری کی باتیں نہ کریں، ڈاکو کبھی بھی پولیس کی گرفت میں نہیں آتا۔ اگر بھانو چوہان کو ذرا بھی شبہ ہو گیا کہ ہمارا تعلق کسی طرح حکومت سے ہے تو پھر شاید ہم اُسے کبھی بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گے، وہ چوکنا ہو جائے گا سرکار، اس لئے ہمارے پاس کوئی چیز ایسی نہیں ہونی چاہئے جس کے بارے میں اُسے یہ اندازہ ہو جائے کہ اسے ہم نے حکومت سے حاصل کیا ہے۔"

"میجر والٹن خوشی سے اُچھل پڑا.... "واہ۔ تم واقعی چالاک آدمی ہو گلاب سنگھ، تو پھر ہمارے تمہارے درمیان یہ بات طے۔"

"جی سرکار۔" گلاب سنگھ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا.... میجر والٹن نے ایک بار پھر ہاتھ آگے بڑھا دیا تھا لیکن گلاب سنگھ نے دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے سے لگا لئے۔

"نہیں سرکار ابھی یہ نہ کریں۔"

"کیوں۔" میجر والٹن حیرت سے بولا۔ "اب تو ہم دوست بن گئے ہیں۔"

"نہیں سرکار، پرانا حساب کتاب ہے، ابھی ہم دوست نہیں بنے سرکار، ابھی تو ہم بیوپار کر رہے ہیں، ابھی ہم بیوپاری ہیں سرکار۔ جب ہم بھانو کا خاتمہ کر دیں گے، زندہ یا مردہ اور اس کے بعد جب آپ اپنا قول نبھا دیں گے سرکار تو اس کے بعد ہم آپ سے ہاتھ ملائیں گے۔ اُس سے تک ذرا سا ہوشیار ہی رہنے دیں، ہاتھ ملانے کے بعد آدمی بے بس ہو جاتا ہے اور ہم بے بس نہیں ہونا چاہتے سرکار، آپ اس کی بالکل فکر نہ کریں مہاراج، ہاتھ اُسی سے ملے گا جب ہم دونوں اپنا اپنا وعدہ پورا کریں گے۔" میجر والٹن کے ہونٹ سکڑ گئے مگر پھر وہ مکاری سے مسکرا دیا۔

"تم بے حد چالاک ہو گلاب سنگھ، میں تسلیم کرتا ہوں۔"

"اب ہمیں آگیا دیں مہاراج اور جو کچھ ہم کہہ چکے ہیں اُس کا بھی خیال رکھیں۔"

"ٹھیک ہے بے فکر رہو۔" میجر والٹن نے کہا اور گلاب سنگھ گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔ میجر والٹن کے ہونٹوں پر ایک پُرسکون مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

اور اس کی تعمیر کے لئے سینکڑوں مزدور کام کر رہے ہیں.... گلاب سنگھ کا ماتھا ٹھنکا۔ اس پُر آشوب دور میں کون ایسا دھرم ماتما ہے جو اتنا بڑا آشرم تعمیر کرا رہا ہے۔ اُس کے دور رس ذہن نے سوچا کہ آشرم پر خرچ کی جانے والی دولت جائز طریقے سے کمائی ہوئی نہیں معلوم ہوتی.... چنانچہ وہ خود بھی ایک سادھو کا بھیس بدل کر اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا جہاں آشرم تعمیر ہو رہا تھا۔ آشرم کے لئے بہت بڑی زمین حاصل کر لی گئی تھی اور اس پر سینکڑوں مزدور کام کر رہے تھے۔ دھرم سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے پر پتہ چلا کہ آشرم سے دو فرلانگ دور جو عمارت بنائی گئی ہے وہ اسی دھرم ماتما کی رہائش گاہ ہے۔ چنانچہ گلاب سنگھ ننگے بدن، گلے میں مالائیں ڈالے، دھوتی باندھے اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ جو خود بھی سادھوؤں کے بھیس میں تھے وہاں پہنچ گیا.... جہاں دھرم ماتما کی رہائش گاہ تھی۔ اُس نے مہان دھرم ماتما سے ملنے کی درخواست کی۔ دھرم سنگھ نے اُسے اپنے پاس بلا لیا۔ تھوڑی سی گفتگو سے گلاب سنگھ نے اندازہ لگا لیا کہ دھرم سنگھ کوئی دھرم ماتما نہیں بلکہ دنیادار آدمی ہے۔ بس کسی اور کے اشارے پر.... یہ کام کر رہا ہے۔ چنانچہ گلاب سنگھ نے اُس کے پاس ہی رہائش اختیار کر لی اور اُسے شیشے میں اتارنے لگا۔ دھرم سنگھ اور موری لال اس ماڈرن سادھو کی دلچسپ باتوں سے بہت لطف اندوز ہوتے تھے پہلی رات جب شراب کا دور چلا.... تو دھرم سنگھ نے مسکرا کر گلاب سنگھ کو پیش کش کی اور کہنے لگا۔

"مہاراج دھرم کی باتیں تو ہوتی ہی رہتی ہیں۔ کچھ دنیا کی باتیں بھی ہو جائیں کیا آپ ہمارے ساتھ شراب پینا پسند کریں گے۔" اُس کی بات سن کر گلاب سنگھ مسکرا دیا۔

"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ آپ جیسے دھرم ماتما جو دھرم کے لئے اتنا بڑا کام کر رہے ہیں لاکھوں روپے لگا کر یہ آشرم بنوا رہے ہیں اور اُس کے بعد کرم کی باتیں نہیں بھولتے تو ہم کیا اور ہماری بساط کیا۔" دھرم سنگھ ہنس پڑا.... اور گلاب سنگھ اور اُس کے ساتھی دھرم سنگھ کے ساتھ شراب پینے میں مصروف ہو گئے اور جب شراب کی ترنگ خوب چڑھ گئی تو گلاب سنگھ بولا۔

"بھائی دھرم سنگھ۔ شراب اُس وقت تک نشہ نہیں دیتی جب تک کہ شباب اس کے ساتھ نہ ہو۔ تم کیسے کرمو ہو۔ شراب پیتے ہو اور شباب سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے ہو۔"

"یہ آپ سے کس نے کہہ دیا گلاب جی مہاراج۔" دھرم سنگھ بولا۔

"تو پھر ہو جائے کچھ۔"

"اس سے۔ اس سے کیا ہو سکتا ہے؟"

"کچھ بھی۔ کہیں چلا جائے۔" گلاب سنگھ نے کہا اور دھرم سنگھ اور موری لال تیار ہو گئے۔

"گلاب سنگھ پوری طرح انہیں شیشے میں اتارنا چاہتا تھا۔ اس کا اپنا کام بھی جاری تھا اور دوسری طرف وہ اُن کی کھوج لگانے میں بھی مصروف تھا۔ چنانچہ وہ زندگی کی رنگینیوں میں کھو گئے۔ ہر رات شراب پی جاتی اور ہر روز ناچ گانے کی محفلیں سجتیں۔ ابوالہوسی اور شہوانی جذبات سے مغلوب ہو کر انہوں نے بازار حسن کا کوئی کوٹھا نہ چھوڑا۔ ہر جگہ دل و جان نچھاور کرتے پھرتے تھے۔ دھرم سنگھ بھانو کا مشن بھول گیا تھا۔ ویسے دن کی روشنی میں آشرم کی تعمیر جاری رہتی تھی اور کام اُسی رفتار سے ہو رہا تھا۔ جس کے بارے میں بھانو نے ہدایت کی تھی لیکن راتیں گلاب سنگھ کے قبضے میں ہوتی تھیں اور گلاب سنگھ اس تاک میں لگا ہوا تھا پھر ایک شام اُس نے دھرم سنگھ کو شراب کے نشے میں مغلوب کر کے اُس سے اُس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں۔

"آپ کے بارے میں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی دھرم جی مہاراج۔ ایک طرف تو آپ آشرم بنوا رہے ہیں اور دوسری طرف کرم کی باتوں سے بھی آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"آپ ہی نے تو کہا تھا گرو جی کہ دھرم اور کرم ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ آشرم بھانو کے حکم پر تعمیر ہو رہا ہے اور یہاں

"گلاب سنگھ واقعی چالاک آدمی تھا۔ میجر والٹن اُسے رخصت کرکے واپس اپنے ٹھکانے پر آیا۔ دونوں طرف دو خطرناک دشمن تھے۔ انگریزوں پر بھی اُسے اعتبار نہیں تھا۔ یہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے ہوتے ہیں۔ اس لئے اُس نے میجر والٹن کے ہاتھوں میں کھلونا بننا پسند نہیں کیا تھا۔ دوسری طرف بھانو چوہان تھا جس کے بارے میں اب تک ملنے خبروں سے یہی پتہ چلتا تھا کہ بھانو چوہان واقعی ایک خطرناک آدمی ہے۔ ابھی تک وہ پولیس کے ہاتھوں سے بچا ہوا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ چالاک بھی ہے' ورنہ انگریزی حکومت کبھی کا اُسے چٹ کر گئی ہوتی۔ ان حالات میں اسے بہت سوچ سمجھ کر کام کرنا تھا وہ جانتا تھا کہ انگریزی اقتدار اُکھڑ رہا ہے۔ اس وقت اگر کوئی بہتر پوزیشن حاصل کرلی جائے تو نفع کی بات ہوگی۔ ورنہ انگریزی حکومت ختم ہوئی تو اُسے کچھ نہیں ملے گا۔ اس لئے وہ جلد از جلد اپنا کام کرلینا چاہتا تھا۔ اُس نے اپنے تینوں ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ جو اُس وقت اُس کے دست راست تھے اور کوئی گہری چال سوچنے لگا۔ بھانو کے بارے میں آخری اطلاعات بہادل پور سے ملی تھیں۔ اس کے بعد یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ اُس کا رخ کدھر ہے اور وہ کیا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے چنانچہ گلاب سنگھ اور اُس کے ساتھیوں نے فیصلہ کیا کہ بجائے اس کے کہ بھانو کا پیچھا کرتے پھریں۔ کوئی نہ کوئی ایسی ترکیب کرنی چاہئے کہ بھانو خود بخود اُن کے جال میں آپھنسے۔ اس کے لئے اُنہوں نے بڑے غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا کہ بھرت پور چلا جائے اور چھتروالی کے علاقے میں بھانو کے دوستوں اور عزیز و اقارب کو پریشان کیا جائے۔ بھانو جب اُن کے متعلق سنے گا تو یقیناً راجستھان آنے کی کوشش کرے گا اور اس کے بعد کوئی بہتر ترکیب نکال کر بھانو کو راجستھان ہی میں گھیر لیا جائے گا۔ اس تجویز پر اُس کے تینوں ساتھیوں نے اتفاق کیا.... چنانچہ گلاب سنگھ راجستھان روانہ ہوگیا۔

چھتروالی میں وہ ایک زمیندار کی حیثیت سے داخل ہوا.... رات کا وقت تھا۔ وہاں اُنہوں نے ایک سرائے میں قیام کیا اور رات وہیں گزارنے کا فیصلہ کرلیا۔ سرائے میں اُن کے علاوہ دو چار افراد اور ٹھہرے ہوئے تھے۔ گلاب سنگھ نے چالاکی سے اُن لوگوں سے معلومات حاصل کرنا شروع کردیں اور پھر بھانو اور ابراہیم کے بہت سے دوستوں اور رشتے داروں کے بارے میں اُنہیں معلومات حاصل ہوگئیں۔ بھانو کی پوری کہانی بھی اُس نے یہاں سن لی تھی۔ یہ ساری باتیں گلاب سنگھ کے لئے بڑی کار آمد تھیں۔ چالاک آدمی تھا۔ جانتا تھا.... کہ ایسے لوگوں پر ضرب لگانے کے لئے کیا کرنا چاہئے۔

"پندرہ دن تک وہ چھتروالی میں رہا اور پھر وہاں سے موضع بدی پہنچ گیا۔ بدی میں اُس نے اپنے لئے ایک قیام گاہ کا انتظام کیا۔ یہ چھتروالی سے کوئی ستره کوس کے فاصلے پر ایک اچھی خاصی بستی تھی۔ اس کی آبادی کوئی دس بارہ ہزار کے قریب ہوگی۔ گلاب سنگھ یہاں محفوظ تھا۔ اُس نے نئی اسکیم کے تحت اپنا ایک آدمی پھر والٹن کی جانب دوڑا دیا۔ تاکہ میجر والٹن سے مل کر یہاں اپنی کارروائیوں کا آغاز کرے۔ میجر والٹن کے نام اُس نے ایک خاص پیغام بھیجا تھا جس کے جواب میں چند افسر بدی پہنچ گئے۔ بدی سانگھڑا.... اور مالا نہر کی پولیس چوکیوں کو ہدایات کردی گئیں کہ وہ گلاب سنگھ سے بھرپور تعاون کریں اور گلاب سنگھ کو یہاں ایک قوت حاصل ہوگئی۔ اُس کے تینوں آدمی دوسرے کرائے کے لوگوں کے ساتھ مل کر قرب و جوار کے علاقوں میں کھوج لگاتے پھر رہے تھے۔ تب ہی اُنہیں معلوم ہوا کہ دھرم سنگھ نامی ایک دھرم ماتما بدی سے بارہ میل دور چھتروالی کے قریب ایک بہت بڑا آشرم تعمیر کرا رہا ہے۔ یہ آشرم لاکھوں روپے کی مالیت سے بن رہا ہے

ساری چیزیں آپ کے حکم سے چل رہی ہیں۔"

"بھانو۔ کون بھانو؟" گلاب سنگھ کے دل میں مسرت کی لہریں اُٹھنے لگیں۔

"شیر دل بھانو چوہان جو دہلی اور اُس کے نواح میں اپنی کارروائیاں کر رہا ہے۔ یہ آشرم اُسی کے حکم سے تو تعمیر ہو رہا ہے اور جب یہ تعمیر ہو جائے گا تو وہ اس کا مہورت کرنے آئے گا۔"

"اوہو۔ تو کیا آپ بھی بھانو چوہان کے ساتھی ہیں۔" گلاب سنگھ نے پوچھا۔

"یقیناً میں بھانو کے ساتھ مل کر بڑے بڑے ڈاکے مار چکا ہوں۔ یہ میرے ساتھ موری لال ہے۔ ہم دونوں تھوڑے ہی دن پہلے تو بھانو سے رخصت ہو کر یہاں آئے ہیں۔"

"ہوں۔ تو بھانو اب بھی آپ سے ملنے آتا رہتا ہوگا؟"

"ارے کہاں.... وہ اپنے کاموں میں مصروف ہے اور ہم اپنے کاموں میں۔"

گلاب سنگھ کو دھرم سنگھ کی حقیقت معلوم ہوئی تھی' اب وہ ضرب کاری لگانے کے فکر میں تھا۔ بہت سوچ بچار کے بعد اُس نے فیصلہ کرلیا کہ موری لال اور دھرم سنگھ کو قتل کردیا جائے۔ آشرم کی تعمیر میں تو ابھی دیر لگے گی.... نہ جانے کتنا وقت لگ جائے اور بھانو کب مہورت کرنے آئے اگر یہ کام ابھی شروع ہو جائے تو بھانو کو یقیناً یہاں آنا پڑے گا۔ چنانچہ ایک رات اُس نے اپنے پروگرام کی تکمیل کے لئے تیاری شروع کردی۔ اُس نے دھرم سنگھ کو موضع بدی سے کافی فاصلے پر پینے پلانے کی دعوت دے ڈالی تھی۔ کچھ ناچنے والیوں کو بھی یہاں مدعو کرلیا گیا تھا۔ چنانچہ شراب و شباب کا دور شروع ہوگیا۔ ہر ایک نے پی اور نشے میں آنے لگے۔ اسی دوران گلاب سنگھ نے دھرم سنگھ اور موری لال کے گلاسوں میں زہر ملا دیا۔ طوائفیں رقص کر رہی تھیں اور یہ دونوں بدمست ہو رہے تھے۔ دونوں نے اپنے گلاس اُٹھائے اور ہونٹوں سے لگالیے۔ جونہی ان کے گلاس خالی ہوئے' گلاب سنگھ نے پھر پر کردیئے لیکن دھرم سنگھ کی حالت کچھ خراب ہونے لگی تھی۔ اُس نے مزید پینے سے انکار کیا لیکن گلاب سنگھ کے اصرار پر مجبور ہوگیا۔ اُنہوں نے نئے گلاس آپس میں ٹکرائے اور غٹاغٹ پی گئے۔ زہر ایسا سریع الاثر تھا کہ دھرم سنگھ کی رگوں میں چنگاریاں دوڑنے لگیں اور چند ہی لمحوں کے بعد اس کے ہونٹوں کے کنارے سے نیلے نیلے جھاگ بہنے لگے۔ تقریباً یہی کیفیت موری لال کی تھی۔ اُن کے بدن تھر تھر کانپ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُنہوں نے وہیں دم توڑ دیا۔ اس دوران میں گلاب سنگھ نے موضع بدی کے تھانیدار کو بھی اطلاع کرادی تھی۔ چنانچہ تھانیدار آیا اور اُس نے دھرم سنگھ اور موری لال کی لاشیں اپنے قبضے میں کرلیں۔ اُس نے آشرم کی تعمیر بھی رکوادی اور اعلان کرا دیا کہ بھانو چوہان کے دو اہم آدمی پولیس کے ہاتھوں مارے گئے ہیں.... یہ اعلان گلاب سنگھ کے مشورے سے کرایا گیا تھا اس کے ساتھ ہی گلاب سنگھ نے دوسرے دن سے اپنی دوسری کارروائیاں شروع کردیں۔ وہ پہلے ہی پتہ چلا چکا تھا کہ بھانو اور ابراہیم کے قریبی.... عزیز کہاں کہاں رہتے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں پر پولیس نے مظالم توڑنا شروع کردیئے۔ کئی گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ مار پیٹ ہوئی۔ ایک آدھ خون بھی ہوگیا اور بھانو کے رشتے داروں میں ابتری پھیل گئی۔ گلاب سنگھ ان تمام کاموں کے بعد اطمینان سے اپنی قیام گاہ میں پہنچ کر بھانو کا انتظار کرنے لگا۔ اُس کے آدمی چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ بڑا لمبا جال پھیلا دیا تھا اُس نے پولیس کے مخبر الگ جگہ جگہ بکھر گئے تھے۔ گلاب سنگھ نے اُنہیں بتا دیا تھا کہ بھانو آئے گا اور ضرور آئے گا۔ بس کچھ ہی وقت جاتا ہے کہ شیر اپنی کچھار سے نکلنے والا ہے۔ اب جس طرح بھی اُس پر ہاتھ ڈالا جاسکے بہرصورت کامیابی ہی کامیابی ہے۔

"**شوکت بیگ** کے بارے میں بھانو کو تقریباً اطمینان ہو گیا تھا۔ گنپت راؤ کو اس بار جو سبق ملا تھا اُس نے اُسے سیدھا کر دیا تھا۔ چنانچہ اب دھول پور کے مسلمانوں کے لئے کوئی خطرہ نہیں رہ گیا تھا۔ بھانو شوکت بیگ سے رخصت ہو کر آگے بڑھ گیا۔ کوئی خاص پروگرام تو تھا نہیں ذہن میں بس جدھر کو بھی منہ اُٹھ جائے۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک موضع کمر میری کے ایک خوبصورت گاؤں میں قیام کرنے کے بعد اُس نے ممبئی کا رخ کیا۔ ممبئی میں ان لوگوں نے ایک ہوٹل ہی میں قیام کیا تھا۔ ممبئی میں داخل ہونے سے قبل اُنھوں نے اپنے حلیے ضرور بدلے تھے۔ اب اُن کے جسموں پر دیہاتیوں کے لباس نہیں تھے بلکہ وہ شہری بابوؤں کے لباس میں تھے۔ ممبئی کانتی لال کا شہر تھا اور بھانو کو یہ بات معلوم تھی کہ کانتی لال کو ممبئی واپس بھیج دیا گیا ہے۔ ممکن تھا کہ یہاں بھی کانتی لال جی سے ملاقات ہو جاتی لیکن اس ملاقات کے لئے بھانو کو پہلے سے تیار رہنا تھا.... بابو لال اور ابراہیم حسب معمول اُس کے ساتھ تھے اور ہوٹل کے دوسرے کمرے میں اُنھوں نے اپنا قیام رکھا تھا۔

"چند روز ممبئی کی سیر میں گزارنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اُس کے بعد یہ سوچا جاتا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ چنانچہ وہ ممبئی کی سیر میں مصروف ہو گئے لیکن ایک دن اخبار میں ایک خبر پڑھ کر ابراہیم بری طرح چونک پڑا تھا۔ اُس نے اخبار خرید لیا اور پھر اُسے پڑھنے لگا۔ اس وقت بھانو اور بابو لال اس کے ساتھ نہیں تھے۔ ابراہیم نے اچھی طرح خبر کو پڑھا اور اُس کے چہرے پر غور و فکر کے آثار پھیل گئے۔ وہ پریشان ہو کر دوڑا دوڑا بھانو کے پاس پہنچا۔ بھانو اس وقت اپنے کمرے میں آرام کر رہا تھا۔ اُسے دیکھ کر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اُس نے ابراہیم کے ہاتھ میں اخبار بھی دیکھ لیا تھا۔

"کوئی خاص خبر ہے ابراہیم؟" اُس نے پوچھا۔

"ہاں بھانو مہاراج بہت بری خبر ہے۔" ابراہیم پریشانی سے بولا اور بھانو کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیل گئے۔ ابراہیم لوہے کا بنا ہوا تھا۔ کسی بھی بات سے وہ کبھی پریشان نہیں ہوتا تھا.... پھر اُس نے کون سی خبر پڑھ لی جس نے اُس کے چہرے پر پریشانی کی لکیریں پیدا کر دی تھیں۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے ابراہیم کو دیکھنے لگا۔

"کیا خبر ہے بتاؤ تو سہی؟"

"بس بھانو مہاراج سوچ رہا ہوں کہ اگر یہ پولیس کی کوئی چال ہے تو کیسے....؟"

"یار پوری تفصیل تو بتاؤ۔ کیوں پہیلیاں بجھوا رہے ہو مجھ سے؟"

"خبر یہ ہے بھانو مہاراج کہ راجستھان میں بھرت پور کے نواحی علاقے موضع چھتروالی کے ڈاکو پربھان سنگھ کے دد اہم آدمیوں کو قتل کر دیا گیا۔ ان اہم آدمیوں کے نام دھرم سنگھ اور موری لال تھے۔ اس کے بعد اخبار میں پوری تفصیل دی گئی ہے جو یوں ہے کہ دھرم سنگھ نامی ایک شخص ایک بہت بڑا آشرم تعمیر کرا رہا تھا۔ یہ آشرم لاکھوں روپے کی مالیت سے چھتروالی کے نواح میں تعمیر ہو رہا تھا۔ پولیس نے پہلے تو اس طرف توجہ نہیں دی پھر آہستہ آہستہ اُسے معلومات حاصل ہو گئیں کہ آشرم بھانو چوہان تعمیر کرا رہا ہے اور یہ سب لوٹ کا مال ہے۔ پولیس نے مزید تفتیش کی اور وہ اس طرح بھانو

کے دو اہم ساتھیوں موری لال اور دھرم سنگھ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ پولیس نے ان دونوں پر ہاتھ ڈالا۔ مقابلہ ہوا اور یہ دونوں ڈاکو ہلاک ہو گئے۔ پوری خبر پڑھ کر ابراہیم خاموش ہو گیا لیکن بھانو کے چہرے پر شدید اضطراب کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ وہ بے چین ہو گیا۔ ہاتھ ملنے لگا اور پھر اُس نے عجیب سی نگاہوں سے ابراہیم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ خبر سچ ہو سکتی ہے ابراہیم یا پولیس کی کوئی چال اگر یہ خبر سچ ہے تو کیسے.... آخر کیسے پولیس کو ان دونوں پر شبہ ہو گیا؟" ابراہیم جو کافی غور و خوض کر چکا تھا گردن ہلا کر بولا۔

"خبر سچ ہی معلوم ہوتی ہے بھانو مہاراج۔ کیونکہ اس میں جو تفصیلات دی گئی ہیں.... وہ سچ ہیں۔ اگر دھرم سنگھ اور موری لال کے بارے میں صحیح صورتحال نہیں معلوم ہوتی تو آشرم کا ذکر کیسے ہوتا۔ میرے خیال میں اس خبر میں صداقت ہے۔"

"اوہ....اوہ۔" بھانو نے افسردگی سے کہا۔ زندگی میں پہلی بار آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ دھرم سنگھ اور موری لال کو رخصت کرتے وقت جو احساسات تھے وہ سب ایک ایک کر کے تازہ ہو گئے۔ پرانے واقعات ایک فلم کی مانند بھانو کے سامنے چلنے لگے۔ دھرم سنگھ اور موری لال کی وفاداری اور ہوشیاری تڑپا رہی تھی اور جب اُسے اپنے رخساروں پر آنسوؤں کی نمی کا احساس ہوا تو وہ چونک پڑا۔ اُس نے جلدی سے اپنی چوڑی کلائی سے آنسو پونچھ لئے پھر اُس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جگہ آگ بھر گئی۔ مٹھیاں غصے سے بھنچ گئیں اور گردن کی رگیں پھول گئیں۔ اُس نے خونخوار نگاہوں سے ابراہیم کو دیکھا۔

"ابراہیم، دھرم سنگھ اور موری لال اتنی معمولی حیثیت کے آدمی نہیں تھے کہ ہم اُن کی موت پر آنسو بہا کر خاموش ہو جائیں۔ چلو واپس راجواڑے چلتے ہیں۔ بدلہ لیں گے اُن کا اُسی علاقے میں جہاں اُن کو مارا گیا ہے۔ بھانو کی آواز میں بے شمار عفریتی قوتیں بول رہی تھیں۔ ابراہیم نے اس آواز میں جھلکتے ہوئے خون کو صاف محسوس کر لیا تھا۔ دھرم سنگھ اور موری لال کی موت کا اُسے بھی اتنا ہی صدمہ تھا جتنا بھانو کو۔ چنانچہ اُس نے گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے بھانو چوہان۔ ہم راجواڑے چلیں گے۔" تھوڑی دیر کے بعد بابو لال کو بھی اطلاع دے دی گئی اور تینوں سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ بابو لال زیرک آدمی تھا۔ اُس نے کہا۔

"ابراہیم جی، یہ بات بھی ہمیں سوچ لینی ہوگی کہ پولیس کو ہماری آمد کی توقع ہوگی۔ اُسے یقین ہوگا کہ دو افراد کی موت کے بعد ممکن ہے بھانو واپس راجواڑے کا رخ کرے اور اپنے ساتھیوں کا بدلہ لینے کی کوشش کرے کافی دن ہو گئے آنکھ مچولی کھیلتے ہوئے اس لئے وہ بھی بھانو کی فطرت سمجھ چکی ہے۔"

"تو ٹھیک ہے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ پولیس اگر تیار ہو تو اور مزا آئے گا۔ ہم اُسے اچھی طرح مزا چکھا سکیں گے۔" بھانو نے ضدی لہجے میں کہا۔ وہ دونوں جانتے تھے کہ اس وقت بھانو کو اُس کے کسی ارادے سے باز رکھنا ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ دونوں خاموش ہو گئے۔

"ممبئی سے وہ تینوں ریل میں سوار ہوئے لیکن بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے۔ ہتھیار احتیاطاً ساتھ نہیں لئے تھے کیونکہ ریل میں سفر کرنا تھا اور پولیس جگہ جگہ چوکنی تھی۔ ہتھیاروں کی.... غیر موجودگی میں یہ سفر اور بھی احتیاط سے کرنا تھا۔ یہ تینوں ایک ہی ڈبے میں تھے.... مگر اس طرح الگ الگ جیسے ایک دوسرے کو پہچانتے ہی نہ ہوں۔ بہرصورت سفر شروع ہوا۔ دہلی، علی گڑھ، آگرہ اور اس کے بعد ٹرین نے اُنہیں راجستھان میں جودھ پور کے مقام پر اتار دیا۔ جودھ پور سے بھرت پور کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ چنانچہ یہاں سے اُنھوں نے اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔ مسئلہ یہ تھا کہ کہیں سے ہتھیار حاصل کیے جائیں۔ اُن کے بغیر تو کوئی کام بننا مشکل ہی تھا۔ ایک کنویں کی مینڈھ پر بیٹھ کر اُنھوں نے اس بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ یہ اُن کے جانے پہچانے علاقے تھے.... کافی عرصے کے بعد بھانو ان پہاڑوں میں واپس پہنچا تھا۔ ایک ایک چیز اُسے ماضی یاد دلا رہی تھی پھر اُسے سیوا جی یاد آیا یہ ایک چھوٹے سے علاقے کا پٹیل تھا۔ اس کے بارے میں بہت سی

کہانیاں سنی گئی تھیں۔ چنانچہ بھانو نے ابراہیم سے کہا۔

"ابراہیم یہاں سے تھوڑے فاصلے پر کمتی گاؤں ہے۔ کمتی گاؤں کا سیواجی یاد ہے؟"

"ہاں سیواجی پٹیل؟" ابراہیم نے پوچھا۔

"ہاں۔ مجھے یقین ہے کہ ہمیں اس کے ہاں سے بندوقیں ضرور حاصل ہو جائیں گی۔ بڑا بدمعاش آدمی تھا۔ تمہیں یاد ہے دو ایک بار اُس نے اپنے حریفوں کے ہاں ڈاکے بھی ڈلوائے تھے۔"

"ہاں یاد ہے۔" ابراہیم نے جواب دیا اور مسکرانے لگا۔

"کیوں.... مسکرا کیوں رہے ہو؟"

"یہی کہ تمہاری یادداشت بہت تیز ہے بھانو۔ یہاں سے نکلتے ہوئے ہم اُسے بھول گئے تھے۔ اُس کی حرکتیں تو بہت خراب تھیں۔" ابراہیم نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب نمٹ لیں گے سسرے سے۔ چلو آؤ کمتی چلتے ہیں۔" وہ تینوں وہاں سے اُٹھ کر درختوں اور جھاڑیوں کی آڑ لیتے ہوئے کمتی گاؤں کی جانب چل پڑے۔ جو یہاں سے تین کوس کے فاصلے پر تھا۔ اُنہوں نے خیال رکھا تھا کہ کوئی.... اُنہیں دیکھ نہ پائے۔ جب تک بندوقیں ہاتھ نہیں آجاتیں کسی کو اُن دیکھ نہ پائے۔ جب تک بندوقیں ہاتھ نہیں آجاتیں کسی کو اُن کے بارے میں معلوم ہونا اُن کے حق میں بہتر نہیں تھا۔ وہ لمبے لمبے درختوں اور کھیتوں کی آڑ میں ہوتے ہوئے سورج چھپے کمتی پہنچ گئے گاؤں تھا سرِشام ہی زندگی مفقود ہو جاتی تھی اور خاص طور پر اس لئے بھی کہ قرب و جوار میں کبھی کبھی جنگلی جانور نکل آتے تھے۔ چنانچہ لوگ اپنے سب کام جلد نمٹا کر سرِشام ہی گھروں میں قید ہو جانا پسند کرتے تھے۔ اس وقت بھی کہیں کہیں چراغ جلتے نظر آ رہے تھے۔ اکا دکا لوگ سڑکوں اور گلیوں میں نظر آجاتے۔ ایک آدھ دکان بھی کھلی ہوئی تھی جو شاید کسی حلوائی یا دودھ والے کی تھی۔ یہ ان سب سے بچتے ہوئے سیواجی کے مکان کی طرف جا رہے تھے پھر وہ سیواجی کے مکان کے احاطے کے پاس پہنچ گئے۔ دیوار کودنے میں اُنہیں کوئی دقت نہ ہوئی۔ سیواجی کے مکان کا جائزہ لیتے ہوئے بالآخر اندرونی کمرے میں پہنچ گئے اور پہلا شخص جو اُنہیں نظر آیا وہ.... درمیانے قد و قامت کا ایک لڑکا تھا لیکن مجہول سے جسم کا مالک، اُس کے اندر مردانگی کی کوئی جھلک نہیں تھی۔ بھانو نے اُسے پکڑ لیا۔ وہ تینوں مشٹنڈوں کو دیکھ کر بری طرح گھبرا گیا تھا۔

"کون ہو تم۔ یہاں کیوں آئے ہو؟" اُس نے گھگھیائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"سیواجی کہاں ہیں اور تم کون ہو؟"

"پتاجی.... وہ.... اُن کا تو انتقال ہو گیا۔ اب تو مرے ہوئے بھی دس گیارہ مہینے بیت گئے ہیں۔ میں اُن کا بیٹا سورن کمار ہوں...."

"اوہ۔ ہو۔ ہو۔ بڑا ہی افسوس ہوا.... تو بڑے بھائی ہمیں بندوقیں چاہئیں۔ فی الحال تم ہمیں تین بندوقیں اور تھوڑا بہت ایمونیشن دے دو اور ذرا یہ بھی تو بتاؤ کہ سیواجی نے ہمارے لئے کیا چھوڑا ہے۔" ابراہیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پتہ نہیں تم کیا بکواس کر رہے ہو۔" سورن کمار ہکلاتا ہوا بولا اور بھانو کا چوڑے ہاتھ کا تھپڑ اُس کے گال پر پڑا.... سورن کمار نے تین چکر کھائے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے پھرکی گھوم گئی ہو۔ بابو لال نے اُسے گھومنے سے روکا اور پھر سیدھا کھڑا کر دیا۔ ابراہیم نے دوسرا ہاتھ اُٹھایا تو وہ ہاتھ جوڑ کر نیچے بیٹھ گیا۔

"بھگوان کے لئے معاف کر دو۔ تت۔ تم کون ہو؟ یہاں بندوقیں نہیں ہیں۔ میں تمہیں کہاں سے دوں۔" ابراہیم نے اُس کے بال پکڑے اور پھر سیدھا کھڑا کر دیا۔

"بندوقیں نہیں ہیں تمہارے پاس سیواجی کے ہاں اور بندوقیں نہیں۔" اس نے سورن کمار کو دھکا دیا اور کانپتا ہوا

ی بڑھنے لگا۔

"بندوقیں جہاں ہوں وہاں سے نکال کر ہمیں دے دو۔ ورنہ تمہاری گردن مروڑ کر یہیں پھینک دیا جائے گا ے...." بابو لال نے کہا اور سورن کمار کے حواس جواب دے گئے یہ تینوں اُسے اندر لے گئے اور بالآخر ایک بہت بڑی ے اپنے لئے بندوقیں منتخب کر لیں جس کی نشاندہی سورن کمار نے کی تھی۔ بندوقوں کے ساتھ کارتوسوں کی کئی پیٹیاں اُنہیں مل گئی تھیں اور اس کام سے فارغ ہو کر وہ بہت خوش نظر آ رہے تھے۔

"تو سورن کمار جی۔ تم سیواجی کے جانشین ہو۔ اچھا چلو ہم تمہیں بھی زندہ رہنے کا تھوڑا سا موقع دے سکتے ہیں مگر لا یہ ہے کہ گھر میں سونا چاندی اور جو نقدی ہے وہ نکال کر ہمارے حوالے کر دو اور پھر آرام سے جیون بتاؤ۔ نہ مال ہو گا رائیاں جنم لیں گی۔" بھانو نے کہا اور سورن کمار پھر کانپنے لگا....

"مم۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ بھگوان کی سوگند میرے پاس کچھ نہیں ہے۔" اُس نے ڈرے ڈرے لہجے میں کہا ن اس کے بعد ابراہیم نے اُس کی اچھی خاصی پٹائی کر دی۔ وہ جانتا تھا کہ سانپ کا بیٹا سپولیا ہی ہوتا ہے۔ سورن کمار کا ان لوگوں کے لئے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے اُسے ختم کر کے جو بھی مال مل سکتا تھا سمیٹا اور پھر ں سے دوسرے گاؤں پہنچ گئے۔

آدھی رات کو اُنہوں نے وہاں کے پٹیل گوند ناتھ کے مکان پر دھاوا بولا۔ اُسے بھی ہلاک کیا اور لوٹ مار کر کے ں سے چل پڑے۔ صبح منہ اندھیرے وہ ایک اور بستی میں پہنچے.... لیکن اس بستی میں بھی اُنہوں نے آرام نہ کیا اور بستی ے ایک بڑے زمیندار کے گھر پر دھاوا بولا۔ اس زمیندار کو بھی ختم کر کے اُنہوں نے وہاں لوٹ مار کی۔ بھانو پر اُس ت.... خون سوار تھا۔ وہ یہاں داخل ہو کر اپنی آمد کا بھرپور اعلان کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ پولیس ہوش میں آجائے اس تیسرے کے میں اُنہوں نے تین گھوڑے بھی حاصل کئے۔ گھوڑے طویلے میں بندھے ہوئے تھے۔ اب اُن کے پاس گھوڑے اور دقیں موجود تھیں۔ مال بھی کافی تھا۔ چنانچہ وہ جنگلوں کی جانب نکل گئے.... چند گھنٹے اُنہوں نے جنگل میں ایک مناسب ہ تلاش کر کے گزارے۔ ابھی صبح بھی نہیں ہوئی تھی کہ بھانو نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔

وہ گھوڑوں پر بیٹھ کر چل پڑے۔ اُب وہ مانکا بستی کے آس پاس تھے۔ بستی کے قرب و جوار میں کھیت پھیلے ہوئے اور کسان صبح ہی صبح اپنے کاموں پر آگئے تھے۔ کسانوں کی نظریں اُن تین گھڑسواروں پر پڑیں تو سب چونک گئے۔ وں نے گھڑسواروں کو للکار کر روکا اور بھانو نے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں۔ سب کسان ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔

"کون ہو تم لوگ اور یہاں کیوں آئے ہو؟" بھانو نے اُنہیں بغور دیکھا اور پھر بولا۔

"ہمیں تم سے کوئی کام نہیں ہے۔ یہاں کا پٹیل کون ہے؟"

"پہلے تم اپنے بارے میں بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اس طرح یہاں کیوں داخل ہوئے ہو؟"

"فضول باتیں مت کرو اور ہمیں پٹیل کے گھر لے چلو.... پٹیل کا نام بتاؤ۔" بھانو نے کہا لیکن کسان چونکہ بہت ے تھے اور وہ بھانو کو پہچان نہیں سکے تھے۔ اس لئے وہ ان لوگوں سے مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔

"اگر تم ڈاکو ہو تو تم تمہیں جیتا نہیں چھوڑیں گے۔" کسانوں نے کہا اور بھانو اور اُس کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ را بھانو نے کندھے سے بندوق اُتاری اور گولیاں برساتا ہوا کھیت کے چکر کاٹنے لگا۔ چشم زدن میں بہت سے کسان خاک ں میں لتھڑے ہوئے زمین پر تڑپنے لگے۔ باقی کسانوں نے یہ حال دیکھا تو وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

بھانو نے چند ساعت انتظار کیا اور جب کوئی کسان واپس نہ آیا تو وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ بستی میں وہ گولیاں برساتا اخل ہوا تھا۔ پوری بستی میں کھلبلی مچ گئی۔ کسان ڈاکوؤں کی آمد کی اطلاع بستی والوں کو دے چکے تھے۔ کئی جگہوں سے اُلٹے بہت مقابلے کی کوشش بھی کی گئی۔ بھانو اور اُس کے ساتھی بے تحاشہ گولیاں برسا رہے تھے اور گولیاں برساتے ئے وہ اُس بستی کے پٹیل کے ہاں پہنچ گئے۔ پٹیل نے ہاتھ جوڑ کر جان کی امان مانگی اور جب اُسے یہ پتہ چلا کہ ڈاکا ڈالنے

والا بھانو چوہان ہے تو وہ ادھ موا ہی ہو گیا۔ اُس نے سارا مال و اسباب نکال کر بھانو کے سامنے ڈھیر کر دیا اور اُسے اجازت دی کہ وہ خاموشی سے اُسے لے جائے۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے بھانو کو ایک اور خبر بھی سنائی۔

"مہاراج۔ مہاراج۔ میں تو آپ کا دشمن نہیں ہوں.... مگر آپ کے دشمن تو یہاں بڑی چالبازیاں کر رہے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" بھانو نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"آپ کے دوستوں، رشتے داروں اور اُن سب کو جن سے آپ کا کچھ تعلق نکلتا تھا۔ گرفتار کر کے جیلوں میں ٹھونس دیا گیا ہے۔ آگ لگی ہوئی ہے مہاراج۔ آپ کا نام محبت سے لینے والوں پر قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ میں آپ سے جھوٹ نہیں بول رہا۔ آپ آگے چل کر معلوم کر لیں۔ بہت سے لوگ گرفتار ہو گئے ہیں۔" یہ تفصیل سن کر بھانو کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور اُس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔

"ہوں۔ اچھا اگر یہ بات ہی تو سنو۔ میں اس خبر کے سنانے پر تمہاری زندگی بخشتا ہوں.... لیکن تمہیں پولیس تک یہ بات پہنچانی ہے کہ بھانو واپس آگیا ہی اور اُس نے الٹی میٹم دیا ہے کہ اگر اس کے نام پر گرفتار کرنے والوں میں سے ایک ایک کو نہ چھوڑا گیا تو وہ راجستھان کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔"

"ٹھیک ہے مہاراج۔ میں یہ خبر پولیس سٹیشن پہنچائے دیتا ہوں۔"

"جاؤ اور اُن لوگوں کو بتاؤ کہ بھانو بستی میں موجود ہے۔ ویسے کیا اس بستی میں پولیس کی کوئی چوکی نہیں ہے۔ یہ پولیس والے کہاں سو رہے ہیں؟"

"پتہ نہیں مہاراج پر کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں کہ میں ابھی جا کر پولیس والوں کو اطلاع دوں؟" پٹیل نے پوچھا۔

"ہاں۔ ہاں جاؤ۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ چنانچہ تمہیں فوراً جانا چاہیئے۔" اور پٹیل اپنی دھوتی سنبھال کر آگے بڑھ گیا۔ پولیس پارٹی بھانو کا نام سن کر گنگ رہ گئی تھی اور یہ حقیقت تھی کہ بھانو اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ گاؤں کی سرحد پر ریلوے لائن کے پاس پولیس پارٹی کا انتظار کر رہا تھا۔ پولیس پارٹی کو دیکھتے ہی اُس نے اُن پر گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ پولس نے بھی جھاڑیوں کے دوسری جانب مورچہ بنا لیا تھا۔ بیس پچیس فائر ہوتے ہی پولیس میں کھلبلی مچ گئی۔ بھانو کو علم ہو گیا کہ پولیس اُن کی موجودگی سے خبردار ہو گئی ہے اُس نے وہاں سے گھوڑے آگے بڑھا دیئے اور ایک طویل سفر کرنے کے بعد یہ لوگ ایک اور گاؤں میں داخل ہوئے.... یہاں قرب و جوار کے تین بڑے بڑے زمیندار اور پٹیلوں کو ہلاک کیا اور اُن کے پیروں میں چٹھیاں باندھ کر وہاں سے آگے نکل گئے۔ چٹھیوں میں بھانو نے لکھا تھا کہ اگر اُس کے نام پر گرفتار ہونے والے ایک ایک فرد کو رہا نہ کر دیا گیا تو وہ راجستھان کو خون میں نہلا دے گا۔

ان چٹھیوں نے خوب کام دکھایا۔ دیہاتوں اور عوام.... دشمن دولت کے پجاری اور سود خور زمیندار سب کے سب نیم جان ہو گئے۔ بھانو کو وہ جانتے تھے۔ اس لئے وہ اس سے ملنے کی تگ و دو کرنے لگے۔ تاکہ اپنی جاں بخشی کرائیں حکومت کے نام بے شمار تار بھیجے گئے جن میں بھانو کے جاننے والوں کی رہائی پر زور دیا گیا تھا۔

"بہر صورت ابھی تک اس سلسلے میں کوئی کاروائی نہیں ہوئی تھی اور بھانو اپنے کام میں مصروف تھا۔ وہ راتوں کو نکل کر آگے بڑھتا اور جو بھی سامنے آتا اُس کا صفایا کر دیتا.... اُنہوں نے ایک ساہو کار کو زخمی کیا، اُسے لوٹا اور صاف نکل گئے اور پھر ایک اور گاؤں میں پہنچے۔ اس گاؤں کو لوٹنے کا پروگرام بہت پہلے سے تھا۔ اس کا پٹیل بھی ایک خطرناک آدمی تھا۔ اس کی قرب و جوار میں کافی شہرت تھی لیکن ہر شخص بھانو کی طرف سے ہوشیار ہو گیا تھا۔

"ابھی رات ہونے میں وقت تھا.... اس لئے یہ تینوں گاؤں کی سرحد ہی پر پڑے رہے لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ اُنہوں نے گاؤں کے پٹیل کو ایک پولیس افسر کے ساتھ بندوقیں لیے آتے دیکھا۔ بھانو نے بندوق اُٹھائی اور ٹرائیگر دبا دیا۔ رائفل نے شعلہ اُگلا....اور پٹیل لڑھک کر ٹھنڈا ہو گیا۔ پولیس افسر البتہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ گاؤں میں

خاص طور پر ہنگامہ روکنے کے لئے پولیس کی نفری رکھی گئی تھی۔ فائر کی آواز پولیس کے کانوں میں گئی تو اُنہوں نے بھی مقابلے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ گاؤں کے پٹیل نے پہلے سے پولیس پارٹی کو ہدایات دے دی تھیں۔ گاؤں میدان جنگ بن گیا.... تمام چھوٹے بڑے مکانوں پر پولیس کی ٹولیاں چڑھ گئیں۔ ہر ایک نے اپنی بندوق تان لی اور سب کی نگاہیں گاؤں کی سرحد پر لگ گئیں....

"مگر بھانو اتنا نادان نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کھلے میدان میں پولیس کی اتنی بڑی تعداد کا مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ وہ بے سوچے سمجھے قدم اُٹھانے کا عادی نہیں تھا۔ جانتا تھا کہ سرحد پر پٹیل کی لاش پڑی تھی۔ پولیس آفیسر جان بچا کر بھاگ گیا تھا اور پورا گاؤں مقابلے پر آمادہ تھا۔ اب کیا کیا جائے.... اُس نے سوچا۔ بھانو کے ذہن میں ایک انوکھی تدبیر آئی کہ کیوں نہ سب کو اسی کشمکش میں رکھے۔ بھانو ہمیشہ ایسے کھیلوں کا کھلاڑی رہا تھا۔ اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"ابراہیم کیوں نہ کچھ تماشا کریں۔ اور ابراہیم اور بابولال اُسے چونک کر دیکھنے لگے۔

"کیسا تماشا؟" اُنہوں نے پوچھا۔

"تم نے دیکھا ابراہیم کہ سارا گاؤں ہمارے استقبال کے لئے تیار ہے۔ پولیس بندوقیں تانے چھتوں پر چڑھی ہوئی ہے اگر یہ لوگ ساری رات یونہی آنکھیں پھاڑے پھاڑے بندوقیں تانے بیٹھے رہیں تو کیسی رہے؟" اور ابراہیم ہنس پڑا۔

"کیا کہنے ہیں بھانو۔ بانو مہاراج۔ مزا آجائے گا۔" بھانو نے یہ تجویز پیش کی کہ انہیں یونہی چھوڑ کر پڑوس کے گاؤں چلتے ہیں۔ انہیں رات بھر ہاتھوں اور آنکھوں کی ورزش کرنے دو اور ہم کہیں اور اپنا کام دکھائیں۔ دونوں ساتھیوں نے یہ تجویز پسند کی اور آہستہ آہستہ کھسک کر دوسرے گاؤں نورچندی چلے گئے۔ وہاں کے ایک پٹیل کو گولیوں کا تحفہ دیا۔ دوسرے پٹیل کو زخمی کیا اور پھر تینوں وہاں سے چمپت ہو گئے۔

دوسری طرف گاؤں کی پولیس ساری رات بندوقیں تانے بیٹھی رہی اور اگلے روز جب اُنہوں نے دوسرے گاؤں کے لوٹے جانے کی خبر سنی تو اُن کے چہرے ندامت سے لٹک گئے اُنہیں شرم سے منہ چھپانے کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ بھانو ابھی چھتروالی سے دور تھا۔ اس وقت یہ لوگ دھان سنگھ کے جنگلوں کے آس پاس تھے۔ یہ جنگل راجستھان کا بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ ان کے اطراف ہزار ہزار اور پندرہ پندرہ سو فٹ اُونچی پہاڑیاں قطار در قطار کھڑی ہیں اور کھائیاں بھی اتنی ہیں کہ سینکڑوں اُونٹ اور ہاتھی ان میں سما جائیں.... اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو۔ ان کھائیوں میں لاتعداد.... حشرات الارض کے علاوہ درندے بھی بکثرت پائے جاتے ہیں اور گھومتے پھرتے دیکھے جا سکتے ہیں اور جنگل ان درندوں کی آواز سے گونجتا رہتا ہے کوئی تیس میل کے فاصلے پر چاند پور نامی ایک گاؤں تھا۔ اگرچہ چھوٹا سا گاؤں تھا تاہم آبادی سے بھرپور تھا۔ بھانو کو اس علاقے کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ یہاں سب کے سب زمیندار قسم کے لوگ رہتے تھے۔ اُنہوں نے اپنی دولت کی حفاظت کے لئے ہتھیاروں کے علاوہ پتھر کی مضبوط دیواریں بھی کھڑی کر رکھی تھیں۔ دیوار سے کچھ فاصلے پر ایک خوبصورت تالاب بھی تھا یہاں اکثر مسافر کچھ دیر ستانے کے لئے آرام بھی کرتے اور پھر اپنی منزل کی جانب روانہ ہو جاتے۔ گاؤں کے حسن پر ایک بدنما داغ یہاں کا ایک مغرور اور حد درجے، دولت مند زمیندار تھا.... اور گویا اردگرد کی بستیوں پر اُسی کا راج تھا۔ تکبر اور گھمنڈ کا پتلا۔ کسی کو خاطر میں نہ لانے والا۔ بھانو نے اُسے عبرتناک سزا دینے کا فیصلہ کر لیا۔

سورج غروب ہونے کے بعد تقریباً سات بجے یہ تینوں اپنی کمین گاہوں سے نکلے اور گاؤں کی طرف چل پڑے.... یہ وقت گاؤں والوں کے کھانے کا ہوتا ہے۔ گلیاں سنسان ہوتی ہیں۔ ہر شخص اپنے کام سے فارغ ہو کر گھر میں چلا جاتا ہے۔ باورچی خانوں میں آگ جل رہی ہوتی ہے اور عورتیں بچوں اور شوہر کو کھانا دینے میں مصروف ہوتی ہیں۔ لوگ کھانے کے

بعد حقہ تھامے اپنے گھروں کے سامنے یا چوپال میں جا بیٹھتے ہیں اور گپ شپ شروع ہو جاتی ہے۔ معمول کے مطابق زمیندار بھی اپنے گھر میں ہی تھا۔ بھانو اور اُس کے ساتھی جب زمیندار کے گھر پہنچے تو وہ کھانا کھا رہا تھا۔ گاؤں کے گھروں میں دالان ہوتے ہیں اور مہمانوں کو یہیں بٹھایا جاتا تھا۔ درزی اور سنار ضرورت کے وقت انہی دالانوں میں بیٹھ کر کام کرتے ہیں۔ اس وقت بھی ایک درزی یہاں بیٹھا زمیندار کے گھر والوں کے کپڑے سی رہا تھا۔ ان میں سے ایک نے جاتے ہی زوردار آواز میں کہا۔

"زمیندار جی گھر پر موجود ہیں؟" یہ آواز گھر کے اندر سنی گئی اور زمیندار کی بیوی باہر نکل آئی۔ وہ جانتی تھی کہ اُس کا خاوند گاؤں کا بہت بڑا آدمی ہے اور بڑے بڑے سرکاری افسر، پولیس کے سپاہی شانوں پر بندوقیں رکھے اُس سے ملنے آتے رہتے ہیں۔ اُس نے بھانو اور اُس کے ساتھیوں کو دیکھا تو یہی سمجھی کہ کوئی زمیندار جی سے ملنے آیا ہے۔

"جی ہاں زمیندار جی گھر میں موجود ہیں۔ اندر آجائیے....." اُس نے کہا۔

"نہیں ہم یہیں ٹھیک ہیں برائے مہربانی اُن کو ہمارے آنے کی اطلاع کر دو۔ بہت ضروری کام ہے۔" عورت اندر چلی گئی اور زمیندار کو بتایا کہ تین بڑے افسر تم سے ملنے آئے ہیں۔ بندوقیں بھی ہیں اُن کے پاس۔ افسروں کا نام سنتے ہی زمیندار نے فخریہ انداز میں بیوی کی طرف دیکھا اور بولا۔

"آتے ہی رہتے ہیں، باہر برآمدے میں بٹھا دو اُنہیں۔ ابھی میں کھانا کھا رہا ہوں۔"

زمیندار کی بیوی دوبارہ باہر آئی اور اطلاع دی..... کہ زمیندار جی ابھی آنے والے ہیں۔

"تمہارے بیٹے کہاں ہیں؟" بھانو نے پوچھا۔

"برابر والے مکان کے برآمدے میں اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُن سے کوئی کام ہے آپ کو؟"

بابو لال مسکراتے ہوئے بولا۔ "اُن سے بھی کام ہے، ذرا بتاؤ تو وہ ہیں کہاں؟"

"وہ سامنے گھر ہے۔ اُس کے برآمدے میں بیٹھے ہوئے مل جائیں گے۔" زمیندار کی بیوی نے کہا اور بابو لال، بھانو کے اشارے پر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ برآمدے میں کئی نوجوان بیٹھے ہوئے تھے۔ بابو لال نے پوچھا۔

"زمیندار جی مہاراج کے بیٹے کون سے ہیں؟" اُس کے بیٹے کھڑے ہو گئے۔

"کیا بات ہے؟"

"ارے پتا جی تمہیں بلا رہے ہیں۔ ایک بہت بڑے افسر ملنے آئے ہیں۔ چلو۔" بابو لال نے جواب دیا اور تینوں لڑکے اُس کے ساتھ ہو لئے۔ سب بھانو کے پاس پہنچ گئے۔ زمیندار بھی ہاتھ دھو کر دھوتی کے پلو سے پونچھتا ہوا باہر آگیا۔ بھانو نے اُس کی طرف سرخ سرخ آنکھیں نکال کر دیکھا اور چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تو نے مجھے پہچانا؟"

"نہیں مہاراج۔ کبھی نہیں دیکھا۔"

"لیکن میں تجھے اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ بات میرے کانوں تک پہنچ گئی ہے کہ تو نے قرب و جوار کے لوگوں کی زندگی حرام کر رکھی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہیں مہاراج؟ ہم تو انگریز سرکار کے بڑے سیوک ہیں۔ جتنے افسر ہمارے ہاں آتے ہیں سب خوش رہتے ہیں۔ آپ کو ہم سے کیا تکلیف ہے۔ یہ بتائیے.....؟"

"مجھے یہی تکلیف ہے زمیندار جی کہ تم غریبوں کا جینا حرام کیے ہوئے ہو۔ اگر تم مجھے پہچان لیتے تو یہ سوال نہیں کرتے۔ میں انگریز سرکار کا پٹھو نہیں بلکہ اس کا دشمن بھانو چوہان ہوں....." بھانو نے کہا اور زمیندار کے بدن میں تھرتھری پھیل گئی..... یہ الفاظ کیا تھے پگھلا ہوا سیسہ تھا جو اُس کے کانوں میں اُتر گیا اُس کی پنڈلیاں کانپنے لگیں۔ ہونٹ خشک ہو گئے

اور چہرہ پیلا پڑ گیا۔ زمین گھومتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ مسلح ڈاکوؤں کے سامنے اُس کی کیا چلتی اور ڈاکو بھی وہ جس کا نام سنتے ہی بڑے بڑوں کا پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ یہ بے چارا تو بیچتا ہی کیا تھا۔ بہرحال وہ جان گیا کہ آج جان بچتی دکھائی نہیں دیتی لیکن وہ ہاتھ جوڑ کر رونے اور گڑگڑانے لگا۔ لڑکے بھی ہکا بکا کھڑے تھے۔ اُن کے چہرے پر بھی ایک رنگ آتا اور ایک رنگ جاتا تھا..... پھر خوشامد میں وہ بھی اپنے باپ کا ساتھ دینے لگے لیکن بھانو کے سینے میں انتقام کا الاؤ روشن تھا۔ اُس نے گرج کر کہا۔

"خاموش..... خاموش ہو جاؤ۔ جو کچھ تم نے کیا اُس کی سزا تو بھگتنی ہی ہے۔ تم سمجھتے تھے کہ جیون بھر یونہی پاپ کرتے رہو گے اور لوگوں کی زندگیوں سے کھیلتے رہو گے لیکن ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ حساب کا وقت ضرور آتا ہے۔" بھانو نے رائفل کاندھے سے اُتار کر سیدھی کر لی۔

"اسے دیکھتے ہو، یہ تم سے حساب کتاب طلب کرتی ہے....." زمیندار اور اُس کے بیٹے بری طرح کانپ رہے تھے لیکن بھانو اُنہیں معاف کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اُس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور رائفلوں کی گولیاں اُن کے سینوں میں پیوست ہو گئیں۔ چند سیکنڈ بعد ہی وہ سب خاک و خون میں لتھڑے ہوئے نظر آ رہے تھے اور قرب و جوار میں گولیوں کی آواز سے کھلبلی مچ گئی تھی۔ گاؤں والے دروازوں سے جھانک جھانک کر باہر دیکھ رہے تھے لیکن کسی کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ گھر سے باہر نکلے۔ بھانو نے اُن سب کی لاشوں سے وہی چٹھیاں باندھیں جو پہلے سے لکھ کر انہوں نے کافی تعداد میں اپنے پاس رکھ لی تھیں..... ان میں بھی وہی مطالبہ تھا کہ خون ریزی اُس وقت تک جاری رہے گی جب تک بھانو کے نام پر گرفتار کیے جانے والے ایک ایک آدمی کو نہ چھوڑ دیا جائے۔

اس کے بعد اُنہوں نے زمیندار کے گھر میں گھس کر لوٹ مار کی۔ جو کچھ ہاتھ آیا لے لیا۔ زمیندار کی بیوی شوہر کی موت کے بعد فوراً ہی گر کر بے ہوش ہو گئی تھی۔ نوکر کونوں کھدروں میں چھپ گئے تھے۔ بھانو اور اُس کے ساتھیوں کو لوٹ مار میں کوئی دقت نہ ہوئی تھی۔ بابو لال رائفل تانے باہر کھڑا ہوا تھا۔ تاکہ اگر گاؤں والوں کو جوش آئے تو رائفل کی گولیاں اُن کے جوش کو ٹھنڈا کر دیں۔ مگر کسی نے کوئی حرکت نہ کی اور وہ سب وہاں سے نکل آئے اور ایک بار پھر اُن کے گھوڑے برق رفتاری سے جنگلوں کی سمت سفر کر رہے تھے۔

...... ○ ......

تمام کی تمام خبریں حکومت کو مل رہی تھیں۔ اعلیٰ حکام پریشان ہو گئے تھے۔ مجسٹریٹ والٹن نے بڑے کروفر کے ساتھ یہ ذمے داریاں اپنے سر لی تھیں۔ اب چاروں طرف سے اُس پر لعن طعن شروع ہو گئی۔ اخبارات بری طرح چیخ رہے تھے۔ راجستھان میں بھانو کے نام کا ڈنکا بج رہا تھا۔ چاروں طرف خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔ جنہوں نے اپنی زندگی میں کوئی چھوٹی موٹی حرکت بھی کی تھی وہ کانپ رہے تھے۔ راتوں کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں۔ پولیس تھی کہ پاگلوں کی طرح چاروں طرف ناچتی پھر رہی تھی۔ بھانو اُن کے ہاتھ آنے والوں میں کہاں تھا۔ ادھر مجسٹریٹ والٹن پر شدید دباؤ پڑا..... پولیس کمشنر نے خود اُسے طلب کر لیا تھا۔ جب والٹن پولیس کمشنر کے سامنے پہنچا تو اُس کا موڈ بہت خراب تھا..... پولیس کمشنر نے طنز بھری نظروں سے مجسٹریٹ والٹن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہیلو مسٹر والٹن۔ کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"ٹھیک ہوں جناب۔" والٹن نظریں چراتا ہوا بولا۔ وہ خود بھی تمام خبریں سن رہا تھا اور اندازہ لگا چکا تھا کہ پولیس کمشنر نے اُسے کیوں طلب کیا ہو گا۔ بیچارا خود بھی کافی پریشان تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے۔ یہ جو خبریں اُسے

ل رہی تھیں بڑی پریشان کن تھیں جب کہ اُس نے بڑے کروفر کے ساتھ ایسا کارنامہ انجام دیا تھا جس کے بارے میں اُسے پورا یقین تھا کہ اس کوشش کے چند ہی روز بعد بھانو ڈاکو اُس کے قدموں میں زندہ یا مردہ پڑا ہو گا لیکن بھانو نے تو خود لاشوں کے انبار لگا دیے تھے۔ ایسے ایسے لوگ اُس کا شکار ہو گئے تھے جو انگریز سرکار کے بے حد وفادار تھے۔ پولیس کمشنر نے بدستور طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں آپ تو بالکل ٹھیک نظر آتے ہیں لیکن حکومت کی دھجیاں بکھر کر رہ گئی ہیں۔ حکومت کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی ہے ایک ڈاکو انگریز حکومت کو انگلیوں پر نچا رہا ہے اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ صرف ہندوستانی پولیس ہی نہیں، برطانوی دماغ بھی اُس جاہل اور دیہاتی ڈاکو کی گرفتاری میں ناکام رہے ہیں۔ آپ نے میجر والٹن، گلاب سنگھ کے سلسلے میں کیا کیا....؟ کیا گلاب سنگھ سے آپ کا رابطہ قائم ہے؟"

"نہیں جناب۔ گلاب سنگھ اپنے مشن پر روانہ ہو چکا ہے اور یہ بات شاید آپ کے علم میں ہو کہ اُس نے وہاں بھانو کے دو ساتھی ہلاک کر دیے ہیں۔ اُنہی کی ہلاکت کی بنا پر بھانو کے مقابلے میں راجستھان پہنچ جاتے اور وہاں پہنچ کر اُسے خود اپنی گولی کا نشانہ بناتے لیکن افسوس انگریز بھی بہت سہل پسند ہو گئے ہیں۔" میجر والٹن کی گردن جھک گئی۔

"میں کل ہی روانہ ہو جاؤں گا۔"

"بہر صورت تیاریاں کرنے کے بعد وہ چند افراد کے ساتھ چل پڑا۔ اُس نے اپنی روانگی کا پروگرام نہایت خفیہ رکھا تھا.... تاکہ بھانو کو اِس کے بارے میں اطلاع نہ ہو جائے آخر وہ بھی انسان تھا۔ ایسے واقعات سننے کے بعد اُس کے اپنے دل میں بھی یہ خیال تھا کہ کہیں بھانو اُس کی آمد کے بارے میں سن کر اُس کے استقبال کی تیاریاں نہ کرنے لگے۔ چنانچہ انگریز ہونے کے باوجود اُس نے اپنے چہرے پر ہندوستانی دیہاتیوں کا سا میک اپ کیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی اسی.... میک اپ میں لے کر چل پڑا۔ روانگی کے لئے بھی اُس نے بہت زیادہ انتظامات نہیں کیے تھے۔ ٹرین سے اُس نے عام لوگوں کے ساتھ بھرت پور تک کا سفر کیا اور بھرت پور پہنچ کر پروگرام کے مطابق ایک پٹیل کے ہاں قیام کیا۔ پٹیل بے چارے کو اُس کے بارے میں صحیح پوزیشن معلوم نہیں تھی۔ بس اُس نے عام مہمان کی طرح اُس کی مہمان نوازی کی لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ یہ انگریز ہیں حکومت کے بہت بڑے لوگ جو بھانو کی گرفتاری کے سلسلے میں آئے ہیں تو وہ دست بستہ ہو گیا۔

"میرے لئے کیا حکم ہے سرکار؟ جو بھی حکم ہو میں حاضر ہوں۔"

"ہوں۔ بھانو کے بارے میں موجودہ رپورٹ کیا ہے؟"

"بس سرکار اُس نے چاروں طرف آگ لگائی ہوئی ہے، اعلان کرتا پھر رہا ہے کہ اُس کے نام پر گرفتار تمام لوگوں کو باعزت طور پر رہا کر دیا جائے ورنہ راجستھان کے ایک ایک گوشے سے خون کے فوارے بلند ہوں گے اور یہ ہو رہا ہے سرکار۔"

"اچھا اور تو تم سے کوئی خاص بات معلوم نہیں کی جا سکتی یہ بتاؤ کہ یہاں سب سے قریبی پولیس اسٹیشن کون سا ہے؟"

"موضع کمھرالی میں بڑی پولیس چوکی ہے سرکار۔ وہاں کے داروغہ پنڈت ہری چند جی ہیں۔ بہت سخت آدمی ہیں۔ وہ خود بھی شاید بھانو کی گرفتاری کے لئے کوشش کر رہے ہیں.... بے وقوف ہیں سارے کے سارے بھلا ان کی کوشش سے بھانو گرفتار ہو سکتا ہے۔"

"تم یوں کرو۔ خاموشی سے پنڈت ہری چند کے پاس جاؤ اور کہو کہ کچھ انگریز افسر اُن سے ملاقات کرنے کے خواہشمند ہیں۔ پنڈت جی سے کہنا کہ وہ عام لوگوں کے لباس میں آئیں اور کسی کو اس بارے میں کچھ نہ بتائیں۔"

"جی سرکار۔" پٹیل نے جواب دیا۔

"پٹیل، ہری چند کو اپنے گھر لایا اور پھر اُسے انگریزوں کے سامنے پیش کر دیا۔ میجر والٹن نے اپنا تعارف کراتے ئے اُسے بتایا کہ وہ بھانو کے سلسلے میں کام کر رہا ہے۔

"جی سرکار، ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ میجر والٹن صاحب بھانو کا چارج اب اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔"

"چارج اپنے ہاتھ میں ضرور رکھتے ہیں لیکن تم جیسے ناکارہ لوگوں کی موجودگی میں، میں کچھ نہیں کر سکتا۔ بھانو راجستھان میں تباہی مچائے ہوئے ہے اور تم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہو۔"

"نہیں سرکار۔ ہماری تو راتوں کی نیندیں حرام ہیں.... کوئی نہیں کہہ سکتا کہ بھانو کب کس طرف کا رخ کرے گا۔ م تھانوں میں چوکسی کر دی گئی ہے۔ بندوقیں اور ہتھیار ایک جگہ چھپا لئے گئے ہیں۔ تاکہ بھانو لوٹ مار کے لئے تھانوں پر لہ آور نہ ہو سکے اُسے ہتھیاروں کی ضرورت تو ہو گی ہی۔"

"ابھی تک وہ یہ ہتھیار کہاں سے حاصل کر رہا ہے؟"

"جہاں ڈاکا ڈالتا ہے سرکار، وہاں سے گولیاں حاصل کر لیتا ہے۔ بندوقیں اُس کے پاس بہت اچھی قسم کی ہیں.... نہی سے وہ اپنا کام کر رہا ہے۔"

"کتنے آدمی ہیں اُس کے ساتھ؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا سرکار۔ پورا گروہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ ابھی تک ہمارا واسطہ اُس سے نہیں پڑا ہے۔"

"اچھا سنو، پنڈت ہری چند یہ بتاؤ کہ چھترولی میں بھانو کے جو دو آدمی مارے گئے ہیں وہ کس طرح مارے گئے؟"

"سرکار بہت سی باتیں سنی ہیں۔ ایک بات یہ بھی سنی ہے کہ ڈاکو گلاب سنگھ جو پونا اور بڑودہ کے علاقوں میں لوٹ ار کرتا تھا بھانو کے مقابلے کے لئے یہاں آیا ہوا ہے اور اُسی نے بھانو کے دو ساتھی ہلاک کرائے ہیں۔"

"ہوں۔ یہ اطلاع تمہیں کہاں سے ملی؟"

"دوسرے تھانوں سے سرکار۔ گلاب سنگھ نے پولیس سے بھی رابطہ قائم کر رکھا ہے۔ ہم سے تو اب تک کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ اُس کی یہ بات ہمیں ہمارے ساتھیوں سے ہی معلوم ہوئی ہے۔"

"ڈاکو گلاب سنگھ ہے کہاں یہ بات تمہیں معلوم ہے؟"

"سنا ہے کہ وہ چھترولی ہے کہ علاقے میں ہے۔"

"اچھا ہری چند ہم تمہارے سپرد ایک اور ڈیوٹی کرتے ہیں جس خاموشی سے تم یہاں آئے ہو۔ اُسی خاموشی سے چھترولی جاؤ اور کسی نہ کسی طرح گلاب سنگھ سے رابطہ قائم کرو۔ یہ تمہارا کام ہے۔ گلاب سنگھ سے کہو کہ میجر والٹن تم سے ملنا چاہتا ہے جتنی جلد ہو سکے یہ کام کر ڈالو۔ یہ بہت ضروری ہے۔"

"جی سرکار۔ ہم پوری کوشش کریں گے لیکن ڈاکو گلاب سنگھ کو آپ کے پاس کہاں لایا جائے؟"

"یہیں اسی جگہ۔"

"سرکار آپ یوں کریں کہ چتن گڑھ چلیں۔ چتن گڑھ، چھترولی سے صرف آٹھ کوس کے فاصلے پر ہے۔ وہاں باآسانی ڈاکو گلاب سنگھ سے آپ کی ملاقات کرائی جا سکتی ہے۔ میں یہاں سے آپ کو لے کر سیدھا چتن گڑھ چلوں گا۔ چتن گڑھ میں میری موسی کا گھر ہے پولیس سے ان لوگوں کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے کسی کو شبہ بھی نہیں ہو گا۔ وہاں آپ آرام سے رہ بھی سکیں گے اور گلاب سنگھ سے ملاقات بھی ہو سکے گی۔ میجر والٹن نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور پھر یہ بات منظور کر لی۔ چنانچہ ہری چند نے گھوڑوں کا بندوبست کیا اور اُس کے ساتھ ہی اُس نے میجر والٹن سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ الگ الگ سفر کریں تاکہ گروہ دیکھ کر بھانو کو کوئی شبہ نہ ہو سکے۔ اُس نے کہا تھا سرکار کہ

کچھ خبر نہیں کہ بھانو کب اور کس علاقے میں ہو گا۔ اُس کے لئے دوسرے لوگ بھی کام کرتے ہیں۔ ممکن ہے اُس کے جاسوس ادھر اُدھر پھر رہے ہوں اور کھوج لگا رہے ہوں کہ پولیس کیا کاروائی کر رہی ہے سب کو ساتھ دیکھ کر وہ ہم پر حملہ آور بھی ہو سکتا ہے۔" میجر والٹن نے یہ بات سنی تو دل میں بہت گھبرایا لیکن اُسے انگریزی شان برقرار رکھنی تھی۔ اس لئے اُس نے اس گھبراہٹ کا اظہار نہ ہونے دیا اور ہری چند کی یہ بات بھی مان لی۔

لیکن سفر کے دوران اُس کا دل تھر تھر کانپ رہا تھا۔ ہر چٹان کے پیچھے سے اُسے بھانو نکلتا نظر آتا تھا۔ اُسے اندھیرے میں یہی محسوس ہوتا تھا جیسے بھانو بندوق تانے کھڑا ہو..... چتن گڑھ تک کا سفر اُس کے لئے موت کا سفر تھا۔ بہرصورت وہ چتن گڑھ کی سرحد میں داخل ہو گئے۔ ہری چند انہیں اپنی موسی کے ہاں لے گیا۔ اُس کی موسی ایک بہت بڑے زمیندار کی بیوی تھی۔ موساجی کا نام کنہیالال تھا۔ کنہیالال نے اپنے بھتیجے کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ خاص طور پر اس لئے کہ ہری چند جی داروغہ تھے۔ جب ہری چند نے ان دیہاتیوں کا تعارف کرایا..... تو کنہیالال حیران رہ گئے۔ انگریزوں کا نام سن کر وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔

کافی بھاگ دوڑ کے بعد ہری چند، گلاب سنگھ اور میجر والٹن کی ملاقات کرانے میں کامیاب ہو گیا۔

میجر والٹن کا چہرہ اُسے دیکھ کر غصے سے سرخ ہو گیا تھا وہ اس وقت بھی دیہاتی کے میک اپ میں تھا۔ اس میک اپ سے نکل کر وہ اپنی جان خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ گلاب سنگھ نے تعجب سے اُسے دیکھا۔

"گلاب سنگھ، یہ سب کچھ تمہاری نااہلی کی وجہ سے ہوا ہے۔"

"میری نااہلی کہاں مہاراج۔ میں نے تو آتے ہی ایک اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا کہ پولیس بھی نہیں انجام دے سکی تھی۔"

"کون سا کارنامہ؟"

"مہاراج میں نے بھانو کے ہاتھ توڑ ڈالے تھے۔ وہ دونوں اُس کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔ جو یہاں ایک بہت بڑا آشرم تعمیر کرا رہے تھے۔ آپ کو صحیح صورتحال تو معلوم ہی ہو گی۔ میں نے بھانو کا یہ طلسم توڑ دیا۔ مجھے اُمید تھی کہ بھانو اس بات کو سن کر جھلایا ہوا یہاں آئے گا اور آکر پولیس کی گولیوں کا نشانہ بن جائے گا لیکن میں کیا کروں۔ میرے پاس کوئی فوج تو ہے نہیں کہ چاروں طرف سے بھانو کو گھیر لوں۔ پولیس بھی اپنی کاروائی کر رہی ہے، مگر وہ کم بخت اتنا چالاک ہے کہ اپنے پیچھے اپنی گرد بھی نہیں چھوڑتا۔ اس کے باوجود..... مہاراج میں کوشش کر رہا ہوں....."

"بکواس مت کرو تمہاری پہلی کوشش ہی انتہائی احمقانہ تھی۔ میں تو سمجھتا تھا کہ تم کافی عقلمند انسان ہو۔ مگر تم نے یہاں آتے ہی احمقانہ حرکت کی۔" میجر والٹن نے غصیلے انداز میں کہا۔ "اگر تمہیں معلوم ہو ہی چکا تھا کہ دھرم سنگھ اور موری لال، بھانو کے ساتھ ہیں تو تمہیں چاہئے تھا کہ چھپ کر اُن کی نگرانی کرتے، یہ دیکھتے کہ وہ بھانو سے کس طرح رابطہ قائم کرتے ہیں اور اُن کے ذریعے بھانو تک پہنچتے اور پھر اُس پر ضرب کاری لگاتے۔ اُن دونوں کو ہلاک کر کے تم نے بہت بڑا تیر مارا۔ تم نے سوچا کہ بھانو یہاں آئے گا اور تم اُسے بھی یونہی مار لو گے جیسے اُس کے دونوں ساتھیوں کو مارا ہے۔ اُس میں اور اُس کے ساتھیوں میں تو فرق ہے نا..... بھانو اتنا بڑا گروہ چلا رہا ہے۔ وہ اتنا بے وقوف تو نہیں ہو سکتا۔"

"بہرصورت مہاراج۔ آپ یہ بات کہہ سکتے ہیں کیونکہ میری کوشش تو ناکام ہو چکی ہے۔ اگر میں اس میں کامیاب ہو جاتا تو آپ ہی مجھے شاباش دیتے۔"

"مگر گلاب سنگھ تمہاری وجہ سے جو کچھ ہو رہا ہے اور اس وجہ سے ہماری بدنامی ہو رہی ہے۔ یہ بتاؤ کہ اب کیا کیا جائے؟"

"میں پوری کوشش کر رہا ہوں مہاراج کہ کہیں نہ کہیں بھانو سے ٹکراؤ ہو جائے۔ بس ایک بار اُس کا اور میرا سامنا

ہو جائے تو پھر تماشا دیکھیے۔"

"میں اچھی طرح دیکھ رہا ہوں لیکن گلاب سنگھ اب میں اُس وقت یہاں سے واپس جاؤں گا جب بھانو کی لاش تم میرے حوالے کر دو گے۔ بتاؤ تم کیا چاہتے ہو۔ تمہیں جتنی مدد کی ضرورت ہو میں ابھی تمہیں فراہم کر سکتا ہوں۔ تمہیں ہر قیمت پر بھانو کو ختم کرنا ہے۔"

"میں پوری کوشش کر رہا ہوں مہاراج۔ فی الحال مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ میرے ساتھیوں سے پوچھ لیں کہ کس طرح ہم رات بھر مارے مارے پھرتے ہیں۔ ہمیں خود اس بات کی بڑی چنتا ہے کہ بھانو نے یہاں بڑی خونریزی کر رکھی ہے ہم خود اس خونریزی کو روکنا چاہتے ہیں..... آپ یہاں قیام کریں مہاراج اور اپنی آمد کی کسی کو اطلاع نہ دیں ہم خود آپ سے رابطہ رکھیں گے۔"

"میرے ذہن میں ایک پروگرام ہے گلاب سنگھ۔ اگر تم اس پر عمل کرو تو میرا خیال ہے ہمیں کامیابی زیادہ آسانی سے نصیب ہو سکتی ہے۔" میجر والٹن شاید اس دوران میں کوئی اور اسکیم تیار کر چکا تھا۔ اُس نے بڑی مکاری سے یہ بات..... گلاب سنگھ سے کہی اور وہ اُس کی صورت دیکھنے لگا۔

"جو آگیا مہاراج۔ آپ جو حکم دیں۔"

"نہیں ایسے نہیں۔ تم اپنے ساتھیوں کو واپس بھیج دو۔ ہری چند جی آپ بھی باہر جائیے۔ میں صرف گلاب سنگھ سے بات کروں گا۔" اُس نے دیانت داری سے کام لیتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو بھی باہر بھیج دیا تھا۔ اب کمرے میں میجر والٹن اور گلاب سنگھ رہ گئے تھے۔

"گلاب سنگھ تم نے جو کوشش کی۔ اس سلسلے میں مجھے مزید تفصیلات فراہم کرو۔ کیا اس بات کی خبر عام لوگوں کو ہے کہ تم نے دھرم سنگھ اور موری لال کو مروایا ہے؟"

"نہیں مہاراج۔ مگر چھتروالی کے پولیس افسران کو یہ بات معلوم ہے۔"

"میں پولیس افسران کے لئے یہ حکم بھجوائے دیتا ہوں کہ وہ گلاب سنگھ کا نام کسی کے سامنے نہ لیں۔ چنانچہ تمہارے بارے میں کوئی نہیں بتلائے گا۔ تم جہاں مقیم ہو وہ جگہ بھی چھوڑ دو اور اپنے آدمیوں کے ساتھ تم بھی ڈاکہ زنی شروع کر دو۔"

"جی.....؟" گلاب سنگھ حیرت سے بولا۔

"سمجھنے کی کوشش کرو گلاب سنگھ چھوٹے موٹے ڈاکے ڈالو۔ بھانو اتنے لوگوں کو قتل کر رہا ہے اور تمہیں بھی دو چار آدمی قتل کرنا ہوں گے اور جب تم ڈاکا ڈالو تو گلاب سنگھ کا نام بھی سامنے لاؤ۔ اس طرح بھانو بھی یہ خبر سن لے گا کہ گلاب سنگھ ڈاکو بھی ڈاکے ڈال رہا ہے۔ ان حالات میں اگر تمہارا ٹکراؤ کبھی بھانو سے ہو جائے تو تم چالاکی سے اُسے مارنے کی کوشش کرنا....." گلاب سنگھ حیرت سے میجر والٹن کی صورت دیکھ رہا تھا پھر اُس نے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"انگریز بہادر بڑی دور کی کوڑی لاتے ہیں۔ یہ بات تو میں نے ہمیشہ مانی ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"پہلے تم صرف ڈاکے ڈالتے تھے گلاب سنگھ لیکن اب تم حکومت کی مدد کرو گے۔ اس لئے اگر دو چار آدمی تمہارے ہاتھوں مارے بھی جائیں..... تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم کسی طرح بھانو کے گروہ میں شامل ہو جاؤ۔ اگر بھانو تم سے ملاقات کرے تو اپنی بندوق اُس کے پیروں میں رکھ دینا اور کہنا کہ آج سے تم بھی اُس کے گروہ میں شامل ہونا چاہتے ہو اور اس کے بعد پتہ ہے کہ تمہیں کیا کرنا ہے.....؟"

"اچھی طرح سمجھ گیا مہاراج بہرصورت مجھے پولیس کی مدد تو حاصل ہو گی مجھے کاہے کی فکر۔"

"ہاں تمہیں بالکل فکر نہیں کرنی چاہئے۔ پولیس پارٹیوں کو مطلع کر دیا جائے گا کہ اگر وہ گلاب سنگھ کے بارے میں تحقیقات کرنے نکلیں اور گلاب سنگھ کہیں مل جائے تو نظریں بچا کر نکل جائیں تم پولیس والوں کو ہلاک نہیں کرو گے۔"

"جو آگیا مہاراج۔ مگر آپ اُن سے یہ بھی کہہ دیں کہ کہیں کہیں گولیاں بھی چلنی چاہئیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم اپنی گولیاں ہوا میں چلائیں گے۔" یہ سن کر میجر والٹن مسکرایا۔

"سمجھ دار آدمی ہو۔ میری بات اچھی طرح سمجھ گئے ہوگے۔" میجر والٹن نے کہا اور گلاب سنگھ نے گردن جھکا دی۔ میجر والٹن نے اُسے رخصت کر دیا۔ گلاب سنگھ واقعی فکر مند تھا۔ حکومت نے اُسے اس شرط پر معافی دی تھی کہ وہ بھانو کو گرفتار کرادے اور یہ اُس کی ذمے داری تھی۔ اُسے یہ نیا موقع جو ملا تھا بڑا سنہری موقع تھا۔ اُس نے کافی دور آنے کے بعد اپنے ساتھیوں کو یہ نئی صورتحال بتائی اور وہ بھی خوش ہوگئے۔

"تو مہاراج پھر دھندا شروع؟"

"ہاں۔ لوگ بھانو سے بری طرح ڈرے ہوئے ہیں لیکن اب اُنہیں گلاب سنگھ کا نام بھی سننا پڑے گا اور گلاب سنگھ کو کوئی خطرہ بھی نہیں ہے۔ دوستو جتنی دولت جمع کر سکتے ہو کرلو....! یہ موقع اچھا ہے۔" گلاب سنگھ نے کہا اور اُس کے ساتھی خوش ہو کر ہنسنے لگے۔

—— O ——
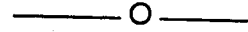
بھانو اپنی کاروائیوں میں مصروف تھا۔ وہ تینوں گھوڑے دوڑاتے ہوئے ایک اور گاؤں کی سرحد پر پہنچ گئے۔ اس گاؤں کا نام کوند لال تھا۔ سامنے ہی گاؤں کا سرکاری چوکیدار ایک درخت کے نیچے بیٹھا بیڑی پی رہا تھا۔ ساتھ ہی اُس کی بندوق دھری تھی بیڑی کا کش لے کر ابھی وہ دھواں نکالنے بھی نہیں پایا تھا کہ بھانو نے چھلانگ لگا کر اُس کی گردن دبوچ لی۔ چوکیدار کے حلق سے آواز تک نہیں نکل سکی تھی۔ بھانو کے ساتھیوں نے اُس کی بندوق پر قبضہ جمایا۔ بابو لال نے چوکیدار کی کمر پر لات رسید کرتے ہوئے کہا۔

"چل بے آگے بڑھ اور ہمیں یہاں کے زمیندر کے گھر کا راستہ دکھا۔ چوکیدار کان دبائے سدھائے ہوئے کتے کی طرح آگے ہولیا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر ذرا سی بھی چوں چرا کی تو بیں لاش پھڑکنے لگے گی۔ اُس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد زمیندار کا گھر آگیا۔ بدنصیب زمیندار گھر پر ہی تھا۔ اُس کے دو لڑکے بھی موجود تھے۔ بھانو نے تینوں کو خون میں نہلایا اور پھر خوب جی بھر کر زیور اور نقد روپیہ لوٹا۔ اتنی دیر میں زمیندار کا ایک اور عزیز آگیا۔ ڈاکوؤں کو دیکھ کر اُس نے بھاگنے کی.... کوشش کی لیکن بچ کر نہیں بھاگ سکا۔ سرکاری چوکیدار بھانو کے حکم کی تعمیل میں باہر ہی کھڑا تھا لیکن اُس کے ہوش و حواس گم تھے.... وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔ بھانو نے چوکیدار کو دوسرا حکم دیا.... "چل اب ہمیں گاؤں کی سرحد تک چھوڑ کے آ۔" اُس نے زبان سے کچھ نہ کہا اور گردن جھکا کر آگے آگے چلنے لگا۔ سرحد پر پہنچ کر وہ رونے اور گڑگڑانے لگا۔

"بھانو مہاراج میں غریب اور بال بچون دار آدمی ہوں.... مجھے چھوڑ دو۔" بھانو نے ہنستے ہوئے اُسے جانے کی اجازت دے دی۔ بھانو جیسے ڈاکو سے رہائی حاصل کرنا نئی زندگی پانے کے مترادف تھا۔ چوکیدار نے ایک اور جسارت کی اور کہنے لگا۔

"مہاراج۔ میری غریبی پر رحم کرو۔ میری بندوق واپس دے دو۔ اگر سرکار کو پتہ چلا کہ تم نے مجھ سے بندوق چھین

لی ہے.... تو میں کہیں کا نہیں رہوں گا بھانو اس وقت موج میں تھا۔ اُس نے اُس کی بندوق بھی واپس کردی اور ساتھ ہی بہت سی رقم بھی دی اور پھر بولا۔

"جا اپنے بال بچوں کے ساتھ عیش کر...." اور چوکیدار خوشی خوشی چلا گیا۔

اب بھانو کا رخ گاؤں سے آگے کسی چھوٹی سی بستی کی جانب تھا۔ جس کے کنارے پر ہی ایک اسکول نظر آرہا تھا۔ دوپہر کی چلچلاتی دھوپ سے بچنے کے لئے چند آدمی سکول کے برآمدے میں بیٹھے حقہ پی رہے تھے۔ بھانو اور اُس کے ساتھی وہاں پہنچ گئے۔ برآمدے کے باہر اپنے گھوڑوں کو روکا۔ برآمدے میں بیٹھے ہوئے آدمی مسلح لوگوں کو دیکھ کر حواس باختہ ہوگئے تھے۔ بھانو اور اُس کے ساتھی ہنستے ہوئے ایک چارپائی پر بیٹھ گئے تو ان بے چاروں کی جان میں جان آئی.... تھوڑی دیر بعد یہ اُن میں.... گھل مل گئے اور خوش گپیاں کرنے لگے۔ ان کا حلیہ دیکھ کر سب لوگ حیران تھے لیکن بھانو نے خود ہی اُن کی حیرانی دور کردی۔

"کیا دیکھ رہے ہو بھائیو۔ کیا خیال ہے تمہارا میرے بارے میں؟"

"کچھ پتہ نہیں چلتا مہاراج کہ آپ کیا ہی۔ اگر پولیس کی وردی ہوتی تو ہم آپ کو پولیس والا سمجھتے۔ یا تو آپ کہیں کے زمیندار ہیں یا....؟"

"یا کیا؟" بھانو نے مسکراتے ہوئے پوچھا لیکن اس کے بعد ان میں سے کوئی کچھ نہ بول سکا پھر بھانو نے اُن سے کہا۔

"میرا نام بھانو چوہان ہے۔" اُن لوگوں کے چہرے ایک دم سے اُتر گئے تھے۔ بھانو اور اُس کے ساتھیوں نے اُنہیں تسلیاں دیں۔ ہمارا تم سے کوئی جھگڑا نہیں ہے بھائیو.... ہم ساہوکاروں اور زمینداروں کے خلاف ہیں جنھوں نے غریبوں کی زندگی حرام کر رکھی ہے۔ اگر کبھی پولیس والوں سے ملاقات ہو تو اُن سے کہہ دینا کہ بھانو اس علاقے میں ایک بھی ساہوکار.... زمیندار اور پٹیل کو جیتا نہیں رہنے دے گا۔ دیہاتیوں نے اُن کی خاطر مدارت کی۔ آہستہ آہستہ گاؤں کے لوگ سکول میں جمع ہوگئے۔ اُنہیں یقین نہیں آتا تھا کہ بھانو جیسا ڈاکو اُن کے درمیان موجود ہے۔ دوپہر کے بعد اُنہوں نے گاؤں والوں سے اجازت طلب کی اور وہاں سے جاتے ہوئے گاؤں والوں کو خاصی رقم دی.... سکول کے لئے بھی اُنہوں نے خاصی بڑی رقم دی اور یہ رقم دیتے ہوئے بھانو نے کہا۔

"یہ چھوٹے بچے تمہاری توجہ کے طالب ہیں انہیں علم دو.... تاکہ ان میں سے کوئی بھانو نہ بن سکے۔"

اس کے بعد وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر چل دیے۔ گاؤں والے اُنہیں دور تک جاتے ہوئے دیکھتے رہے.... پھر ایک ندی کے کنارے اُنھوں نے گھوڑوں کو پانی پلانے کے ارادے سے روکا۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ گاؤں کی طرف سے ایک ٹرک آیا۔ اس میں سپاہیوں کے علاوہ انسپکٹر پولیس اور ڈاکوؤں کی گرفتاری کے لئے خاص طور پر مقرر کیے گئے.... اسٹیشن افسر سوار تھے۔ ابھی پولیس کی نظر بھانو اور اُس کے ساتھیوں پر پڑی بھی نہ تھی کہ یہ لپک کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور ندی میں اُتر گئے۔ پولیس نے اس دوران میں اُنہیں دیکھ لیا تھا۔ وہ بھی ندی میں اُتر کر اُن کی طرف آنے لگے مگر یہ تینوں تیزی سے ندی پار کر کے سامنے کے جنگل میں گھس چکے تھے ایک طرف پولیس کا پورا ٹرک تھا اور دوسری طرف بھانو کا مختصر گروہ۔ اتنی قربت سے اگر فائدہ نہ اُٹھایا جاتا تو حیران کن بات تھی۔ اس کا فیصلہ جلد ہی دونوں میں کسی ایک کو کرنا تھا.... اور فیصلہ بھانو کے سوا اور کون کر سکتا تھا۔ اُنھوں نے درختوں کی آڑ لے کر فائرنگ شروع کردی۔ پولیس والے سراسیمہ ہوگئے اتنی جلدی گولیاں برسنے لگیں گی اُن کے گمان میں بھی نہ تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُنھوں نے راہ فرار اختیار کی اور سب برق رفتاری سے دوڑ پڑے اور اُنھوں نے اسی سکول کے برآمدے میں پناہ لی تھی جہاں کچھ دیر پہلے بھانو اپنا جلسہ کر چکا تھا۔ اس دوران میں بھانو اور اُس کے ساتھیوں کو آگے بڑھنے کا موقع مل گیا تھا چنانچہ تھوڑی دیر بعد وہ پاروگڑھ پہنچ گئے۔ حالانکہ اُسے پولیس کے تعاقب کا اندیشہ تھا۔ مگر بھانو نہ جانے آج کل کس موڈ میں تھا۔ اُسے کسی چیز کی پرواہی نہیں

ہوتی تھی.... پاروگڑھ کے بھرے بازار میں اُس نے لوٹ مار شروع کر دی تھی۔ بازار خالی ہوگیا۔ بابولال اور ابراہیم نے زبردست فائرنگ شروع کردی تھی۔ بازار لوٹنے کے بعد بھانو نے یہاں کے ایک بہت بڑے ساہوکار کو پکڑا اور اُس کا گھر لوٹ لیا اُس کے تینوں لڑکوں کو ابراہیم اور بابولال نے موت کے گھاٹ اُتار دیا اور پھر ایک بہت بڑے گودام کو آگ لگا دی۔ آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ اس کے بعد کچھ اور آگے اُنہیں ایک سرکاری ڈاک خانہ نظر آیا.... بھانو کو کچھ اور تو نہ سوجھی اُس کو بھی آگ لگادی۔ سارا گاؤں ایک ہنگامے میں ڈوب کر رہ گیا تھا۔ رفتہ رفتہ آگ نے اپنے اردگرد کے مکانوں کو بھی لپیٹ میں لینا شروع کردیا۔ گاؤں کے اس ہنگامے کے دوران بابولال۔ ابراہیم اور بھانو چیختے پھر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ.... ”کہہ دو اپنی سرکار سے، جب تک وہ بے گناہوں کو ستاتی رہے گی۔ خونریزی یونہی جاری رہے گی۔ آج اس گاؤں کی باری تھی کل دوسرے کی ہوگی۔“ یہ کہتے ہوئے وہ گاؤں سے نکل گئے اور اُن کے جاتے ہی گاؤں والے سرکار کی دہائیاں دینے لگے اور اپنے گھروں کی آگ بجھانے لگے اور کہنے لگے کہ اگر یہی حال رہا تو راجستھان کی آبادیاں خالی ہونا شروع ہو جائیں گی۔

بستی کی آگ بجھ گئی تو گاؤں والے ایک جگہ جمع ہوئے وہ غصے میں بپھرے ہوئے تھے۔ حکومت کو کوس رہے تھے گالیاں دے رہے تھے۔ اُنہوں نے ایک وفد تیار کیا جس کا فیصلہ تھا کہ وہ بھانو کے سلسلے میں حکومت سے بات کرے گا۔ وہ کہے گا کہ حکومت یا تو بھانو کو گرفتار کرے یا راجستھان کے علاقوں کو خالی کرنے کا حکم دے دے۔

—— O ——

”دوسری طرف گلاب سنگھ کو حکومت کی طرف سے موقع مل گیا تھا۔ اُس نے تمام تیاریاں مکمل کرلیں اور پہلا ڈاکا اُس نے لوئی گڑھ میں ڈالا۔ بھانو ابھی اس طرف نہیں آیا تھا چنانچہ گلاب سنگھ نے لوئی گڑھ کے مکھیا دھرم لال کے مکان کو تاکا اور وہاں داخل ہو کر لوٹ مار کی۔ پورے گاؤں پر خاموشی چھا گئی تھی۔ سب یہ سمجھے تھے کہ بھانو آگیا لیکن جب لوٹ مار کے بعد گلاب سنگھ نے اپنے نام کا نعرہ لگایا تو لوگ حیران رہ گئے۔ بھانو ہی کیا کم تھا کہ گلاب سنگھ بھی پیدا ہوگیا اور پھر گلاب سنگھ کامیابی سے وہاں سے آگے بڑھا اور رات کے آخری حصے میں دوسرے گاؤں پر ڈاکا ڈالا۔ ایک رات میں وہ دو سے زیادہ ڈاکے نہیں ڈال سکا تھا۔ ان میں بھی اُسے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اگر بھانو کا خوف نہ ہوتا تو شاید گلاب سنگھ کے لئے یہ لوٹ مار اتنی آسان نہ ہوتی۔ کافی مال ہاتھ لگا تھا جسے اُنہوں نے ایک طے شدہ جگہ چھپا دیا اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گئے.... پولیس حسب معمول چشم پوشی سے کام لے رہی تھی۔ گلاب سنگھ نے دو تین دن میں پانچ چھ ڈاکے ڈالے۔ تین آدمی اُس کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ اُسے اس ہدایت کا خیال بھی تھا کہ زیادہ آدمیوں کو ہلاک نہ کیا جائے لیکن بعض جگہ مجبوری بھی ہوتی تھی۔ اپنی جان بچانے کے لئے دوسرے کی جان لینی ہی پڑتی تھی۔

اس دوران پولیس نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی.... میجر والٹن نے پولیس چوکیوں کو خصوصی ہدایت نامے جاری کرا دیے تھے۔ چنانچہ جہاں گلاب سنگھ ڈاکا ڈالتا وہاں پولیس کا دور دور تک نشان نہیں ہوتا تھا۔

البتہ بیرہ کھیڑی نامی بستی گلاب سنگھ کے ساتھ بری ہوئی۔ بیرا کھیڑی کا مکھیا اور زمیندار سردار راج نند کھیڑا بہت بہادر آدمی تھا۔ بھانو کے خطرے سے نمٹنے کے لئے اُس نے خاص انتظامات کیے تھے۔ اُس نے گوبر کے مورچے بنائے تھے جن کے پیچھے ہر وقت بندوقچی چھپے رہتے تھے۔ دن رات پہرہ ہوتا تھا۔

بھانو تو ابھی تک وہاں نہیں پہنچا تھا لیکن ایک رات گلاب سنگھ وہاں جا پھنسا۔ بستی کی سرحد سے داخل ہوتے ہی

گلاب سنگھ کے ساتھیوں نے گلاب سنگھ کے نام کے نعرے لگائے اور بستی میں داخل ہوگئے۔ بستی والے تو دبکے بیٹھے رہے۔ کوئی آواز نہ سنائی دی لیکن جونہی یہ لوگ راج نند کھیڑا کی حویلی کے پاس پہنچے دفعتاً اُن پر آگ برسنے لگی۔ گوبر کے مورچوں سے بندوقچیوں نے نشانے لینے شروع کر دیے تھے۔

گلاب سنگھ سنبھل گیا۔ اُس نے جگہ جگہ ان ڈھیروں کو دیکھا اور پھر اُس کے آدمیوں نے ان ڈھیریوں پر گولیاں.... برسانی شروع کردیں لیکن سردار کھیڑا کے یہ مورچے بڑے مضبوط تھے۔ گوبر پر دن رات پانی ڈالا جاتا تھا۔ اس لئے گولی اُس میں گھس کر ٹھنڈی ہو جاتی اور اُس سے پار ہی نہ ہوتی چنانچہ اُس کے آدمی محفوظ تھے جب کہ گلاب سنگھ کے آدمیوں کو کہیں پناہ نہیں مل رہی تھی.... پھر بستی کے چند مکانوں سے بھی فائرنگ شروع ہوگئی اور گلاب سنگھ کا ایک آدمی مدن لال فائرنگ کا نشانہ بن گیا۔

گلاب سنگھ کو یہ توقع نہیں تھی۔ بمشکل تمام اُس نے اپنے آدمی کی لاش اُٹھائی اور بیرہ کھیڑی سے بے تحاشا بھاگ کھڑا ہوا.... دو گھوڑے زخمی ہوئے تھے۔ جنگل میں آکر اُس نے مدن لال کی لاش کو لکڑیاں جمع کر کے پھونکا۔ گھوڑوں کو گولی ماری اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا لیکن اس رات اُسے بہت بڑا سبق ملا تھا۔ بات صرف پولیس کی ہی نہیں تھی۔ عام لوگ بھی حلوۂ تر نہیں ہوتے کہ آرام سے کھالو۔ اس لئے اتنا نڈر ہونا بھی ٹھیک نہیں ہے۔ جہاں ڈاکا ڈالو وہاں کے بارے میں معلومات حاصل کرلو.... ورنہ خوف ناک نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ اور آئندہ اُس نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

بالاخر بھانو چتن گڑھ پہنچ گیا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں سے چھتروالی صرف آٹھ کوس دور رہ جاتی تھی اور یہی وہ جگہ تھی جہاں میجر والٹن دیہاتیوں کے بھیس میں ہری چند جی کی موسی کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ ہری چند کے موساجی ہر طرح سے اُن کا خیال کر رہے تھے۔ ہری چند نے اُنہیں ہدایت کردی تھی.... نہ صرف ہدایت کی تھی بلکہ خاصی رقم بھی دی تھی کہ انگریز بہادر کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ موساجی کو اتنی بڑی رقم مل گئی تھی اور پھر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ بھتیجا داروغہ ہے.... اُس کی عزت بھی رکھنی ہے۔ چنانچہ وہ دل و جان سے اُن لوگوں کی خدمت کر رہے تھے۔ حیرت اور دلچسپی کی بات یہ تھی کہ جس جگہ ہری چند کا مکان تھا' اُس کے بالکل پیچھے موری لال کا مکان بھی تھا۔ موری لال بھی چتن گڑھ کا رہنے والا تھا' ہر چند کہ اُس کے ماں باپ مر چکے تھے، اس کے چند رشتے دار یہاں موجود تھے اور موری لال کے ایک عزیز گوپال داس، ہری چند کے موساجی کے مکان کے پیچھے ہی رہتے تھے۔ اُنہوں نے سن رکھا تھا کہ موری لال، بھانو چوہان کے ساتھ شریک ہو چکا ہے۔ چنانچہ اب وہ کسی کو یہ بات نہیں بتاتے تھے کہ وہ موری لال کے رشتے دار ہیں۔ اُنہوں نے موری لال کی موت کی خبر بھی سنی تھی اور اُن کے گھر میں خاصا رونا پیٹنا بھی مچا تھا لیکن گوپال چند جی عزت دار آدمی تھے، نہیں چاہتے تھے کہ موری لال کی وجہ سے اُن کی گردن بھی پھنس جائے، چنانچہ اُنہوں نے گھر والوں کو خاموش کرادیا اور کہا۔ صبر کرو۔ برے کام کا برا ہی نتیجہ ہوتا ہے لیکن خود اُن کے دل میں بھی موری لال کے لئے بہت دکھ تھا۔ تاہم کیا کرتے۔

بھانو جب چتن گڑھ میں داخل ہوا تو اُسے یاد آگیا کہ موری لال کے رشتے دار کا گھر کہاں تھا۔ چنانچہ اُس نے یہی فیصلہ کیا کہ موری لال کے رشتے دار گوپال چند کے ہاں قیام کیا جائے۔

وہ تینوں رات کی تاریکی میں گوپال چند کے مکان پر پہنچے دروازہ کھٹ کھٹایا اور گوپال چند جی باہر نکل آئے۔

تین لمبے تڑنگے آدمیوں کو کھڑے دیکھ کر اُن کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ تینوں کے پاس بندوقیں تھیں۔ گھوڑے اُنہوں نے کہیں دور ہی چھوڑ دیے تھے اس لئے اس وقت اُن کے ساتھ گھوڑے نہیں تھے۔ بندوقیں دیکھ کر گوپال چند ایک لمحے کے لئے تو حیران رہ گئے اور پھر اُن کا دل خوف سے اُچھل پڑا۔ کہیں یہ بھانو چوہان تو نہیں ہے.... اُنہوں نے کانپتی آواز سے آنے والوں سے اُن کے بارے میں پوچھا۔

”موری لال کے رشتے دار گوپال چند جی آپ ہی ہیں؟“ بھانو چوہان نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"ہاں بھائی میں ہی ہوں۔ مگر، مگر....." گوپال چندجی کوشش کے باوجود جھوٹ نہ بول سکے۔

"میں بھانو چوہان ہوں، مجھے یقین ہے کہ آپ کو میرے بارے میں معلومات حاصل ہوں گی، میں کچھ دیر آپ کے یہاں قیام کرنا چاہتا ہوں۔" بھانو نے کہا۔ گوپال چندجی کا دل تو یہی چاہا تھا کہ وہ دروازہ بند کرکے اندر سے کنڈی لگالیں.... لیکن کیا کرتے.... بھانو کا نام ایسا نہیں تھا کہ وہ اپنی اس حرکت پر عمل کرسکتے، بھانو کے نام کے ساتھ ہی جو خوف پیدا ہوتا تھا وہ اُسے نہیں بھول سکتے تھے، چنانچہ لرزیدہ آواز میں بولے۔

"آؤ بھانو مہاراج اندر آجاؤ.... ڈیوڑھی خالی پڑی ہے....." بھانو، ابراہیم اور بابولال اندر داخل ہوگئے۔ گوپال چند جی کا خوف کے مارے برا حال تھا۔ انہوں نے ڈیوڑھی کا دروازہ کھول دیا اور یہ تینوں اندر داخل ہوگئے۔

"آپ کو معلوم ہوگا گوپال چندجی کہ موری لال میرا دوست تھا۔" بھانو نے ایک جگہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں معلوم ہے۔" گوپال چندجی گہری سانس لے کر بولے۔

"اس ناتے سے میں آپ کے پاس آگیا ہوں، کچھ دیر میں یہاں قیام کروں گا اور اس کے بعد آگے بڑھ جاؤں گا۔ کیا آپ خوشی سے مجھے اپنے ہاں رکھنے پر تیار ہیں؟"

"کوئی بات نہیں ہے بھانو چوہان۔ کوئی بات نہیں ہے.... ویسے کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ موری لال مارا گیا؟" گوپال چندجی نے پوچھا۔

"ہاں مجھے علم ہے اور آپ نے یہ بھی سن لیا ہوگا کہ اُس کے خون کے چھینٹے کہاں کہاں تک پھیلے ہیں اور اس کے بدلے میں کیا کچھ ہوا ہے۔" بھانو نے کہا اور گوپال چندجی نے گردن جھکادی، انہوں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا.... چند ساعت کے بعد انہوں نے بھانو سے پوچھا۔

"میں تمہاری کیا سیوا کروں بھانو چوہان، کھانے پینے کا بندوبست کرآؤں اور کوئی ضرورت ہو تو بتاؤ؟"

"نہیں گوپال جی۔ کھانا تو ہم ضرور کھائیں گے۔ باقی اور کوئی چنتا نہ کرو۔"

"تو میں رسوئی تیار کراتا ہوں۔" گوپال چندجی اندر داخل ہوگئے۔ دھرم پتنی کو جگایا، بیٹوں کو اٹھایا، حالت خراب ہو رہی تھی، لرزتی آواز میں بولے۔

"تین آدمیوں کے لئے رسوئی تیار کرو جلدی کرو۔"

"کون آیا ہے اس سمے؟"

"بس ایک ایک۔" گوپال چند نے کہنا چاہا لیکن زبان رک گئی۔ عورتوں کی بات تھی، اس منہ سے نکلی۔ نہ جانے کہاں کہاں تک جائے گی خواہ مخواہ جان سے ہاتھ دھونے پڑیں گے، بھانو تو ڈاکو ہے، انسانیت کا اُس کے پاس کوئی گزر نہیں ہے، گولیاں چلائے گا اور سب کو ٹھنڈا کردے گا.... سارے رشتے ناتے بھول جائے گا۔ اس لئے عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ عورتوں کو کچھ نہ بتایا جائے۔

"جاؤ رسوئی تیار کرو، ایک زمیندار جی آئے ہیں، بہت بڑے آدمی ہیں، ہمارے بھاگ ہیں کہ وہ ہمارے ہاں آکر ٹھہرے ہیں لیکن انہوں نے کہا ہے کہ کسی کو اُن کے بارے میں اطلاع نہ دی جائے۔ اتنے بڑے آدمی ہیں کہ اگر اُن کے یہاں ٹھہرنے کی بات دوسروں تک پہنچ گئی تو اُن کی بے عزتی ہوگی۔ جاؤ تم لوگ جلدی سے رسوئی تیار کرو۔" گوپال چندجی نے بات بنادی اور ماں اور بیٹیاں رسوئی میں پہنچ گئیں.... تھوڑی دیر کے بعد گرم گرم پوریاں، بھاجی، حلوہ اور دوسری چند چیزیں بھانو اور اُس کے ساتھیوں کے سامنے پہنچ گئیں۔ تینوں نے ڈٹ کر کھانا کھایا پھر بھانو نے گوپال چندجی سے کہا۔

"گوپال چندجی، میں اور تو کوئی سیوا نہیں کرسکتا.... موری لال کی طرف سے یہ کچھ چیزیں آپ کی سیوا میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔" اُس نے چند زیورات اور نوٹوں کا ایک بہت بڑا ڈھیر گوپال چندجی کے سامنے ڈال دیا۔ گوپال چندجی نے ساری

زندگی اتنی دولت کا تصور نہیں کیا تھا۔ سیدھے سادے غریب سے آدمی تھے۔ بیٹیوں کا بوجھ سر پر تھا اور ہر وقت پریشان رہتے تھے کہ اس بوجھ کو کیسے سر سے اُتاریں گے۔ عزت خاک میں ملتی محسوس ہوتی تھی بعض اوقات، لیکن کرتے بھی کیا، حالات ہی ساتھ نہ دیتے تھے، انگریزوں کا زمانہ تھا۔ پیٹ بھر کے روٹی مل جاتی تھی۔ یہی بہت تھا، اتنی دولت دیکھ کر اُن کا ایمان ڈانواں ڈول ہونے لگا۔ بھانو ڈاکو تو ہے، مگر.... مگر یہ دولت تو اُن کا جیون سنوار سکتی، بیٹیوں کی تقدیر بن سکتی ہے، کیا کرنا چاہئے؟ کیا کرنا چاہئے۔ وہ دیر تک سوچتے رہے لیکن پھر دولت کی چمک سوچ پر غالب آگئی۔ انہوں نے لرزتے ہاتھوں سے نوٹ اور زیورات اُٹھالئے پھر بولے۔ اُن کی آواز کانپ رہی تھی۔

"بہت بہت شکریہ بھانو چوہان، میں جیون بھر تمہارا یہ احسان نہ بھول سکوں گا۔"

"ارے نہیں گوپال چندجی۔ آپ پر کوئی احسان نہیں، آپ میرے دوست کے رشتے دار ہیں، اُس کے لئے میں جو کچھ کررہا ہوں، اس کا اندازہ آپ کو ہوگا ہی۔"

"لیکن بھانو چوہان.... تم جو کچھ کررہے ہو، وہ اچھا نہیں ہے۔" گوپال چندجی نے کہا اور بھانو چونک کر گوپال چندجی کو دیکھنے لگا۔

"کیوں مہاراج.... کیا میں موری لال کا بدلہ نہ لوں ان لوگوں سے؟"

"جن سے تمہیں بدلہ لینا ہے بھانو چوہان، اُس سے تو تم بدلہ لے نہیں رہے، ان بے گناہ لوگوں کو مارنے سے تمہیں کیا مل رہا ہے؟"

"کس کی بات کررہے ہیں گوپال چندجی؟"

"وہ جس نے موری لال اور دھرم سنگھ کو زہر دے کر ہلاک کیا۔"

"زہر دے کر؟" بھانو چونک پڑا۔ ابراہیم اور بابولال بھی چونک گئے تھے۔

"ہاں بھانو.... کیا تمہیں معلوم نہیں ہے؟"

"نہیں گوپال چندجی۔ اُن دونوں کو کس نے زہر دیا۔ کیا قصہ ہے، میں نے تو یہی سنا تھا کہ پولیس اُن کے راستے پر لگ گئی اور وہ پولیس سے مقابلہ کرتے ہوئے ہلاک ہوگئے...."

"ہوں اُس وقت پولیس سے اُن کا مقابلہ ہوا تھا مگر اُس سے جب وہ مرچکے تھے، کیا مطلب؟"

"ہاں۔ اُن کی لاشوں کو پولیس نے گولیاں ماری تھیں اور یہ مشہور کردیا تھا کہ وہ پولیس مقابلے میں ہلاک ہوئے ہیں۔" بھانو کے ساتھ ابراہیم اور بابولال بھی حیران رہ گئے تھے، یہ بات اُن کے لئے نئے انکشاف کی حیثیت رکھتی تھی۔

"گوپال چندجی۔ آپ کو اس بارے میں جو کچھ معلوم ہو، براہ کرم اس بارے میں صاف صاف بتائیں؟"

"ارے بھائی میرے علاوہ کسی اور کو یہ بات کہاں معلوم ہے اور مجھے بھی بس معلوم ہو ہی گئی، گرنتھو کو تم لوگ نہیں جانتے، گرنتھو، گلاب سنگھ کا رسوئیا ہے۔ موری لال کے ناتے دار کی حیثیت سے وہ مجھے جانتا تھا۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا اور بڑی سوگندیں دے کر کہنے لگا کہ میں یہ بات کسی اور کو نہ بتاؤں بڑی ہی خفیہ بات ہے۔" بھانو تعجب سے گوپال چند کو دیکھ رہا تھا پھر اُس نے کہا۔

"مگر مجھے تو ضرور بتائیں گوپال چندجی، آپ جانتے ہیں کہ موری لال کا مجھ سے گہرا دوست اور کون تھا؟"

"ہاں ہاں بھائی ہمیں اندازہ ہے بھانو چوہان جی۔ گلاب سنگھ نے دراصل موری لال اور دھرم سنگھ کو زہر دے کر ہلاک کیا تھا اور جب وہ مرگئے تو گلاب سنگھ نے پولیس کو اطلاع کردیا اور پولیس نے اُن دونوں کی لاشوں پر گولیاں چلائیں پھر اُن دونوں کے بارے میں یہ مشہور کردیا گیا کہ یہ دونوں یعنی دھرم سنگھ اور موری لال کیونکہ بھانو چوہان کے ساتھی تھے اس لئے پولیس سے مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے۔ یہاں کے رہنے والے سب لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ موری لال اور دھرم سنگھ پولیس مقابلے سے ہلاک ہوئے ہیں، کسی کو یہ معلوم نہیں ہے کہ انہیں زہر دے کر ہلاک کیا گیا ہے اور انہیں

ہلاک کرنے والا گلاب سنگھ ہے۔" بھانو کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار تھے۔ گوپال چندجی کی بات کو جھوٹ بھی نہیں کہہ سکتا تھا۔ سیدھے سادے شریف آدمی تھے لیکن یہ بات اُس کے لئے سخت تعجب خیز تھی۔ اُس کے کانوں میں کہیں سے بھنک نہیں پڑی تھی "گلاب سنگھ کون ہے؟"

"گرنتھو بتا رہا تھا کہ بڑے کلے ٹھلے کا آدمی ہے۔ پہلے کہیں پونا اور بڑودہ کے علاقوں میں ڈاکے مارتا تھا۔ مگر انگریز سرکار نے اُسے معافی دے کر تمہارے پیچھے لگایا ہے۔ گرنتھو بچپن میں میرے پاس نوکری کرتا تھا پھر میرے حالات خراب ہوگئے تو میں نے اُسے نوکری سے نکال دیا۔ مگر اب بھی وہ اس گھر کو ماتاپتا کا گھر سمجھتا ہے۔ اس لئے کوئی بات مجھ سے نہیں چھپاتا اُس نے یہ باتیں خود اُن لوگوں کی زبانی سنی تھیں۔"

"میں نے گلاب سنگھ کا نام سنا ہے۔" ابراہیم بولا۔

"گرنتھو اس وقت کہاں ہے؟" بھانو نے پوچھا۔

"چھتروالی میں ہے۔ گلاب سنگھ کا رسوئیا ہے۔"

"اگر یہ اطلاع درست ہے گوپال چندجی.... تو بھگوان کی سوگند گلاب سنگھ جیتا نہیں رہے گا۔" بھانو نے پرجوش لہجے میں کہا۔

رات کو دیر تک وہ اس موضوع پر بات کرتے رہے تھے۔ بھانو جب غم و غصے کے دور سے نکلا تو اُس نے پولیس کی اس سازش کا خوب مذاق اُڑایا اور پھر عہد کیا کہ بہت جلد گلاب سنگھ کو قتل کرکے دھرم سنگھ اور موری لال کا بدلہ لے گا۔

دوسرے دن اتفاق سے گرنتھو پھر آگیا۔ اس کی ملاقات گوپال چند سے ہوئی تھی۔ گوپال چند اُسے بٹھا کر جلدی سے بھانو کے پاس آئے اور انہوں نے گرنتھو کی آمد کی خبر سنائی۔ بھانو نے کہ گرنتھو کو اس کا نام نہ بتایا جائے۔

"گوپال چندجی نے گرنتھو کو اُن کے سامنے پیش کردیا اور بھانو کی خواہش اور گوپال چندجی کی ہدایت پر اُس نے دھرم سنگھ اور موری لال کی کہانی دہرائی۔ اُس نے بتایا کہ کس طرح گلاب سنگھ سادھو بن کر اُن دونوں سے ملا تھا اور اس کے بعد شراب کباب اُڑانے لگے اور بری عورتیں آنے لگیں۔ یہاں تک کہ اُن دونوں کو زہر دے دیا گیا۔ "اب گلاب سنگھ کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں مائی باپ۔ دو چار روز سے وہ لوگ واپس نہیں آئے۔ نہ جانے کہاں گئے ہیں۔"

"تم وہاں کب واپس جاؤ گے؟" بھانو نے پوچھا۔

"ہم تو آج ہی شام چلے جائیں گے۔" گرنتھو نے جواب دیا اور بھانو خاموش ہوگیا۔ پہلے اُس نے سوچا تھا کہ گرنتھو سے کوئی کام لے لیکن پھر خود ہی ارادہ ترک کردیا۔ یہ نوکر آدمی کہیں بھانڈا نہ پھوڑ دے۔

لیکن اُس کے دل میں نفرت کی آگ بھڑک اُٹھی تھی اور وہ اُس کے بارے میں بہت کچھ سوچ رہا تھا.... بے چارے گوپال چند کو وہ زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے اگر کسی طرح پولیس کو پتہ چل گیا تو اُن کی مصیبت آجائے گی اس لئے وہ دوسری رات وہاں سے نکل آیا۔ چتن گڑھ کے ایک مکھیا کے ہاں ڈاکا ڈالا۔ اصطبل سے گھوڑیاں کھولیں اور وہاں سے چل پڑے۔ اب بھانو کے دل میں ایک ہی خواہش تھی، کسی طرح چھتروالی جاکر گلاب سنگھ کا پتہ چلائے۔ اُس کے دونوں ساتھی بھی بھانو کے دل کی آگ سمجھتے تھے۔

لیکن رات کے آخری پہر میں جب وہ ایک بستی کے قریب سے گزرے تو انہوں نے وہاں فائرنگ کی آوازیں سنیں اور وہ رک گئے۔ "یہ گولیاں کیوں چل رہی ہیں؟" اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا پھر بولا۔ "آؤ معلوم کریں۔" وہ بستی کی سرحد کے پاس پہنچ گئے۔ بستی میں چیخ و پکار کی آوازیں اُبھر رہی تھیں اور پھر رات کے سناٹے میں انہوں نے ایک نعرہ سنا۔

"بولو بولو۔ ڈاکو گلاب سنگھ کی جے۔ ڈاکو گلاب سنگھ کی جے۔" اور وہ حیران رہ گئے۔ بھانو کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں تھیں۔ چند ساعت وہ وہیں کھڑے رہے پھر بھانو نے گھوڑے کو آگے بڑھانے کی کوشش کی تو ابراہیم نے اُس کے گھوڑے کی

ہیں پکڑلیں۔

"نہیں بھانو۔ اس وقت ہم بستی میں داخل نہیں ہوں گے۔"

"کیوں ابراہیم؟"

"مجھے یہ کوئی چال لگتی ہے۔ یوں کرو بستی سے زیادہ دور نہ جاؤ۔ یہیں کہیں جنگلوں میں چھپ جاتے ہیں۔ صبح کو ہم ہیں سے کوئی بستی جاکر صورتحال معلوم کرے گا۔"

"ابراہیم کا مشورہ بالکل ٹھیک ہے بھانو مہاراج۔" بابولال بولا۔

"تم دونوں کی یہی رائے ہے تو ٹھیک ہے۔" بھانو نے جنگل کی طرف گھوڑا بڑھادیا۔ دوسری صبح بابولال بستی کی خبر نے چلا گیا تھا۔ چند گھنٹوں کے بعد اُس نے واپس آکر.... گلاب سنگھ کی کہانی سنائی۔

"بستی کے ایک چوہدری ہرنام سنگھ کو لوٹا گیا ہے۔ اُس کے دو نوکر ہلاک ہوئے ہیں اور یہ ڈاکا گلاب سنگھ نے ڈالا ہے۔"

"بات سمجھ میں نہیں آئی۔" بھانو پرخیال انداز میں بولا۔

"یہ گلاب سنگھ کا نیا ڈاکا نہیں ہے۔ پچھلے چند روز میں وہ کئی ڈاکے ڈال چکا ہے۔" بابولال نے بتایا۔

"ابراہیم جو گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا، سر اُٹھا کر بولا.... بہرحال اس طرح گرنتھو کی اس بات کی تصدیق تو ہوگئی کہ گلاب سنگھ یہاں موجود ہے لیکن تم میری یہ بات نوٹ کرلو بھانو کہ یہ سب انگریزی سازش ہے۔"

"بھانو نے اُس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ابراہیم کا خیال تھا کہ یہ سازش بھانو کو چکر میں ڈالنے کے لئے کی ہے لیکن وہ کوئی صحیح فیصلہ نہیں کرپائے تھے۔

———○———

"بھانو نے دوبارہ اپنی کاروائی شروع کردی۔ اُس نے چھتروالی کا رخ نہیں کیا تھا بلکہ کوٹہ کی طرف نکل گیا۔ ئی ڈاکے ڈالے.... پھر اس رات اُس نے بوندی بستی کے پاس قدیم کھنڈرات میں پڑاؤ ڈالا تھا۔ پورے چاند کی چاندنی ںڈرات نہائے ہوئے تھے۔ دور دور تک کا علاقہ نظر آرہا تھا۔

چاند کی روشنی میں انہوں نے دس گیارہ.... گھڑسوار دیکھے اور چونک پڑے۔ روشنی میں انہوں نے صاف دیکھا تھا ڑوں پر بیٹھے ہوئے لوگ مسلح تھے اور اُن کے چہروں پر ڈھاٹے بندھے ہوئے تھے۔

"یہ کون لوگ ہیں ابراہیم؟" بھانو کے لہجے میں چیتے جیسی غراہٹ تھی۔

"خدا جانے۔"

"کہیں گلاب سنگھ تو نہیں؟"

"ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر روکو اسے۔" بھانو نے بندوق اٹھالی۔ ابراہیم، بھانو کی آنکھوں میں خون کی چمک دیکھ چکا تھا۔ اُس کے چہرے نچھاور لرزُ اُبھر آئے۔ کھلا میدان خطرناک ہو سکتا تھا یہ صرف تین آدمی تھے اور وہ دس گیارہ۔ تھے لیکن بھانو کی ضد ننا تھا۔ اس لئے کوئی ترکیب کرنی چاہئے اُس کے ذہن نے برق رفتاری سے ایک فیصلہ کیا اور پھر

اُس نے بھی اپنی بندوق اُٹھالی اور بابولال سے بولا۔

"بابولال تمہیں بڑی ہوشیار سے کام لینا ہے۔ تم یہاں رکو اور ان سب کو بندوق کے نشانوں پر رکھو۔ یہ سرخ رومال تم دور سے دیکھ سکتے ہو؟"

"ہاں۔"

"میں اگر سرخ رومال اُوپر اُٹھاؤں تو تم گولی چلانا لیکن ہوا میں.... اور اگر میں اسے دو تین بار ہلاؤں تو پھر تم ان لوگوں کا نشانہ لے کر گولی چلانا۔ بہت ہوشیاری سے کام لینا ہے۔ اُنہیں اندازہ نہیں ہونا چاہیئے کہ یہاں صرف ایک آدمی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ایسا ہی ہوگا۔" بابولال نے کہا اور ایک عمدہ جگہ مورچہ سنبھال لیا۔ بھانو اور ابراہیم گھوڑوں پر سوار ہو کر کھنڈر سے نکل آئے اور پھر وہ اُن لوگوں کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے۔ درحقیقت یہ گلاب سنگھ کا گروہ ہی تھا جو بوندی کی طرف جا رہا تھا۔ گلاب سنگھ کے مخبروں نے یہ بات بتائی تھی کہ بھانو ان دنوں کوٹہ بوندی کے اطراف میں ہے اس لئے گلاب سنگھ نے اسی طرف کا رخ کیا تھا۔ وہ خود بھانو کے سامنے آنا چاہتا تھا۔

"دفعتاً گلاب سنگھ نے جو سب سے آگے تھا اُن دو گھڑ سواروں کو دیکھا جو بڑی جوانمردی سے اُن کا راستہ روکے کھڑے ہوئے تھے۔ اُس کے ساتھیوں نے جو انہیں دیکھا.... تو جھٹ بندوقیں سنبھال لیں لیکن گلاب سنگھ نے اُنہیں سختی سے روک دیا۔ وہ عام لوگوں سے اس بہادری کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ اُس نے گھوڑے کی رفتار تیز کر دی اور پھر وہ بھانو کے پاس پہنچ گیا اس کے ساتھی بھی اس سے زیادہ دور نہ تھے۔

"کون ہو تم دونوں؟" گلاب سنگھ کڑک کر بولا۔

"یہی سوال ہم تم سے کر رہے ہیں سورما۔ پہلے اپنے بارے میں بتا دو۔" بھانو نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"میں گلاب سنگھ ٹھاکر ہوں۔ کیا تم نے گلاب سنگھ کا نام نہیں سنا؟"

"ڈاکو گلاب سنگھ؟" بھانو نے کہا اور ہنس پڑا۔ گلاب سنگھ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے۔ اُس نے سراسیمہ نگاہوں سے اطراف میں دیکھا اور اسے محسوس ہوا جیسے سامنے پھیلے ہوئے کھنڈر کے ہر پتھر کے پیچھے سے بندوق کی ایک نال جھانک رہی ہو۔ یقیناً بھانو اکیلا نہ ہوگا ورنہ اتنی بہادری سے اتنے لوگوں کے سامنے نہ آجاتا۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔ تم اپنے بارے میں بتاؤ تم کون ہو؟"

"داس کو بھانو چوہان کہتے ہیں۔" بھانو نے کہا.... اور گلاب سنگھ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری پھر وہ گھوڑے سے اُتر گیا۔ اُس کے گھوڑے سے اُترتے ہی اُس کے تمام ساتھی بھی اُتر گئے تھے۔ گلاب سنگھ نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا۔

"بولو.... بولو بھانو مہاراج کی جے۔ بھانو مہاراج کی جے۔" پھر وہ آگے بڑھ کر بولا۔

"بڑے نام تھے بھانو مہاراج۔ بڑی آرزو تھی آپ سے ملنے کی۔ بڑے بھاگ کہ یہاں ملاقات ہوگئی۔ بھانو مہاراج آج کیوں نہ ایک بھاری گٹھ جوڑ کر لیا جائے۔ آؤ مل کر بوندی کو لوٹیں اور اس بھاری گروہ کو ایک کر لیں۔"

"گلاب سنگھ۔ بھانو ڈاکو ہے اُچکا نہیں۔ تم جیسے لوگوں کو وہ اپنے گھوڑے کا سائیس بھی بنانا پسند نہیں کرے گا میں تمہاری تلاش میں تھا گلاب سنگھ.... چلو اچھا ہے تمہاری موت تمہیں خود ہی میرے سامنے لے آئی۔ تم سے کئی حساب چکانے ہیں ٹھاکر.... تیار ہو جاؤ۔"

"گلاب سنگھ کا چہرہ اُتر گیا۔ اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں ادھر اُدھر دیکھا اور تھوک نگل کر بولا۔ "کیسے بھانو مہاراج؟"

ا پڑ سیں
گھوڑے کی

"گلاب سنگھ ڈاکو زمانے کی بھٹی میں تپ کر ڈاکو بنتا ہے، اُن حالات میں بھیڑیا بنتا ہے جب اُس کو انسان سمجھنا چھوڑ دیا جاتا ہے اور پھر جب وہ بھیڑیا بن جاتا ہے تو پھر کبھی انسان نہیں بنتا۔ تم کیسے ڈاکو ہو جو انگریزوں کے سامنے ہتھیار ڈال بیٹھے اور پھر اُن کے پٹھو بن گئے۔ ٹھاکر انسان جب شرافت کے سائے میں پناہ نہیں لے سکتا تب برا بنتا ہے اور اس کے بعد اُس کا ماضی کبھی اُسے شرافت کی گود میں نہیں جانے دیتا۔ اس کے بعد اسے دھرتی پر راکھ بن کر ہی بکھرنا ہوتا ہے۔ تم ڈاکو نہیں اُچکے ہو اور اُچکوں کا کوئی مان نہیں ہوتا۔ میرا مان میری بندوق ہے انگریزوں میں گھر جاؤں گا اور مقابلے کی گنجائش نہیں رہے گی تو آخری گولی خود پر چلالوں گا مگر معافی نہیں مانگوں گا کسی سے جیون کے لئے تم نے انگریز کے کہنے پر میرے دو ساتھیوں کو زہر دے کر مارا ہے اور اب تم انہی کے کہنے پر بھانو کے گروہ میں شامل ہونا چاہتے ہو۔ تمہارا کیا خیال تھا۔ کیا بھانو اتنا ہی بے وقوف ہے؟"

"گلاب سنگھ کے سارے بدن نے پسینہ چھوڑ دیا تھا۔ اُس نے وحشت زدہ نگاہوں سے ادھر اُدھر دیکھا۔ بھانو سے اُسے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ سارا کچا چٹھا کھول کر سامنے رکھ دے گا۔ اتنی سچی باتوں کے سامنے تو اب جھوٹ بولنے کی گنجائش بھی نہیں رہی تھی۔

"گلاب سنگھ تمہارا ایک ایک ساتھ ہمارے آدمیوں کے نشانے پر ہے۔ اُن سے کہہ دو کہ اگر کسی نے بندوق کو جنبش بھی دی تو پھر اُنہیں اس کھلے میدان میں کہیں پناہ نہ ملے گی۔ اگر کہو تو نمونہ دکھاؤں؟" ابراہیم نے کہا اور سرخ رومال اوپر اُٹھا دیا۔ رومال بلند ہوتے ہی کھنڈرات کی طرف سے ایک گولی آئی اور اُن کے سروں سے گزر گئی۔

"گلاب سنگھ کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ "کوئی بندوق نہ ہلائے۔" وہ سراسیمہ لہجے میں چیخا اور پھر بولا۔ "ہاں بھانو مہاراج جیون کے لوبھ میں پڑ کر میں نے یہ حرکت کی ہے۔ مگر بہت شرمندہ ہوں لیکن اب میں سرکاری بوجھ سے آزاد ہو گیا ہوں اور میں نے دوبارہ ڈاکے ڈالنا شروع کر دیے ہیں۔ مجھے شما کر دو، میں اب تمہارے ساتھ مل کر کام کرنا چاہتا ہوں۔ حکومت نے مجھے اسی شرط پر معافی دی تھی کہ میں تمہارے خلاف کام کروں۔ اُسی نے مجھے یہاں پہنچا دیا تھا۔ مگر بھانو مہاراج مجھے افسوس ہے کہ میرے ہاتھوں ایسا ہوا۔" بھانو کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔ اُس نے دانت پیس کر کہا۔

"گلاب سنگھ تم بے وقوف معلوم ہوتے ہو۔ میرے دو آدمیوں کو تم نے نہایت بزدلی سے زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد تم اس بات کے خواہشمند ہو کہ میں تمہارا سامنا ہونے پر تمہیں معاف کر دوں اور اپنے ساتھیوں میں شامل کر لوں.... گلاب سنگھ شاید اپنے گروہ کے لوگوں کے بارے میں تمہارے خیالات ایسے ہی ہوں لیکن میرا ہر ساتھی میرے لئے بھائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ دھرم سنگھ اور موری لال کے خون کا بدلہ تم سے ضرور لیا جائے گا۔ تم کیا سمجھتے ہو میں کیا تمہاری تلاش میں نہیں تھا اور تم کیا سمجھتے ہو بھانو اتنا ہی بے وقوف ہے کہ تمہاری چال میں آجائے گا۔ میں جانتا ہوں کہ تم کیوں میرے گروہ میں شامل ہونے کے خواہش مند ہو۔ اسی لئے تاکہ ڈاکے بھی ڈالو اور پھر دھوکے سے مجھ پر وار کر کے حکومت کی نگاہ میں بھی سرخرو ہو بھانو کو اتنا بے وقوف کیوں سمجھ لیا تم نے گلاب سنگھ۔"

"نہیں بھانو مہاراج۔ بھگوان کی سوگند نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر.... اگر تم ہمیں یہاں اس میدان میں گھیر کر مار لو گے تو یہ تو کوئی بہادری نہیں ہوگی بھانو مہاراج.... میں اب بھی تمہاری دوستی کا خواہش مند ہوں۔"

"میں اپنے بھائیوں کے قاتل کا دوست نہیں بن سکتا گلاب سنگھ۔ ہاں یہ جو تمہارے ساتھی ہیں ان کی جان بخشی کی جا سکتی ہے۔ تم اس وقت بے شمار رائفلوں کے نشانے پر ہو۔ دو فٹ کے فاصلے تک بھی تمہارا کوئی آدمی نہیں بھاگ سکتا لیکن بھانو بزدل نہیں ہے۔ وہ کھلے میدان میں پھنسے ہوئے ان لوگوں کو ہلاک نہیں کرے گا۔ ہاں اگر یہ سب تم پر جان نچھاور کرنے کے لئے تیار ہیں تو پھر دوسری بات ہے۔"

"مم-میں نہیں سمجھا بھانو مہاراج-" گلاب سنگھ پریشان لہجے میں بولا.....

"میں سمجھا رہا ہوں گلاب سنگھ-تم ذات کے ٹھاکر ہو نا؟"

"ہاں بھانو مہاراج میں ٹھاکر ہوں-"

"ٹھاکر بہادر ہوتے ہیں بزدل نہیں ہوتے میں چوہان ہوں-میں اگر چاہوں تو خاموشی سے اس وقت تم سب کو موت کی نیند سلا سکتا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ بہادری اور بزدلی میں فرق کا پتہ چل جائے-تم بھی اپنے ہتھیار ایک طرف ڈال دو، میں بھی اپنے ہتھیار ایک طرف پھینک دیتا ہوں اور اس کے بعد ہم دونوں فیصلہ کرلیتے ہیں-میں تم سے دھرم سنگھ اور موری لال کے قتل کا بدلہ لوں گا اور تم اپنا جیون بچانے کے لئے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کرنا-اگر تم نے مجھے مار ڈالا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میرے ساتھی تم پر گولی نہ چلائیں گے اور اگر تم ہلاک ہو گئے تو میں بھی ان لوگوں کو بھاگ جانے کا موقع دوں گا-بولو کیا خیال ہے؟" مکار گلاب سنگھ بری طرح پھنس گیا تھا-وہ خود بھی گرانڈیل اور طاقتور آدمی تھا لیکن اس وقت اُسے سب سے زیادہ خطرہ کھنڈرات میں چھپے ان جوانوں کا تھا جو اُس پر رائفلیں تانے تیار کھڑے تھے-کوئی بھی مکاری کام نہیں آسکتی تھی-تاہم اُس نے آخری کوشش کے طور پر کہا-

"مگر بھانو مہاراج-میں یہ نہیں چاہتا میں بزدل نہیں ہوں ٹھاکر ہوں-جنگ کرنا جانتا ہوں مگر میری تو خواہش کچھ اور ہی تھی-میں چاہتا تھا کہ ہم دشمنی بھول کر دوستی اختیار کریں.... اور ساتھ ساتھ ڈاکے ڈالیں-بھانو مہاراج اگر میں تمہارے ساتھ شامل ہونے کے بعد غداری کروں تو تم مجھے جیتا مت چھوڑنا-یہ کام تمہارے لئے مشکل نہیں ہوگا.... مجھے ایک بار ضرور موقع دو-"

"نہیں گلاب سنگھ-تمہیں صرف ایک ہی بار موقع دیا جا سکتا ہے-اپنا جیون بچانے کے لئے مجھ سے لڑو اور مجھے ہلاک کردو-اس کے بعد ہی تم جان بچانے میں کامیاب ہو سکتے ہو، ورنہ کوئی اور صورت نہیں ہے-نہ ہی میں تم کو اس سے زیادہ موقع دے سکتا ہوں-" بھانو نے کہا اور اپنی کمر میں بندھی ہوئی پیٹی اُتار کر ایک طرف ڈال دی-

"چلو بندوق پھینک دو-" مجبوراً گلاب سنگھ کو بھی تیار ہونا پڑا تھا اگر اُسے کھنڈرات میں چھپے آدمیوں کا خطرہ نہ ہوتا.... تو اب تک وہ کوئی بھی چال چل چکا ہوتا-اُس کے ساتھیوں کی کیفیت البتہ نہیں معلوم ہوتی تھی-ابراہیم پریشان تھا-بھانو یہاں جذباتی ہو گیا تھا-پتہ نہیں گلاب سنگھ کے مقابلے میں اُس کی جسمانی قوت کیسی ہے-کیونکہ گلاب سنگھ بھی ڈیل ڈول سے بہت کچھ نظر آتا تھا-اگر بھانو ابراہیم سے مشورہ کرلیتا تو ابراہیم اُسے اس چکر میں نہ پڑنے دیتا-بس بھانو جذباتی ہو گیا تھا اور ابراہیم کے لئے ایک پریشانی پیدا ہو گئی تھی، اُس نے بھانو کی بات میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھا البتہ وہ سوچ رہا تھا اگر بھانو کو کوئی خطرہ درپیش ہوا تو وہ اپنے طور پر خاموش نہیں رہ سکے گا-وہ بھانو کا دوست تھا غلام نہیں تھا-

گلاب سنگھ کے ساتھی پیچھے ہٹ گئے-ابراہیم بھی چند قدم پیچھے ہٹ گیا تھا-گلاب سنگھ نے اپنے ہتھیار پھینک دیے اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر کھڑا ہو گیا-

"اب کون سا ہتھیار ہے تمہارے پاس گلاب سنگھ؟" بھانو نے پوچھا-

"تلاشی لے سکتے ہو-مگر میں ایک بار پھر کہہ رہا ہوں چوہان کہ یہ سب کچھ نہ کرو-"

"ارے آؤ.... آؤ یار-اب تو جو کچھ ہونا ہے ہو ہی جائے گا-" بھانو نے مست سے لہجے میں کہا پھر وہ کھنڈرات کی طرف رخ کرکے بولا-

"ساتھیو.... میں تمہیں سوگند دیتا ہوں اپنی کہ اگر میں گلاب سنگھ کے ہاتھوں مارا جاؤں تو تم میں سے کوئی بھی اس کے ساتھیوں پر گولی نہیں چلائے گا-انہیں خاموشی سے نکل جانے دے گا-میری اس بات کا مان رکھنا-گولیاں مت چلانا-" گلاب سنگھ گہری نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا-

بھانو اپنے خیالی ساتھیوں کو ہدایت دینے کے بعد گلاب سنگھ کے مقابلے پر آگیا-دو پہاڑ ایک دوسرے کے سامنے

تھے-گلاب سنگھ کو اب واقعی زندگی اور موت کی جنگ کرنا تھی چنانچہ وہ پوری طرح چاق و چوبند تھا-دونوں ایک دوسرے پر نگاہیں جمائے آگے بڑھ رہے تھے اور قرب و جوار میں کھڑے ہوئے لوگوں کے بدن میں سنسنی دوڑ رہی تھی-ابراہیم کی مٹھیاں بھنچ گئی تھیں اور وہ عجیب سی نگاہوں سے اس مقابلے کو دیکھ رہا تھا پھر دو پہاڑ ایک دوسرے سے ٹکرائے دونوں نے پنجے ملائے اور گلاب سنگھ کے حلق سے چیخ نکل گئی-بھانو نے اُس کے پنجوں کو اس بری طرح بھینچا تھا کہ گلاب سنگھ کے ہاتھ درد کرنے لگے-اُس نے اُلٹ کر دونوں لاتیں بھانو کے سینے پر ماریں اور پنجے چھوٹ گئے.... گلاب سنگھ نیچے گرا تھا اور بھانو چند قدم پیچھے ہٹ گیا تھا گلاب سنگھ پھرتی سی پلٹی کھا کر کھڑا ہو گیا-البتہ اُس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ طاقت میں بھانو اُس سے کہیں زیادہ ہے-چنانچہ کوئی ایسی چال چلنی چاہئے کہ بھانو زیر ہو جائے اور جنگ میں ہر چال جائز ہوتی ہے-دوسرے لمحے گلاب سنگھ آگے بڑھا اور بھانو کی پنڈلیوں پر ٹھوکر مارنے کی کوشش کی-اُس کی یہ کوشش کامیاب ہو گئی تھی لیکن ستون کہیں اپنی جگہ سے ہلتے ہیں.... بھانو نے پھر جھک کر اُسے دبوچ لیا-اُس کے دونوں ہاتھ گلاب سنگھ کی ہنسلی کی ہڈیوں میں آپھنسے تھے-گلاب سنگھ کو پھر شدید تکلیف ہو رہی تھی-اس نے بھانو کی پسلیوں پر گھونسے لگائے اور پھر اُس سے لپٹ پڑا لیکن بھانو کی اُنگلیاں اُس کی ہنسلی کی ہڈیوں میں پیوست ہوتی جا رہی تھیں اُس نے ایک وحشیانہ طاقت کے ساتھ ایک جھٹکا دیا اور گلاب سنگھ کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی-شاید اُس کی ہنسلی کی ہڈی.... ٹوٹ گئی تھی-وہ گردن پر ہاتھ رکھ کر پیچھے ہٹا اور کرب سے تڑپنے لگا لیکن بھانو اب اُسے نہیں چھوڑنا چاہتا تھا-اُس کا ایک زوردار گھونسا گلاب سنگھ کی پیشانی پر پڑا اور دوسرا گھونسا اُس کی آنکھ پر-گلاب سنگھ کی آنکھ پچاک کرکے پھوٹ گئی تھی اور گلاب سنگھ کے حلق سے کربناک دھاڑیں نکل رہی تھیں بھانو نے اُس کی گردن دبوچ لی-

"کتے تم نے میرے دوست دھرم سنگھ کو مارا تھا-تو نے موری لال کو قتل کیا تھا زہر دے کر مارا تھا ان دونوں کو تو نے-میں تجھے ایسی سزا دوں گا کہ جیون بھر یاد رکھے گا-اُس نے ایک بار پھر گلاب سنگھ کی گردن پکڑی اور اُسے اُٹھا کر زمین پر دے مارا-گلاب سنگھ اُس کے مقابلے میں بہت ہی ہلکا ثابت ہوا تھا-حالانکہ تن و توش اُس کا بھی بہت تھا اور اُس کے ساتھی بھی یہ توقع نہیں رکھتے تھے کہ بھانو ایسا پہاڑ ہوگا-دوسرے لمحے انہوں نے جو منظر دیکھا اُس سے اُن کے بدن میں تھرتھری دوڑ گئی-ابراہیم بھی اس خوفناک منظر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا تھا-

بھانو نے گلاب سنگھ کی پنڈلی پر ایک پاؤں رکھا اور اُس کا دوسرا پیر پکڑ کر اُسے کھینچنے لگا-گلاب سنگھ دونوں ہاتھ زمین پر مار کر تڑپ رہا تھا اور چرچراہٹ کی آواز بلند ہو رہی تھی ایسا خوفناک منظر اس سے پہلے شاید ہی کسی نے دیکھا ہو-انسانی قوت کا یہ بے مثال مظاہرہ تھا-بھانو نے گلاب سنگھ کو درمیان سے چیر کر پھینک دیا وہ تین چار بار تڑپا اور پھر سرد ہو گیا-بھانو نے اُس کی لاش پر تھوک دیا تھا-

"سمجھا گلاب سنگھ میرا نام بھانو.... پربھان سنگھ چوہان ہے-تیجا سنگھ کا بیٹا-چھتروالی کا رہنے والا ہوں-ایک غریب اور سیدھا سادا کسان تھا مگر انگریز سرکار نے جو بویا سو کاٹا تجھ جیسے چور، پربھان سنگھ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے-چور بننے کے بعد آدمی نہ تو جان دار رہتا ہے نہ جی دار...." پھر وہ گلاب کے ساتھیوں کی طرف رخ کرکے بولا-

"تم اب کیا کہتے ہو؟ جان بچا کر بھاگ جانا چاہتے ہو یا اپنے سردار کے ساتھ نرکھ میں جاؤ گے؟" گلاب سنگھ کے آدمی ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے تھے اُن میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا-

"جو آپ کی آگیا مہاراج-جانے کی آگیا دیتے ہیں تو ہم سب چلے جائیں گے اور آئندہ پھر آپ کے سامنے نہیں آئیں گے اور اگر ہم پر دشواش کریں تو ہمیں بھی اپنے گروہ میں شامل کرلیجئے-"

"نہیں یہ نہیں ہو سکتا-میں ان لوگوں کو کبھی اپنے گروہ میں شامل نہیں کروں گا جو دھرم سنگھ اور موری لال کے قاتل کے ساتھ تھے-جاؤ تم لوگ بھاگ جاؤ اور اس کے بعد کبھی بھانو کے راستے میں آنے کی کوشش نہ کرنا-" وہ سب اس

طرح سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے تھے کہ بھانو کی ہنسی چھوٹ گئی- گلاب سنگھ کی لاش کی طرف ان لوگوں نے توجہ بھی نہیں دی تھی- بھانو نے ایک بار پھر نفرت سے گلاب سنگھ کی لاش کو دیکھا اور ابراہیم سے کارتوسوں کی پیٹی طلب کی- کارتوس سجا کر اور بندوق ہاتھ میں لے کر وہ واپس پلٹ پڑا- بابو لال بھی کھنڈرات سے نکل آیا تھا- انہوں نے بڑی چالاکی سے اپنے دشمن کو بدترین مات دی تھی-

"گلاب سنگھ کو ہلاک کرنے کے بعد بھانو کا ایک عہد پورا ہو چکا تھا- چنانچہ آگے بڑھنے کے بجائے وہ واپس پلٹ پڑا- نہ جانے اُس کے ذہن میں کیا سمائی کہ وہ آگے نہیں گیا تھا- ابراہیم اور بابو لال نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا اور وہاں سے پھر واپس چتن گڑھ آ گیا- دراصل وہ چھتروالی میں داخل ہونا چاہتا تھا اور کسی مناسب موقع کی تاک میں تھا- گلاب سنگھ تو جہنم رسید ہو چکا تھا- اب اُس کے ذہن میں صرف ایک ہی خیال تھا کہ کسی طرح اس آشرم کی تکمیل کرائے- اُس کے بارے میں معلوم کرے کہ اُس کا کیا حشر ہوا- جو دولت اُس نے دھرم سنگھ کو دی تھی اُس کے بارے میں تو کوئی پتہ نہیں تھا لیکن بھانو کے دل میں یہ خواہش ضرور تھی کہ پتہ چلائے وہ دولت کس نے اپنے قبضے میں کی چنانچہ اسی خیال سے وہ چتن گڑھ آیا تھا کہ کوئی موقع دیکھ کر چھتروالی میں داخل ہو لیکن اس بار اُس نے گوپال چند کے ہاں قیام نہیں کیا- گوپال چند جی بال بچے دار آدمی تھے اُنہیں پریشان کرنا مناسب نہیں تھا البتہ ایک رات وہ اُن سے ملنے ضرور پہنچا- بابو لال اور ابراہیم بھی اُس کے ساتھ تھے- بابو لال نے گوپال چند کے گھر کے دروازے پر دستک دی..... اور وہ بے چارے پھر حیران و پریشان دروازے پر پہنچ گئے- بھانو کو البتہ دیکھ کر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا تھا- پھر وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولے-

"بھانو تمہارے لئے ایک بہت بڑی خبر ہے- تم سے خود رابطے کے لئے سوچ رہا تھا لیکن میرے جیسے بوڑھے آدمی کے لئے یہ مشکل کام تھا اس لئے من مار کر رہ گیا-"

"کیا خبر ہے گوپال جی؟"

"یہ پیچھے والا جو مکان ہے یہاں چند انگریز ٹھہرے ہوئے ہیں- حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ ہندو دیہاتیوں کے بھیس میں ہیں- اصل میں میری بیوی نے اُنہیں دیکھ لیا تھا اور پھر رامائن جی کی دھرم پتنی نے بھی بتایا کہ وہ انگریز ہیں اور بہت بڑے بڑے افسر ہیں-"

"اوہ ہو....." بھانو بری طرح چونک پڑا- "اگر یہ بات ہے گوپال چند جی تو آپ چنتا نہ کریں ہم اُن کا بھی کریا کرم کر دیں گے-" وہ تھوڑی دیر کے بعد گوپال چند کے مکان سے نکل آیا..... بابو لال اور ابراہیم بھی اس کا مقصد سمجھ گئے تھے- چنانچہ وہ اُس دوسرے مکان کے پاس پہنچ گئے- یہاں سے اندر..... داخل ہونے کے لئے انہوں نے بہت چالاکی سے کام لیا تھا- کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور وہ اندر داخل ہو گئے ایک بہت بڑے کمرے میں آرام دہ بستر لگائے گئے تھے- یہ سب گہری نیند سو رہے تھے- بھانو اور اُس کے ساتھی دروازے پر لات مار کر اندر داخل ہو گئے دروازے پر دھماکے سے میجر والٹن کی آنکھ کھل گئی- اُس نے جو چند لمبے لمبے بندوق بردار آدمیوں کو دیکھا تو اُٹھ کر بیٹھ گیا اور بے اختیار اُس کے منہ سے نکلا تھا-

"تم..... تم آ گئے گلاب سنگھ؟" میجر والٹن نے یہ جملہ انگریزی میں کہا تھا لیکن گلاب سنگھ کا نام تو بھانو نے سن ہی لیا اور اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی-

"تو یہ سسرا گلاب سنگھ تمہارے اشارے پر کام کر رہا تھا پر تم ہو کون؟" میجر والٹن، بھانو کی آواز سن کر پھٹی پھٹی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا تھا- اب اُس کی سمجھ میں آیا تھا کہ آنے والا گلاب سنگھ نہیں بھانو چوہان ہے- اُس نے انگریزی میں جو کچھ کہا اور وہ بھانو کی سمجھ میں نہیں آیا اور میجر والٹن، بھانو کی باتیں نہیں سمجھ سکا لیکن بندوق کی زبان سب کی سمجھ میں آ جاتی ہے بھانو نے زیادہ انتظار نہیں کیا- اُس نے اور اُس کے ساتھیوں نے بندوقیں سیدھی کیں اور انگریزوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا- اُن لوگوں کو ہلاک کرنے کے بعد انہوں نے ہری چند کے موساجی کو بھی نہیں چھوڑا- جنہوں نے

انگریزوں کو پناہ دی تھی اور یہاں سے بھانو کے خلاف سازش ہوئی تھی- ان سب کو ختم کرنے کے بعد بھانو نے وہی چٹھیاں یہاں بھی چھوڑ دیں- جن میں لکھا تھا کہ اب بھی اُس کے آدمیوں کو رہا کر دیا جائے ورنہ اس کے نتائج حکومت کو بھگتتے رہنا ہوں گے-

میجر والٹن کو قتل کرنے کے بعد بھانو سدن پوری کی طرف نکل گیا- یہاں اُس کی ملاقات لکھوا ہیر سے ہوئی جو چھتروالی کا رہنے والا تھا- اُس کے کھیت بھانو کے کھیت کے برابر تھے اس طرح دونوں میں دوستی تھی- بھانو اُس سے مل کر بہت خوش ہوا- لکھوا ہیر نے بھی کھلے دل سے بھانو کا خیر مقدم کیا تھا- وہ زبردستی ان تینوں کو اپنے گھر لے گا- سدن پوری میں وہ بھینسوں کا کاروبار کرتا تھا-

دونوں میں بہت سی باتیں ہوئی تھیں- پرانی یادیں تازہ ہو گئیں- لکھو نے کہا-

"بس اب ایک دو مہینے تک کہیں نہیں جانے دوں گا-"

"نہیں لکھو- میں تمہیں خطرے میں نہیں ڈالوں گا..... میری زندگی ہر وقت بندوق کی گولی کے سامنے رہتی ہے تم بال بچوں والے آدمی ہو- میری وجہ سے....."

"بس یار بس- یار کو گالی مت دو- بچپن کی دوستی ہے ایسی باتوں سے کون ڈرتا ہے-" لکھو نے کہا اور پھر اُس نے بھانو کو اتنا مجبور کیا کہ وہ لکھو کی ضد کے آگے بے بس ہو گیا- اُن دنوں بھانو لکھو کے ہاں ہی مقیم تھا جب تقسیم ہند کا اعلان ہو گیا- انگریزی حکومت لد گئی- پاکستان بن گیا- ہندوستان میں کانگریس حکومت قائم ہو گئی- سارا نظام ہی بدل گیا تھا نئی خبریں ملنے لگیں- پولیس کی ساری سرگرمیاں ختم ہو گئیں اور نت نئے ہنگامے جنم لینے لگے-

بھانو اور اُس کے ساتھی معطل ہو کر رہ گئے تھے، وہ خاموشی سے حالات کا جائزہ لے رہے تھے- راجستھان میں حکم چند بھاٹیہ نے اقتدار سنبھال لیا اور اصلاحات کرنے لگا لیکن انگریزوں کے پٹھوؤں کے خلاف ابھی تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی تھی- وہ آج تک آزاد تھے اور عیش کر رہے تھے-

بھانو نے چند روز خاموشی سے گزارے- ان دنوں وہ اپنے دوستوں سے مشورے کرتا رہا تھا اور پھر مکمل مشوروں کے بعد اُس نے ایک یادداشت حکم چند بھاٹیہ کو بھیجی جس میں اُس نے لکھا تھا کہ ؟انگریز سرکار چلی گئی لیکن ابھی تک بھانو کی وجہ سے گرفتار ہونے والوں کی رہائی عمل میں نہیں آئی ہے- اُس نے لکھا تھا- بھانو صرف اس لئے خاموش ہو گیا ہے کہ وہ کانگریس حکومت کے ساتھ تعاون کرنا چاہتا ہے- اُس کی لڑائی انگریز حکومت سے تھی جو اب نہیں رہی چنانچہ حکومت بھانو کے بارے میں اپنی پالیسی کا اعلان کرے، تاکہ بھانو اپنے مستقبل کا فیصلہ کر سکے-"

یہ یادداشت حکم چند بھاٹیہ کو ملی تو وہ سوچ میں ڈوب گیا- اُس نے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا لیکن یہ وہی لوگ تھے جو انگریز کے دور میں حکومت میں عیش کر رہے تھے- بھانو اُن کی آنکھوں کا کانٹا تھا- اور اُس کی وجہ سے اُنہیں بڑے نقصانات اُٹھانے پڑے تھے-

چنانچہ اُنہوں نے بھاٹیہ جی کو اُلٹی پٹی پڑھائی- اُنہوں نے کہا کہ بھانو نے راجستھان میں جو خونریزی کی ہے وہ معاف کیے جانے کے قابل نہیں ہے- وہ ہمیشہ حکومت کے لئے خطرہ بنا رہے گا- اس لئے اس موقع سے فائدہ اُٹھایا جائے بھانو کو مطمئن کرنے کے لئے اُن تمام لوگوں کو چھوڑ دیا جائے جن کی گرفتاری بے مقصد ہے- اُس پر ہاتھ ڈالنے کے لئے کوئی گہری چال چلی جائے-

بھاٹیہ جی اپنے مشیروں کی باتوں میں آ گئے- چنانچہ بھانو کے خلاف ایک جامع سازش تیار ہو گئی- بڑے بڑے پوسٹر شہر کی دیواروں پر چسپاں ہو گئے- جن میں لکھا تھا-

کانگریس حکومت بھانو کو معافی کا اعلان کرتی ہے- اس کی خواہش کے مطابق اُس کے نام پر گرفتار ہونے والوں کو

رہا کر دیا گیا ہے۔ بھانو کسی بھی وقت بھرت پور میں اعلیٰ حکام سے مل سکتا ہے۔"

ایک پوسٹر بابو لال کے ہاتھ لگا تو وہ خوشی سے ناچتا ہوا اُسے لے کر بھانو کے پاس پہنچ گیا جو ابھی تک سدن پوری ہی میں لکھو کے ہاں مقیم تھا۔ اُس نے پوسٹر بھانو کے سامنے رکھ دیا۔ ابراہیم اور بھانو اس وقت بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ لکھو موجود نہیں تھا۔ ابراہیم نے پوسٹر پڑھ کر بھانو کو سنایا۔ تو اُس کے چہرے پر.... خوشی کا تاثر پھیل گیا۔

"اگر واقعی کانگریس سرکار نے میرا کہا مان لیا ہے تو بڑا ہی اچھا قدم اُٹھایا ہے اُس نے۔ میں فطرتاً برا نہیں تھا ان انگریزوں اور اس کے پٹھوؤں نے مجھے برا بنایا تھا لیکن اب اگر کانگریس سرکار پھر سے مجھے انسان بننے کا موقع دے رہی ہے تو بھگوان کی سوگند میں انسان بن کر بھی دکھاؤں گا۔ میں واپس چھتروالی جاؤں گا۔ وہاں اپنی زمینیں دوبارہ حاصل کروں گا۔ چاہے اُس کی قیمت کچھ بھی کیوں نہ ادا کرنی پڑے اور اس کے بعد پھر سے پربھان سنگھ کسان بن جاؤں گا۔ زمینوں سے مجھے بڑا ہی پریم ہے اور خاص طور سے وہ زمینیں جو میرے پرکھوں کی ہیں۔" ابراہیم کے چہرے پر البتہ گہری سنجیدگی طاری تھی۔ بھانو نے اُسے دیکھا اور پوچھنے لگا۔

"تو کیا سوچ رہا ہے یار ابراہیم؟" بھانو نے کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں بھانو۔ بس اس زمانے نے اتنے دھوکے دیئے ہیں کہ اب کسی پر اعتبار کرنے میں بڑی مشکل پیش آتی ہے۔"

"ہاں یہ تو ٹھیک کہہ رہا ہے۔ پریشانی کی کیا بات ہے۔.. اپنی حکومت ہے اپنی سرکار ہے۔ ہم دیکھ لیتے ہیں کہ یہ سرکار ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے۔"

"بھانو میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ پہلے سرکار کی باتوں کو اچھی طرح پرکھ لیا جائے۔ خود کو اُن کے قابو میں دینا دانشمندی نہیں ہوگی۔ پہلے ہم دیکھ لیتے ہیں۔ اب تم یوں کرو کہ لکھو سے اجازت لے کر باہر نکلو۔ بھیس بدل کر پتہ چلاؤ کہ حکومت نے پہلے قدم کے طور پر کیا ان لوگوں کو آزاد کر دیا ہے جنہیں ہماری وجہ سے گرفتار کیا گیا تھا؟"

"ٹھیک ہے ایسا کر لیتے ہیں۔ ویسے حکومت کو ہماری بات مان لینی چاہئے۔ ہمیں دکھ ہوگا اگر اس حکومت نے بھی ہمیں ڈاکو ہی بنے رہنے دیا۔" بھانو نے دردمندی سے کہا اور اس کے بعد تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ بھانو اور اُس کے دونوں ساتھی بھیس بدل کر لکھو سے اجازت لے کر باہر نکل آئے۔ وہ کئی بستیوں میں گئے اور خفیہ طریقے سے یہ معلومات حاصل کیں کہ کچھ لوگوں کو آزادی ملی ہے یا نہیں تو پتہ چلا کہ حکومت نے اپنا قول نبھایا ہے۔ گرفتار ہونے والے اپنے گھروں کو واپس آ گئے تھے۔ حکومت نے اُن کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا۔ نقد رقم بھی دی تھی تاکہ اپنے کاروبار دوبارہ شروع کر سکیں، تینوں کو حکومت کے اس اقدام سے بڑی مسرت ہوئی تھی پھر دس پندرہ دن کے بعد وہ دوبارہ سدن پوری واپس آ گئے اور لکھو کے ہاں جمع ہوئے۔

"اب کیا کرنا چاہئے؟ لکھو جی کیا ہم چھتروالی چلے جائیں؟"

"میرا خیال ہے کہ چھتروالی جا کر ہم دوبارہ اپنا کام سنبھال لیں لیکن حکومت نے تو یہ کہا ہے کہ بھرت پور میں حکومت کے اعلیٰ حکام سے جا کر ملو۔"

"یار جنگلوں میں ہماری کافی دولت چھپی ہوئی ہے۔ پہلے اُسے اکٹھا کر کے ایک جگہ جمع کر لیں۔ کم از کم اس آشرم کی تعمیر تو ہو ہی جائے۔ بڑی خواہش ہے میری ابراہیم کہ میں اپنے باپ تیجا سنگھ کے نام پر اُس آشرم کی مہورت کروں اور کم از کم اُس کا نام اس سنسار میں چھوڑ جاؤں۔

"اس کے لئے پھر یہی بہتر ہوگا.... کہ تم حکومت کے اعلیٰ ارکان سے مل لو۔ بھرت پور چلے جاؤ اور اپنے آپ کو اُن کے سامنے پیش کر دو۔" لکھو نے مشورہ دیا۔ ابراہیم خاموشی سے یہ تمام باتیں سن رہا تھا پھر اُس نے گردن ہلا کر کہا۔

"میں تمہیں اس کوشش سے نہیں روکوں گا۔ مگر ہوشیاری اب بھی ضروری ہے بھانو۔

"ٹھیک ہے۔ ہم خفیہ طور پر حکومت کے کسی اعلیٰ رکن سے ملیں گے۔ اُس سے بات کریں گے اور جب تک اطمینان نہیں ہو جائے گا ہم اپنے آپ کو اُن کے حوالے نہیں کریں گے۔" بھانو نے ابراہیم سے اتفاق کرتے ہوئے کہا اور یہ بات طے ہو گئی....

بھرت پور میں داخل ہو کر اُنہوں نے ایک سرائے میں قیام کیا پھر یہاں سے وہ حکومت کے اعلیٰ ارکان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے تو پتہ چلا کہ بھرت پور کا میئر رسک لال لوٹیہ ہے۔ بھانو نے ایک چٹھی اُس کے نام لکھی اور اُس میں کہا کہ وہ اُن سے ملنا چاہتا ہے۔ ایک بہت بڑے زمیندار کا سالا تھا اور یہ زمیندار بھانو کے ہاتھوں قتل ہو چکا تھا۔ چنانچہ بھانو کے لئے دل میں انتہائی کدورت رکھتا تھا اور اُس کی موت کا خواہش مند تھا۔ بھاٹیہ جی کو مشورہ دینے والوں میں یہ بھی شریک تھا۔ اب جو اُسے بھانو کی چٹھی ملی تو اُس نے دوبارہ "بھاٹیہ سے رابطہ قائم کیا۔ دونوں کے درمیان خفیہ گفتگو ہوئی اور طے یہ پایا کہ بھانو کو سازش کے جال میں جکڑنا ہے۔

تیسری ہی رات جب لوٹیہ جی اپنی خواب گاہ میں آرام کر رہے تھے۔ بھانو نے اُن کی خواب گاہ کے دروازہ پر دستک دی۔ وہ خاموشی سے اُن کے مکان میں داخل ہوا تھا۔ دروازہ لوٹیہ جی نے کھولا اور اپنے سامنے ایک لمبے تڑنگے دیوہیکل جوان کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس جوان کا اُن کی ساری کوٹھی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

"کون ہو تم؟"

"شما چاہتا ہوں مہاراج۔ اس طرح آپ سے ملنے آیا لیکن ایک ڈاکو اپنے ملنے جلنے والوں سے بھی اسی طرح ملتا ہے.... جیسے رات میں ڈاکے ڈالنے جاتا ہے۔"

"تو تم بھانو سنگھ چوہان ہو؟"

"جی مہاراج۔" بھانو نے جواب دیا۔ لوٹیہ جی کا بدن ایک لمحے کے لئے کانپ کر رہ گیا تھا۔ اُنہوں نے بڑی ہمت سے کام لیا اور بھانو کو اندر بلا لیا۔

"بیٹھو پربھان سنگھ میں تمہارا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا لیکن تم اس طرح آؤ گے مجھے یقین نہیں تھا۔"

"کیوں مہاراج؟"

"اس لئے کہ کانگریس سرکار تمہیں معافی دے چکی ہے اب تم ایک معزز آدمی ہو۔ ایک اچھے شہری۔ چنانچہ تمہیں اس طرح روپوش نہیں ہونا چاہئے تھا۔"

"اتنا ڈرا ہوا ہوں مہاراج اس سنسار سے کہ لوگوں سے دشواش ہی ختم ہو گیا ہے۔"

"تمہارے گروہ کے دوسرے ارکان کہاں ہیں؟"

"وہ اس کوٹھی کے قرب و جوار میں چھپے ہوئے ہیں.... مہاراج آپ پربھان سنگھ کی مجبوریوں کو سامنے رکھیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ کوئی بات نہیں۔" لوٹیہ جی کے حواس پھر جواب دینے لگے تھے وہ جانتے تھے کہ اس وقت اُن کی ذرا سی غلطی اُن کی موت کا سامان بن سکتی ہے۔ بھانو اتنا بے وقوف نہیں تھا جتنا اُنہوں نے سمجھ لیا تھا۔ پورے انتظامات کے ساتھ آیا ہے۔ اس بات سے لوٹیہ جی نے یہ اندازہ بھی لگا لیا تھا۔ اُنہوں نے بڑی محبت سے بھانو کو بٹھایا اور اُس سے باتیں کرنے لگے۔

"تم کیا چاہتے ہو بھانو سنگھ؟"

"مہاراج یہی چاہتا ہوں کہ اپنے پرکھوں کی زمین پر واپس لوٹ جاؤں۔ چھتروالی میں زمینیں خرید کر وہاں ہل چلاؤں اور وہی پربھان سنگھ بن جاؤں جو اب سے کچھ عرصے پہلے تھا۔"

"حکومت تمہاری مدد کرے گی اور کیا چاہتے ہو حکومت سے؟"

"بس مہاراج ایک آگیا چاہتا ہوں کہ وہ آشرم جو میں تعمیر کرا رہا تھا اور جس کی تعمیر رک گئی ہے اُسے مکمل کرنوں...."

"میں تمہیں فوری طور پر اس کی اجازت دیتا ہوں۔ آشرم کی تعمیر کا کام جلد شروع کرادو اور جس قدر جلد ہو سکے اُسے مکمل کرلو۔ ہمیں کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ اس کے بعد تم چھتروالی میں آرام سے رہو۔"

"مہاراج کی جے۔" بھانو نے کہا۔ "میں اپنی حکومت سے یہی اُمید رکھتا تھا.... اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں چاہتا۔" بھانو تھوڑی دیر تک لوٹیہ جی کے پاس بیٹھا رہا اور پھر اجازت لے کر باہر نکل آیا۔ اُس کا رُواں رُواں مسرت سے کانپ رہا تھا اُس کے خوابوں کی تعبیر اُسے مل گئی تھی۔

باہر آکر اُس نے ابراہیم اور بابولال کو ساتھ لیا اور پھر اُسی رات وہ اپنی دولت سمیٹنے کے لئے چل پڑا جو جنگلوں میں مختلف جگہ پوشیدہ کردی گئی تھی۔ ابراہیم البتہ ابھی تک پوری طرح مطمئن نہیں ہوا تھا۔ اُس نے بھانو کو کچھ اور مشورے دیے، اُن میں ایک یہ بھی تھا کہ آشرم کی تعمیر کا کام تو ہو مگر بھانو بالکل ہی منظرعام پر نہ آئے اور حکومت کی نیت دیکھ لی

جائے۔ بھانو کو ابراہیم کی بات سے اتفاق نہیں تھا لیکن دوست کی بات مان لینے میں بھی کوئی حرج نہیں تھا۔ چنانچہ اُس نے مزدوروں کو اکٹھا کر کے اُن کا کام مقرر کردیا اور رقم اُن کے حوالے کردی کہ وہ آشرم کی تعمیر کے لئے جس قدر جلد ممکن ہو کام شروع کر سکیں۔ چنانچہ آشرم کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔ بھانو قرب و جوار ہی میں تھا۔ چاروں طرف کی خبر رکھ رہا تھا۔ اس دوران بے شمار افسوسناک خبریں ملی تھیں۔ مسلمان پاکستان ہجرت کر رہے تھے۔ ہندو مسلم فسادات ہو رہے تھے اور پورے ہندوستان میں خونریزی ہو رہی تھی۔ اُنہیں ان باتوں کا افسوس تھا لیکن یہ انسان کی فطرت ہے جسے کوئی ایک فرد ختم نہیں کر سکتا تھا۔ آشرم تعمیر ہو گیا اور بھانو نے اس کی مہورت کی تاریخ بھی مقرر کرڈالی پھر اس نے پہلی بار منظرعام پر آنے کا فیصلہ کیا۔ دعوت نامے جاری کردیے گئے تھے۔ چنانچہ اُس روز بے شمار لوگ آشرم کے اردگرد جمع تھے بڑی دور دور کی بستیوں سے لوگ آئے تھے۔ حکومت کے اعلیٰ افسران بھی یہاں موجود تھے اور پولیس کے وہ بہترین افسران بھی جنہیں بھانو کی گرفتاری کا کام سونپا گیا تھا پولیس عام آدمیوں کے بھیس میں یہاں موجود تھی۔ وردی میں صرف وہی لوگ تھے جو انتظامات کرنے کے لئے یہاں لائے گئے تھے۔ بھاٹیہ جی کی آمد بھی متوقع تھی۔ لوٹیہ جی پہنچ چکے تھے بالآخر بھانو اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر آشرم کے پاس پہنچ گیا۔ لوگ اُسے دیکھ رہے تھے اور انگشت بدنداں تھے.... یہی راجستھان کا وہ زلزلہ تھا جس نے وہاں خون کی ندیاں بہادی تھیں.... جس نے راجستھان کی دیہی آبادیوں میں لوگوں کا جینا حرام کردیا تھا۔ موت ہر وقت اُن لوگوں کے تعاقب میں رہتی تھی اور اس موت کا نام پربھان سنگھ چوہان تھا.... اور اب یہ چوہان منظرعام پر آگیا تھا۔ تمام لوگ انگشت بدنداں تھے۔ چاروں طرف سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ آشرم کا افتتاح ہوا۔ لوٹیہ جی نے بھانو کے گلے میں ہار ڈالے اور اُس کے لئے توصیفی کلمات کہے۔ بھاٹیہ جی اس مہورت میں شریک نہ ہو سکے تھے اور پھر وہ وقت آگیا جب پولیس کو اپنا کام کرنا تھا۔

لوٹیہ جی نے کہا۔ "پربھان سنگھ چوہان، تمہارے گروہ کے لوگ آج بھی تمہارے ساتھ نہیں ہیں۔ اُن سے کہو.... کہ سامنے آئیں۔ اب وہ ڈاکو نہیں بلکہ معزز شہری ہیں۔"

"وہ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں مہاراج۔ اُنہیں اپنے گھر سنبھالنے تھے۔ اب ہمیں بھی آگیا دیں۔" بھانو نے کہا حالانکہ ابراہیم اور بابولال مجمعے میں موجود تھے لیکن ابراہیم نے کہہ دیا تھا کہ بھانو جذباتی نہ ہو اور اُنہیں پیچھے ہی رہنے دیا جائے۔ ابراہیم واقعی زیرک انسان تھا۔ اس کا اعتراف بھانو کو ہمیشہ رہا۔ بہت سے مواقع پر ابراہیم کی ہوشیاری ہی کام آئی تھی

ورنہ بھانو شکار ہو چکا تھا۔

"لوٹیہ جی پیچھے ہٹ گئے۔ بھانو اسٹیج سے نیچے اُترا ہی تھا کہ دفعتاً چاروں طرف سے بندوقوں کی نالیں اُس کے بدن سے آلگیں اور وہ تعجب سے منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ یہ سب سادہ لباس لوگ تھے لیکن پوری طرح مسلح تھے۔ ایک لمحے کے لئے بھانو بھونچکارہ گیا تھا پھر اُس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو گئیں....

"لوٹیہ جی۔ یہ کیا ہے؟" اُس نے دھاڑ کر پوچھا۔

"جو ہونا چاہئے چوہان۔ حکومت نے تمہاری خواہش پوری کردی۔ اب تم حکومت کی خواہش پوری کرو۔ خون کی ندیاں بہانے والے بھانو ڈاکو کو حکومت آزاد تو نہیں چھوڑ سکتی۔ تمہارے لئے موت کی سزا تجویز کردی گئی ہے۔

"لوٹیہ جی۔ یہ بے ایمانی ہے، وعدہ خلافی ہے۔ بھگوان کی سوگند اس کے لئے میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔ تم نے دھوکا دیا ہے۔ غداری کی ہے۔ میں تمہیں اس کی سزا ضرور دوں گا۔"

لیکن سزا دینے والے تو اس مجمعے میں موجود تھے.... ابراہیم اُدھار رکھنے والا کہاں تھا۔ مجمعے کے کسی کونے سے فائر ہوا اور لوٹیہ جی جو ابھی اسٹیج پر ہی کھڑے تھے خون میں نہا گئے۔ اُن کی پیشانی کے چیتھڑے اُڑ گئے تھے۔

گولی کی آواز سنتے ہی مجمعے میں بھگدڑ مچ گئی اور پولیس والے بھی ہجوم کا شکار ہو گئے۔ بھانو بھلا اس موقع سے کیوں نہ فائدہ اُٹھاتا۔ اُس نے ایک پولیس والے کی بندوق چھین لی اور قرب و جوار میں کھڑے پولیس افسران پر فائرنگ شروع کردی۔ دوسری طرف ابراہیم اور بابولال نے تباہی مچادی تھی.... پولیس والے مجمعے پر گولیاں نہیں برسا رہے تھے.... اسی دوران ایک پولیس والے کی گولی بابولال کے دل میں پیوست ہو گئی اور اُس نے ایک کراہ کے ساتھ دم توڑ دیا۔ بھانو نے بابولال کی لاش دیکھی اور پھر جھک کر اُس کا خون پیشانی سے لگالیا۔ اس کے بعد وہ گولیاں برساتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے دوڑتا ہوا مجمع اُن کی ڈھال بنا ہوا تھا۔ اس لئے وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر اُنہیں ایک گھوڑی مل گئی اور دونوں اس پر سوار ہو کر جنگلوں میں جا گھسے۔ پولیس اُن کا پیچھا کر رہی تھی اور مسلسل اُن پر گولیاں برسا رہی تھی لیکن بالآخر وہ پولیس سے دور نکل آنے میں کامیاب ہو گئے۔

لوٹیہ جی موت کے گھاٹ اُتر گئے تھے۔ مجمعے میں بے شمار لوگ ہلاک ہوئے تھے اور سینکڑوں زخمی ہو گئے تھے۔ لوٹیہ جی کی چال ناکام ہو گئی تھی لیکن بھانو پر بھی ضرب کاری لگی تھی۔ جنگل کے ایک اندرونی حصے میں بھانو نے گھوڑی روکی "اُترو ابراہیم گھوڑی یہاں چھوڑ کر ہم آگے چلیں گے پولیس ابھی تک پیچھے ہے۔" اُس نے کہا اور نیچے اُتر آیا۔

"مجھے سہارا دو بھانو میں تمہارے سہارے کے بغیر نیچے نہیں اُتر سکتا۔" ابراہیم کی آواز بے حد کمزور تھی۔ بھانو چونک پڑا۔ اُس نے جلدی سے ابراہیم کو نیچے اُتارا.... اور پھر غم واندوہ سے اُس کی آواز رندھ گئی۔

"ابراہیم.... کیا ہوا میرے یار؟" اُس نے ابراہیم کے خون میں نہائے بدن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس یار.... یہیں تک ساتھ تھا لیکن تمہارے لئے پریشان ہوں۔ میری پیٹھ میں تین گولیاں گھسی ہوئی ہیں۔ پولیس نے پیچھے سے گولیاں چلائی تھیں۔ شکر ہے تم آگے بیٹھے ہوئے تھے۔"

"نہیں ابراہیم۔ تو نہیں مرے گا مجھے تیری ضرورت ہے ابھی۔ ابھی مجھے بہت کچھ کرنا ہے۔" بھانو رو پڑا۔

"میری ایک بات مان لے بھانو۔ بس آخری بات، اس کے بعد تجھ سے کچھ نہ کہوں گا وعدہ۔ لوٹیہ نے غداری کی تھی، وہ مارا گیا۔ اب کسی اور کو نہ مارنا۔ اب یہ راستے چھوڑ دے.... اور.... اور...."

ابراہیم کے منہ سے خون اُبل پڑا۔ "وعدہ کر یار.... وعدہ" اُس نے ہاتھ آگے بڑھا دیا اور پھر اُس کا ہاتھ نیچے گرنے لگا لیکن بھانو نے روتے ہوئے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ سرد اور بے جان ہاتھ تھام کر اُس نے ابراہیم سے وعدہ کیا۔ ابراہیم کی ادھ کھلی بے جان آنکھوں میں مسکراہٹ تھی۔

"اگر میرے یار نے مجھ سے وعدہ نہ لیا ہوتا تو.... تو خدا کی قسم راجستھان میں کانگریس حکومت کو ایک بار پھر خون

میں نہانا پڑتا۔ مگر ہمارا دل ٹوٹ چکا تھا۔ اپنے یار سے کیے ہوئی وعدے کو ہم نے نبھایا اور اُس کی لاش کو دفن کر کے جنگلوں میں نکل گئے۔ اب اپنی کوئی منزل نہیں تھی..... بے یار و مددگار پھر رہے تھے۔ ساری دنیا میں کوئی دوست نہیں تھا پھر ایک قافلہ پاکستان کی طرف ہجرت کرتا ملا۔ وہ کھوکھرا پار کے راستے پاکستان میں داخل ہونے جارہا تھا ہم ہندو تھے پاکستان جا کر کیا کرتے لیکن مولوی قدرت علی مل گئے جو اس قافلے میں شریک تھے۔ قافلہ راستے میں لٹ چکا تھا۔ سارے ہندوستان میں ڈاکو پھیل گئے تھے۔ مولوی صاحب کی بیوی اور تین بچے راستے میں مارے گئے تھے اور اب اُن کی صرف ایک بیٹی بچی تھی جسے عزت کے ساتھ لے کر پاکستان میں داخل ہونے کی خواہش اُن کے دل میں تھی۔

مولوی صاحب اتنے غمزدہ تھے کہ ہم اپنے غم بھول گئے ہم نے اُنہیں یہ نہیں بتایا کہ ہم ہندو ہیں..... کچھ ایسی ہی محبت ہوگئی اُن سے کہ ہم اُن کے ساتھ ہی پاکستان میں داخل ہوگئے اور پھر میرپور پہنچ گئے۔

"غموں سے نڈھال مولوی قدرت علی بیمار تھے اُنہیں چھوڑنے کو جی نہیں چاہا اور ہم اُن کی خدمت کرنے لگے لیکن بیوی بچوں کے غم نے اُنہیں اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا۔ دن رات روتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ سب تو ساتھ چھوڑ گئے اب حمیدہ کا کیا ہوگا۔ حمیدہ اُن کی بیٹی تھی جو شادی کے قابل تھی۔ وہ باپ تھے اپنے منہ سے دل کی بات نہیں کہہ سکتے تھے لیکن ہم اُن کے دل کا حال جانتے تھے اور پھر بھیا ہم سے ایک باپ کی یہ مجبوری نہیں دیکھی گئی۔ ایک دن ہم نے مولوی صاحب سے اپنے بارے میں سب کچھ کہہ دیا۔

"مولوی صاحب حیران رہ گئے تھے۔ ہم نے اُن سے کہا "مولوی صاحب اپنا یار ابراہیم مسلمان تھا۔ کیا ہم مسلمان نہیں ہوسکتے.....؟"

"ضرور ہوسکتے ہو بیٹے۔ کیا تم دل سے یہ چاہتے ہو؟"

"ہاں مولوی صاحب۔ ہمیں مسلمان کر کے اپنی بیٹی سے ہمارا بیاہ کردو۔ ہم اسے سنبھالیں گے۔" ہم نے کہا اور مولوی صاحب خوشی سے پاگل ہوگئے۔ ہماری اس بات نے اُنہیں نئی زندگی دے دی تھی۔ اُنھوں نے ہمیں کلمہ پڑھایا اور پھر اپنی بیٹی سے ہمارا نکاح کرایا۔ اس چھوٹی سی خوشی نے مولوی صاحب پر بہت اچھا اثر ڈالا تھا۔ اس کے بعد وہ تقریباً گیارہ سال جیے۔ ہم میرپور میں ہی ایک دُکان پر نوکر ہوگئے تھے اور ہمارے دو بیٹے ہوگئے تھے۔ مولوی صاحب مرگئے تو ہمارا دل میرپور سے اُچاٹ ہوگیا اور ہم کراچی آگئے۔

اب ہم پوتی پوتے والے ہیں۔ ہمارے بچے نوکری کرتے ہیں اور اللہ کا فضل ہے کہ عزت سے گزر ہو رہی ہے مولوی صاحب نے ہی ہمارا نام دین محمد رکھا تھا۔ مگر اب اس گودنے کو کیا کریں جو ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا ہے۔ جب ہماری نگاہ اس پر پڑتی ہے تو ماضی ہماری آنکھوں میں آجاتا ہے۔ ہم نے یہ کہانی اپنی سینے میں دفن کرلی تھی مگر بھائی اب تم ہمیں اس بڑھاپے میں رُسوا کرنے پر تلے ہوئے ہو تو ہم کیا کریں۔"

"میاں دین محمد یا بھانو چوہان کی کہانی ختم ہوتی ہے۔